تاریخ احمدیؐ

نواب احمد حسین پریانواں

حق برادرز 16 انارکلی لاہور

Ahmed [illegible] Sellers
718/23, [illegible] Pakistan
Ph: [illegible]
E.Mail: ch.jafri726@gmail.com

maablib.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تاریخ احمدی

مؤلفہ

خان بہادر نواب احمد حسین خانصاحب مذاق تعلقدار

پریانواں (ضلع پرتاپگڈھ)

مکتبہ رضویہ

۶۔ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مطبع :- چاند کمپنی پرنٹرز - آؤٹ فال روڈ - لاہور

فہرست مضامین "تاریخ احمدی"

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	سر لفظ	
۲	تقریظ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی	
۳	تقریظ حضرت مولانا محمد عصمت اللہ ہوشیارپوری	
۴	تقریظ حضرت مولانا حکیم امیر احمد صاحب ناکپوری	
۵	عرض مؤلف	
۶		
۷	خلقت نور محمدی اور آفرینش کائنات	۱
۸	نور محمدی سے خطاب ربانی	۲
۹	آل محمد کا عالم علم لدنی اور اس پر حجت خدا ہونا	〃
	منصب امامت صرف آل محمد کے لئے ہے	〃
۱۰	خلقت زمین و آسمان	〃
۱۱	نور محمدی سے ملائکہ کی پیدائش	〃
۱۲	منصب نبوت کی قدامت	۳
۱۳	نور محمدی کا صلب آدم میں استقرار اور اس کے	〃
۱۴	سجدے کا حکم	〃
۱۵	نور محمدی، آل محمد ہیں	〃
۱۶	آل محمد باعث نجات ہیں	〃
۱۷	امام مہدی اور حجتوں کا اختتام	۴
۱۸	ہمارے نبی کی نبوت کا خلقت آدم سے پہلے ہونا	〃
۱۹	حضرت آدم کا اول الانبیاء اور ہمارے نبی کا خاتم الانبیاء ہونا	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۰	بعثت انبیاء کا سلسلہ	۴
۲۱	حضرت رسول مقبولؐ کا سلسلہ نسب	۵
۲۲	عبد شمس اور ہاشم کی پیدائش	۶
۲۳	عظمت بنی ہاشم	۷
۲۴	دین کی تباہی کے باعث بنی امیہ اور بنی مغیرہ ہیں	〃
۲۵	جناب آمنہ اور جناب عبداللہ کے مختصر حالات	〃
۲۶	ولادت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم	〃
۲۷	وقت ولادت کے آثار و حوادث	۸
۲۸	آنحضرتؐ کی تاریخ ولادت	〃
۲۹	حضورؐ کا اسم گرامی	〃
۳۰	حضورؐ کی رضاعت	۹
۳۱	سفر شام اور بحیرا راہب سے ملاقات	۱۰
۳۲	حضورؐ کا خصوصی لقب "امین"	〃
۳۳	شام کا دوسرا سفر اور خدیجۃ الکبریٰ سے عقد نکاح	〃
۳۴	عقد رسولؐ سے پہلے خدیجہ کی اولاد	۱۱
۳۵	کعبہ کی تعمیر جدید اور نصب حجر اسود کا واقعہ	〃
۳۶	حضرت فاطمہؑ کی ولادت	۱۲
۳۷	حضور اکرمؐ کی بعثت	〃
۳۸	اول الاسلام کی بحث	۱۳
۳۹	السابقون السابقون کی تفسیر اور افضلیت علی ابن ابیطالبؑ	۱۴
۴۰	تین سال تک مخفی تبلیغ	۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۱	دعوت ذوالعشیرہ	۱۷
۴۲	حضورؐ کی علانیہ تبلیغ پر مخالفوں کا ایکا	۱۹
۴۳	حضرت ابوطالبؑ کا حمایت کرنا	۲۰
۴۴	حضرت ابوطالبؑ کے ایمان افروز اشعار	〃
۴۵	رسولؐ خدا کے ساتھ ابوجہل کی بدتہذیبی	〃
۴۶	جناب حمزہ کا ایمان لانا۔	۲۱
۴۷	۵۲ انسانوں کے بعد حضرت عمر کا ایمان لانا	〃
۴۸	شق القمر کا معجزہ	〃
۴۹	ہجرت حبشہ	۲۲
۵۰	حضرت ابوطالبؑ اور خدیجہؑ کی وفات	〃
۵۱	عمار بن یاسر پر کفار کا تشدد	〃
۵۲	حضرت رسولؐ خدا کا سفر طائف	۲۳
۵۳	حضرت سودہ اور حضرت عائشہ سے نکاح	〃
۵۴	معراج النبیؐ	〃
۵۵	معراج جسمانی کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے	〃
۵۶	اہل یثرب کو دعوت اسلام	۲۴
۵۷	عقد مواخات	۲۵
۵۸	حضور اکرم نے علیؑ کو اپنا بھائی قرار دیا	〃
۵۹	ہجرت مدینہ	〃
۶۰	اصحاب کے ہجرت مدینہ پر کفار کا "دارالندوہ" میں اجتماع	۲۶
۶۱	قتل محمد مصطفےٰ پر کفار کا اجتماع	〃
۶۲	شب ہجرت علیؑ بستر رسولؐ پر	۲۷
۶۳	حکم خدا سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کا علیؑ کی پہرہ داری کرنا	۲۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۴	نزول آیہ "من یشری"	۲۸
۶۵	شب ہجرت علیؑ پر نبیؐ کا دھوکہ	〃
۶۶	حضرت رسول خدا غار ثور میں	۲۹
۶۷	حضرت علیؑ کا مکہ سے پیدل مدینہ جانا	〃
۶۸	رسولؐ خدا علیؑ سے بغلگیر ہو کر رو پڑے	۳۰
۶۹	مسجد قبا کی بنیاد	〃
۷۰	مدینہ میں مسجد النبی کی بنیاد	۳۱
۷۱	علیؑ کے سوا مسجد کی طرف کے تمام دروازوں کی بندش کا حکم	〃
۷۲	مدینہ میں مہاجر و انصار کے درمیان "مواخات"	۳۲
۷۳	تحویل قبلہ اور فرضیت صوم	۳۳
۷۴	جنگ بدر (سنہ ۲ ہجری)	۳۴
۷۵	جنگ بدر میں حضرت علیؑ کے کارنامے	۳۵
۷۶	جنگ بدر میں حضرت علیؑ کا علمبردار ہونا	۳۶
۷۷	غزوۂ قینقاع اور قرقرۃ الکدر	〃
۷۸	بحکم خدا حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراؑ میں مناکحت	〃
۷۹	ذریت نبیؐ اصلاب علیؑ میں	〃
۸۰	علیؑ و فاطمہؑ میں ازدواج کے بعد رسول خدا کا طرز عمل	۳۷
۸۱	ماہ رمضان سنہ ۳ھ میں امام حسنؑ کی ولادت	۳۸
۸۲	حسنینؑ کے نام تفرد	〃
۸۳	جناب حفصہ کے ساتھ رسولؐ خدا کا عقد اور طلاق و رجوع	〃
۸۴	جنگ اُحد (سنہ ۳ ہجری)	〃
۸۵	حضرت علیؑ کی ضرب اور طلحہ بن عثمان کا برہنہ ہونا۔	۳۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۸۶	خالد بن ولید کے حملہ سے مسلمانوں کی تباہی	۳۹
۸۷	کفار کے تمام نشان برداروں کو حضرت علیؑ نے قتل کر ڈالا	۴۰
۸۸	صدائے غیب "لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"	۴۱
۸۹	رسول خداؐ کا ایک سوال اور حضرت علیؑ کا اہم جواب	〃
۹۰	جنگ اُحد میں "نادِ علی" کا نزول	۴۲
۹۱	جنگ احد میں اعیان صحابہ کا فرار	۴۲
۹۲	جنگ اُحد میں رسولِ خداؐ کا زخمی ہونا	۴۳
۹۳	جنگ احد میں حضرت فاطمہؑ کی خدمت	۴۳
۹۴	اسد اللہ حضرت حمزہ کی شہادت	〃
۹۵	مادر معاویہ کا حضرت حمزہ کا جگر چبانا	۴۴
۹۶	حضرت حمزہ کی نماز جنازہ میں انفرادیت	〃
۹۷	شہداء احد کی برابری کی خواہش پر ابن ابی قحافہ کو رسول خداؐ کا جواب	۴۵
۹۸	شہداء احد کی زیارت کے لئے رسولِ خداؐ کا حکم	〃
۹۹	رسول خداؐ کا اپنے بعد صحابہ سے بے اطمینان ہونا	〃
۱۰۰	حضرت حمزہ پہ عورتوں کا رونا اور رسولؐ خدا کا دُعا دینا	۴۶
۱۰۱	عہد معاویہ میں شہداء احد کی قبر کشی	〃
۱۰۲	ولادت امام حسینؑ سنہ ہجری	۴۷
۱۰۳	شہادت امام حسینؑ کی پیشین گوئی	〃
۱۰۴	رسولِ خداؐ کو جبرئیلؑ کا خاک کربلا دینا	〃
۱۰۵	رسولؐ خدا کا ام سلمہ کو خاک کربلا دینا	۴۸
۱۰۶	اصحاب کو رسولؐ خدا کا نصرت حسینؑ کیلئے حکم	۴۹
۱۰۷	رسولِ خداؐ کا قاتلین حسینؑ پہ لعنت کرنا۔	〃
۱۰۸	جنگ خندق (۵ھ)	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۰۹	عمرو بن عبدود کی مبارز طلبی	۵۰
۱۱۰	عمرو کے مقابلہ کے لیے صرف حضرت علیؑ کا تیار ہونا	〃
۱۱۱	رسولؐ خدا کا حضرت علیؑ کو آلات حرب سے آراستہ کرنا	۵۱
۱۱۲	ضرب مرتضوی سے عمرو بن عبدود کا قتل	〃
۱۱۳	صفیہ ہمشیرۂ عمرو بن عبدود کے اشعار	۵۲
۱۱۴	حدیث خندق اور عطیۂ ذوالفقار	〃
۱۱۵	رسولؐ خدا کا نکاح زینب بنت جحش کے ساتھ	〃
۱۱۶	غزوۂ دومۃ الجندل	〃
۱۱۷	فرضیت حج اور غزوۂ بنی لحیان	〃
۱۱۸	غزوۂ ذی قرد، غزوۂ بنی مصطلق	۵۳
۱۱۹	بیعت رضوان (۶ھ)	〃
۱۲۰	رسولؐ کے بعد احداث صحابہ کا اعتراف	〃
۱۲۱	صلح نامہ حدیبیہ	۵۴
۱۲۲	رسولؐ خدا کا علیؑ کے بارے میں اخبار بالغیب	۵۵
۱۲۳	یوم حدیبیہ حضرت عمر کا نبوت میں شک	〃
۱۲۴	حضرت عمر کا اعتراف جرأت و گستاخی اور اس کا کفارہ	۵۶
۱۲۵	ابو جندل بن سہیل کا واقعہ	۵۷
۱۲۶	معاہدۂ صلح کو درہم برہم کرنے کے لئے حضرت عمر کی کوشش	۵۷
۱۲۷	رسولؐ خدا کا ام حبیبہ، میمونہ اور صفیہ کے ساتھ عقد	〃
۱۲۸	ماریہ قبطیہ اور دُلدُل کی آمد	۵۸
۱۲۹	جنگ خیبر (۷ھ)	〃
۱۳۰	جنگ خیبر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی عدم کامیابی	〃
۱۳۱	حدیث خیبر	۵۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۳۲	حضرت علیؑ کی جنگ کے لئے روانگی	۵۹
۱۳۳	دستِ علیؑ سے حارث و مرحب کا قتل	۶۰
۱۳۴	حضرت علیؑ کا باب خیبر اکھاڑنا	۶۱
۱۳۵	جنگ خیبر میں مولائے کائنات کی شاندار فتح	۶۲
۱۳۶	شہید عرف وہی مقتول ہے جو دل سے ایمان لایا ہو۔	〃
۱۳۷	رسولؐ خدا نے خیبر میں زہر ملا گوشت نہیں کھایا	〃
۱۳۸	حضرت علیؑ کے لئے مقام صہبا میں رجعت شمس	۶۳
۱۳۹	خیبر میں متعۃ النساء کی ممانعت کا رسولؐ کی طرف انتساب بخاری کی اختراع ہے	۶۴
۱۴۰	فدک رسولؐ خدا کا خالصہ تھا	〃
۱۴۱	رسولؐ خدا نے بحکم خدا فدک فاطمہ زہراؑ کو دیدیا	۶۵
۱۴۲	فتح وادی قریٰ اور مراجعت جعفر طیار	۶۵
۱۴۳	رسولِ خدا کا عقد ام حبیبہ کے ساتھ	〃
۱۴۴	فتح مکہ سے قبل خالد بن ولید کا کسی اسلامی جنگ میں شریک نہ ہونا۔	۶۶
۱۴۵	جنگ موتہ اور شہادت حضرت جعفر طیارؑ	〃
۱۴۶	بنی بکر اور بنی خزاعہ میں جنگ	〃
۱۴۷	اُمّ حبیبہ کا اپنے باپ ابوسفیان کو مشرک نجس سمجھنا	〃
۱۴۸	ابوسفیان کی تجدید عہد میں ناکامی	۶۷
۱۴۹	فتح مکہ اور رسولؐ خدا کا سفر میں نقض صوم فرمانا	〃
۱۵۰	رسولِ خدا کا سبز پوش لشکر اور عظمت نبوی کا اعتراف	۶۸
۱۵۱	خانہ کعبہ پر ۳۶۰ بتوں کا قبضہ اور اشارہ نبوی سے ان کی بے دخلی	〃
۱۵۲	فتح مکہ کے بعد جن لوگوں کے خون مباح کئے گئے تھے ان کے نام	۶۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۵۳	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ساتھ حضرت عثمان کی کرم گستری	۶۹
۱۵۴	خالد بن ولید سے رسولؐ خدا کی بیزاری	۷۰
۱۵۵	خالد بن ولید کا افسوسناک طرز عمل	۷۱
۱۵۶	خالد بن ولید کے غلط عمل کا خون بہا حضرت علیؑ نے ادا کیا۔	〃
۱۵۷	جنگ حنین (۸ھ)	〃
۱۵۸	جنگ حنین میں صحابہ کا فرار	۷۲
۱۵۹	جنگ حنین میں حضرت عمر کا فرار	〃
۱۶۰	جنگ حنین میں حضرت علیؑ کی ثابت قدمی	۷۳
۱۶۱	جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں کے اسماء	〃
۱۶۲	جنگ حنین میں رسولِ خدا کا اعجازی عمل	۷۴
۱۶۳	قبیلہ ثقیف کا طائف میں محاصرہ	〃
۱۶۴	طائف میں رسولِ خدا کا علیؑ سے سرگوشی فرمانا	〃
۱۶۵	اس سرگوشی پر حضرت عمر کا اعتراض	〃
۱۶۶	عمر بن خطاب کو رسولؐ خدا کا جواب	〃
۱۶۷	امیر معاویہ کا مؤلفۃ القلوب میں ہونا	۷۵
۱۶۸	ابراہیم فرزند رسولؐ کی ولادت	〃
۱۶۹	ازواج سے بے تعلقی اور اس کی وجہ	〃
۱۷۰	زینب بنت جحش کے خلاف حضرت عائشہ کی سازش	۷۶
۱۷۱	رسولؐ خدا کی دو بیویوں کے دل ٹیڑھے ہونے کی قرآنی خبر	〃
۱۷۲	رسولؐ کی ان دونوں بیبیوں کی تشخیص جن کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے حضرت عمر کی زبانی	۷۶
۱۷۳	غزوۂ تبوک (۹ھ)	۷۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۷۴	حضرت علیؑ اور حدیث منزلت	۷۷
۱۷۵	جنگ تبوک اور حضرت ابوذر	؍
۱۷۶	تبوک میں حاکم ایلہ کا مصالحت کرنا	۷۸
۱۷۷	تبلیغ سورہ برأت کا واقعہ اور خلافت امیرالمومنین	؍
۱۷۸	سنہ ۱۰ ہجری میں عموم عرب کا داخل اسلام ہونا	؍
۱۷۹	واقعۂ مباہلہ اور اہل نجران سے مصالحت	۷۹
۱۸۰	آیت مباہلہ کا نزول اور اس کا سبب	۸۱
۱۸۱	مباہلہ کے لئے رسولؐ خدا کے برآمد ہونے کی شان	؍
۱۸۲	پنجتن پاک کی شان اور اہل نجران کا تاثر	۸۲
۱۸۳	اہل نجران اور شرائط صلح	؍
۱۸۴	آیت مباہلہ	؍
۱۸۵	یمن میں حضرت علیؑ کی شاندار تبلیغی کامیابی	۸۳
۱۸۶	مسیلمۂ کذاب کا دعوئ نبوت	؍
۱۸۷	حضرت علی کا جزیہ وصول کرنے کیلئے نجران جانا	؍
۱۸۸	آیۂ تکمیل دین و اتمام نعمت	۸۴
۱۸۹	واقعہ غدیر خم	؍
۱۹۰	حدیث ثقلین	؍
۱۹۱	حدیث ولایت	۸۵
۱۹۲	حدیث ثقلین،	۸۶
۱۹۳	حضرت علی کے لئے رسول خدا کی دعا	۸۷
۱۹۴	نزول آیۂ بلغ ۔ حدیث ولایت	۸۸
۱۹۵	نزول آیۂ بلغ کے فوراً بعد آیۂ تکمیل دین و اتمام نعمت کا نزول	۸۹
۱۹۶	سر امیرالمومنین پر سیاہ عمامہ	۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۹۷	حضرت عمر اور امہات المومنین کا علیؑ کو جانشینی کی مبارکباد دینا	۹۰
۱۹۸	۱۸ ذی الحجہ عید کا دن ہے	۹۱
۱۹۹	حضرت رسول خدا کی علالت	؍
۲۰۰	حضرت علیؑ کا ذکر خیر کرنے پر حضرت عائشہ تادم نہ تھیں۔	؍
۲۰۱	حضرت رسولؐ خدا کا اعلان انتقام	۹۲
۲۰۲	آخرت کی رسوائی سے دنیا کی رسوائی بہتر ہے	؍
۲۰۳	حضرت رسولؐ خدا کی خواہش کا ام المومنین عائشہ کی طرف سے جواب	۹۳
۲۰۴	تجہیز جیش اُسامہ	؍
۲۰۵	جیش اُسامہ میں علی کے سوا سب کو جانے کا حکم	؍
۲۰۶	اسامہ کے سردار لشکر ہونے پر اعتراض اور اسکا جواب	۹۴
۲۰۷	جیش اُسامہ میں نہ جانے والے پر خدا کی لعنت	؍
۲۰۸	حالت بیماری میں حضرت رسولؐ خدا کا حضرت علی کو بلو	۹۵
۲۰۹	حضرت ابوبکر کی امامت نماز کا قصہ	؍
۲۱۰	حدیث قرطاس یعنی حادثۂ کاغذ و قلم و دوات	۹۶
۲۱۱	رسول خداؐ کا فرمانا کہ اے عمر یہ عورتیں تم سے بہتر ہیں	۹۶
۲۱۲	حضرت عمر کا کہنا کہ حسبنا کتاب اللہ	۹۷
۲۱۳	"قلم دوات نہ دینے پر ابن عباس کا گریہ	؍
۲۱۴	حضرت عمر کا کہنا کہ نبی خدا "ہذیان"..... ہیں	۹۸
۲۱۵	ابن عباس کے نزدیک رسولؐ کا وثیقہ نہ لکھا سکنا عظیم مصیبت تھی	؍
۲۱۶	حضرات حسنین اور اصحاب کا گریہ	۹۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۱۷	محبت حسنینؑ کے لئے رسولِ خداؐ کی آخری وصیت	۹۹
۲۱۸	حضرت رسولِ خداؐ کی حضرت علیؑ کو صبر کی تلقین	〃
۲۱۹	وفات رسولؐ پر فاطمہ زہراؑ کا بے پناہ گریہ	〃
۲۲۰	وفات کے وقت رسولِ خداؐ کا سرِ مبارک علیؑ کے سینے پر تھا۔	۱۰۰
۲۲۱	حضورؐ کا وقتِ وفات علیؑ سے راز کی باتیں کرنا	۱۰۱
۲۲۲	حضرت علیؑ نے حضورؐ کو غسل دیا	〃
۲۲۳	حضرت علیؑ کی چار اہم خصوصیات	〃
۲۲۴	فاطمہ زہراؑ کے اشعارِ غم	۱۰۲
۲۲۵	تاریخ وفات رسولؐ	〃
۲۲۶	حضورؐ کی عمر شریف	〃
۲۲۷	سیرت نبوی	۱۰۳
۲۲۸	حضورؐ کا سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا	〃
۲۲۹	اولادِ رسولؐ	۱۰۵
۲۳۰	حضرت عائشہ کا رشک حضرت خدیجہ سے	〃
۲۳۱	خدیجہ کے بارے میں حضورؐ کا عائشہ پر غصہ	〃
۲۳۲	ازواج النبیؐ کی تعداد	۱۰۶
۲۳۳	ازواج النبیؐ کا امہات المومنین ہونا	〃
۲۳۴	طلحہ کی حضرت عائشہ سے نکاح کی خواہش	〃
۲۳۵	وفات رسولؐ سے حضرت عمر کا انکار	۱۰۷
۲۳۶	حضرت عمر کے قول سے لوگ شک میں پڑ گئے	〃
۲۳۷	حضرات شیخین کی سقیفہ کی طرف دوڑ	〃
۲۳۸	سقیفہ میں حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی	〃
۲۳۹	انصار حضرت علیؑ کی بیعت کرنا چاہتے تھے	۱۰۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۴۰	خلافت پر قبضہ کرنے کی کوشش میں حضرت ابوبکر اور عمر دفنِ رسولؐ میں شریک نہ ہوئے	۱۰۸
۲۴۱	آلِ محمدؐ اور صحابہ کے اہم افراد نے بیعتِ ابی بکر سے انکار کر دیا	〃
۲۴۲	حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور خانہ نشینی اختیار کر لی	۱۰۹
۲۴۳	غصبِ خلافت کے بعد حضرت علیؑ کا احتجاج	〃
۲۴۴	حضرت علیؑ سے جبراً بیعت لینے کی کوشش	۱۱۰
۲۴۵	دربارِ خلافت میں حضرت علیؑ کا زبردست احتجاج	〃
۲۴۶	حضرت علیؑ کا شبلِ کعبہ ہونا۔	〃
۲۴۷	حضرت علیؑ کے سامنے حضرت ابوبکر کا اعتراف عدم استحقاق	〃
۹۴۸	حضرت عمر کا حضرت فاطمہؑ کے گھر جلانے کا ارادہ	۱۱۱
۹۴۹	حضرت علیؑ کا انکارِ بیعت پر اصرار	۱۱۲
۲۵۰	حضرت فاطمہ زہراؑ کا زبردست احتجاج	۱۱۳
۲۵۱	حضرت علیؑ کی گرفتاری کے لئے حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کو اکسانا۔	۱۱۴
۲۵۲	حضرت علیؑ کو قتل کی دھمکی	〃
۲۵۳	حضرت ابوبکر کا کہنا کہ فاطمہؑ کے ہوتے ہوئے علیؑ کو بیعت پر مجبور نہ کروں گا	۱۱۵
۲۵۴	مزارِ رسولؐ پر علیؑ کی فریاد	〃
۲۵۵	مسئلہ فدک	〃
۲۵۶	حضرت ابوبکر نے بنتِ رسولؐ کو فدک دینے سے انکار کر دیا۔	〃
۲۵۷	حضرت فاطمہؑ حضرت ابوبکر سے ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گئیں	۱۱۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۵۸	فدک کے لئے حضرت فاطمہؑ کی گواہیاں	۱۱۶
۲۵۹	حضرت عمر کا وثیقہ فدک چاک کرنا	۱۱۶
۲۶۰	حضرت فاطمہؑ کی وفات	۱۱۷
۲۶۱	حضرت علیؑ کا جناب سیّدہ کو غسل و کفن دینا	〃
۲۶۲	رات کی تاریکی میں حضرت فاطمہؑ کی تدفین	۱۱۸
۲۶۳	وفات جناب سیّدہ پر حضرت علیؑ کے غم انگیز اشعار	〃
۲۶۴	مدفن حضرت فاطمہ زہراؑ	۱۱۹
۲۶۵	حضرت علیؑ کے بیعت کرنے کا مسئلہ	〃
۲۶۶	صلاحیت خلافت کے متعلق حضرت ابوبکر کا قول	۱۲۰
۲۶۷	حضرت ابوبکر کو امام حسنؑ کا حکم کہ میرے باپ کے منبر سے اُتر آؤ	〃
۲۶۸	مسیلمۂ کذاب کا قتل	۱۲۱
۲۶۹	مالک بن نویرہ کا واقعہ	〃
۲۷۰	صحابیٔ رسولؐ مالک بن نویرہ کا خالد بن ولید کے ہاتھوں بے دردانہ قتل	〃
۲۷۱	مالک بن نویرہ کے قتل کرنے کا اصل سبب	۱۲۲
۲۷۲	خالد کو رجم یا قتل کرنے کیلئے حضرت عمر کا حضرت ابوبکر سے اصرار	〃
۲۷۳	خالد بن ولید کو رجم یا قتل سے حضرت ابوبکر کا انکار	〃
۲۷۴	خلیفۂ اوّل نے خالد بن ولید کو معاف کر دیا۔	۱۲۳
۲۷۵	مقام حیرہ کی فتح	〃
۲۷۶	یرموک کا واقعہ اور شام کی فتح	〃
۲۷۷	قبولیت خلافت اور اعراض بیت فاطمہ پر حضرت ابوبکر کی پشیمانی	۱۲۴
۲۷۸	حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ نامزد کر دیا۔	۱۲۴
۲۷۹	خلافت حضرت عمر پر لوگوں کی فریاد	〃
۲۸۰	حضرت ابوبکر کی وفات (۱۳ھ)	〃
۲۸۱	حضرت ابوبکر کی اولاد	〃
۲۸۲	حضرت ابوبکر کی وفات اور حضرت عمر کی بیعت	۱۲۵
۲۸۳	حضرت عمر کو حضرت امام حسینؑ کا حکم کہ میرے باپ کے منبر سے اتر آؤ۔	〃
۲۸۴	حضرت عمر کا پہلا کام خالد بن ولید کی معزولی"	〃
۲۸۵	نماز تراویح کی ایجاد	〃
۲۸۶	فتوحات حضرت عمر	۱۲۶
۲۸۷	حضرت عمر کی طرف سے احکام اور عاملوں کا تقرر	۱۲۷
۲۸۸	حضرت عمر کی اولاد	〃
۲۸۹	حضرت عمر کی ایک بیوی ام کلثوم بنت جرول تھیں	〃
۲۹۰	حضرت عمر کو فاروق کہنے کی ابتداء حرمت متعہ کی اختراع	۱۲۸
۲۹۱	حضرت عمر اور شعر و شاعری کا ذکر	۱۲۹
۲۹۲	حضرت ابن عباس اور حضرت عمر میں مسئلہ خلافت پر اہم بات چیت۔	〃
۲۹۳	حضرت عمر کو ابو لؤلؤ فیروز نے زخمی کر دیا	۱۳۰
۲۹۴	انہیں جَو کی شراب پلائی گئی	〃
۲۹۵	خلافت کے بارے میں حضرت عمر کے صلاح و مشورے	۱۳۱
۲۹۶	حضرت عمر صرف حضرت عثمان کو خلیفہ بنانے کے حق میں تھے۔	〃
۲۹۷	انتخاب خلیفۂ ثالث کیلئے حضرت عمر کا جابرانہ فیصلہ	۱۳۲
۲۹۸	حضرت عمر کی وفات (۲۳ھ)	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۹۹	حضرت علیؑ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔	۱۳۲
۳۰۰	حضرت عثمان خلیفہ بنا دیئے گئے	۱۳۳
۳۰۱	حضرت علیؑ کا بروقت احتجاج	۔۔
۳۰۲	حضرت علیؑ کے خلیفہ نہ ہونے پر مقداد بن اسود کا احتجاج	۔۔
۳۰۳	عمار بن یاسر اور مقداد بن اسود کا احتجاج	۱۳۴
۳۰۴	حضرت علیؑ کا زبردست احتجاج واستدلال	۱۳۵
۳۰۵	بیعت خلافت عثمان بن عفان	۱۳۷
۳۰۶	حضرت عثمان کا حلیہ	۔۔
۳۰۷	فرزندان عثمان	۔۔
۳۰۸	اولیات حضرت عثمان	۔۔
۳۰۹	عمل وسیرت رسولؐ کے خلاف حضرت عثمان کا عمل	۱۳۸
۳۱۰	حضرت عثمان کے اخیافی بھائی ولید بن عقبہ کا اسلام سوز عمل	۔۔
۳۱۱	ولید کی شراب نوشی کی خبر دینے والے کو حضرت عثمان باہر نکال دیا۔	۔۔
۳۱۲	اہل اسکندریہ کا نقض عہد کرنا۔ مخالفت رسولؐ کی ایک اور مثال	۱۳۹
۳۱۳	عثمان کا متعۃ الحج سے منع کرنا اور علیؑ کا حکم دینا	۱۴۰
۳۱۴	حکومت بصرہ سے ابوموسیٰ اشعری کی معزولی اور ابن عامر کا تقرر	۔۔
۳۱۵	مسجد نبویؐ کے دروازے پر حضرت علیؑ کی حمایت میں حضرت ابوذر کی شاندار تقریر	۱۴۱
۳۱۶	حضرت ابوذر کی مدینہ سے نکالنے کی وجہ	۱۴۱
۳۱۷	حضرت ابوذر کو شام سے واپس کر دیا گیا۔	۱۴۲
۳۱۸	حضرت ابوذر دربار حضرت عثمان میں	۱۴۲
۳۱۹	حضرت ابوذر کا ربذہ کی طرف اخراج	۱۴۳
۳۲۰	حکم عثمان کے خلاف حضرت علیؑ نے حضرت ابوذر کو الوداع کیا	۔۔
۳۲۱	ابوذر کے بارے میں علیؑ اور عثمان میں تلخ کلامی	۱۴۳
۳۲۲	یزدجرد کی وفات (۳۱ھ)	۱۴۵
۳۲۳	حضرت ابوذر کی ربذہ میں وفات حسرت آیات	۔۔
۳۲۴	حضرت ابوذر کی تجہیز وتکفین	۱۴۶
۳۲۵	جمع وترتیب قرآن	۔۔
۳۲۶	حضرت عثمان کا احراق قرآن	۔۔
۳۲۷	عبداللہ بن مسعود کے ساتھ عثمان کا ظلم	۱۴۷
۳۲۸	حضرت عبداللہ بن مسعود کی وفات	۱۴۷
۳۲۹	عبداللہ بن مسعود اور مقداد کی خبر وفات حضرت عثمان کو نہیں دی گئی	۔۔
۳۳۰	لوگوں کی نکتہ چینی پر حضرت عثمان کی برہمی	۱۴۸
۳۳۱	ولادت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	۔۔
۳۳۲	حضرت عثمان کا وہ عمل جس کی وجہ سے عوام برگشتہ ہو گئے	۱۴۹
۳۳۳	حضرت عثمان بن عفان نے فدک اور خمس افریقہ مروان کو دے دیا	۔۔
۳۳۴	خلیفہ عثمان نے مروان کو اپنا داماد بنا لیا۔	۱۵۰
۳۳۵	عبدالرحمان بن عوف کی عثمان سے ترک کلامی	۔۔
۳۳۶	حضرت عائشہ کا قتل نعثل (عثمان) کا حکم	۔۔

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۲۷	حضرت عثمان کے طرزِ عمل سے مصری کوفی اور بصری بلوائیوں نے حملہ کر دیا	۱۵۱
۳۲۸	خلیفہ عثمان کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔	〃
۳۲۹	بلوائیوں کا مطالبہ	〃
۳۳۰	حضرت محمد بن ابی بکر والئ مصر بنا دیئے گئے	〃
۳۳۱	محمد بن ابی بکر کو قتل کرنے کیلئے خلیفہ عثمان کی سازش	۱۵۲
۳۳۲	خلیفہ عثمان کی سازش ناکام بنا دی گئی	〃
۳۳۳	بلوائیوں نے حضرت عثمان پر حملہ کر دیا	〃
۳۳۴	خلیفہ عثمان کی داڑھی محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں	۱۵۳
۳۳۵	خلیفہ عثمان بن عفان کا قتل (۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ)	〃
۳۳۶	خلیفہ عثمان کا یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہونا	۱۵۴
۳۳۷	حضرت سلمان فارسی کی وفات (۳۵ھ)	〃
۳۳۸	حضرت سلمان کی عمر ۳۰۰ سال تھی	〃
۳۳۹	حضرت علیؑ کی بیعت (۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ)	۱۵۵
۳۴۰	حضرت علیؑ کی مختصر سیرت اور بعض فضائل	〃
۳۴۱	حضرت علیؑ کا قرآن جمع کر کے رسولِ خداؐ کی خدمت میں پیش کرنا	۱۵۶
۳۴۲	حضرت علیؑ کا علم القرآن	〃
۳۴۳	حضرت علیؑ کا جمع کردہ قرآن ترتیب نزولی پر تھا۔	〃
۳۴۴	بروایتے مدینہ کے تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کی بیعت کی	۱۵۷
۳۴۵	حضرت علیؑ کا پہلا خطبہ "حق اپنے مرکز پر آگیا" اور روز کا ذکر	〃
۳۴۶	حکماء عرب کا کہنا کہ خلافت کو علیؑ سے عزت ملی ہے۔	〃
۳۴۷	سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر نے علیؑ کی بیعت نہیں کی، لیکن یزید کی بیعت کر لی۔	۱۵۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۵۸	حضرت علیؑ کی بیعت سے انصار میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ دول الاسلام	۱۵۸
۳۵۹	حضرت علیؑ کا عمال مقرر کرنا	〃
۳۶۰	طلحہ و زبیر کا عمرہ کے بہانے مکہ جانا	〃
۳۶۱	طلحہ و زبیر کی منافقت	〃
۳۶۲	خلیفہ عثمان کا خون آلود کرتا شام میں	۱۶۰
۳۶۳	ام المؤمنین حضرت عائشہ کا پینترا	〃
۳۶۴	طلحہ و زبیر کا حضرت عائشہ کی ہمنوائی کرنا	۱۶۱
۳۶۵	یعلی بن منیہ کا محاصل یمن لیکر فرار کرنا	〃
۳۶۶	حضرت علیؑ کی حمایت میں حضرت حذیفہ کا خطبہ	۱۶۲
۳۶۷	حذیفہ بن یمان کا حضرت علیؑ کی غائبانہ بیعت کرنا	〃
۳۶۸	حضرت حذیفہ منافقوں کو جانتے تھے۔	〃
۳۶۹	حضرت عمر کا حذیفہ سے اپنے متعلق سوال	〃
۳۷۰	خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں حضرت ام سلمہ کی حضرت عائشہ کو تہدید	۱۶۳
۳۷۱	عبد اللہ بن زبیر کی [illegible]	۱۶۴
۳۷۲	حضرت ام سلمہ کا عبد اللہ بن زبیر کو جواب	〃
۳۷۳	حدیثِ رسولؐ، علیؑ ہر حال میں میرے خلیفہ ہیں۔	۱۶۵
۳۷۴	حضرت ام سلمہ نے "کلاب حواب کے بھونکنے" کا ذکر کیا	〃
۳۷۵	حضرت ام سلمہ کا حضرت عائشہ کو طلحہ و زبیر کے فریب سے بچنے کی ہدایت	〃
۳۷۶	زید بن صوحان کو حضرت عائشہ کا خط	〃
۳۷۷	زید بن صوحان کا حقیقت آمیز جواب	〃
۳۷۸	حضرت عائشہ پر حواب کے کتوں کا بھونکنا	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۷۹	حضرت عائشہ کو طلحہ و زبیر نے دھوکہ دے دیا	۱۶۸
۳۸۰	اسلام میں پہلی جھوٹی گواہی	〃
۳۸۱	حضرت علیؑ کے نام ام الفضل کا خط	۱۶۹
۳۸۲	خلفاء سے حضرت علیؑ کے جنگ نہ کرنے کی وجہ	۱۶۹
۳۸۳	حضرت علیؑ کا محمد بن ابی بکر سے حضرت عائشہ کا شکوہ	〃
۳۸۴	زوجۂ رسول عائشہ بنت ابی بکر کے نام حضرت علیؑ کا خط	〃
۳۸۵	حضرت عائشہ کی بصرے کو روانگی	۱۷۰
۳۸۶	حضرت علی علیہ السلام بھی بصرے کو روانہ ہو گئے	〃
۳۸۷	ترتیب لشکر	〃
۳۸۸	حضرت علیؑ کو ام سلمہ کا وداع کرنا	〃
۳۸۹	مقام ذیقار میں اویس قرنی کا حضرت علیؑ کی بیعت کرنا	۱۷۱
۳۹۰	کوفے کے لوگ دو گروہوں میں	〃
۳۹۱	اپنے لشکر کو حضرت علیؑ کی ہدایت	〃
۳۹۲	زبیر کو حضرت علیؑ کا ارشادِ رسولؐ یاد دلانا	۱۷۲
۳۹۳	زبیر سے حضرت علیؑ کا فرمانا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا ہے	〃
۳۹۴	طلحہ کی تہدید	〃
۳۹۵	حضرت عائشہ میدان جنگ میں	〃
۳۹۶	جنگ چھڑ گئی	〃
۳۹۷	مروان کے ہاتھوں طلحہ کا قتل	۱۷۳
۳۹۸	عائشہ کو چھوڑ کر میدان جنگ سے زبیر کا فرار	〃
۳۹۹	حضرت عائشہ کا ناقہ پئے کر دیا گیا	〃
۴۰۰	زبیر کو جرموز نے راہ مدینہ میں قتل کر دیا	۱۷۴
۴۰۱	واقعہ جمل کے بعد حضرت علیؑ ام المومنین عائشہ کے پاس گئے	〃
۴۰۲	حضرت علیؑ کا عائشہ کو سمجھانا	۱۷۵
۴۰۳	حضرت عائشہ کو حضرت علیؑ کا تہدیدی پیغام	〃
۴۰۴	ازواج نبی کو طلاق دینے کا اختیار حضرت علیؑ کو حاصل تھا	۱۷۶
۴۰۵	حضرت علیؑ کا بارہ ہزار درہم حضرت عائشہ کو بھیجنا	〃
۴۰۶	جنگ جمل میں مقتولین کی تعداد	〃
۴۰۷	شام کے علاوہ تمام ممالک پر حضرت علیؑ کا تسلط	۱۷۷
۴۰۸	حضرت علیؑ نے معاویہ کے پاس اپنا نمائندہ بھیجا یا معاویہ نے حضرت علیؑ سے جنگ کا فیصلہ کر لیا۔	〃
۴۰۹	حضرت علیؑ کے صفین روانہ ہونے کی تاریخ	〃
۴۱۰	حضرت علیؑ کا سنگ خارا کو اٹھا کر چشمہ کا جاری کرنا اور راہب کا مسلمان ہونا۔	۱۷۹
۴۱۱	حضرت علیؑ کے وصی برحق ہونے کی تین دلیل	〃
۴۱۲	حضرت علی زمین کربلا پر	〃
۴۱۳	کربلا میں حضرت علیؑ کا بے پناہ گریہ	۱۸۰
۴۱۴	شہادت امام حسینؑ کی خبر دینا	〃
۴۱۵	راہ صفین میں رجعت شمس	〃
۴۱۶	حضرت علیؑ اور معاویہ کی فوجوں کا اجتماع	۱۸۱
۴۱۷	معاویہ کے نام محمد بن ابی بکر کا طویل خط	〃
۴۱۸	محمد بن ابی بکر کو معاویہ کا جواب	۱۸۲
۴۱۹	سب سے پہلے علیؑ کا حق غصب کرنے والے صدیق اور فاروق تھے	〃
۴۲۰	معاویہ کا کہنا کہ ہم علیؑ کے بارے میں سیرت شیخین پر چل رہے ہیں۔	〃
۴۲۱	جنگ صفین ماہ صفر ۳۶ھ میں شروع ہوئی	۱۸۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۲۲	جنگ صفین میں لڑائیوں کی تعداد	۱۸۵
۴۲۳	جنگ صفین میں عمار یاسر کے کارنامے	〃
۴۲۴	حضرت عمار یاسر کی شہادت	۱۸۶
۴۲۵	قاتلین عمار کے متعلق رسول خدا کا ارشاد	〃
۴۲۶	فرزندان حضرت حذیفہ کی شہادت	〃
۴۲۷	حضرت اویس قرنی کی شہادت	〃
۴۲۸	حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی شہادت	۱۸۷
۴۲۹	شہادت عمار کے بعد بہت سے جنگجو جنگ سے دست کش ہو گئے	〃
۴۳۰	شہادت عمار کے بعد حضرت علیؑ کا زبردست حملہ	〃
۴۳۱	حضرت علیؑ کا معاویہ سے کہنا کہ ہم دونوں لڑ لیں	۱۸۸
۴۳۲	عمرو بن عاص کا میدانِ جنگ میں برہنہ ہونا	〃
۴۳۳	معاویہ کی عمرو بن عاص پر طعنہ زنی	۱۸۹
۴۳۴	مخنف بن سلیم کا اعتراض اور ابوایوب انصاری کا جواب	〃
۴۳۵	ناکثین و مارقین و قاسطین سے مراد اور ان سے جنگ کا حکم	〃
۴۳۶	لیلۃ الہریر میں حضرت علیؑ کی عظیم الشان جنگ	〃
۴۳۷	نیزوں پر قرآن مجید کا بلند کیا جانا	۱۹۰
۴۳۸	قرآن مجید کے بلند ہوتے ہی منافقوں کا نفاق ظاہر ہو گیا۔	۱۹۱
۴۳۹	قرآن مجید کے بلند ہونے سے سازشوں کا منصوبہ پورا ہو گیا	〃
۴۴۰	علی کے عظیم جرنیل مالک اشتر جنگ سے روک دیئے گئے	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۴۱	حکم کے تقرر کا مسئلہ	۱۹۲
۴۴۲	حضرت علی ابوموسیٰ اشعری کے تقرر پر راضی نہ تھے	〃
۴۴۳	حضرت علیؑ حدیبیہ والی کشمکش میں	〃
۴۴۴	خوارج کی سرگرمی	۱۹۴
۴۴۵	ذوالثدیہ کے متعلق رسول کریم کی پیشین گوئی	۱۹۵
۴۴۶	جنگ نہروان میں خوارج کا قتل	〃
۴۴۷	حکمین کا اسلام سوز فیصلہ	۱۹۶
۴۴۸	فیصلہ کے بعد ابوموسیٰ اشعری اپنی حماقت پر نادم ہو کر مکہ چلے گئے۔	۱۹۷
۴۴۹	معاویہ کا دنیادار اور حیلہ ساز ہونا	〃
۴۵۰	حضرت مالک اشتر کی زہر سے شہادت	۱۹۸
۴۵۱	حضرت علیؑ بے دست ہو گئے	〃
۴۵۲	حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت	۱۹۹
۴۵۳	معاویہ کے لئے حضرت عائشہ کی بددعا	〃
۴۵۴	عامل معاویہ بسر بن ارطات کی ناشائستہ حرکتیں	〃
۴۵۵	بسر نے عبیداللہ بن عباس کے دو بچے قتل کر دیئے	۲۰۰
۴۵۶	حضرت علیؑ کی شہادت کی پیشین گوئی	〃
۴۵۷	شقی ترین امت کا تعارف	〃
۴۵۸	حضرت علیؑ صرف تین لقمے کھانا کھاتے تھے	۲۰۱
۴۵۹	حضرت علی نے ابن ملجم کا ہدیہ قبول نہ کیا	۲۰۲
۴۶۰	ابن ملجم کے کوفہ آنے کی اصلی غرض	〃
۴۶۱	حضرت علیؑ کا اپنی شہادت کے متعلق پیشین گوئی فرمانا	۲۰۳
۴۶۲	حضرت رسول خدا حضرت علیؑ کے خواب میں	۲۰۵
۴۶۳	شب ہجرت علیؑ کا ساری رات عبادت میں گزارنا	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۶۴	نکلوں کا نوحہ کرنا۔	۲۰۵
۴۶۵	حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں	"
۴۶۶	حضرت علیؑ کے سر مبارک پر ابن ملجم کی ضرب	"
۴۶۷	ابن ملجم کی گرفتاری	۲۰۶
۴۶۸	حضرت علیؑ وصیت فرما کر درجہ شہادت پر فائز ہو گئے	"
۴۶۹	حضرت علیؑ کی زبان پر آخری کلمہ لا الٰہ الا اللہ تھا۔	"
۴۷۰	حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو خلیفہ بنا دیا	"
۴۷۱	حضرت علیؑ کی عمر اور آپ کا مدفن	۲۰۷
۴۷۲	ابن ملجم کی سزا	"
۴۷۳	مدح ابن ملجم بن ابن حطان خارجی کے اشعار	"
۴۷۴	ابن حطان کے اشعار کا جواب	۲۰۸
۴۷۵	مسلمانوں کے ایک گروہ کی کور ذہنیت	"
۴۷۶	حضرت امام حسنؑ کا پہلا خطبہ	۲۰۹
۴۷۷	عبد اللہ ابن عباس کا امام حسنؑ کی بیعت کی دعوت دینا	۲۱۰
۴۷۸	تکمیل بیعت کے بعد امام حسنؑ کا قیام مدائن میں	"
۴۷۹	امام حسنؑ کے خلاف معاویہ کی سازش اور اس کا نتیجہ	"
۴۸۰	صلح کا معاہدہ	"
۴۸۱	معاویہ نے کوئی معاہدہ پورا نہ کیا	۲۱۱
۴۸۲	معاویہ کے سال بیعت کا نام	"
۴۸۳	۴۲ھ سے ۴۹ھ تک کے خاص واقعات	"
۴۸۴	معاویہ کے دل میں یزید کی ولیعہدی کا خیال	۲۱۲
۴۸۵	معاویہ نے سازش کر کے امام حسنؑ کو زہر دلوا دیا	"
۴۸۶	امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو اپنا وصی مقرر کر دیا	"
۴۸۷	حضرت امام حسنؑ کی شہادت	۲۱۳
۴۸۸	گورنر مدینہ مروان اور حضرت عائشہ نے امام حسنؑ کو پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونے سے روک دیا۔	۲۱۳
۴۸۹	امام حسنؑ جنۃ البقیع میں دفن کئے گئے	"
۴۹۰	شہادت امام حسنؑ پر معاویہ کا خوشی منانا	۲۱۴
۴۹۱	فاختہ بنت قرظہ اور ابن عباس کا اضطراب	"
۴۹۲	سعد بن ابی وقاص کی وجہ سے منبر رسولؐ پر معاویہ حضرت علیؑ کو برا بھلا نہ کہہ سکا۔	۲۱۵
۴۹۳	زیاد بن سمیہ کو معاویہ کا اپنا بھائی بنانا	"
۴۹۴	ابو سفیان کی زناکاری کی گواہی	۲۱۶
۴۹۵	منبر پر معاویہ کا عثمان کو دعا دینا اور علیؑ کو برا کہنا	"
۴۹۶	حضرت حجر بن عدی کا جرأت مندانہ عمل	"
۴۹۷	حضرت حجر بن عدی کا حضرت علیؑ کی حمایت میں شہید ہونا	۲۱۷
۴۹۸	امام شافعی معاویہ وغیرہ کی گواہی ناقابل قبول سمجھتے تھے	"
۴۹۹	حجر بن عدی کی عظمت	"
۵۰۰	اروی بنت حارث اور عمرو عاص میں تند و تیز گفتگو	۲۱۸
۵۰۱	عمرو بن عاص کی ماں مشہور زانیہ تھی	۲۱۹
۵۰۲	معاویہ کا وجد میں تمسخر کرنا	"
۵۰۳	منبر رسولؐ کو مدینے سے شام لے جانے کا عزم اور سورج گہن	۲۲۰
۵۰۴	معاویہ کا اہل شام و عراق سے یزید کے لئے بیعت لینا	"
۵۰۵	امام حسینؑ کی شان میں معاویہ کی گستاخی	۲۲۱
۵۰۶	حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ولادت	"
۵۰۷	وفات حضرت عائشہ	"
۵۰۸	حضرت عائشہ کا رسول کریمؐ کے قریب دفن ہونے سے گریز	"

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۵۰۹	معاویہ کی وفات	۲۲۲
۵۱۰	معاویہ کے گلے میں صلیبی تعویذ	〃
۵۱۱	سیرت معاویہ	۲۲۳
۵۱۲	معاویہ کا مؤلفۃ القلوب میں ہونا	〃
۵۱۳	خلافت یزید کا استقرار اور حضرت امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ	〃
۵۱۴	بیعت یزید کے متعلق عبداللہ بن عمر کا رد	۲۲۴
۵۱۵	بیعت کے لئے امام حسینؑ کی طلبی	〃
۵۱۶	امام حسینؑ کا بیعت یزید سے صاف انکار	〃
۵۱۷	امام حسینؑ اور مروان میں تند و تیز گفتگو	۲۲۵
۵۱۸	ولید کو یزید کا حکم کہ جواب میں حسینؑ کا سر بھیجدے	۲۲۶
۵۱۹	حضرت امام حسینؑ روضۂ رسولؐ پر	〃
۵۲۰	امام حسینؑ کا نانا کو آخری سلام	۲۲۷
۵۲۱	حضرت امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی	〃
۵۲۲	حضرت امام حسینؑ کا مکہ میں ورود	۲۲۸
۵۲۳	امام حسینؑ کے مکہ پہنچنے سے ابن زبیر کی گھبراہٹ	〃
۵۲۴	حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں اہل کوفہ کے خطوط	〃
۵۲۵	اہل کوفہ کے خطوط کا مضمون	۲۳۰
۵۲۶	اہل کوفہ کے خطوط پڑھ کر امام حسینؑ کانپ اٹھے	〃
۵۲۷	حضرت مسلم بن عقیل کو روانگی کا حکم	〃
۵۲۸	حضرت مسلم اپنے دو بچوں سمیت روانہ ہو گئے	۲۳۱
۵۲۹	کوفہ سے امام حسینؑ کے نام مسلم بن عقیل کا خط	〃
۵۳۰	ابن زیاد کے نام یزید کا خط	〃
۵۳۱	ابن زیاد سیاہ عمامہ باندھے ہوئے کوفہ پہنچا	۲۳۲
۵۳۲	ابن زیاد ملعون پر امام حسینؑ کا دھوکہ	۲۳۲
۵۳۳	نعمان بن بشیر والی کوفہ کا طرز عمل	〃
۵۳۴	ابن زیاد دار الامارۂ کوفہ میں	۲۳۳
۵۳۵	حضرت مسلم حضرت ہانی بن عروہ کے مکان میں	〃
۵۳۶	معقل کی جعل سازی	۲۳۴
۵۳۷	حضرت ہانی بن عروہ دربار ابن زیاد میں	۲۳۵
۵۳۸	حضرت ہانی اور زیاد میں سخت کلامی	۲۳۶
۵۳۹	حضرت ہانی کی شہادت	۲۳۷
۵۴۰	حضرت مسلم بن عقیل کے حامیوں اور ابن زیاد کے لشکر میں جنگ	〃
۵۴۱	حضرت مسلم بن عقیل طوعہ کے گھر میں	۲۳۸
۵۴۲	طوعہ کے لڑکے نے مخبری کر دی	۲۳۹
۵۴۳	حضرت مسلم کی یادگار جنگ	۲۴۰
۵۴۴	حضرت مسلم بن عقیل کی گرفتاری	۲۴۲
۵۴۵	ابن زیاد اور حضرت مسلم میں تند و تیز گفتگو	۲۴۳
۵۴۶	حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت	〃
۵۴۷	فرزندان مسلم کی شہادت	۲۴۴
۵۴۸	حضرت امام حسینؑ کا عزم کوفہ	〃
۵۴۹	حضرت امام حسینؑ کو حضرت رسول خداؐ کا حکم سفر	〃
۵۵۰	امام حسینؑ کا فرمانا کہ میں ضرور قتل کیا جاؤں گا	〃
۵۵۱	حضرت امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی	۲۴۵
۵۵۲	امام حسینؑ کے حج کو عمرہ سے بدل کر روانگی کی وجہ	〃
۵۵۳	جناب قیس بن مسہر صیداوی کی شہادت	۲۴۶
۵۵۴	امام حسینؑ سے عبداللہ بن مطیع کی ملاقات	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۵۵۵	منزل ثعلبیہ پر امام حسینؑ کو شہادت مسلمؑ کی اطلاع ملی	۲۴۶
۵۵۶	امام حسینؑ کا ارشاد کہ جو جانا چاہے، چلا جائے۔	۲۴۷
۵۵۷	منزل زبالہ پر امام حسینؑ کو شہادت قیس کی خبر ملی	״
۵۵۸	امام حسینؑ نے قیس بن مسہر کو دعا دی	״
۵۵۹	حر بن یزید ریاحی کے لشکر کی مزاحمت	״
۵۶۰	امام حسینؑ نے ابن زیاد کے پاس جانے سے انکار کر دیا	۲۴۸
۵۶۱	حضرت امام حسینؑ کی عبیداللہ بن حر جعفی سے ملاقات	״
۵۶۲	حضرت امام حسینؑ کا ایک اہم خواب	۲۴۹
۵۶۳	حضرت امام حسینؑ کا ۲ محرم کو کربلا میں ورود	״
۵۶۴	زمین کربلا پر امام حسینؑ کے گھوڑے کا رکنا	״
۵۶۵	امام حسینؑ کے کربلا میں اترتے ہی زمین کا رنگ زرد ہو گیا	۲۵۰
۵۶۶	زہیر قین کی خواہش کہ جنگ ابھی کر لی جائے	״
۵۶۷	عمر سعد کے سوال کا جواب	۲۵۱
۵۶۸	امام حسینؑ سے بیعت کا سوال اور پانی بند کرنے کا حکم	״
۵۶۹	عبداللہ بن ابی حصین ملعون کی امام حسینؑ پر طعنہ زنی	۲۵۲
۵۷۰	عبداللہ کا حشر	״
۵۷۱	عمر بن سعد کے نام ابن زیاد کا تہدیدی خط	״
۵۷۲	حضرت عباسؑ نے شمر کے امان نامے کو ٹھکرا دیا	״
۵۷۳	حضرت امام حسینؑ کی خبر شہادت دینا اور حضرت زینبؑ کا فریاد کرنا	۲۵۳
۵۷۴	ایک شب کی مہلت طلبی	۲۵۴
۵۷۵	اعزا و اقربا اور اصحاب سے امام حسینؑ کا فرمانا کہ تم لوگ چلے جاؤ۔	۲۵۵
۵۷۶	اعزا و اقربا اور اصحاب کا جواب کہ یہ ہرگز نہ ہوگا	۲۵۶
۵۷۷	حضرت امام حسینؑ کا دعا دینا	۲۵۷
۵۷۸	حضرت امام حسینؑ کے چند غم انگیز اشعار	۲۵۸
۵۷۹	حضرت زینبؑ کا شدت غم سے منہ پیٹنا اور گریباں پھاڑنا	״
۵۸۰	عمر سعد کے لشکر کی ترتیب	۲۵۹
۵۸۱	حضرت امام حسینؑ کے لشکر کی ترتیب۔ یوم عاشورا حضرت امام حسینؑ کا عظیم تعارفی خطبہ	۲۶۰
۵۸۲	حضرت زہیر بن قین کی تعارفی تقریر	۲۶۲
۵۸۳	حضرت زہیر بن قین کو شمر کا تیر سے جواب	۲۶۳
۵۸۴	حضرت امام حسینؑ کے خطبے کا اثر حر بن یزید ریاحی پر	״
۵۸۵	جناب حر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں	۲۶۴
۵۸۶	حضرت امام حسینؑ نے حر کے چہرے پر دست شفقت پھیرا	۲۶۵
۵۸۷	عمر بن سعد نے سب سے پہلے تیر چلایا	۲۶۶
۵۸۸	عبداللہ بن عمیر کلبی میدان جنگ میں	״
۵۸۹	ام وہب زوجہ عبداللہ کلبی میدان جنگ میں پہنچ گئیں	۲۶۷
۵۹۰	ابن حوزہ کی امام حسینؑ پر طعنہ زنی اور اس کا انجام	״
۵۹۱	یزید بن معقل اور جناب بریر بن خضیر میں جنگ	۲۶۸
۵۹۲	حضرت نافع بن ہلال کی نبرد آزمائی	۲۶۹
۵۹۳	حضرت مسلم بن عوسجہ زخمی ہو گئے	۲۷۰
۵۹۴	حبیب بن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ میں آخری گفتگو	״
۵۹۵	حضرت مسلم عوسجہ کی شہادت	״
۵۹۶	حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت	۲۷۱
۵۹۷	اصحاب حسینؑ کی عظیم الشان جنگ	״

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۵۹۸	تیروں کی شدید بارش نے تمام حسینی سواروں کو پیادہ کر دیا	۲۷۱
۵۹۹	حضرت عبداللہ بن عمیر کی بیوی "ام وہب" کی شہادت	"
۶۰۰	امام حسینؑ کی موجودگی میں خیموں کے جلانے کا عزم	"
۶۰۱	نماز ظہر کا وقت اور جناب ابوثمامہ صائدی	۲۷۲
۶۰۲	حضرت حبیبؓ بن مظاہر اور ابن نمیر میں سخت گفتگو	"
۶۰۳	حضرت حبیب بن مظاہر کی شہادت	۲۷۳
۶۰۴	حضرت حُر بن یزید ریاحی کی عظیم الشان جنگ	۲۷۴
۶۰۵	حضرت حُر کی شہادت	"
۶۰۶	جناب حُر کا سر امام حسینؑ کی آغوش میں	"
۶۰۷	حضرت سعد بن عبداللہ حنفی کی شہادت	۲۷۵
۶۰۸	حضرت زہیر بن قین کی شہادت	"
۶۰۹	حضرت نافع بن ہلال کی شہادت	"
۶۱۰	چند اور اصحاب میدان جنگ میں	۲۷۶
۶۱۱	اصحاب کو اپنی شہادت کے بعد امام حسینؑ کی تنہائی کا غم تھا	"
۶۱۲	حضرت حنظلہ اور دو جابری جوانوں کی شہادت	"
۶۱۳	حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل وغیرہ کی شہادت	"
۶۱۴	حضرت قاسم بن حسن کی اجازت طلبی اور تعویذ کا واقعہ	۲۷۷
۶۱۵	حضرت قاسم بن حسن کی شہادت	۲۷۸
۶۱۶	حضرت عباسؑ کے دو بھائیوں کی شہادت	"
۶۱۷	حضرت عباسؑ کی حضرت امام حسینؑ سے اجازت طلبی	۲۷۹
۶۱۸	حضرت عباسؑ نے دشمنوں کو حضرت امام حسینؑ کا پیغام پہنچایا۔	"
۶۱۹	پیغام حسینی کا شمر ملعون کی طرف سے جواب	۲۸۰
۶۲۰	حضرت عباسؑ کا حصول آب کیلئے روانہ ہونا	۲۸۱
۶۲۱	حضرت عباسؑ کے سوال آب کا تیر سے جواب	"
۶۲۲	حضرت عباسؑ دریائے فرات میں	"
۶۲۳	خیمے تک پانی پہنچانے کی کوشش میں دونوں ہاتھ کٹ گئے۔	"
۶۲۴	حضرت عباس علمدار کی شہادت	"
۶۲۵	عباسؑ کے غم میں امام حسینؑ کی حالت	"
۶۲۶	حضرت علی اکبرؑ کی اجازت طلبی	۲۸۲
۶۲۷	مخدرات عصمت کی فریاد	"
۶۲۸	حضرت علی اکبر علیہ السلام میدان جنگ میں	"
۶۲۹	حضرت علی اکبرؑ کا رجز	۲۸۴
۶۳۰	حضرت علی اکبرؑ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں	"
۶۳۱	حضرت علی اکبرؑ کا نیزہ طارق ملعون کے سینے میں	"
۶۳۲	حضرت علی اکبرؑ کی خدمت حسینی میں دوبارہ حاضری	"
۶۳۳	حضرت علی اکبرؑ کی شہادت	۲۸۵
۶۳۴	شہادت علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی فریاد	"
۶۳۵	حضرت امام حسینؑ سرما علی اصغرؑ کو میدان میں لیگئے۔	"
۶۳۶	حرملہ کے تیر سہ شعبہ سے حضرت علی اصغرؑ کا گلا چھد گیا	"
۶۳۷	حضرت علی اصغرؑ کی شہادت	"
۶۳۸	حضرت امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو دفن کر دیا	۲۸۶
۶۳۹	میدان کربلا میں امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ کی موجودگی	"

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۴۰	حضرت امام زین العابدینؑ کا عزم جہاد اور امام حسینؑ کی فہمائش	۲۸۶
۶۴۱	امام حسینؑ نے تبرکات امامت اپنے فرزند کے سپرد کر دیئے	۲۸۷
۶۴۲	حضرت امام حسینؑ میدان جنگ	〃
۶۴۳	امام حسینؑ کا تعارفی رجز	〃
۶۴۴	طلب آب پہ امام حسینؑ کو شمر کا جواب	۲۸۸
۶۴۵	امام حسینؑ پہ پندرہ ہزار افراد کی تیر بارانی	〃
۶۴۶	امام حسینؑ کا استغاثہ	۲۸۹
۶۴۷	امام حسینؑ کا فرمانا کہ میں لڑنے نہیں آیا	〃
۶۴۸	امام حسینؑ کا عزم نہر فرات اور ایک شامی کی گستاخی	〃
۶۴۹	امام حسینؑ کا مخدرات عصمت کو تلقین صبر فرمانا	〃
۶۵۰	امام حسینؑ کا مخدرات کو آخری سلام	〃
۶۵۱	امام حسینؑ کا اپنے دوستوں کو سلام کہلانا	۲۸۹
۶۵۲	ٹھنڈا پانی اور امام حسینؑ کی پیاس کا یاد کرنا	۲۹۰
۶۵۳	امام حسینؑ پہ رونے والا جنت میں جائیگا	۲۹۰
۶۵۴	امام حسینؑ کے دھن اقدس پر حصین بن نمیر کا تیر ستم	〃
۶۵۵	امام حسینؑ کے سامنے ایک کمسن بچے کا آغوش حسینی میں شہید ہونا	۲۹۱
۶۵۶	اہل عراق اور شام کے لئے امام حسینؑ کی بددعا	〃
۶۵۷	حضرت امام حسینؑ کے شیرانہ حملے	۲۹۲
۶۵۸	حضرت زینبؑ کی فریاد	〃
۶۵۹	حضرت زینبؑ کی فریاد سے عمر سعد رو پڑا	〃
۶۶۰	حضرت امام حسینؑ پہ ہر طرف سے حملے	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۶۱	حضرت امام حسینؑ عرش زین سے فرش زمین پہ	۲۹۳
۶۶۲	سینۂ حسینیؑ پہ شمر بدگہر	۲۹۳
۶۶۳	شہادت حسینیؑ کے وقت انبیاء کا کربلا میں موجود ہونا	۲۹۴
۶۶۴	امام حسینؑ کا شمر سے نماز عصر کی مہلت مانگنا	〃
۶۶۵	شمر لعین نے سجدہ میں سر امام حسینؑ جدا کر دیا	〃
۶۶۶	امام حسینؑ کے زخموں کی تعداد	〃
۶۶۷	امام حسینؑ کا سارا لباس لوٹ لیا گیا	〃
۶۶۸	عورتوں کے سروں سے چادریں چھین لی گئیں	〃
۶۶۹	حمید بن مسلم نے امام زین العابدینؑ کو قتل سے بچا لیا	〃
۶۷۰	امام حسینؑ کا لاشہ پامال سم اسپاں ہو گیا	〃
۶۷۱	ام سلمہؓ کو رسولؐ کی دی ہوئی خاک کربلا خون ہو گئی	۲۹۵
۶۷۲	مدینہ میں پہلی ماتمی آہ و بکا	〃
۶۷۳	حضرت رسولؐ خدا باحال پریشان، ام سلمہؓ کے خواب میں	〃
۶۷۴	عبداللہ بن عباس کا غم انگیز خواب	۲۹۶
۶۷۵	دو تین ماہ تک خون حسینی کا نمایاں اثر	〃
۶۷۶	راس الجالوت اور زمین کربلا	۲۹۷
۶۷۷	امام حسینؑ پہ آسمان کا رونا	〃
۶۷۸	سرہائے شہداء کی کوفہ کو روانگی	۲۹۸
۶۷۹	سر امام حسینؑ خولی کے گھر میں	〃
۶۸۰	سر امام حسینؑ کے ساتھ ابن زیاد کی بے ادبی	〃
۶۸۱	قافلۂ حسینی کا مقتل سے گزر اور مخدرات عصمت کی فریاد	〃
۶۸۲	مسجد کوفہ میں ابن زیاد کی بکواس اور عبداللہ بن عفیف کا جرأت مندانہ اقدام	۲۹۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۸۳	حضرت عبداللہ بن عفیف شہید کر دیئے گئے	۲۹۹
۶۸۴	حسینی قافلہ کی کوفہ سے شام کو روانگی	۔
۶۸۵	راہ کوفہ میں دیوار پر لکھا ہوا ایک شعر	۳۰۰
۶۸۶	سر امام حسینؑ اور تلاوت سورۂ کہف	۔
۶۸۷	سر امام حسینؑ سے یزید کی بے ادبی	۔
۶۸۸	یزید کے کفر نواز اشعار	۳۰۱
۶۸۹	دربار شام میں مخدرات عصمت وطہارت کا تعارف	۔
۶۹۰	سر امام حسینؑ کو کربلا کے جانے کی خواہش	۳۰۲
۶۹۱	دمشق میں روز جمعہ امام زین العابدینؑ کا عظیم الشان خطبہ	۔
۶۹۲	امام زین العابدینؑ نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا	۳۰۳
۶۹۳	امام زین العابدینؑ کے خطبہ پر اہل شام کا گریہ (شام میں پہلی مجلس)	۔
۶۹۴	قید شام سے رہائی کے بعد اہل حرم کا کربلا میں ورود اور سروں کی تدفین	۔
۶۹۵	قافلہ حسینی کا مدینہ میں ورود	۳۰۴
۶۹۶	دختر حضرت عقیل کے اشعار غم	۔
۶۹۷	ام سلمہ خون بھری شیشی اور فاطمہ صغریٰ کو لئے ہوئے پہنچیں	۔
۶۹۸	امام زین العابدینؑ اور جناب ام کلثومؑ کی فریاد	۔
۶۹۹	حضرت امام زین العابدینؑ کی سیرت	۳۰۵
۷۰۰	ام المومنین جناب ام سلمہ کی وفات	۳۰۷
۷۰۱	واقعہ کربلا کے بعد اہل مدینہ کا یزید کی بیعت توڑنا	۔
۷۰۲	یزید کی حمایت میں عبداللہ بن عمر کی تقریر	۔
۷۰۳	یزید کا حکم کہ مدینہ اور مکہ کو تباہ کر دیا جائے	۳۰۸
۷۰۴	اسلام سوز "واقعہ حرہ"	۔

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۰۵	دس ہزار سات سو عوام اور مہاجرو انصار کا قتل	۳۰۸
۷۰۶	واقعہ حرہ کی وجہ تسمیہ	۳۰۹
۷۰۷	واقعہ حرہ کی تفصیل	۔
۷۰۸	مسلم بن عقبہ کا امام زین العابدینؑ کی مجبوراً تعظیم کرنا	۳۱۰
۷۰۹	بربادی مدینہ کے بعد مسلم بن عقبہ کا واصل جہنم ہو گیا	۔
۷۱۰	حصین بن نمیر نے خانہ کعبہ میں آگ لگادی اور ابن زبیر کو محصور کر دیا۔	۔
۷۱۱	یزید کا واصل جہنم ہونا	۔
۷۱۲	معاویہ بن یزید کی خلافت اور موت	۔
۷۱۳	مروان کی خلافت اور موت	۔
۷۱۴	حضرت مختار علیہ الرحمہ کا خروج	۳۱۱
۷۱۵	قاتلین امام حسینؑ کا قتل	۔
۷۱۶	ابن زیاد کا سر مختار کی خدمت میں	۳۱۲
۷۱۷	دیگر قاتلین کا قتل	۔
۷۱۸	حرملہ کے لئے امام زین العابدینؑ کی بددعا	۳۱۳
۷۱۹	حرملہ کا قتل اور مختار کا سجدۂ شکر	۔
۷۲۰	حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات	۔
۷۲۱	عراقیوں کی بے وفائی سے مصعب بن زبیر کا قتل	۳۱۴
۷۲۲	حجاج بن یوسف کی بیت اللہ پر سنگباری اور ابن زبیر کا قتل	۔
۷۲۳	عبداللہ بن عمر کی وفات	۔
۷۲۴	وضو میں پاؤں دھونے اور مسح کرنے کی بحث	۔
۷۲۵	حجاج مدینہ کے بجائے عراق کا گورنر بنادیا گیا	۳۱۵
۷۲۶	روضۂ رسولؐ کی توہین	۔

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۲۷	امام زین العابدینؑ کا ۷۵ھ میں دوبارہ قید ہونا	۳۱۵
۷۲۸	عبدالملک مروان پر سید سجادؑ کی ہیبت	۳۱۶
۷۲۹	ہشام بن عبدالملک اور قصیدۂ فرزدق	۳۱۷
۷۳۰	فرزدق کا عسفان میں قید ہونا	۳۱۹
۷۳۱	جابر بن عبداللہ انصاری کی وفات	〃
۷۳۲	امام جعفر صادقؑ کی ولادت اور محمد حنفیہ کی وفات	〃
۷۳۳	عبدالملک بن مروان کی وفات	〃
۷۳۴	عمر بن عبدالعزیز کا امیر مدینہ ہونا	〃
۷۳۵	ولید نے جامع مسجد دمشق بنیاد کا حکم دیا	۳۲۰
۷۳۶	معاویہ کے باڈی گارڈ نصیر نے حضرت علیؑ سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا	〃
۷۳۷	انس بن مالک کی وفات	〃
۷۳۸	حسن بن علیؑ کو زبردستی مکان سے نکال دیا گیا	۳۲۱
۷۳۹	حفصہ بنت عمر کے ساتھ خصوصی رعایت	〃
۷۴۰	حضرت امام زین العابدینؑ کی شہادت	〃
۷۴۱	امام زین العابدینؑ کو ولید بن عبدالملک نے زہر سے شہید کیا	〃
۷۴۲	حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وصایت	۳۲۲
۷۴۳	حضرت امام محمد باقرؑ کی ولادت سیرت اور فضیلت	〃
۷۴۴	امام محمد باقرؑ کو جابر بن عبداللہ کے ذریعہ سے رسولؐ خدا کا سلام کہنا	۳۲۳
۷۴۵	ولید کی وفات اور سلیمان بن عبدالملک کی خلافت	〃
۷۴۶	عمر بن عبدالعزیز کی خلافت	۳۲۴
۷۴۷	عمر بن عبدالعزیز نے حضرت علیؑ پر سب و شتم بند کرایا	〃
۷۴۸	عمر بن عبدالعزیز نے خمس سادات بند کر دیا	〃
۷۴۹	عکرمہ کا انتقال	۳۲۴
۷۵۰	عکرمہ خوارج کے معتقد تھے	〃
۷۵۱	امام بخاری نے عکرمہ پر اعتماد کیا ہے	〃
۷۵۲	حسن بصری کی وفات	〃
۷۵۳	حسن بصری تابعی کا براہ راست رسولؐ خدا سے روایت کرنے کی وجہ	۳۲۵
۷۵۴	عہد بنی امیہ میں حضرت علیؑ کے نام رکھنا جرم تھا۔	〃
۷۵۵	امام محمد باقرؑ کی زہر سے شہادت	〃
۷۵۶	امام جعفر صادقؑ کی وصایت و خلافت	〃
۷۵۷	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی عظمت	〃
۷۵۸	ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں	۳۲۶
۷۵۹	امام ابوحنیفہ سے حضرت امام جعفر صادقؑ کا سوال	〃
۷۶۰	ابوحنیفہ کے والد ثابت کا نوروز کے دن حضرت علیؑ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا۔	〃
۷۶۱	امام ابوحنیفہ کے دلوا کا غلام ہونا	۳۲۷
۷۶۲	حضرت زید کی شہادت	〃
۷۶۳	حضرت زید کا دھڑ سولی پر اور سر ہشام کے دربار میں	〃
۷۶۴	حضرت زید شہید کے ستر کا قدرتی انتظام	〃
۷۶۵	حکیم کلبی کے لئے صادق آل محمدؑ کی بددعا اور اس کا اثر	۳۲۸
۷۶۶	کلبی کی وفات پر امام علیہ السلام کی خوشی	〃
۷۶۷	زہری اور ہشام کی وفات	〃
۷۶۸	ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت	〃
۷۶۹	خلیفہ ولید کا کعبہ کی چھت پر شراب نوشی کا عزم	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۷۰	خلیفہ ولید کا اپنی لونڈی سے ہمبستری کرنا	۴۲۸
۷۷۱	خلیفہ ولید نے قرآن مجید کے ٹکڑے اڑا دیئے	"
۷۷۲	خلیفہ ولید کا اذان کی آواز پر کنیز سے مباشرت کرنا	۴۲۹
۷۷۳	ولید نے بدمست لونڈی سے نماز جماعت پڑھوادی	"
۷۷۴	ولید کا قتل	"
۷۷۵	یزید بن ولید اور ابراہیم بن ولید کی خلافت	۴۳۰
۷۷۶	مروان بن محمد بن مروان کی خلافت اور سلطنت بنی امیہ کا اختتام	"
۷۷۷	بنی امیہ کی بدعات	"
۷۷۸	ولادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	"
۷۷۹	خلافت بنی عباس کی ابتداء	"
۷۸۰	ابوالعباس "سفاح" کی بیعت	"
۷۸۱	سفاح کی وفات اور منصور کی خلافت	۴۳۱
۷۸۲	منصور کا امام جعفر صادق کو قتل کرنے کا عزم	"
۷۸۳	منصور صرف تین افراد کو خلیفہ سمجھتا تھا	۴۳۲
۷۸۴	منصور اور شہر بغداد کی بنیاد	"
۷۸۵	حضرت امام جعفر صادقؑ کی زہر سے شہادت	"
۷۸۶	حضرت امام جعفر صادقؑ کی اولاد	"
۷۸۷	حضرت امام موسیٰ کاظم کی امامت اور ان کا فضل و شرف	"
۷۸۸	امام ابوحنیفہ کی وفات	۴۳۳
۷۸۹	امام ابوحنیفہ سفیان ثوری کی نگاہ میں	"
۷۹۰	امام حدیث حافظ ابن جریج کی وفات	"
۷۹۱	امام ابن جریج متعہ کے قائل تھے اور انہوں نے ستر عورتوں سے متعہ کیا تھا	"

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۹۲	محمد بن اسحاق کی وفات	۴۳۳
۷۹۳	حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت	"
۷۹۴	منصور کی وفات اور مہدی کی خلافت	"
۷۹۵	حکیم مقنع کا خروج اور اس کا دعوئے خدائی	۴۳۴
۷۹۶	سفیان ثوری کی علمی حیثیت اور وفات	"
۷۹۷	مچھلی اور دودھ کے ایک ساتھ استعمال سے قاضی افریقہ کی وفات	"
۷۹۸	حکیم عطاء المقنع کی عظیم شعبدہ بازی	"
۷۹۹	حکیم مقنع کا محاصرہ اور اس کی خودکشی	"
۸۰۰	ہارون کی ولیعہدی کی بیعت	۴۳۵
۸۰۱	موسیٰ ہادی کے بعد ہارون رشید کی خلافت	"
۸۰۲	ہارون رشید گیند بازی اور شطرنج کا شوقین تھا	۴۳۶
۸۰۳	ہارون رشید عباسی کی اسلام سوز سیرت و حرکت	"
۸۰۴	ہارون رشید کی حمایت میں قاضی یوسف کے فتوے	"
۸۰۵	قاضی ابو یوسف کی عظمت	۴۳۷
۸۰۶	حج کے موقع پر ہارون رشید	"
۸۰۷	ائمہ طاہرین کے اولاد رسول ہونے کی بحث	"
۸۰۸	ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم کو بغداد میں قید کر دیا	۴۳۸
۸۰۹	امام مالک اور قاضی ابو یوسف کی وفات	"
۸۱۰	قید خانہ بغداد میں امام موسیٰ کاظم کی زہر سے شہادت	"
۸۱۱	امام موسیٰ کاظم کی تعداد اولاد	۴۳۹
۸۱۲	حضرت امام رضاؑ کی فضیلت اور علمی عظمت	"
۸۱۳	امام رضاؑ دنیا کی ہر زبان میں مہارت رکھتے تھے	"
۸۱۴	حضرت امام رضاؑ کا مجدد مذہب امامیہ ہونا	"

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۸۱۵	ہارون رشید کی بہن عباسہ کا جعفر برمکی سے مشروط نکاح	۳۳۹
۸۱۶	جعفر برمکی کا قتل	"
۸۱۷	ہارون رشید کی وفات اور امین کی خلافت	۳۴۰
۸۱۸	ہارون رشید کے بیٹے امین اور مامون میں جنگ	"
۸۱۹	حضرت امام محمد تقی کی ولادت	"
۸۲۰	امین کا قتل	"
۸۲۱	مامون رشید کا معاویہ اور علیؑ کے بارے میں اہم اعلان	"
۸۲۲	مامون کا فدک واپس کرنا	"
۸۲۳	حضرت امام رضا کا مامون کی ولی عہدی قبول فرمانا	۳۴۱
۸۲۴	جفر و جامعہ	"
۸۲۵	ولی عہدی قبول کرنے میں انکار و اصرار	۳۴۲
۸۲۶	حضرت امام رضاؑ کی ولیعہدی کے بارے میں شرط	"
۸۲۷	حضرت امام رضاؑ کا نماز عید کیلئے روانہ ہونا	۳۴۳
۸۲۸	حضرت امام رضاؑ کی رسول خداؐ کے انداز میں نماز عید کیلئے روانگی	"
۸۲۹	امام رضاؑ کو نماز عید پڑھانے سے روک دیا گیا	"
۸۳۰	حضرت امام رضا کی طوس میں زہر سے شہادت	"
۸۳۱	حضرت امام رضا علیہ السلام کی اولاد	۳۴۴
۸۳۲	حضرت امام محمد تقی کی کمسنی میں مجلس کا واقعہ	۳۴۵
۸۳۳	امام محمد تقیؑ کا عقد ام الفضل بنت مامون کے ساتھ	"
۸۳۴	امام محمد تقیؑ کے مشہور القاب	"
۸۳۵	محمد بن ادریس، اخفش نحوی اور ہشام ابن ہشام کا انتقال	"
۸۳۶	حضرت امام علی نقیؑ کی ولادت	۳۴۵
۸۳۷	مامون رشید کی وفات	"
۸۳۸	خلیفہ معتصم کا مجتہد زمانہ احمد بن حنبل کو پٹوانا	۳۴۶
۸۳۹	معتصم کا حضرت امام محمد تقی کو مدینے سے بغداد بلوانا	"
۸۴۰	حضرت امام محمد تقیؑ کی بغداد کو روانگی	"
۸۴۱	خلیفہ معتصم نے امام محمد تقیؑ کو زہر سے شہید کرا دیا	"
۸۴۲	امام محمد تقی علیہ السلام کی اولاد	"
۸۴۳	حضرت امام علی نقیؑ کی وصایت	"
۸۴۴	خلیفہ معتصم کی وفات	"
۸۴۵	ولادت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام	۳۴۷
۸۴۶	خلیفہ متوکل کا حکم کہ امام حسینؑ کی قبر منہدم کر کے وہاں زراعت کی جائے	"
۸۴۷	احمد بن حنبل اور قاضی یحییٰ بن اکثم کی وفات	"
۸۴۸	قاضی یحییٰ بن اکثم کا خلاف وضع فطری عمل	"
۸۴۹	امام علی نقیؑ کو متوکل نے سامرہ میں جبراً بلوا لیا	"
۸۵۰	متوکل نے حق گوئی کی وجہ سے ابن سکیت کی زبان گدی سے کھنچوائی	۳۴۸
۸۵۱	متوکل کا آل محمدؐ سے شدید بغض و عناد	"
۸۵۲	حضرت امام علی نقیؑ کی رات کے وقت گرفتاری	۳۴۹
۸۵۳	متوکل کی امام علی نقیؑ سے بے ادبی	"
۸۵۴	حضرت امام علی نقیؑ کے نصیحت آمیز اشعار	"
۸۵۵	امام علی نقیؑ کے اشعار سے متوکل اور حاضرین رو پڑے	"
۸۵۶	متوکل کا قتل اور منتصر، مستعین اور معتز کی خلافت حضرت امام علی نقیؑ کی زہر سے شہادت	۳۵۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۸۵۷	حضرت امام علی نقیؑ کی اولاد، افضلیت امام حسن عسکریؑ، حضرت امام حسن عسکریؑ سے بہلول دانا کی ملاقات	۳۵۱
۸۵۸	معتز کی برطرفی اور مہتدی کی بیعت	〃
۸۵۹	حضرت امام محمد مہدیؑ کی ولادت	〃
۸۶۰	خلیفہ مہتدی کی برطرفی اور معتمد باللہ کی خلافت	〃
۸۶۱	امام بخاری کی وفات	〃
۸۶۲	سامرہ میں زبردست قحط	۳۵۲
۸۶۳	مسلمانوں کا ارتداد اور امام حسن عسکریؑ کا اسلام بچانا	〃
۸۶۴	نبی کی ہڈی کا اثر	〃
۸۶۵	حضرت امام حسن عسکریؑ کی زہر سے شہادت	۳۵۳
۸۶۶	حضرت امام حسن عسکریؑ نے صرف ایک فرزند چھوڑا	〃
۸۶۷	حضرت امام مہدیؑ کی ۵ سال کی عمر میں غیبت	〃
۸۶۸	قیامت کے قریب امام مہدی کا ظہور اور عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا	〃
۸۶۹	صاحب صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور ابن قتیبہ کی وفات	۳۵۴
۸۷۰	معاویہ، یزید اور ابوسفیان کی مذمت کیلئے معتضد باللہ کا حکم	〃
۸۷۱	خلیفہ معتضد کی طرف سے معاویہ پر لعنت کا حکم	〃
۸۷۲	خلیفہ معتضد کی طرف سے معاویہ پر لعنت کا حکم	〃
۸۷۳	خلیفہ معتضد عباسی کا انتقال اور مکتفی کی خلافت	〃
۸۷۴	۳۱۰ھ میں تاریخ طبری کی تکمیل ہوئی	〃
۸۷۵	مؤرخ طبری کا علمی مقام اور اس کی وفات	۳۵۵
۸۷۶	حکیم محمد بن زکریا رازی کی وفات	۳۵۵
۸۷۷	قاہر باللہ کی خلافت	〃
۸۷۸	امام طحاوی فقیہ حنفی کی وفات	〃
۸۷۹	خلیفہ راضی باللہ کی خلافت	〃
۸۸۰	راضی باللہ کی وفات اور متقی للہ کی بیعت	〃
۸۸۱	متنبی شاعر اور اس کے فرزند کا قتل	〃
۸۸۲	ابوالفرج اصفہانی کی وفات	〃
۸۸۳	۳۸۵ھ میں محدث دارقطنی کی وفات	〃
۸۸۴	شیعوں کے مقابلہ میں خوشی اور غم کے ایام کا تقرر	۳۵۶
۸۸۵	۳۹۲ھ میں سلطان محمود سبکتگین کا ہند پر حملہ	〃
۸۸۶	امام ثعلبی کی وفات	〃
۸۸۷	شیخ الرئیس بوعلی سینا کی وفات	〃
۸۸۸	نماز میں بسم اللہ بجہر اور قنوت پڑھنے پر حنابلہ اور شافعیہ میں جھگڑا	۳۵۷
۸۸۹	بیہقی، خطیب بغدادی اور ابن عبدالبر کی وفات	〃
۸۹۰	امام واحدی کی وفات	〃
۸۹۱	۵۰۵ھ میں امام غزالی کی وفات	〃
۸۹۲	مسترشد باللہ عباسی کی خلافت	〃
۸۹۳	حسن بن صباح کے مختصر حالات اور اس کی وفات	〃
۸۹۴	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات	۳۵۸
۸۹۵	۵۸۸ھ میں شہاب الدین غوری کا ہندوستان پر حملہ	〃
۸۹۶	بنی عباس کا آخری سینتیسواں خلیفہ "مستعصم باللہ"	〃
۸۹۷	والیٔ تاتار ہلاکو خان کا بغداد پر قبضہ اور خلیفہ مستعصم کا قتل	〃
۸۹۸	خلیفہ مستعصم کے قتل سے عباسیوں کی شمع سلطنت ہمیشہ کے لئے بجھ گئی	〃
۸۹۹	توضیح مآخذ	

تقریظ کتاب از قلم معجز رقم صدارکان فصاحت بدر آسمان بلاغت رونق بزم سخن دانی بلبل گلزار خوش بیانی مفسر حکمت مصور فطرت خلاصۂ دودمان گرامی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی زاد مجدہم انسانی

میں نے کتاب تاریخ احمدی مولفہ خان بہادر نواب احمد حسین خانصاحب مذاق تعلقدار پریانواں (ضلع پرتاپگڈھ) بالاستیعاب دیکھی۔ یہ تاریخ فلسکیپ کاغذ کے ۴۵۰ صفحوں پر ختم ہوئی ہے اور نہایت صاف اور نفیس چھپی ہے۔ خط اور کاغذ بھی پاکیزہ ہے

نواب صاحب موصوف (۳۰) سے زیادہ عالمانہ اور فاضلانہ کتابوں کے مصنف ہیں اور باوجود تعلقات ریاست شب و روز مشاغل علمی معروف رہتے ہیں۔ تاریخ احمدی انکی تالیفات اور تصنیفات میں بہترین اضافہ سمجھی جائیگی کیونکہ اس طرز و شان کی کوئی تاریخ آجتک اردو زبان میں نہیں چھپی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر عباسیوں کے آخری خلیفہ تک اسلامی تاریخ کے تمام مشہور و نمایاں واقعات کو نہایت محققانہ و مورخانہ انداز سے جمع کیا گیا ہے۔ زبان بہت صاف شستہ اور عام فہم ہے۔ پیرایۂ ادا موثر اور دلنشین ہے اور سب سے بڑی خوبی اس تاریخ میں یہ ہے کہ ہر واقعہ کا حوالہ معتبر اور مستند کتب احادیث و تواریخ سے دیا گیا ہے اور اصل عبارتیں اُن کتابوں کی حاشیے پر درج کردی ہیں۔ یہ ایک ایسی نرالی اور عظیم الشان کوشش ہے کہ تاریخ احمدی کا پڑھنے والا اسلامی ادب کی تمام مشہور و نایاب کتب تواریخ و احادیث سے واقف ہوجائیگا اور اس لحاظ سے تاریخ احمدی کو خلاصۃ التواریخ کہنا چاہئے یا تاریخوں کا انسائکلوپیڈیا۔

جب میں نواب صاحب کے چھریرے بدن، زردی مائل گوری رنگت، تیز اور متجسس آنکھوں، سادہ لباس اور مہذبانہ طرز گفتگو کا تصور کرتا ہوں تو یہ کتاب انکے خصائل جسمانی اور فضائل علمی کی ایک مجسم تصویر بنکر نظر آتی ہے۔

آجکل کے امیروں اور نوابوں کا کام یہ ہے کہ وہ ساری رات جاگیں حسن و عشق کے افسانے سنیں، ولایت کی بنی ہوئی شرابیں جام بھر بھر کر پئیں، ہوس انگیز باجے کوٹھیوں اور بنگلوں میں بجوائیں۔ بیہودہ اور غیر مہذب مصاحبوں کے ساتھ فحش کلامیاں کریں اور جب رات کی تاریکی دور ہونے لگے صبح کا ایمانی نور افق کائنات پر نمودار ہو، مرغان چمن تسبیح و تحمید کے نغمے شروع کریں، موذن کی آواز بلند ہو تو یہ سب پاؤں پھیلا کر سو جائیں اور ۱۲ بجے سے پہلے بیدار نہ ہوں، ساری رات مفت اور حرام، دن بھر بیکار اور آرام، کام کیلئے ایک منٹ نہیں اور اگر ہے تو یہ کہ قوائے انسانی کو پامال کیا جائے یا تو خود دوسروں کے آگے اتنے جھکیں کہ بشری شرافت خاک میں ملجائے یا ماتحتوں پر اتنے ستم کریں کہ فرعون و نمرود کی روح شرمائے انکو اپنے سوا دنیا میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ آرام ہے تو ان کیلئے تکلیف ہے تو انکے واسطے یعنی اپنے آرام کے سامنے کسی کے آرام کی پروا نہیں کرتے اور اپنی تکلیف کے سوا کسی دوسرے کی تکلیف کو خاطر میں نہیں لاتے۔ قصہ مختصر امراء کا طبقہ ہمارے ملک میں اُن لوگوں کیلئے جو جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں مجسم دلیل انکے موجود ہونے کی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جنات کو مجھے آنکھ سے دکھا دو تب میں انکا وجود مانونگا تو ہندوستان کے امراء نوابوں اور دولتمندوں کو پیش کر دینا چاہئے یہ کہہ کر کہ جنات ایسے ہوتے ہیں تو پھر اُسکو جنات کے وجود تسلیم کرنے میں تامل نہ رہیگا مگر خان بہادر نواب احمد حسین صاحب اُن امراء کے بالکل برعکس واقع ہوئے ہیں جسطرح ہر صوبے میں برے امراء کے اندر چند اچھے امراء کی مثالیں بھی دستیاب ہوتی ہیں اسی طرح ممالک متحدہ اودھ و آگرہ

میں بھی اُمرا کی جسقدر اچھی مثالیں ہیں اُنمیں نواب احمد حسین صاحب کا درجہ سب سے بلند اور اعلیٰ پایا جاتا ہے۔ اُنکے اوقات کا انضباط حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری، مدارج انسانی کا رکھ رکھاؤ، حکومت وقت کی اطاعت و فرمانبرداری، رعایا کی حفاظت و پاسداری، نظم حکومت کی قابلیت و نگہداری اور بیشمار صفات ایسے ہیں کہ اگر کوئی شاعر سچا قصیدہ انکی شان میں لکھنا چاہے تو مبالغے کے الزام کے بغیر بے تکان ایک بہت بڑا قصیدہ آنکی تعریف میں تیار کر سکتا ہے اُسکو یہ ضرورت نہ ہوگی کہ خان بہادر کو رستم سے بڑھا کر دکھلائے اور یہ لکھے کہ رستم جب اُنکا چہرہ دیکھتا ہے تو غش کھا کر گرتا ہے بلکہ یہ کہدینا کافی ہوگا کہ اُنکے قلب و دماغ کا استقلال رستم سے زیادہ مضبوط ہے۔ شاعر اگر یہ لکھے کہ خان بہادر صاحب حاتم سے زیادہ سخی ہیں تو اس کو بہت زیادہ جھوٹ سمجھا جائے گا بلکہ صرف اتنا لکھدینے میں سخاوت کی سچی تعریف ادا ہو جائے گی کہ نواب صاحب مستحق غربا کو محروم نہیں رکھتے اور غیر مستحقوں کو مُنہ نہیں لگاتے۔ کچھ ضرورت نہیں ہے کہ شاعر اُنکے حسن و جمال کو آفتاب و مہتاب اور حضرت یوسف سے مشابہت دے بلکہ اتنا لکھدینا کافی ہوگا کہ بشری جسم میں جسقدر چیزیں زیبائش اور موزونیت کے لئے ضروری ہوتی ہیں وہ سب اُن میں موجود ہیں۔

الغرض نواب صاحب کے یہ علمی مشاغل تمام امرائے ہند کے لئے جو جہل کے دوست اور علم کے دشمن ہیں سبق آموز ثابت ہونگے۔ ملک ملکوں کی اصلاح کرتے ہیں، قومیں قوموں کی اصلاح کرتی ہیں، خاندان خاندان کی اصلاح کرتے ہیں، اشخاص اشخاص کے لئے نمونۂ نصیحت بنتے ہیں یہ ایک فلسفۂ قدرت ہے مجھے اُمید ہے کہ۔۔۔۔۔ نواب صاحب کی یہ کتاب اور تمام تصنیفات بھی طبقۂ امرا کو علمی شوق کی طرف متوجہ کرنے کیلئے کامیاب مصلح ثابت ہونگی

اُردو زبان کے حامی نواب صاحب کی ان خدمات کو نظر غور سے دیکھیں گے تو ان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ قومی لٹریچر کی ترقی کے لئے نواب صاحب نے اپنی عمر کا وہ قیمتی حصہ صرف کیا ہے جو اگر اس میں نہ خرچ کیا جاتا تو اُن کیلئے دیگر امور ریاست میں طرح طرح کی ترقیوں کا باعث ہو سکتا تھا۔ وہ ایسی صاف اور سادہ اور سلیس اُردو لکھتے ہیں کہ دہلی اور لکھنؤ دونوں مقامات کے اہل زبان اُسکی تعریف کرنے پر مجبور ہوں گے۔ بقاو قرار آئندہ زمانے میں اسی قسم کی اُردو عبارت کو ہوگا جس میں بناوٹی الفاظ کی اُلجھن نہ ہو اور میں دیکھتا ہوں کہ تاریخ احمدی شروع سے لے کر آخر تک ان محاسن سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

نواب صاحب نے یہ کتاب لکھ کر تاریخی مضمون نویسی اور وعظ و لکچر کی مشکلات کو بھی آسان کر دیا ہے۔ جو لوگ بہت سی کتابیں نہ خرید سکیں وہ تاریخ احمدی کو خرید لیں تمام کتب تاریخی کی روح ہاتھ آ جائے گی۔

حسن نظامی

(از درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی۔ دہلی)

۳۰ اگست ۱۹۲۰ء

تقریظ کتاب از قلم بلاغت رقم محقق دوران واعظ خوش بیان فاضل حقائق آگاہ جناب مولوی محمد عظمت اللہ صاحب ہوشیارپوری

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست　　　آمد آخر ز پس پردۂ تقدیر پدید

میرے دل میں مدت سے یہ آرزو تھی کہ اُردو زبان میں پیغمبر اسلام اور آپ کی عترت پاک خلفائے کرام کے حالات میں ایسی ایک تاریخ لکھی جائے جس میں تاریخی واقعات کو مورخانہ طور پر قابل اعتبار کتابوں سے اخذ کرکے من وعن ناظرین کے سامنے لایا گیا ہو جس کتاب سے کوئی واقعہ اخذ کیا گیا ہو اُس کا نام اور اس کی اصل عبارت بھی تحریر کردی گئی ہو نیز کتب منقول عنہا کے اعتبار اور وثوق کی نسبت محققین علم الرجال نے جو رائے قائم کی ہو وہ بھی پیش کردی گئی ہو۔ باایں ہمہ وہ تاریخ مصنف کے آرا و قیاسات کی جولانگاہ نہ ہو۔ اور اس میں واقعات کو کھینچ تان کر ذاتی معتقدات کا تابع نہ بنایا گیا ہو۔

یوں تو اردو زبان میں پیغمبر اسلام اور آپ کی عترت و خلفاء کے حالات میں کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اُن میں اُس طریقے سے کام نہیں لیا گیا جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ مورخ کا کام صرف واقعات کو دکھا دینا ہے۔ نتائج نکالنا دیکھنے والوں کا کام ہے مورخ کا فرض نہیں ہے کہ واقعات اگر صحیح طور پر ظاہر کئے جائیں تو وہ خود اپنے علل و اسباب نتائج کو دکھلا دیا کرتے ہیں اور دیکھنے والا ادنیٰ تامل کے ساتھ بحر مطالب کی تہ میں غوطہ لگا کر مقصود کے موتی نکال لاتا ہے اور خود سمجھ لیتا ہے کہ یہ رکھنے کے قابل ہیں اور یہ پھینک دینے کے لائق۔

متقدمین نے اپنی تاریخوں میں انہیں اصولوں سے کام لیا تھا۔ واقعات کی جانچ پڑتال میں بہت بڑی کوشش اور جانفشانی کی اور ترتیب مناسب صحت کے ساتھ حالات قلمبند کرکے واقعہ نگاری کا حق ادا کر دیا مگر متاخرین نے تاریخی فلسفے کی بنیاد قائم کرکے ہر واقعہ کو علل و اسباب کی عینک سے دیکھنا شروع کیا اور اس سے نتائج کا استخراج کرکے علم مناظرہ کا ایک عظیم الشان محل تیار کردیا۔

اگرچہ فلسفۂ تاریخ کی بنیاد ابن خلدون سے کچھ عرصہ پہلے پڑچکی تھی مگر ابن خلدون نے اُسے معراج الکمال پر پہونچا دیا اس نے واقعات کی تحقیقات کے لئے اصول و قوانین منضبط کئے۔ روایت کی تحقیقات کے اصول تو متقدمین قائم کر ہی چکے تھے علامۂ موصوف نے اُن پر اصول درایت کا اضافہ کرکے تاریخ کو ایسی ترتیب کے ساتھ مدون کیا کہ تاریخ ہی نہ رہی بلکہ خود ایک طرح کا فلسفہ بن گئی اور علامۂ موصوف اس طرز خاص کے موجد قرار پائے۔ بعد کو جس قدر تاریخیں لکھی گئیں ان میں علامۂ موصوف کے طرز خاص اور متقدمین کے طرز عام کو ملا جلا کر کام لیا گیا۔ اس سے واقعہ نگاری کی شان میں اور بھی ندرت پیدا ہوگئی۔ مگر قابل افسوس یہ امر ہے کہ علامہ ابن خلدون نے تاریخ نگاری میں جو آزادانہ بلند پروازی کی شان پیدا کی تھی اور اصول تاریخ نگاری سے ذرا ہٹ کر فلسفے سے کام لیا تھا اُس سے ہمارے اُردو مصنفین نے غلط اور ناروا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے نہ تو متقدمین کی پوری پیروی کی نہ متاخرین کی اور نہ علامہ ابن خلدون ہی کے نقش قدم پر چلے بلکہ پہلے ہی سے ایک اعتقادی مقصد قرار دیکر تاریخی واقعات کو کسی نہ کسی طرح اس کے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور فن تاریخ کو مناظرے کا فن بنادیا۔ یہ طریقہ اختیار کرنے سے بجائے اس کے کہ حالات روشن ہوں اور بھی دھندلکے میں پڑگئے بعض اُردو تاریخیں اس کلیے سے مستثنیٰ ہیں مگر وہ النادر کالمعدوم کا حکم رکھتی ہیں۔ پس ضرورت تھی اور بہت بڑی ضرورت تھی کہ اردو زبان میں کوئی ایسی تاریخ مدون ہو جو کہ اس قابل ذکر فروگذاشت کی (جو اُردو تاریخوں میں بالعموم پائی جاتی ہے) باحسن وجوہ

تلافی کریگے۔ یہ ضرورت اور بھی شدت محسوس ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ معترضین اسی قسم کے مصنفین کے آزاد قیاسات کو نادانستگی سے عین اسلام سمجھ کر نکتہ چینیاں کرنے لگتے ہیں اور اسلام کے متعلق نا واجب شکوک و شبہات وارد کر کے غلط فہمی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ حسنِ اتفاق کہو یا خوبیٔ بخت یا در دل سے بھری ہوئی دعائے نیم شب کا نتیجہ کہ بحمد اللہ میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور یہ عظیم الشان کام عالیجناب شیخ احمد حسین خاں صاحب خان بہادر افسر طبقہ برٹش امپائر رئیس پریاواں ضلع پرتاب گڑھ کے حقیقت نگار ہاتھوں سے پورا ہوا اور اپنے کتاب تاریخ احمدی تحریر فرما کر اردو زبان میں فن تاریخ کے اندر عدیم النظیر اضافہ کیا۔

یہی وجہ تھی کہ میں نے اس قابل قدر کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھا اور سرسری نظر سے نہیں بلکہ غور کی نگاہ سے دیکھا اور اسکے اکثر مقامات کی تھوڑی بہت تحقیق کی اس لئے بلا خوف لومۃ لائم کہہ سکتا ہوں کہ زبان اردو میں علم تاریخ کی اس سے زیادہ صحیح اور مختصر الجامع اور کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ جسقدر قابل اعتنا اور صحیح روایات کا ذخیرہ اس چھوٹی سی نفیس کتاب میں موجود ہے وہ کسی بڑی سے بڑی اور مبسوط کتاب میں بھی کم پایا جائیگا۔ مزید براں اس کتاب میں کتب تاریخیہ سے روایات کا انتخاب ایسی دقت نظر سے کیا گیا ہے کہ بلا کسی خارجی دلیل و برہان کے روایات ہی درایت کا آئینہ بن گئی ہیں اور خوبیٔ ترتیب نے اسے ایسی جلا دیدی ہے کہ واقعات کی حقیقی تصویر اپنے اصلی رنگ میں سامنے آکر دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ کتاب مذکور میں اس بات کی حد سے زیادہ احتیاط کی گئی ہے کہ کوئی روایت کسی غیر معتبر یا غیر معروف کتاب سے نہ لی جائے چنانچہ اسی غرض سے کتاب مذکور کے شروع میں کتب معتبرہ کے حوالے سے ایک ایسا نقشہ مرتب کر کے شامل کر دیا گیا ہے جس سے کتاب ماخوذ عنہ اور اس کے مصنف کے وثوق و اعتبار کا حال روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے نیز حاشیہ کتاب پر اصل روایات کو نقل کر دیا گیا ہے تاکہ ناظرین کتاب منقول اور منقول عنہ کے مقاصد میں مطابقت کر سکیں۔ علاوہ بریں چونکہ مؤلف نے ترجمہ لفظی کی جگہ یہ رعایت ملحوظ نہیں رکھی بلکہ نفس واقعات کو حتی الامکان با محاورہ ادا کیا ہے اس وجہ سے سلاست زبان اور تسلسل مضامین میں کوئی خلل نہیں آنے پایا جس کا اصلی مقصود یہ ہے کہ تاریخی حالات اپنی حقیقی حیثیت پر قائم رہیں۔ مقدس مبلغین اسلام اور اُن کے اعوان و انصار نیز مخالفین کے حالات بلا کم و کاست اور بلا رد و رعایت پیش نظر ہو جائیں اور بیام تاریخی معلوم ہو جائے کہ تبلیغ کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اس کا مقدس پودا کیونکر لگایا گیا۔ وہ کس طرح سے پھولا پھلا۔ اُسے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کس کس قسم کی آندھیاں چلائی گئیں اور اس پودے کو مخالفین کے دستبرد سے کیونکر بچایا گیا غرضیکہ یہ نادر کتاب باوصف اختصار کے اپنی جامعیت اور صحت کے اعتبار سے بڑی بڑی کتابوں کے مطالعے سے مستغنی کر نیوالی اور مہتم بالشان مسئلہ تاریخی پر کافی روشنی ڈالنے والی ہے اور اسکے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کے دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ کتاب ابواب و فصول پر جیسا کہ عام قاعدہ ہے تقسیم نہیں کی گئی اگرچہ بظاہر یہ امر تعجب خیز معلوم ہوتا ہے مگر بنظر امعان دیکھا جائے تو یہ کوئی نقص کی بات نہیں ہے بلکہ کتاب کی خوبی کو دوبالا کرتی ہے کیونکہ مؤلف کی احتیاط پسند طبیعت نے اس امر کو گوارا نہیں فرمایا کہ اپنی تاریخی کتاب میں روایات پر اجتہادی نظر ڈالی جائے اُن کو ابواب و فصول پر تقسیم کیا جائے اور واقعات میں ذاتی رائے کو دخل دیکر اُسے تاریخی رتبہ سے گرا دیا جائے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس محتاط قلم نے تاریخ کے اندر اتنی سی بات کو بھی تحریر

کرنا پسند نہیں کیا وہ کب گوارہ کر سکتا ہے کہ حقائق سے قطع نظر کرکے قیاسات کو تحریر کرے ناظرین کتاب کو تاریخی میدان سے ہٹا کر دھوکے کی دلدل میں پھنسا دے۔ سب سے بڑی خوبی جو کتاب مذکور کے اندر ہے وہ یہ ہے کہ قابل مؤلف نے اثنائے تحریر میں شیعہ و سنی کی ناگوار اور دل خراش بحث کو پیدا نہیں ہونے دیا حالانکہ مبلغین اسلام کے واقعات تحریر کرتے وقت مؤرخ کو ایسے مقامات سے گذرنا پڑتا ہے جہاں قدم قدم پر خواہ مخواہ شیعہ و سنی کا سوال پیش آجاتا ہے مگر مؤلف کا حقیقت نگار قلم ان کا تقاضا کو اس طرح طے کر گیا ہے کہ حقانیت کو لغزش نہ ہوتے ہوئے شیعہ و سنی کا سوال پیدا نہیں ہوا اور حقیقت قوم کی طرف سے بے انتہا شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے ایسے جواہر ریزوں کو یکجا کرکے قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے "للّٰہ درّہ" اب قوم کا فرض ہے کہ اس بے مثل و بے بہا ارمغان کو شوق کے ہاتھ پھیلا کر لے اور ذوق کی نگاہوں سے دیکھے اور اس کے مطالعے سے اخلاقی و روحانی فوائد حاصل کرے۔

کتاب مذکور میں جہاں اور تمام اوصاف پائے جاتے ہیں وہاں ایک کمی بھی نظر آتی ہے اور اس کا نہ دکھانا فرض ریویو نگاری کے خلاف ہے یعنی مؤلف نے کتاب کے حواشی پر جہاں کتب ماخوذ عنہا کی عبارتیں نقل کی ہیں وہاں باب یا فصل اور صفحات وغیرہ کا حوالہ نہیں دیا۔ اگرچہ ہم نے بہت سے حوالوں کو اصل کتابوں سے نکال کر دیکھا اور من وعن صحیح پایا۔ تاہم فاضل مؤلف کا فرض تھا کہ کتب ماخوذ عنہا کے ابواب و فصول و صفحات وغیرہ کی شرح کرکے اہل تحقیق کے لئے آسانی کا سامان بہم پہنچا دیتے۔ مجھ کو امید ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں اس معمولی کمی کو بھی پورا کر دیا جائے گا۔

میرے خیال میں مسلمانوں کا کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے کیونکہ یہ کتاب بوڑھوں، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں کے لئے یکساں مفید ہے اور گو مطالب گہرے ہیں مگر عبارت ایسی سلیس ہے کہ اس نے گہرے مطالب کو بھی سلیس بنا دیا ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا وہ افسانہ نہیں ہے جسے ناول سے زیادہ وقعت نہ دی جائے بلکہ جو کچھ لکھا وہ علیٰ وجہ البصیرت لکھا اور اگر خدا نے چاہا تو میں تفصیل کے ساتھ مستقل رسالے کی صورت میں تاریخ احمدی پر ایک تحقیقی تبصرہ تحریر کروں گا اور دکھا دوں گا کہ یہ کتاب حقیقت شناس حضرات کی نظر میں کس پائے کی ہے خدا کرے میں جلد اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں ؎

دکھاؤں گا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغاں کا

محمد عصمت اللہ، ہوشیار پور، پنجاب

maablib.org

تقریظ کتاب از قلم حقیقت رقم ادیب اوحد طبیب مستند حکیم مولوی امیر احمد صاحب مانکپوری

عموماً تقریظ لکھنے والے محض مدح سرائی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں مگر میرے خیال میں یہ تقاضائے انصاف نہیں ہے کیونکہ مدح اسی وقت تک مدح کہی جا سکتی ہے جب تک ممدوح کی حیثیت سے مطابق ہو۔ درحقیقت تالیف و تصنیف کی راہیں ایسی دشوار گزار ہیں کہ ان کو آسانی سے طے کر جانا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنے والوں کو صدہا دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب کہیں منزل مقصود کا سواد دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ اس پر بھی کسی مصنف یا مؤلف کے متعلق یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ وہ اپنا دامن نکتہ چینیوں کے پنجے سے بچا کر نکل گیا اس لئے کہ جتنی تصنیف و تالیف کی راہوں میں مشکلات ہیں ان سے بہت زیادہ نکتہ چینی کرنیوالوں کو آسانیاں ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی صریح غلطی کتاب میں نہیں ملتی تو کم از کم تعصب اور پاسداری کے الزام سے مؤلف و تالیف دونوں کو متہم کر کے نکتہ چینی کا حوصلہ پورا کر لیا جاتا ہے۔ انیسویں صدی کے آخر تک کئی اردو تاریخیں چھپ کر شائع ہو چکیں جن کے دیکھنے کا فخر مجھے بھی حاصل ہوا ہے۔ باوجودیکہ اپنے اپنے موقع پر مؤلفین نے خوب زور قلم دکھلایا ہے مگر پھر بھی نکتہ چینوں کی تعدی سے بچ نہیں سکے۔ ممکن ہے کہ قلت تالیف و تصنیف کے اسباب کچھ اور بھی ہوں اور لوگوں کا یہ خیال بھی کسی حد تک صحیح ہو کہ یہ دور مشرقی علوم کے لئے غیر مساعد ہے لیکن میں تو اس امر کے اعتراف کو تیار نہیں ہوں کہ زمانے کا یہ دور عمدہ تالیفات اور لائق مؤلفین سے خالی ہے اور اپنے قول کی تائید میں تاریخ احمدی مؤلفہ جناب نواب احمد حسین خاں بہادر رئیس پریاواں کو مثالاً پیش کرتا ہوں جس کے بالاستیعاب دیکھنے کا موقع خوش قسمتی سے مجھے ملا ہے اس کتاب میں سادات خاندان بنی امیہ کے حالات کسی قدر بسط کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اموی خاندان کے سوانح خصوصاً ایسے واقعات جن کو بنی فاطمہ سے تعلق ہے واضح طور پر دکھلائے گئے ہیں اُن کے بعد عباسی خاندان کا دور جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں غالباً بخیال طوالت اختصار سے کام لیا گیا ہے سرسری نگاہیں تو اسے دیکھ کر صرف اتنا ہی معلوم کر سکتی ہیں کہ یہ بھی تاریخی واقعات کا ایک مجموعہ ہے اور اس نے اردو تاریخوں کی فہرست میں ایک نمبر اضافہ کر دینے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ مؤلف نے بھی قدیم مورخین کی کھینچی ہوئی تصویروں کا عکس فوٹو اتار لیا ہے جیسا بعض اور مورخین ان سے پہلے کر چکے ہیں۔ مگر بنظر غائر دیکھنے سے اس کے انداز ہی نرالے نظر آتے ہیں اور انصاف پسند طبیعتوں کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مؤلف کتاب نے واقعات کی تصویر کھینچنے میں نہایت قابلیت سے کام لیا ہے اور اپنا اندازِ کشش اپنے ہمعصر مؤرخوں سے جداگانہ رکھا ہے۔ ایک میں کیا جو شخص تاریخ احمدی کو بنظر امعان و انصاف دیکھے گا یہی فیصلہ کرے گا یہی کتاب اپنے بعض خصائص کی وجہ سے دیگر اردو تاریخوں میں ممتاز ہے۔ مثلاً مؤرخ کا پہلا فرض تدین ہے۔ مؤلف

تاریخ احمدی نے اس فرض کو علمی وجہ اکمال اس طرح ادا کیا ہے کہ واقعات نقل کرتے وقت محض حوالے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اصل عبارت بھی حاشیہ پر درج کر دی ہے جس سے تنقیدی نگاہوں کو حصول اطمینان کے لئے زیادہ ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ غالباً اس طریق تالیف کے اختیار کرنے کا مقصود یہ ہوگا اور یہی ہو سکتا ہے کہ صحت وسقم کے ذمہ دار مورخین متقدمین ہو سکتے ہیں مؤلف تاریخ احمدی اس بارے بالکل سبکدوش ہے میرے خیال میں اسی وجہ سے مؤلف تاریخ احمدی نے کہیں کسی موقع پر اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ تالیف کی بنیاد محض روایات پر قائم ہے۔ پس ایسی صورت میں صاف ظاہر ہے کہ منقول کے حسن وقبح سے بحث کرنا عین منقول عنہ سے بحث کرنا ہے اور منقول پر تنقیدی نظر ڈالنا یعنی منقول عنہ کی تنقید کرنا ہے کیونکہ منقول اور منقول عنہ کے اوصاف باہم ایک دوسرے کو مستلزم ہوتے ہیں۔ ناقل سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ علاوہ بریں مؤلف نے کسی مسئلہ کو خصوصیت کے ساتھ اپنی کتاب کا موضوع قرار نہیں دیا نہ کسی دعوے کے اثبات وابطال کا ارادہ کیا ہے مگر واقعات کا انتخاب اور ان کی ترتیب ایسے اسلوب سے کی گئی ہے کہ بعض اہم متنازعہ فیہ مسائل پر کافی روشنی پڑتی ہے اور ناظرین کتاب بشرط توجہ حق وباطل کا تصفیہ ایک حد تک آسانی سے کر سکتے ہیں۔

اگرچہ اس کتاب کا ماخذ عربی اور فارسی تاریخوں کا ذخیرہ ہے لیکن چونکہ مؤلف نے لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی بلکہ اصل مقصد پر نظر رکھی ہے اس وجہ سے بیان میں کہیں اغلاق وتعقید نہیں ہے اور عبارت کا تسلسل بے ربط نہیں ہونے پایا۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ تاریخ احمدی جس طرح طبقۂ خواص وعوام کے لئے یکساں مفید ہے اسی طرح دونوں طبقوں میں بنظر قبول دیکھی بھی جائے گی۔

امیر احمد
(مانک پور ضلع پرتاب گڑھ)

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

مذاق ناچیز خود ستائی نہیں کرتا اپنی سرگذشت بیان کرتا ہے کہ مجھے کتب بینی اور مضمون نگاری کا شوق ابتدائے سن شعور سے ہوا اور اُس شوق کے جذبات ایسے قوی تھے کہ میری ہیچمدانی پر غالب آگئے شروع شروع باقتضائے عمر شاعری سے دلچسپی ہوئی اور میں نے باغ سخن کے دو سدا بہار گلدستے "کلیات مذاق و جذبات مذاق مرتب کر کے نذر احباب کئے۔ پھر ایک مختصر مجموعہ ہندی شلوکوں کا "ضرب المثل" اور ایک اخلاقی ناول عقد الجواہر لکھا چونکہ تغیر عمر کے ساتھ رنگ طبیعت بھی بدل جاتا ہے بمرور ایام شاعرانہ تصنیفات کا خیال دل سے محو ہو گیا اور علمی تالیفات کا ذوق دامنگیر خاطر ہوا چنانچہ بتوفیق ایزدی میں نے بتدریج یہ کتابیں لکھیں مظہر الاسلام، علم الکتاب، معرفۃ الملل، رفع الحجب عن اسامی الکتب تصحیح الاغلاط، مفاتیح و شرح المفاتیح، عمدۃ المناقب، انوار المطالب آیات بینات، فصل المبین، روضۃ الریاحین نجم الزہر، صبح صادق، تحفۃ الامام الرضا، جوہر النقی، زاد المتقی، جوہر عبقری، کشف الغمہ، اثبات الوصایا، کمال الدرایہ، دقائق المذہب ید بیضا، مناظر الخلافۃ، کتاب المصالحۃ والموافقۃ، گلستان مذاق، امثال فارسی، دقائق النبوۃ والخلافۃ، چوں لاشئین، سید الناطقین پیغمبر آخر الزمان کی چند پیشینگوئیاں، سپہر امامت کے بارہ بروج، کتاب الامامۃ والخلافۃ، کتاب الصحابۃ، امثال عربیہ ان تالیفات سے فارغ ہونے کے بعد باوجود اضمحلال قویٰ و ہجوم افکار لاتحصے یہ تمنا دامنگیر ہوئی کہ اردو میں ایک مختصر اسلامی تاریخ بھی لکھ ڈالوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے میری آرزو پوری کی اور تاریخ احمدی کے مرتب کرنے میں اپنی تائید شامل حال فرمائی۔ سچ پوچھئے تو علوم متعارفہ میں تاریخ ہی وہ علم ہے جس سے مذہبی اخلاقی اور

تمدنی معاملات کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ علم تاریخ کی غرض وغایت یہ ہے کہ اُس کے ذریعہ اقوام بلاد مختلفہ کے انساب و رسوم وعادات پر اطلاع ہو انبیاء، علماء، حکماء، سلاطین اور عامۃ الناس کے حالات زندگی معلوم ہوں۔ ان تمام باتوں سے عبرت ونصیحت کا فائدہ حاصل ہو اور زمانے کے واقعات وانقلابات پر مطلع ہونے کے بعد ہم اُن مثالوں کی پیروی اختیار کریں جو مفید ہوں اور ان مثالوں کی تقلید سے محترز رہیں جو مضر ہوں۔

بعض مؤلفین تاریخ کا یہ طرز عمل قابل افسوس ہے کہ واقعات کیساتھ رائیں اور تاویلیں شریک کر کے منظر حقیقت کو غبار آلود کر دیتے ہیں میں نے تاریخ احمدی میں کہیں اپنی رائے اور ریمارک کا ایک لفظ بھی شریک نہیں کیا۔ صرف تاریخی مضامین کے نفس مقصود کو متقدمین ومتاخرین کی ان مشہور اور مستند کتابوں سے لکھا ہے جو علمی دنیا میں کافی شہرت وقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ کوئی مضمون کسی مجہول اور مشتبہ کتاب سے نہیں لیا۔ جن کتابوں سے مضامین اخذ کئے ہیں اُن کے حوالے دیدیئے ہیں اور حوالے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اصل عبارت بھی حواشی میں لکھدی ہے نیز اُن کتابوں کی توثیق کا ایک مختصر انڈکس شروع کتاب شامل کر دیا ہے تاکہ ناظرین کو اُن کی معرفت میں تامل اور تنقید میں دقت نہ ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔

احمد حسین (مذاق)

خاکنشین پریانواں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝

تاریخ احمدی

علامہ[1] قسطلانی کتاب مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں کہ جب پروردگار عالم نے ایجاد مخلوقات کا ارادہ فرمایا تو نور محمدی کو اپنے انوار صمدیہ سے ظاہر کرکے اُس نور سراپا ظہور سے تمام عالم کو پیدا کیا۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالت مآبؐ سے پوچھا کہ یارسول اللہ (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں) سب سے پہلے خدا نے کس چیز کو خلق فرمایا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے تیرے نبیؐ کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ نیز حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبول نے ارشاد فرمایا کہ خلاق عالم نے میرے نور کو حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے خلق فرمایا۔ اور سند المورخین علامہ[2] مسعودی نے تاریخ مروج الذہب و معادن الجواہر میں حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے تقدیر مخلوقات اور آفرینش خلق کا ارادہ فرمایا تو آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے بحالت انفراد ملکوتی و توحد جبروتی اپنے نور مقدس سے ایک تابندہ نور کو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝

[1] قال القسطلانی فی المواہب اللدنیۃ لما تعلقت ارادۃ الحق بایجاد خلقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانوار الصمدیۃ ثم سلخ منہا العوالم کلہا و عن جابر بن عبداللہ قال قلت یارسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شئ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ و عن علی ان النبی صلعم قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم باربعۃ عشر الف عام

[2] و قال العلامۃ المسعودی فی مروج الذہب و معادن الجوہر روی عن امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام انہ قال ان اللہ حین شاء تقدیر الخلقۃ و ذراء البریۃ و ابداع المبدعات نصب الخلق فی الصور کالہباء قبل دحو الارض و رفع السماء و ہو فی انفراد ملکوتہ و توحد جبروتہ فاتاح نورا من نورہ فلمع و نزع قبسا من ضیائہ فسطع ثم اجتمع النور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲ پر)

ظاہر کیا اور اپنی ضیائے بے ہمتا سے ایک شعلہ نورانی کو جدا فرمایا چنانچہ وہ نور سراپا ظہور اُن صورتوں میں جو مثل ذرات کے مخفی تھیں فراہم ہوکر ہمارے رسول مقبول محمد مصطفےٰ صلعم کی صورت میں ہویدا ہوا جس سے خدائے عز وجل نے خطاب فرمایا کہ تو میرا مختار منتخب اور میرے نور اور خزانہ ہدایت کا امین ہے۔ تیرے ہی سبب سے زمین فرش پانی کو رواں آسمان کو بلند اور ثواب وعقاب وجنت ونار کو معین کرونگا اور تیرے اہلبیت کو ہدایت کے لئے قائم کرکے اُن کو ایسا علم مکنون بخشوں گا کہ اُن پر کوئی باریکی مشتبہ نہ رہے گی اور کوئی امر مخفی اُن کو عاجز نہ کرسکے گا اور میں اُن کو اپنی مخلوقات پر حجت قرار دوں گا اور وہ میری قدرت اور وحدانیت سے لوگوں کو آگاہ کرنے والے ہوں گے پھر حق تعالےٰ نے سب سے اپنی ربوبیت اور اخلاص بالوحدانیت کی شہادت لی اور قبل از اخذ میثاق سب پر جناب رسالتمآبؐ اور اُن کی آل کا انتخاب ظاہر فرماکر بتایا کہ آنحضرتؐ نور حق ہیں اور ہدایت اُن کی جانب سے ہے اور منصب امامت اُن کی آل کے لیئے ہے۔ تاکہ طریقہ عدل کو تقدم ہو اور خلق کو کوئی عذر باقی نہ رہے بعدہٗ اللہ تعالےٰ نے مخلوقات کو اپنے حجاب غیب اور علم مخفی میں پوشیدہ فرماکر بارادۂ اظہار انواع عالم زمانے کو پھیلایا۔ پانی کو بیجان کیا۔ اُس کی جھاگ کو جوش میں لایا۔ دھوئیں کو برانگیختہ کیا اور عرش عظیم کو بالائے آب بلند فرمایا پھر زمین کو پانی پر بچھاکر اور آسمانوں کو بلند فرماکر اُس نے اپنی اطاعت قبول کرائی بعد ازاں ملائکہ کو اُن انوار اور ارواح مخزونہ سابقہ سے پیدا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) فی اوسط تلك الصور المخفية فوافق ذلك صورة نبينا محمد صلی الله عليه وسلم فقال الله عز من قائل انت المختار المنتخب و عندك مستودع نوری وكنوز هدايتی من اجلك اسطح البطحاء و امرج الماء وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب والجنة والنار وانصب اهل بيتك للهداية واوتيهم من مكنون علمی ما لايشكل عليهم دقيق ولايعيهم خفی واجعلهم حجتی علی بريتی والمنبهين علی قدرتی ووحدانيتی ثم اخذ الله الشهادة عليهم بالربوبية والاخلاص بالواحدانية فقبل اخذ ما اخذ جل شانه ببصائر الخلق انتخب محمدا واله واراهم ان الهداية معه والنور له والامامة فی اله تقديم السنة العدل وليكون الاعذار متقدما ثم اخفی الله الخليفة فی غيبه و غيبها فی مكنون علمه ثم نصب العوالم وبسط الزمان وموج الماء واثار الزبد واهاج الدخان فطفا عرشه علی الماء فسطح الارض علی ظهر الماء ثم استجابهما الی الطاعة فادعتا بالاستجابة ثم انشاء الله الملائكة من انوار ابدعها و (بقیہ حاشیہ صہ ۳ پر)

کیا اور اپنی توحید کو نبوت محمدیہ سے مقرون فرمایا پس آنحضرتؐ کی نبوت آپ کے مبعوث فی الارض ہونے سے پہلے آسمان پر مشہور ہوئی اور جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اُن کی فضیلت فرشتوں پر ظاہر فرمائی یعنی ملائکہ کو حضرت آدمؑ کو وہ فضل خاص دکھایا جو علم سابق سے متعلق تھا اور جس کی برکت سے آدمؑ نے وقت استفسار ایزدی اسمائے اشیاء کی تشریح کر دی تھی، پھر پروردگار عالم نے حضرت آدمؑ کو محراب اور کعبہ اور باب اور قبلہ قرار دیکر ابرار اور روحانیوں کو اُن کی جانب سجدہ کرنے کا حکم فرمایا اور آدمؑ کو اُس نور سراپا ظہور سے آگاہ کیا جو اُن میں ودیعت کیا گیا تھا اور اُن کو امام قرار دینے کے بعد اُس نور کی عظمت ظاہر فرمائی چنانچہ حضرت آدمؑ کو جو خیر حاصل ہوا وہ اُسی نور کی بدولت تھا جس کے وہ امین قرار دیے گئے۔ پس خدائے قدیر نے اُس نور کو ہر زمانے میں مخفی رکھا یہاں تک کہ وہ نور مقدس ظاہر فترات میں ہمارے رسول مقبول سے واصل ہوا اور آنحضرتؐ نے بطور ظاہر و باطن لوگوں کو دعوت اسلام فرمائی اور اُس عہد قدیم کی تجدید چاہی جس کو خدا نے خلقت عالم و آدمؑ سے مقدم کیا تھا چنانچہ جس جس نے آنحضرتؐ سے موافقت کی اور چراغ نور مقدم سے استفادہ کیا اُس نے ہدایت پائی اور اُس پر آنحضرتؐ کا امر روشن و ظاہر ہو گیا اور جس کو غفلت نے شبہ میں ڈالا وہ عذاب الٰہی کا مستحق ہو گیا۔ پھر وہ نور منتقل ہو کر ہم آئمہ میں چمکا جو آسمان و زمین کے انوار اور باعث نجات ہیں جن کی وجہ سے علوم مخفیہ ظاہر ہوتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) ار دام اختر عها و قرن توحیدہ بنبوة محمد صلعم فشهرت فی السماء قبل بعثة فی الارض فلما خلق الله آدم ابان فضله للملٰئكة واراهم ما خصه به من سابق العلم حیث عرفه عند استنبائه ایاه اسماء الاشیاء فجعل الله آدم محرابا و کعبة و بابا و قبلة اسجد الیها الابرار والروحانیین الانوار ثم بنه آدم علی مستودعه و کشف له عن خطر ما ائتمنه علیه بعد ما سماه اماما عند الملائكة فكان حظ آدم من الخیر ما اراه من مستودع نورنا ولم یزل الله تعالیٰ یخبأ النور تحت الزمان الی ان وصل محمدا صلی الله علیه وسلم فی ظاهر الفترات فدعا الناس ظاهرا و باطنا و ندبهم سرا و اعلانا و استدعیٰ علیه السلام التنبیه علی العهد الذی قدمه الی الذر قبل النسل فمن وافقه واقتبس من مصباح النور المقدم اهتدی الی سیره واستبان واضح امره ومن البسته الغفلة استحق السخط ثم انتقل النور الی غرائزنا ولمع فی ائمتنا فنحن انوار السماء وانوار الارض فینا النجاة ومنا مکنون العلم والینا مصیر الامور وبمهدینا تنقطع الحجج خاتمة الائمة ومنقذ الامم غایة النور ومصدر الامور۔

جن کی طرف مرجع تمام امور کا ہے اور جن کے اُس مہدی موعود پر خدا کی حجتوں کا انقطاع ہوگا جو خاتم الائمہ اور نجات دہندہ اُمت اور غایت نور اور مصدر امور ہے اور طبرانی[١] نے معجم کبیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ میں اُس وقت نبی تھا جب آدمؑ بین الروح والجسد تھے یعنی اُن کی خلقت کامل بھی نہ ہوئی تھی اور مسند[٢] احمد و مستدرک حاکم میں ہے کہ حق تعالےٰ نے آدمؑ کو اُس مشت خاک سے پیدا کیا جو کل روئے زمین سے منتخب فرمائی تھی لہذا بنی آدم اُسی طرح مخلوق ہوئے جس طرح اُن کی خاک تھی یعنی سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ یا اُن رنگوں کے مابین حکیم ترمذی نے نوادر[٣] الاصول میں ابوذر سے روایت کی ہے کہ اول الانبیاء حضرت آدمؑ ہیں اور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابن عساکر[٤] نے انس سے روایت کی ہے کہ پہلے نبی مرسل حضرت نوحؑ ہیں ابن سعد[٥] طبقات میں محمد بن سائب سے روایت کی ہے کہ انبیاء میں پہلے نبی حضرت ادریس بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث مبعوث ہوئے اُن کے بعد حضرت نوح بن لمک بن متوشلخ بن ادریس پیغمبرؑ ہوئے پھر حضرت ابراہیم بن تارخ بن ناخور بن ساروغ بن رعو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح مبعوث برسالت ہوئے بعد ازاں حضرت ابراہیمؑ کے دونوں فرزند حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاق نبی ہوئے اُنکے بعد حضرت یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیمؑ پیغمبرؑ ہوئے پھر حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاق کو درجہ نبوت لا بعدہٗ حضرت لوط بن ہاران بن تارخ بن ناخور بن ساروغ نبیؑ ہوئے بعد ازاں حضرت ہود بن عبداللہ بن خاود بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی مقرر فرمایا اور ان

---

[١] واخرج الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد [٢] واخرج احمد فی المسند والحاکم فی المستدرک ان اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضہا من جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض جاء منہم الاحمر والابیض والاسود وبین ذلک [٣] اخرج الحکیم الترمذی عن ابی ذر اول الرسل ادم واخرہم محمد صلعم [٤] واخرج ابن عساکر عن انس اول نبی مرسل نوح [٥] واخرج ابن سعد فی الطبقات عن محمد بن السائب عن ابیہ قال اول نبی بعث ادریس وہو خنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث۔ ثم نوح بن لمک بن متوشلخ بن ادریس ثم ابراہیم بن تارخ بن ناخود بن ساروغ بن رغو بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ثم اسمٰعیل واسحٰق بن ابراہیم ثم یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم ثم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق ثم لوط بن ہاران بن تارخ بن ناخود بن ساروغ وہو ابن اخی ابراہیم خلیل الرحمٰن ثم ہود بن عبد اللہ بن الخلود بن عاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

کے بعد حضرت صالح بن آسف بن کماشیخ بن اردم بن ثمود بن جاثر بن ارم بن سالم بن نوح اور اُن کے بعد حضرت شعیب بن یوبب بن مدین ابراہیم خلیل الرحمٰن اور اُن حضرت موسےٰؑ اور حضرت ہارونؑ فرزندان عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب اور اُن کے بعد حضرت الیاس بن تشبین بن العاذر بن ہارون بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب اور اُن کے بعد حضرت الیسع بن عزی بن نشو تلخ بن فرایم بن یوسف بن یعقوب اور اُنکے بعد حضرت یونس بن متی لاولاد فرزندان یعقوب اور اُن کے بعد حضرت ایوب بن زارح بن اموص بن یفرن بن عیص ابن اسحاق اور اُن کے بعد حضرت داؤد بن الشیا بن عویذ بن سلمون بن بخشون بن عمیناذب بن ارم بن حصرون بن فارس بن یہوذا ابن یعقوب اور اُن کے بعد حضرت سلیمان بن داؤد اور اُن کے بعد زکریا بن بشوی ابنی یہوذا اور اُن کے بعد حضرت یحییٰ بن حضرت زکریا اور اُن کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم بنت عمران بن باثان (جو نسل یہودا ابن یعقوب سے تھے) اور بالآخر جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف مرتبہ عالیہ نبوت رسالت پر فائز ہوئے صلواۃ اللہ علیہم اجمعین۔

علامہ ابوالفدا اور ابن الوردی نے اپنی تاریخوں میں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب نامہ یوں لکھا ہے کہ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اس کے بعد ان مورخین نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک تو متفق علیہ ہے اور عدنان کا اولاد اسمٰعیل سے ہونا بھی مسلم ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مابین عدنان و اسمٰعیل علیہ السلام کتنی پشتیں گزریں علامہ جوانی عالم علم انساب

(بقیہ حاشیہ ص)
بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ثم صالح بن اسف کماشیخ بن اردم بن ثمود بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح ثم شعیب بن یوبب بن عیفا بن مدین بن ابراہیم خلیل الرحمٰن ثم موسیٰ وہارون ابنا عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب ثم الیاس بن نشبین العاذر بن ہارون بن عمران بن قاہث بن یعقوب ثم الیسع بن عوی بن نشو تلخ بن افرایم بن یوسف بن یعقوب ثم یونس بن متی من بنی یعقوب ثم ایوب بن زارح بن اموص بن نیفزن بن العیص بن اسحق ثم داؤد بن ایشا بن عوید بن باعز بن سلمون بن بخشون بن عمیناذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہوذا بن یعقوب ثم سلیمانؑ بن داؤد ثم زکریا بن بشوی من بنی یہوذا بن یعقوب ثم یحییٰ بن زکریا ثم عیسیٰ بن مریم بنت عمران بن ماثان من بنی یہوذا بن یعقوب ثم النبی علیہ السلام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف (حاشیہ صفحہ) قال ابوالفدا ابن الوردی
(بقیہ حاشیہ صفحہ)

نے اس باب میں جو قول مختار نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ عدنان بن اد بن اُود بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان بن حمل بن بنت بن قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام۔

ابن اثیرؒ جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ عبد مناف کے دو بیٹے عبد شمس اور ہاشم ساتھ پیدا ہوئے اور ایک کی انگلی دوسرے کی پیشانی سے چپاں تھی جس کو جدا کیا گیا تو خون جاری ہوا لوگ اس کو بدشگونی سمجھ کر کہنے لگے کہ ان دونوں کی نسل میں خونریزیاں ہوں گی۔ جب ہاشم نے اپنے باپ عبد مناف کے بعد اُن کی ریاست (سقایہ و رفادہ) کے رئیس اور ولی ہوئے تو امیہ بن عبد شمس کے دل میں ہاشم کی جانب سے حسد پیدا ہوا اور جو عداوت مابین خاندان ہاشم و اُمیہ واقع ہوئی اُس کی یہ ابتدا تھی۔

قاضی عیاضؒ نے کتاب شفا میں واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ برگزیدہ کیا اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں اسمٰعیل کو اور اولاد اسمٰعیل میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو۔ اس حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور تاریخ ابوالفداؒ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسالتماب نے کہ مجھ سے جبریل امین نے کہا کہ میں نے روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک کسی شخص

(۱) ملاحظہ حاشیہ صفحہ ۵) وفی ذکر نسب رسول اللہ صلعم) ھو ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (ای قریش) بن مالک بن نضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان متفق علیہ من غیر خلاف و عدنان من ولد اسمٰعیل بن ابراھیم الخلیل علیہما السلام من غیر خلاف ولکن الخلاف فی عدۃ الآباء الذین بین عدنان و اسمٰعیل (الی ان قال) واما الذی ذکرہ الجوانی النسابۃ فی شجرۃ النسب (وھو المختار) فھو عدنان بن ادبن ادد بن الیسع بن الھمیسع بن سلامان بن حمل بن بنت بن قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام ۱ھ (ماخوذ صفحہ ۱۰) قال ابن الاثیر الجزری فی الکامل ان عبد شمس وھاشما توامان وان احدھما ولد قبل الآخر واصبع لہ ملتصقۃ بجبھۃ صاحبہ فنحیت فسال الدم فقیل یکون بینھما دم وولی ھاشم بعد ابیہ عبد مناف ما کان الیہ من السقایۃ والرفادۃ فحسدہ امیۃ بن عبد شمس علی ریاستہ (الی ان قال) فکانت ھذہ اول عداوۃ وقعت بین ھاشم و امیۃ ۱ھ روی قاضی عیاض فی کتاب الشفا عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمٰعیل واصطفی من ولد اسمٰعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم واخرجہ الترمذی ایضا قال حدیث صحیح ۱ھ فی التاریخ لابی الفداء عن عائشۃ رض قالت قال لی جبرئیل قلبت الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اجد احدا افضل من محمد وقلبت الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اجد بنی ابا افضل من بنی ھاشم

کو محمدؐ سے افضل پایا نہ کسی کی اولاد کو ہاشم کی اولاد سے بہتر اور تفسیر[۱] در منثور سیوطی میں ہے کہ ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ اور حاکم نے بسند صحیح ذطرق متعدد آیہ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا کی تفسیر میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے دین خدا کو کفر کے ساتھ بدل ڈالا وہ فاجر ترین قریش و بنی اُمیہ اور بنی مغیرہ ہیں

مورخ[۲] ابو الفدا اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ رسول مقبول کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھیں اور انکا نکاح حضرت عبد المطلب کی درخواست پر اُن کے فرزند حضرت عبد اللہ سے ہوا۔ عبد اللہ عام الفیل سے پچیس برس پہلے پیدا ہوئے تھے اور اپنی خوبی اور پرہیزگاری کی وجہ سے عبد المطلب کو ان کی کل اولاد سے زیادہ محبوب تھے۔ عبد المطلب نے انہیں غلہ وغیرہ کے بار کرلانے کو بھیجا تھا جب اُن کا گزر یثرب میں ہوا تو انہوں نے وہیں انتقال فرمایا اس وقت جناب رسالت مآبؐ کی عمر صرف دو مہینے کی تھی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ بطن مادر ہی میں تھے۔

محمد بن سعد[۳] کاتب واقدی نے طبقات میں بی بی آمنہ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسالتمآبؐ میرے بطن میں تھے تو کوئی گرانی اور تکلیف مجھے محسوس نہیں ہوئی اور جب آنحضرتؐ پیدا ہوئے تو ان کے ساتھ ہی ساتھ ایک ایسا نور ظاہر ہوا جسنے مشرق سے مغرب تک عالم کو منور کردیا۔ اور عباس بن عبد المطلب سے روایت ہے کہ سرور عالم ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے

(بقیہ حاشیہ صلا) بنی کنانہ واصطفےٰ من بنی کنانہ قریش اصطفےٰ من قریش بنی ہاشم (اخرجہ الترمذی ایضاً. قال حدیث صحیح [۳] فی التاریخ لابی الفداء عن عائشہؓ قالت قال رسول اللہ قال لی جبریل قلبت الارض مشارقہا ومغاربہا فلم اجد احدا افضل من محمد وقلبت الارض مشارقہا ومغاربہا فلم اجد بنی ابا افضل من بنی ہاشم. (حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] وفی الدر المنثور للسیوطی اخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی فی اوسط وابن مردویہ الحاکم وصححہ من طرق عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی قولہ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا قال ہما الافجران من قریش بنو امیۃ وبنو المغیرۃ.
[۲] قال الفداء فی التاریخہ واما امنۃ ام رسول اللہ صلعم فہی اٰمنۃ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (وہو قریش) فخطب عبد المطلب من وہب المذکور بنتہ امنۃ بعبد اللہ فزوجہ بہا وکانت ولادۃ عبد اللہ قبل عام الفیل بخمس وعشرین سنۃ وکان ابوہ عبد المطلب یحبہ لانہ کان احسن اولادہ واعفہم وکان ابوہ قد بعثہ یمتار لہم قمحا فمر عبد اللہ بیثرب فمات بہا والرسول اللہ شہران وقیل کان حملا [۳] روی ابن سعد فی الطبقات ان امنۃ بنت وہب قالت لقد علقت بہ یعنی رسول اللہ صلعم فما (بقیہ حاشیہ صلا)

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ شب ولادت باسعادت نبوی نوشیرواں کے ایوان میں زلزلہ آیا اور اُس کے چودہ کنگرہ گر گئے۔ فارس کی آگ جو ہزار سال سے برابر شعلہ زن تھی دفعۃً بجھ گئی اور بحیرہ ساوہ کا پانی سوکھ گیا۔ اور محدث[2] دہلوی نے مدارج النبوۃ میں عبدالمطلب سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ جس رات کہ آنحضرتؐ پیدا ہوئے میں کعبہ میں تھا۔ جب آدھی رات گزری تو میں نے دیکھا کہ خانۂ کعبہ مقام ابراہیم کی جانب مائل ہو کر سجدے میں گیا اور اُس سے تکبیر کی آواز آئی یعنے اللہ اکبر اللہ اکبر اب مجھے میرے پروردگار نے بتوں کی پلیدگی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک کیا۔

تاریخ[3] الخمیس میں ہے کہ رسول مقبول دسویں ربیع الاول کو اور بقولے بارھویں ربیع الاول کو اور بروایتے سترھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور دلائل[4] النبوۃ بیہقی میں ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت کے ساتویں دن عبدالمطلب نے تقریب عقیقہ منعقد کر کے قریش کو مدعو کیا جب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے عبدالمطلب سے پوچھا کہ تم نے اُس مولود کا کیا نام رکھا ہے جس کی ولادت کی خوشی میں ہم کو مدعو کیا۔ عبدالمطلب نے فرمایا محمدؐ۔ لوگوں نے کہا کہ ویسے نام کیوں نہیں رکھے جیسے اب تک اس گھرانے میں ہوتے آئے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے اس نیت سے یہ نام رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس بچے کو ممدوح فرمائے سموات میں اور مخلوق خدا زمین پر اُس کی مداح ہو ترمذی[5] نے جبیر بن مطعم سے آنحضرتؐ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ میرے چند نام ہیں۔ محمدؐ۔ احمد حاشر یعنی جس کے زیر قدم لوگ محشور ہوں گے ماحی یعنی جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کفر کو مٹا دے گا۔ اور عاقب اور قاضی عیاض[6] نے کتاب

بقیہ حاشیہ صفحہ وجدت له مشقة حتى وضعته فلما فصل منى خرج معه نور اضاء به ما بين المشرق الى المغرب وعن ابن عباس عن ابيه العباس بن عبد المطلب قال ولد النبي صلعم مختونا مسرورا۔

[1] وفى تاريخ ابى الفدا لما كانت الليلة التى ولد فيها رسول الله ارتجس ايوان كسرى وسقطت منه اربع عشر شرفة وخمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلك بالف عام وغاضت بحيرة ساوة [2] در محدث دہلوی در مدارج النبوۃ میفزاید کہ نقل ست از عبدالمطلب کہ گفتہ کہ من در شب شدہ دیدم کہ کعبہ مائل شد بمقام ابراہیم و بسجدہ رفت وازوی آواز تکبیر آمد کہ اللہ اکبر اللہ اکبر الآن قد طہرنی ربی من انجاس الاصنام وارجاس المشرکین [3] وفى تاريخ الخميس ولد رسول الله صلعم لعشر خلون من ربيع الاول (الى ان قال) وقيل لاثنتى عشرة ليلة (الى ان قال) وقيل لسبع عشرة [4] وذكر البيهقى فى دلائل النبوة قال وفى اليوم السابع من ولادة رسول الله ذبح جده عبد المطلب عنه ودعى له قريشا فلما اكلوا قالوا يا عبد المطلب ارايتك ابنك هذا الذى اكرمتنا على وجهه ما سميته قال سميته محمدا قالوا فما رغبت به عن اسماء اهل بيته قال اردت ان يحمده الله تعالى فى السماء وخلقه فى الارض [5] واخرج الترمذى عن جبير بن مطعم قال قال رسول الله صلعم ان لى اسماء انا محمد وانا احمد وانا حاشر الذى يحشر الناس على قدمى وانا الماحى الذى يمحو الله بى الكفر وانا العاقب [6] وقال القاضى فى الشفاء من اسمائه تعالى الصادق وورد فى الحديث اسمه (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹ پر)

شفا میں ذکر کیا ہے کہ خدا کے ناموں میں سے ایک نام صادق ہے اور حدیث میں رسول مقبول کا نام بھی مصدّق آیا ہے نیز خدا کے نام ولی اور مولیٰ بھی ہیں جن کے معنی ناصر و مددگار ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما ولیکم اللہ و رسولہ اور رسول مقبول نے فرمایا ہے انا ولی کل مومن نیز حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم اور جناب پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ آنحضرت کو اون کی مادر گرامی کے بعد پہلے ثویبہ نے دودھ پلایا پھر یہ شرف حلیمہ سعدیہ کو ملا۔ ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ بادیہ نشین عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کی نوکری کے لئے مکہ میں آتی تھیں چنانچہ اوس زمانے میں بھی چند عورتیں آئیں اور اونھوں نے جابجا دودھ پلانے کی نوکری کرلی مگر حلیمہ کو سوا ذات بابرکات نبوی کے دوسرا بچہ نہ ملا اور چونکہ آپ یتیم ہو چکے تھے دودھ پلانے والیوں نے آپ کی رضاعت گوارہ نہ کی کیونکہ اون کو جو کچھ توقع ہوتی تھی بچوں کے باپ سے ہوتی تھی ماں سے نفع کی امید نہوتی تھی۔ بہرکیف حلیمہ کو اور کوئی بچہ نہ ملا تو اونہوں نے آنحضرت کی رضاعت منظور کرلی۔ جب آنحضرت چھ سال کے ہوئے تو اون کی والدہ ماجدہ آمنہ خاتون نے موضع ابوا میں وفات پائی جو مکہ اور مدینے کے بیچ میں واقع ہے اور آپ کی کفالت حضرت عبدالمطلب نے اختیار کی پھر جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو قضائے الٰہی سے عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا اور آپ کے کفیل حضرت ابو طالب ہوئے۔ اور سیرۃ النبویہ[2] میں ہے کہ عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت رسول اللہ صلعم کے باب میں ابو طالب کو وصیت فرمائی جو حضرت عبدالمطلب کی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کو حرام سمجھتے تھے پس جب عبدالمطلب نے رسول کے باب میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) صلعم بالصادق المصدوق ومن اسمائہ المولی والولی ومعناہما الناصر وقد وقال اللہ انما ولیکم اللہ ورسولہ وقال صلعم انا ولی کل مومن وقال اللہ تعالی النبی اولی بالمومنین من انفسہم وقال صلعم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ (حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] قال ابو الفدا فی تاریخہ اول من ارضعۃ بعد امہ ثویبۃ مولاۃ عمہ ابی لہب ثم حلیمۃ السعدیۃ) وکانت المراضع لقدمن من البادیۃ الی مکۃ یطلبن ان یرضعن الاطفال فقدمت عدۃ منہن واخذت کل واحدۃ طفلا ولم تجد حلیمۃ طفلا تاخذہ غیر رسول اللہ وکان یتیما قد مات ابوہ عبد اللہ فلذلک لم یرغبن فی اخذہ لانہن کن یرجین الخیر من ابی الطفل ولا یرجین امہ فاخذتہ حلیمۃ تسلمتہ من امہ امنۃ وارضعتہ (قال) فلما بلغ ست سنین توفیت امہ بالابواء بین مکۃ والمدینۃ (الی ان قال) وکفلہ جدہ عبد المطلب فلما بلغ ثمان سنین توفی جدہ عبد المطلب ثم قام بکفالتہ عمہ ابو طالب [2] وفی سیرۃ النبویۃ قال ولما حضرتہ الوفاۃ اوصی بہ الی ابی طالب وکان ابو طالب ممن حرم الخمر علی نفسہ فی الجاہلیۃ کابیہ عبد المطلب بقیہ حاشیہ صفحہ

ابوطالب کو وصیت فرمائی تو وہ آنحضرت کے ساتھ اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرنے لگے حتی کہ ہمیشہ[۱] آنحضرت کو اپنے پہلو میں سلاتے اور بہترین غذا کھلاتے تھے اور تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو ایک بار ابوطالب آپ کو ساتھ لے کر بغرض تجارت شام کی طرف گئے۔ بصرے میں ایک راہب ملا جس کا نام بحیرا تھا۔ اس نے آنحضرت کو دیکھ کر ابوطالب سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو لے کر واپس جائیے اور اس کو یہود کے شر سے بچائیے کیونکہ عنقریب اس لڑکے کی ایک ایسی شانِ عظیم ظاہر ہونے والی ہے جس کی وجہ سے یہود اس کے دشمن ہو جائیں گے یہ سن کر ابوطالب نے شام کا قصد نہ کیا اور بعد فراغ معاملات تجارت مع آنحضرت کے بصرے سے مکہ واپس آئے اور جب آنحضرت سن شباب اور بلوغ کو پہونچے تو مروت اور حلم اور سنجیدگی جواب اور صداقت کلام اور دیانتداری اور پرہیزگاری میں تمام ابنائے جنس پر سبقت لے گئے حتی کہ قریش میں آپ کا لقب امین مشہور ہو گیا۔

مورخ ابوالفدا[۲] لکھتا ہے کہ خدیجہ بنت خویلد قوم قریش میں ایک صاحب شرافت اور دولتمند بی بی تھیں جن کے یہاں تجارت ہوتی تھی اونہوں نے آنحضرت کی راستبازی اور امانتداری کی خبریں سنکر آپ سے استدعا کی کہ اون کے غلام میسرہ کو ساتھ لے کر بغرض تجارت بجانب شام تشریف لے جائیں۔ آنحضرتؐ نے خدیجہ کی درخواست منظور فرمائی اور شام میں جاکر جو مال ساتھ تھا اوس کو فروخت کر دیا اور اس کے عوض میں دوسرے مناسب اجناس خرید فرما کے واپس آئے۔ میسرہ نے جو حالات کرامات ذات بابرکات کے اثنائے سفر میں مشاہدہ کئے تھے حضرت خدیجہ سے بیان کیے از انجملہ یہ بھی کہا کہ تمازت آفتاب کے وقت مؤکلان غیب آنحضرت پر سایہ کئے رہتے تھے۔ خدیجہ نے یہ ذکر جمیل سنکر آنحضرت سے عقد نکاح کی خواستگاری کی۔ آپ نے منظور فرما کر اون سے نکاح کر لیا۔ چنانچہ خدیجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) وحین اوصی بہ جدہ لابی طالب احبہ حبا شدیدا لا یحبہ احدا من ولدہ الی ان قال فکان لاینام

[۱] قال ابوالفدا ثم خرج بہ ابوطالب الی الشام حتی وصل الی بصرۃ وعمر رسول اللہ اذ ذاک ثلاث عشرۃ سنۃ وکان بہا راہب یقال لہ بحیرا فقال لابی طالب ارجع بہذا الغلام واحذر علیہ من الیہود فانہ کائن لابن اخیک ہذا شان عظیم فخرج بہ ابوطالب حتی اقدمہ مکۃ حین فرغ من تجارۃ وشب رسول اللہ حتی بلغ فکان اعظم الناس مروۃ وحلما وحسنہم جوابا واصدقہم حدیثا واعظمہم امانۃ وابعدہم عن الفحش حتی صار اسمہ فی قومہ الامین [۲] قال ابوالفدا کانت خدیجۃ بنت خویلد تاجرۃ ذات شرف ومال فلما بلغہا صدق رسول اللہ وامانۃ عرضت علیہ الخروج فی تجارتہا الی الشام مع غلام لہا یقال لہ میسرۃ فاجاب الی ذلک وخرج رسول اللہ حتی قدم الشام وباع ما کان معہ واشتری عرضہ ثم اقبل الی مکۃ ولما قدم رسول اللہ بمال خدیجۃ وحدثہا میسرۃ بما شاہدہ من کرامات النبی وانہ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

الکبریٰ پہلی وہ مخدرۂ معظمہ تھیں جن کو آنحضرت کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور جن کی زندگی میں آنحضرت نے کسی دوسری خاتون سے تزویج گوارا نہیں فرمائی۔

مورخ ابن اثیر نے اسد الغابہ[1] میں ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کی پہلی شادی عتیق بن عائذ سے ہوئی تھی اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی (جس کا نام مذکور نہیں ہے) پھر عتیق کے بعد حضرت خدیجہ کی دوسری شادی ابو ہالہ بن مالک سے ہوئی۔ اور سیرۃ ابن ہشام[2] میں ہے کہ ابو ہالہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ہند تھا اور ایک لڑکی ہوئی جس کا نام زینب رکھا گیا اور تاریخ کامل[3] میں ہے کہ پھر بعد وفات ابو ہالہ حضرت خدیجہ کا تیسرا عقد نکاح جناب رسالتمآب سے ہوا۔

مورخ ابو الفدا[4] لکھتا ہے کہ اس زمانے میں کعبے کی بنیاد پست تھی اور اوس کو قریش بلند پیمانے پر قائم کرنا چاہتے تھے چنانچہ اسی غرض سے اونھوں نے اسے گرا کر پھر سے بنانا شروع کیا تھا۔ جب اوس کی بلندی حجر اسود کے نصب کرنے کی جگہ پہونچ گئی تو قریش میں حجر اسود کے نصب کرنے کی نزاع ہونے لگی کیونکہ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کا نصب کرنے والا ہم میں سے ہو۔ آخر کار تمام قریش نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جو شخص دروازہ حرم سے اوّلاً داخل ہو وہی اس نزاع کا فیصلہ کرے۔ حسن اتفاق سے پہلے آنحضرت داخل ہوئے اور قریش نے آپ کو حکم قرار دے دیا۔ آپنے فرمایا کہ اچھا حجر اسود ایک چادر کے وسط میں رکھا جائے اور ہر قبیلے کا شخص اوس چادر کو چاروں طرف سے پکڑ کر بلند کرے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جب حجر اسود بلند ہو کر اپنے مقام نصب تک پہونچا تو آنحضرت نے اوس

(بقیہ حاشیہ ص)، کان شاھد ملکین یظلانہ وقت الحر تعرضت خدیجۃ نفسہا علی النبی فتزوجہا و ھی اول امرأۃ تزوجہا ولم یتزوج غیرہا حتی ماتت [1] قال ابن الاثیر فی الاسد الغابۃ کانت خدیجۃ قبل ان ینکحہا النبی صلعم عند عتیق بن عائذ فولدت لہ جاریۃ وھلک عنہا عتیق فتزوجہا ابو ھالۃ بن مالک [2] وقال ابن ھشام فی سیرۃ فولدت لہ ھند بن ابی ھالۃ وزینب بنت ابی ھالۃ [3] وفی الکامل قال ثم مات عنہا ابو ھالۃ فتزوجہا رسول اللہ صلعم [4] قال ابو الفدا وکانت الکعبۃ قصیرۃ البنا فارادت قبیلۃ قریش رفعہا فھدموا ثم بنوھا حتی بلغ البنیان موضع الحجر الاسود فاختصموا فیہ لان کل قبیلۃ ارادت ان یرفعہ الی موضعہ ثم اتفقوا علی ان یحکموا اول داخل محراب الجنۃ فکان رسول اللہ اول داخل فحکموا فامرھم ان یضع الحجر فی ثوب وان یمسک کل قبیلۃ بطرف من الاطراف وان یرفعہ الی موضعہ ففعلوا ذلک واخذہ رسول اللہ عند وصولہ الی موضعہ فوضعہ بیدہ موضعہ۔

کو اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس جگہ نصب کر دیا۔

تاریخ خمیس[1] میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی ولادت رسول کی بعثت سے پانچ برس پہلے ہوئی جبکہ قریش کعبے کو از سر نو تعمیر کر رہے تھے۔ اور استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ جناب فاطمہ کی ولادت مولد نبی کے اکتالیسویں سال ہوئی (یعنی زمانہ مبعث کے ایک سال بعد اور حبیب[3] السیر میں بحوالہ ابن خشاب منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت مبعث نبوی کے پانچ سال بعد ہوئی۔

تاریخ[4] ابو الفدا میں ہے کہ جب آنحضرت کا سن چالیس سال کا ہوا تو خدا نے آپ کو مبعوث برسالت فرمایا اور آپ کی شریعت کو تمام گزشتہ شریعتوں کا ناسخ قرار دیا پس آثار نبوت کی ابتدا رویائے صادقہ سے ہوئی اور خدا نے خلوت پسندی کی محبت آنحضرت کے دل میں ایسی ڈال دی کہ آپ سال میں ایک مہینہ کوہ حرا پر قیام فرمانے لگے۔ جب وہ سال آیا جس میں آپ نبی ہوئے تو ماہ رمضان کے آخر میں حسب معمول آپ نے کوہ مذکور پر مع اپنے اہل کے اقامت اختیار فرمائی یہاں تک کہ جب وہ رات آئی جس میں خدائے پاک و برتر نے آپ کو مرتبۂ نبوت کرامت فرمایا تو جبرئیل امین آئے اور انہوں نے آنحضرت سے کہا کہ اقرا یعنی پڑھو آپ نے فرمایا کیا پڑھوں کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی اور وسط جبل پر تشریف لائے تو آسمان کی جانب سے یہ آواز سنی کہ اے محمد تم خدا کے رسول ہو اور میں جبرئیل ہوں آنحضرت تھوڑی دیر وہیں کھڑے اس مبارک منظر کو

---

[1] قال فی الخمیس وکانت ولادۃ فاطمۃ قبل النبوۃ بخمس سنین و قریش تبنی الکعبۃ [2] و فی الاستیعاب ولدت فاطمہ رضی اللہ عنہا سنۃ احدے واربعین من مولد النبی صلعم [3] و در حبیب السیر بحوالہ ابن خشاب منقول ست کہ تولد فاطمہ رضی اللہ عنہا بعد از ظہور نبوت و نزول وحی بہ پنج سال اتفاق بود [4] قال ابو الفداء و لما بلغ رسول اللہ اربعین سنۃ بعثہ اللہ الی الاسود والاحمر رسولا ناسخ بشریعتہ الشرائع الماضیۃ فکان اول مبتدی بہ من النبوۃ الرؤیا الصادق وحبیب اللہ تعالیٰ الیہ الخلوۃ وکان رسول اللہ یجاور فی جبل حرا من کل سنۃ شہرا فلما کانت سنۃ مبعثہ خرج الی حرا فی رمضان للمجاورۃ فیہ ومعہ اہلہ حتی اذا کانت اللیلۃ التی اکرمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیہا جاءہ جبریل علیہ السلام فقال لہ اقرا قال لہ فما اقرا قال اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم فقراھا ثم ان النبی خرج الی وسط الجبل فسمع صوتا من جہۃ السماء یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فبقی واقفا فی موضعہ (بقیہ حاشیہ ص ۱۳ پر)

مشاہدہ فرماتے رہے جب جبریل نظروں سے غائب ہوگئے تو آپ نے وہاں سے آکر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا خدیجہ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مبارک ہو۔ بخدا میں امید کرتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہونگے پھر حضرت خدیجہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں جس نے آسمانی کتابیں غور سے دیکھی تھیں اور اہل توریت وانجیل سے بھی بہت کچھ سنا تھا۔ خدیجۃ الکبریٰ نے ورقہ سے وہ تمام واقعات بیان کئے جن کی اطلاع رسالتمآب نے اون کو دی تھی۔ ورقہ نے خدا کو پاکیزگی کے ساتھ یاد کر کے کہا کہ اے خدیجہ قسم ہے اوس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم سچ کہتی ہو تو اوس شخص (یعنی آنحضرت) پر وہی ناموس اکبر نازل ہوا جو موسیٰ بن عمران کے پاس آیا کرتا تھا اور یقیناً وہ شخص اس امت کا پیغمبر ہے۔ بی بی خدیجہ نے واپس آکر جو کچھ ورقہ سے سنا تھا رسول مقبول کی خدمت میں عرض کیا اور سب سے پہلے آنحضرت کی رسالت پر ایمان لائیں۔ حدیث صحیح میں رسول مقبول کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں ان چار کے سوا اور کسی کو درجہ کمال حاصل نہیں ہوا آسیہ زن فرعون۔ مریم بنت عمران۔ خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ۔ مورخین کا اس باب میں اختلاف ہے کہ خدیجہ کے بعد آنحضرتؐ پر کون ایمان لایا۔ ابن ہشام صاحب سیرۃ اور اکثر اہل علم کا قول ہے کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے علی ابن ابیطالب ایمان لائے جبکہ آپ کی عمر نو یا دس یا گیارہ برس کی تھی اور زمانۂ اسلام سے پہلے بھی وہ جناب رسالتمآب کی آغوش تربیت میں تھے اور دوسرے اشخاص اس طرح بھی گئے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر اسلام لائے

(بقیہ حاشیہ ص۱۱) یشاھد جبرئیل حتی انصرف جبرئیل ثم انصرف النبی واتی خدیجۃ فحکی لہ ای فقالت البشر فوالذی نفس خدیجۃ بیدہ انی لارجوان تکون نبی ھذہ الامۃ ثم انطلقت خدیجۃ الی ورقۃ بن نوفل وھو ابن عمہا وکان ورقۃ قد نظر فی الکتب وقرأھا وسمع من اھل التوراۃ والانجیل فاخبرتہ ما اخبرھا رسول اللہ فقال ورقۃ "قدوس" والذی نفس ورقۃ بیدہ لئن صدقتنی یا خدیجۃ لقد جاءہ الناموس الاکبر الذی کان یاتی موسیٰ بن عمران وانہ نبی ھذہ الامۃ فرجعت خدیجۃ الی رسول اللہ واخبرتہ بقول ورقۃ (الی ان قال) وکان اول الناس اسلاما خدیجۃ لم یتقدمہا احد وفی الصحیح ان النبی قال کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء غیر اربعۃ آسیۃ زوجۃ فرعون ومریم بنت عمران وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمد واختلف من اسلم بعدھا فذکر صاحب السیرۃ وکثیر من اھل العلم ان اول الناس اسلم بعدھا علی ابی طالب رضی اللہ عنہ وعمرہ تسع سنین وقیل عشرۃ سنین وقیل احدی عشرۃ سنۃ وکان فی حجر رسول اللہ قبل الاسلام (الی ان قال) وذھب آخرون الی ان اول الناس اسلاما ابوبکر

اور ابن اثیر جزری[1] تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ خدیجہ کے سابق الاسلام ہونے پر تو اتفاق ہے - لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ان کے بعد کون اسلام لایا - علماء کا ایک گروہ تو یہ کہتا ہے - کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے اور بعض کا قول ہے کہ اولاً حضرت ابوبکر اسلام لائے - اور علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نبی کریم کے بعد مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی مشرف با سلام ہوئے ان کے بعد زید بن حارثہ اور ان کے بعد حضرت ابوبکر - اور ابن[2] حجر عسقلانی کتاب الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ کثیر اہل علم کے قول کے موافق ابوالحسن علی بن ابیطالب اسلام لانیوالوں میں اول شخص ہیں اور ان کی ولادت بعثت نبوی سے دس سال پہلے ہوئی انہوں نے رسول مقبول ہی کی آغوش میں پرورش پائی اور کبھی آنحضرت سے جدا نہیں ہوئے اور سیرت ابن[3] ہشام میں ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی جناب رسالتمآب پر ایمان لائے اور نماز پڑھی اور جو کچھ رسول اللہ خدا کی جانب سے لائے اس کی تصدیق فرمائی - اس وقت حضرت علی کی عمر دس سال کی تھی اور منجملہ ان نعمات کے جو خدا نے حضرت علی کو عطا کیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ قبل از زمانہ اسلام رسول اللہ کی آغوش تربیت میں تھے - پھر حضرت علی کے بعد زید بن حارثہ نے اسلام قبول کیا اور نماز پڑھی اور زید بن حارثہ کے بعد حضرت ابوبکر اسلام لائے - اور ابن عبد البر[4] مالکی نے استیعاب میں لکھا ہے کہ محمد بن کعب قرظی سے لوگوں نے سوال کیا کہ پہلے علی نے اسلام قبول کیا یا ابوبکر نے انہوں نے کہا سبحان اللہ علی ہی سابق الاسلام ہیں د ابن البر فرماتے ہیں اس میں

---

۱ وقال ابن الاثیر الجزری فی الکامل اختلف العلماء فی اول من اسلم مع الاتفاق علی ان خدیجة اول خلق الله اسلاما فقال قوم اول ذکر امن علی (الی ان قال)، وقیل اول من اسلم ابوبکر رضی الله عنه (الی ان قال)، وقال ابن اسحق اول ذکر اسلم بعد النبی علی ثم زید بن حارثة ثم اسلم ابوبکر ۲ وقال ابن حجر العسقلانی فی الاصابة علی بن ابیطالب القریشی الهاشمی ابوالحسن اول الناس اسلاما فی قول الکثیر من اهل العلم ولد قبل البعثة بعشر سنین علی الصحیح فربی فی حجر النبی صلی الله علیه وآله وسلم ولم یفارقه ۳ وقال العلامة ابن هشام فی سیرته کان اول ذکر من الناس امن برسول الله صلعم وصلی وصدق بما جاء من الله تعالی علی بن ابی طالب علیه السلام وهو ابن عشر سنین یومئذ وکان مما انعم الله علی علی بن ابی طالب انه کان فی حجر رسول الله صلعم قبل الاسلام (الی ان قال) ثم اسلم زید بن حارثة وصلی رسول الله صلعم وکان اول ذکر اسلم وصلی بعد علی بن ابی طالب ثم اسلم ابوبکر بن ابی قحافة ۴ وقال ابن عبد البر فی الاستیعاب سئل محمد بن کعب القرظی عن اول من (بقیہ حاشیہ صفحہ …)

کچھ شک نہیں کہ ہمارے نزدیک ان دونوں میں سے علی بن ابیطالب ہی پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ نیز سلمان فارسی۔ اور ابوذر اور مقداد اور جناب اور جابر اور ابو سعید خدری اور زید بن ارقم سے مروی ہے کہ در حقیقت علی بن ابیطالب ہی سابق الاسلام ہیں اور ان اصحاب جلیل القدر نے حضرت علی کو ان کے غیر پر فضیلت دی ہے۔

محدث نسائی نے کتاب الخصائص میں عفیف سے روایت کی ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکے اس غرض سے آیا کہ اپنے اہل وعیال کے لئے کپڑے اور عطر خرید کروں چونکہ عباس بن عبدالمطلب تجارت پیشہ تھے لہٰذا میں ان کے پاس گیا۔ آفتاب بلند ہو کر ڈھل گیا تھا اور میں ان کے پاس بیٹھا ہوا کعبے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ ناگہاں میں نے دیکھا کہ ایک جوان آیا اور آسمان کی طرف نظر کرکے روبقبلہ کھڑا ہو گیا اور دیر نہ گزری تھی کہ ایک لڑکا آیا وہ بھی اس جوان کے داہنے جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت آئی جوان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ جوان نے رکوع کیا اس کے ساتھ لڑکے اور عورت نے بھی رجوع کیا۔ جب اس جوان نے رکوع سے سر اٹھایا۔ تو لڑکے اور عورت نے بھی سر اٹھایا اور جب اس جوان نے سجدہ کیا تو اس کے ساتھ ہی لڑکے اور عورت نے بھی سجدہ کیا میں نے عباس سے کہا کہ یہ تو ایک عظیم واقعہ ہے انھوں نے کہا کہ ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ کیا تم اس جوان اور لڑکے اور عورت کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں۔ عباس بولے کہ یہ جوان میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے اور یہ لڑکا بھی میرا بھتیجا علی بن ابیطالب ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی بی بی ہے۔ یہ

(بقیہ حاشیہ صٓ) اسلم علی و ابوبکر قال سبحان اللہ علی اولھما اسلاما الی ان قال) ولا شک ان علیا عندنا اولھما اسلاما وروی عن سلمان وابی ذر والمقداد وجناب و جابر وابی سعید الخدری وزید بن ارقم ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول من اسلم وفضلہ ھولاء علی غیرہ لہ واخرج النسائی فی الخصائص عن عفیف قال جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابھا وعطرھا فاتیت العباس بن عبد المطلب وکان رجلا تاجرا فانا عندہ جالس حیث انظر الی الکعبۃ وقد حلقت الشمس فی السماء فارتفعت وذھبت اذ جاء شاب فرمی ببصرہ الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ ثم لم البث الا یسیرا حتی جاء غلام فقام علی یمینہ ثم لم البث الا یسیرا حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمراۃ فقلت یا عباس امر عظیم قال العباس امر عظیم اتدری من ھذا الشاب قلت لا قال ھذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی اتدری من ھذا الغلام ھذا علی ابن اخی اتدری من ھذہ المرأۃ ھذہ خدیجۃ بنت خویلد زوجتہ ان ابن ربہ رب السماء والارض (بقیہ حاشیہ صٓپر)

بخاری بیان کرتا ہے کہ اس کا خدا وہی ہے جو آسمان وزمین کا خدا ہے اور اسی نے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے جس پر وہ قائم ہے۔ اے عفیف خدا کی قسم اس دین پر ہنوز ان تین شخصوں کے سوا اور کوئی شخص ہے نیز محدث موصوف نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ کہا علی رضی اللہ عنہ نے کہ میں اس امت میں اپنے سوا کسی کو ایسا نہیں پاتا جس نے رسول مقبول کے بعد (اور دوسروں سے پہلے) خدا کی عبادت کی ہو میں نے کل امت محمدیہ سے نو برس پہلے پروردگار عالم کی عبادت کی ہے اور تفسیر درمنثور[1] سیوطی و فتح القدیر شوکانی میں ہے کہ ابن ابی حاتم نے والسابقون السابقون کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ سابق الاسلام تین بزرگ ہیں۔ یوشع بن نون جنھوں نے حضرت موسیٰ کی رسالت پر ایمان لانے میں سبقت کی اور مومن آل یٰسین جنھوں نے حضرت عیسیٰ کی رسالت پر ایمان لانے میں سبقت کی اور علی بن ابیطالب جنھوں نے ہمارے رسول مقبول کی رسالت پر ایمان لانے میں سبقت فرمائی اور ابن مردویہ نے آیۂ موصوفہ کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار مومن آل یٰسین اور علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنی امت کا سابق الایمان ہے اور علی ان سب میں بحیثیت سبقت ایمانیہ افضل ہیں اور بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے جناب رسول مقبول کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ صدیق تین بزرگ ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار مومن آل یٰسین اور علی بن ابیطالب اور تفسیر[2] فتح البیان صدیق حسن خان

(بقیہ حاشیہ صفحہ) امرہ بهذا الدين الذي هو عليه ولا والله ما على الارض كلها احد على هذا الدين غير هؤلاء الثلاثة واخرج ايضا عن علي رضي الله عنه قال ما اعرف احدا من هذه الامة عبد الله بعد نبينا غيري عبدت الله قبل ان يعبده احد من هذه الامة تسع سنين [1] وفي الدر المنثور للسيوطي وفتح القدير للشوكاني اخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس في قوله والسابقون السابقون قال يوشع بن نون سبق الى موسى ومومن آل يس سبق الى عيسى وعلي بن ابي طالب سبق الى رسول الله صلعم واخرج ابن مردويه عن ابن عباس في قوله والسابقون السابقون قال نزلت في حزقيل مومن آل فرعون وحبيب النجار الذي ذكر في يس وعلي بن ابي طالب وكل رجل منهم سابق امته وعلي افضلهم سبقا واخرج البخاري في تاريخه عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصديقون ثلاثة حزقيل مومن آل فرعون وحبيب النجار صاحب آل يس وعلي ابن ابي طالب [2] وفي فتح البيان الصديق حسن خان والدر المنثور للسيوطي عن ابي ليلى قال سباق الامم ثلاثة لم يكفروا بالله طرفة عين علي بن ابي طالب وهو افضلهم ومومن (بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

(و نیز تفسیر درمنثور سیوطی میں بتفاوت الفاظ) ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ تین ہی شخص ایسے ہیں جنھوں نے بقدر طرفۃ العین بھی خدا کے ساتھ کفر کا ارتکاب نہیں کیا اور ایمان لانے میں سبقت فرمائی۔ ایک علی ابن ابی طالب جو اُن سب میں افضل ہیں۔ دوسرے مومن آل فرعون۔ تیسرے صاحب یٰسین اور یہی لوگ صدیق ہیں۔

علامہ[۱] ابو الفدا اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ تین برس تک آنحضرتؐ نے مخفی طور پر دعوت اسلام فرمائی اس کے بعد پروردگار عالم نے آپ کو بالاعلان دعوت اسلام کا حکم دیا۔

تفسیر[۲] معالم التنزیل بغوی و تفسیر خازن بغدادی و دلائل النبوۃ بیہقی و جمع الجوامع سیوطی و کنز العمال علاء الدین علی متقی و تاریخ الرسل و الملوک ابن جریر طبری و تاریخ کامل ابن اثیر جزری و تاریخ ابو الفدا و نیز دیگر کتب تفسیریہ و حدیثیہ و تاریخیہ میں علی علیہ السلام سے مروی (و منقول) ہے کہ جب آیۂ و انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو جناب رسالتمآب نے مجھے بلا کر ارشاد کیا کہ اے علی پروردگار عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قرابتداروں کو اس کے عذاب سے ڈراؤں لیکن قوم کی حالت دیکھ کر اور یہ سمجھ کر جب میں ان کو حکم خدا پہونچانے کے لئے بلاؤں گا۔ تو ان سے اطوار ناملائم دیکھوں گا میری ہمت پست اور طاقت ضعیف ہوگئی اور میں نے سکوت اختیار کیا حتی کہ جبریل امین نے (مکرر) نازل ہو کر مجھے آگاہ کیا کہ اے محمدؐ اگر تم حکم الٰہی کے پہونچانے میں تامل کروگے تو میری موجب عتاب ربانی ہوگا۔ پس اے علی اب تم ایک صاع طعام اور ایک ران بکری کی اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا تیار اور مہیا کر کے بنی عبد المطلب کو میرے پاس جمع کرو تاکہ میں ان

(حاشیہ صفحہ ہذا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ) آل فرعون و صاحب یٰسٓ و هم الصدیقون [۱] قال ابو الفداء فی تاریخه کانت دعوة رسول الله الی الاسلام سراً ثلاث سنین ثم بعدها امر الله رسوله باظهار الدعوة و [۲] فی معالم التنزیل للبغوی و لباب التاویل للخازن البغدادی و دلائل النبوة للبیهقی و جمع الجوامع للسیوطی و کنز العمال لعلی المتقی و تاریخ الرسل و الملوک لابی جعفر بن جریر و الکامل لابن الاثیر الجزری و الکتاب المختصر فی اخبار البشر لابی الفداء و فی الکتب الاخر من التفاسیر و الاحادیث و السیر عن علی ابن ابی طالب قال لما نزلت هذه الایة علی رسول الله صلعم و انذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول فقال یا علی ان الله امرنی ان انذر عشیرتک الاقربین فضقت بذلک ذرعا و عرفت انی متی اناديهم بهذا الامر اری منهم ما اکره فصمت علیها حتی جاءنی جبرئیل فقال لی یا محمد الا تفعل ما تومر یعذبک ربک فاصنع لنا صاعاً من طعام و اجعل علیه رجل شاة و املأ لنا عساً من لبن ثم اجمع بنی عبد المطلب حتی ابلغهم ما امرت به ففعلت ما امرنی به ثم (بقیہ حاشیہ صفحہ)

کو حکم الٰہی پہونچا دوں چنانچہ میں نے حکم نبوی کے موافق عمل کیا اور بنی عبد المطلب جو ایک کم یا ایک اوپر چالیس آمرد تھے، جمع ہوئے۔ جن میں آپ کے چچا ابو طالبؑ۔ حمزہؓ۔ عباسؓ اور ابو لہب بھی تھے۔ جب حسب ایمائے رسول مقبول کھانا حاضر کیا گیا تو آنحضرت نے ایک ٹکڑا گوشت کا اٹھا لیا اور اسے اپنے دانتوں سے پارہ پارہ کرکے اطراف ظروف میں ڈالدیا اور فرمایا بسم اللہ کھاتے جاؤ۔ چنانچہ سب لوگوں نے سیر ہوکر کھایا باوجودیکہ بخدا وہ کھانا اور دودھ اتنا ہی تھا۔ کہ فقط ایک شخص کے کھانے اور پینے کو کفایت کرتا۔ اس کے بعد آنحضرت نے ان سے کلام کرنا چاہا تو ابو لہب نے مبادرت کرکے کہا کہ تمہارے صاحب (آنحضرت) نے تم پر سحر کیا ہے یہ سنتے ہی تمام قوم متفرق ہوگئی اور آنحضرت کو ان سے کلام کرنے کی نوبت نہ آئی۔

دوسرے دن جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی روز گزشتہ کی طرح پھر سامان دعوت مہیا کرو اور بنی عبد المطلب کو بلاؤ چنانچہ میں نے حکم نبوی کے موافق انتظام کرکے سب کو جمع کیا اور جب وہ خورد و نوش سے فارغ ہوئے تو آنحضرت نے ان سے یہ تقریر کی کہ اے بنی عبد المطلب میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی نیکی لایا ہوں اور اللہ تعالےٰ نے مجھے اسبات پر مامور کیا ہے کہ تمہیں اس کی طرف بلاؤں پس تم میں ایسا کون شخص ہے جو امر میں میری وزارت کرے اور میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہو۔ آنحضرت کی اس تقریر کا کسی نے جواب نہ دیا مگر میں نے باوجود سب سے کمسن ہونے کے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اس کام کے لئے میں حضور کی وزارت کو حاضر ہوں یہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن

(بقیہ حاشیہ صٹ) دعوتہم لہ وہم یومئذ اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصونہ فیہم اعمامہ ابو طالب وحمزۃ والعباس رضی اللہ عنہما وابو لہب فلما اجتمعوا الیہ دعانی بالطعام الذی صنعت فجئت بہ فلما وضعتہ تناول رسول اللہ صلعم جذبۃ من اللحم فشقہا باسنانہ ثم القاہا فی نواحی الصحفہ ثم قال خذوا باسم اللہ فاکل القوم حتی ما لہم بشیٔ حاجتہ وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منہم لیاکل مثل ما قدمت لجمیعہم ثم قال اسق القوم فجئتہم بذلک العس فشربوا حتی رووا جمیعا وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منہم یشرب مثلہ فلما اراد رسول اللہ ان یکلمہم بدرہ ابو لہب فقال سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمہم رسول اللہ فقال الغد یا علی ان ہذا الرجل قد سبقنی الی ما سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمہم فعد لنا من الطعام مثل ما صنعت ثم اجمعہم ففعلت ثم جمعتہم ثم دعانی بالطعام فقربتہ ففعل کما فعل بالامس فاکلوا وشربوا ثم تکلم رسول اللہ فقال یا بنی عبد المطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری ہذا ویکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنہا جمیعا فقلت وانا احدثہم سنا یا نبی اللہ انا وزیرک علیہ قال (بقیہ حاشیہ ص۱۹ پر)

دست شفقت رکھ کر فرمایا کہ (اے افراد قوم دیکھو) تم لوگوں میں یہ (علی) میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم سب اس کا حکم سنیں اور اطاعت کرو۔ یہ سنتے ہی لوگ قہقہہ لگا کر اٹھ کھڑے ہوئے ابوطالب سے کہنے لگے کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ (اپنے فرزند) علی کی فرمانبرداری و اطاعت کرو۔

واضح ہو کہ اس واقعے کا ذکر عیسائی مورخین میں سے مسٹر کارلائل نے کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں اور مسٹر گبن نے کتاب ڈکلائن آف رومن امپائر میں اور مسٹر ڈیون پورٹ نے کتاب اپالوجی فرام محمد اینڈ دی قرآن میں اور مسٹر واشنگٹن اروِنگ نے کتاب محمد اینڈ ہز لیم   اس میں شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔

تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علانیہ دعوت اسلام فرمانے سے پہلے تو قریش آنحضرت سے چنداں مزاحمت نہ کرتے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے معبودوں کی برائی بیان کی جاتی ہے اور ہم کو اور ہمارے آباؤ اجداد کو کافر اور گمراہ کہا جاتا ہے تو وہ لوگ آنحضرت کی تکلیف دہی پر متفق ہو گئے مگر آپ کے چچا ابوطالب حتی الامکان آپ کو شر اعداء سے بچاتے رہے۔ ایک دن چند آدمی قریش کے ابوطالب کے پاس آئے جن میں عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان اور ابوالبختری اور اسود اور ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور نبیہ اور نبہ اور عاص بن وائل بھی تھے۔ ان سب نے ابوطالب سے کہا کہ تمہارے بھتیجے ہمارے دین کو برا ہم کو بیوقوف اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتے ہیں یا تو ان کو ان باتوں سے روک دو یا ان کی مدد نہ کرو ابوطالب نے   ان لوگوں کو مناسب طریقے کے ساتھ سمجھا بجھا کر لوٹا دیا اور پیغمبر صاحب حسب معمول تبلیغ رسالت میں مصروف رہے حتی کہ کفار قریش پر یہ امر شاق گزرا اور انھوں نے مکرر ابوطالب کے پاس آ کر وہی درخواست کی جو پہلے کی تھی نیز کہا کہ اگر تم اپنے بھتیجے کو

(بقیہ حاشیہ صـ) فاخذ برقبتی فقال ان هٰذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا له فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرك ان تسمع لعلی وتطیع له قال ابو الفدا واستمر النبی علی ما امره الله ولم یبعد عنه قومه فی اول الامر ولم یردوا علیه حتی عاب الهتهم ونسب قومه واٰبائهم الی الکفر والضلال فاجمعوا علی عداوته وذب عن رسول الله عمه ابو طالب فجاء رجال من اشراف قریش الی ابی طالب منهم عتبه وشیبة ابناء ربیعة بن عبد مناف وابو سفیان ابن الحارث ابن عبد شمس وابو البختری بن هشام وابن الحارث بن اسد والاسود بن اسد وابو جهل بن هشام ابن مغیرة والولید بن المغیرة المخزومی عم ابی جهل ونبیة وعتبه ابن الحجاج السهمیان والعاص بن وائل السهمی وهو ابو عمرو بن العاص فقالوا یا ابا طالب ان ابن اخیك وقد عاب دیننا وسفه احلامنا وضلل اٰبائنا فانهه عنها اوخل بیننا وبینه فردهم ابو طالب ردا حسنا (بقیہ حاشیہ صـ۳۰ پر)

نہ روکو گے تو تم سے اور ہم سے ایسی شدید جنگ ہوگی کہ بالآ ایک فریق ہلاک ہو جائے گا یہ سن کر ابوطالب بہت مشوش ہوئے اور انھوں نے آنحضرت سے کہا کہ اے بھتیجے یہ لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں آنحضرت سمجھے کہ ابوطالب میری رفاقت سے دست بردار ہونا چاہتے ہیں کہنے لگے کہ اے چچا اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیں تب بھی میں امر حق سے باز نہ رہوں گا۔ یہ فرما کر غمگین اور افسردہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے ابوطالب نے آنحضرت کی یہ کیفیت دیکھی تو پکار کر کہا اے بھتیجے ادھر آؤ اور جو چاہو کرو خدا کی قسم میں اپنے بھتیجے جی تمہاری رفاقت کبھی نہ چھوڑوں گا۔ پس قبائل قریش ان لوگوں کو جو اسلام لائے تھے تکلیفیں پہونچانے لگے مگر خدا نے آنحضرت کو بوجہ حمایت ابوطالب محفوظ رکھا۔

علامہؒ ابوالفدا لکھتے ہیں کہ ابوطالب کے بعض اشعار جن کا ترجمہ درج ذیل ہے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت کی رسالت کا صدق دل سے اقرار کیا تھا۔

ترجمہ اشعار ابی طالب

"اے محمدؐ تم نے مجھے دین اسلام کی طرف بلایا اور میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت تم صادق القول راست باز اور امانت دار ہو اور بیشک مجھے یقین ہو گیا کہ دین محمدی تمام دنیا کے دینوں سے بہتر ہے خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں قریش میں سے کوئی شخص تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔"

تاریخ ابن الوردیؒ میں ہے کہ ایک دن پیغمبر صاحب قریب کوہ صفا تشریف رکھتے تھے ناگہاں

(بقیہ حاشیہ ص۲۹) واستمر رسول اللہ علی ما ھو علیہ فعظم علیھم فاتوا اباطالب ثانیا و قالوا لہ ما قالوا لا اولا فقالوا ان لم تنھہ والا نازلناک وایاہ حتی یھلک احد الفریقین فعظم ابوطالب ذلک فقال لرسول اللہ یا ابن اخی ان قومک قالوا لی کذا وکذا فظن رسول اللہ ان عمہ خاذلہ فقال رسول اللہ یا عم لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی شمالی ما ترکت ھذا الامر ثم استعبر رسول اللہ فبکی وقام فولی فناداہ ابوطالب اقبل یا ابن اخی وقل ما احببت فواللہ لا اسلمک لشئی ابدا فاخذت کل قبیلۃ تعذب من اسلم منھا ومنع اللہ رسولہ بعمہ ابی طالب لہ قال ابوالفدا ومن شعر ابی طالب مما یدل علی انہ کان مصدقا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ودعوتنی وعلمت انک صادق ولقد صدقت وکنت ثم امینا ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریۃ دینا فواللہ لم یصلوا الیکم بجمعھم حتی اوسد فی التراب دفینا لہ قال ابن الوردی فی تاریخہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند الصفا (بقیہ حاشیہ ص۳۱)

اس طرف ابوجہل کا گزر ہوا اور اس نے آنحضرت کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ آنحضرت نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ امیر حمزہ اُس وقت شکار کو گئے تھے جب واپس آئے تو عبداللہ بن جدعان کی آزاد کردہ لونڈی سے ان سے ابوجہل کی بیہودگی کا حال بیان کیا یہ سُن کر حمزہ کو غصہ آیا اور وہ کمان چڑھائے ہوئے بقصد طواف کعبے کی طرف گئے وہاں دیکھا کہ ابوجہل کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے حمزہ نے ایسی ضرب کمان کی رسید کی کہ ابوجہل کا سر پھٹ گیا پھر اس سے کہا کہ تو محمدؐ کے حق میں گستاخی کرتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ میں اون کے دین پر ہوں اس کے بعد امیر حمزہ رسول مقبول کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام اور کامل بایمان ہوئے اور کفار قریش نے حضرت حمزہ کے اسلام لانے کو پیغمبر صاحب کے غلبے کی علامت سمجھی۔

مواہب[۱] اللدنیہ میں ہے کہ جب حضرت حمزہ اسلام لائے تو انھوں نے ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"میں نے خدا کا شکر کیا جس وقت اُس نے میرے قلب کو اسلام اور دین حنیف کی طرف ہدایت فرمائی ہے"

ابن[۲] اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ پھر ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت عمرؓ اسلام لائے علامہ دیار بکری[۳] نے تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ مبعث کے نویں سال شق القمر کا معجزہ واقع ہوا۔ اور مواہب[۴] اللدنیہ میں ہے کہ شق القمر کا واقعہ مکۂ معظمہ میں ہجرت سے تقریباً پانچ برس پہلے ہوا تھا قاضی[۵] عیاض نے کتاب شفا میں انس سے روایت کی ہے کہ اہل مکہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا آنحضرت نے ان کو شق قمر کا معجزہ دکھایا یعنی چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کوہ حرا ان دونوں کے بیچ میں نظر آیا اور شہاب[۶] خفاجی نسیم الریاض میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے

(بقیہ حاشیہ صنہ) فمرّبہ ابو جھل بن ھشام فشتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکلمہ وکان حمزۃ فی القنص فلما حضر اتیاتہ مولاۃ لعبد اللہ بن جدعان بشتم ابی جھل لابن اخیہ صلعم فغضب حمزۃ وقصد البیت لیطوف بہ وھو متوشح قوسہ فوجد ابن ھشام قاعدا مع جماعۃ فضربہ حمزۃ بالقوس فشجہ ثم قال اتشتم محمدا وانا علی اسلامہ وعلی متابعۃ النبی فلما اسلم حمزۃ عرفت قریش ان رسول اللہ قد عز [۱] وفی المواھب اللدنیۃ قال حمزۃ حین اسلم حمدت اللہ حین ھدی فوادے الی اسلام والدین الحنیف [۲] قال ابن الاثیر الجوزی فی الکامل ثم اسلم عمر بعد تسعۃ وثلاثین رجلا وثلاث وعشرین امراۃ۔ [۳] قال العلامۃ الدیار بکری فی تاریخ الخمیس وفی السنۃ التاسعۃ من البعث کان انشقاق القمر [۴] وفی المواھب اللدنیۃ ان انشقاق القمر کان مکۃ قبل الھجرۃ بنحو خمسین سنین [۵] روی القاضی عیاض فی الشفاء عن انس سئل اھل (بقیہ حاشیہ صفحہ)

آنحضرت سے معجزہ طلب کیا تھا اُن کے نام یہ ہیں ولید بن مغیرہ - ابوجہل - عاص بن وائل - عاص بن ہشام اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبد المطلب - اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی[1] کتاب تفہیمات الہیہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک شق القمر رسول اللہ کے معجزات سے نہیں ہے (کہ واقع ہوا ہو) بلکہ وہ علامات قیامت سے ہے (جو وقوع پذیر ہوگا) البتہ اس اعتبار سے معجزہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے اس کے متعلق پیشین گوئی فرمائی۔

تاریخ ابو الفدا[2] میں ہے کہ جب کفار قریش رسول اللہ کے اصحاب کو سخت تکلیف دینے لگے تو آنحضرت نے اُن لوگوں کو جو حمایتی کنبہ نہ رکھتے تھے، بجانب حبشہ ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی۔

ابن الوردی[3] اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوطالب نے نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں وفات پائی اور ان کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ نے بھی رحلت فرمائی - ان دونوں بزرگواروں کے اُٹھ جانے سے قریش جناب رسالتمآب کو تکلیف پہونچانے میں دلیری کرنے لگے خصوصاً ابولہب اور حکم بن عاص اور عقبہ بن ابی معیط جو رسول اللہ کے پڑوسی تھے آنحضرت کو بہت اذیت دیتے تھے اور اون پر نماز اور کھانے کے وقت تکلیف دہ چیزیں پھینکتے تھے۔

تفسیر درمنثور[4] سیوطی میں بروایت ابن سعد و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و حاکم و بیہقی محمد ابن عمار سے مروی ہے کہ بعض مشرکین نے عمار بن یاسر کو پکڑا اور جناب رسالتمآب کی برائی اور اپنے بتوں کے تعریف کے الفاظ جبراً کہلا کر چھوڑا - عمار نے رسول مقبول کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال پر ملال بیان کیا آنحضرت نے پوچھا کہ یہ بتاؤ تم اپنے دل کو کس حال میں پاتے ہو - عمار نے عرض کیا کہ میں اپنے دل کو ایمان کے ساتھ کامل طور پر مطمئن پاتا ہوں - آنحضرت نے ارشاد فرمایا

(بقیہ حاشیہ ص۲۱) مکۃ النبی صلعم ان یریھم اٰیۃ فاراھم انشقاق القمر فرقتین حتی راؤا حرا بینھما[1] وقال الشھاب الخفاجی فی نسیم الریاض وجماعۃ الذین طلبوا ذلک منہ صلعم الولید ابن المغیرۃ وابوجھل والعاص ابن الوائل والعاص بن ھشام والاسود بن عبد یغوث والاسود ابن عبد المطلب[1] وقال الشیخ ولی اللہ دھلوی فی کتابہ تفہیمات الالٰھیۃ (رحمانیہ نمبر ۱) واما شق القمر فعندنا لیس من المعجزات انما ھو من اٰیات القیامۃ ولکنہ صلعم اخبر عنہ قبل وجودہ فکان معجزۃ من ھذا السبیل[2] قال ابو الفدا فی تاریخہ لما اشتد اذاء قریش لاصحاب رسول اللہ اذن رسول صلعم لمن لیس لہ عشیرۃ تحمیہ فی الھجرۃ الی ارض الحبشۃ[3] قال ابن الوردی توفی ابو طالب فی شوال سنۃ عشر من النبوۃ (الی ان قال) فتوفیت خدیجۃ رضی اللہ عنھا بعد ابی طالب ونالت قریش منہ صلی اللہ علیہ وسلم بموتھما خصوصاً ابولھب والحکم بن العاص وعقبۃ ابن ابی المعیط فانھم کانوا جیران نبی صلعم ویؤذونہ فی بیتہ (بقیہ حاشیہ ص۲۳ پر)

کہ جب تمہارے اطمینان قلب کی یہ حالت ہے تو اگر وہ لوگ پھر تم سے اسی طرح کے کلمات کہلائیں تو کہدو۔ تاریخ ابو الفدا[۱] میں ہے کہ جب کفار قریش کی ایذائیں حد سے گزر گئیں تو رسول مقبول نے قبیلۂ ثقیف سے استدعائے نصرت کا خیال فرماکر سفر طائف اختیار کیا کیونکہ امید تھی کہ وہ لوگ احکام منزل من اللہ کو قبول کرلیں گے مگر طائف پہونچکر وہاں کے حالات ملاحظہ فرمائے تو ثقیف کے لوگوں سے بہتری کی کوئی امید نہ ہوئی اور تاریخ طبری[۲] میں ہے کہ جب آنحضرت قبیلہ ثقیف کی رفاقت سے مایوس ہوئے تو طائف سے مراجعت فرماکر مکہ معظمہ واپس آئے تاریخ خمیس[۳] میں ہے کہ اسی سال شوال کے مہینے میں پیغمبر صاحب نے حضرت سودہ اور حضرت عائشہ سے (دیکھے بعد دیگرے) تزویج فرمائی۔

تاریخ ابو الفدا[۴] میں ہے کہ صاحب کتاب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت کو ابو طالب کے مرنے سے پہلے معراج ہوئی۔ لیکن محدث ابن جوزی کا قول ہے کہ ان کی وفات کے بعد نبوت کے بارھویں سال معراج ہوئی اور تفسیر[۵] درمنثور سیوطی میں بروایت ابن مردویہ عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے سترھویں ربیع الاول کی شب کو رسول مقبول مرتبہ عالیہ معراج پر فائز ہوئے مورخ ابو الفدا[۶] لکھتا ہے کہ اہل علم کا اس باب میں اختلاف ہے کہ معراج جسم کے ساتھ ہوئی یا بطور سچے خواب کے تھی جمہور کی رائے تو یہی ہے کہ معراج جسمانی ہوئی مگر بعض لوگ اس طرف بھی گئے ہیں۔ کہ معراج محض سچا خواب تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب کو معراج جسدی نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کی روح کو شب معراج میں سیر کرایا اور معاویہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) بما یلقون علیه وقت صلوته وفی طوآم من الاذی [۱] وفی الدر المنثور للسیوطی اخرج ابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویه والحاکم وصححه والبیهقی فی الدلائل عن محمد ابن عمار قال اخذ المشرکون عمار بن یاسر فلم یترکوه حتی سب النبی صلعم وذکر الهتهم بخیر ثم ترکوه فلما اتی رسول الله صلعم قال ما وراءك شئ قال شر ما ترکت حتی نلت منك وذکرت الهتهم بخیر قال کیف تجد قلبك قال مطمئن بالایمان قال ان عادوا فعد [۱] وفی تاریخ ابی الفدا لما نالت قریش من رسول الله صلعم سافر الی الطائف یلتمس من ثقیف النصرة رجاء ان یقبلوا ما جاء به من الله فوصل الی الطائف (الی ان قال) وقد یئس من خیر ثقیف [۲] وروی الطبری من تاریخه ان رسول الله صلعم انصرف من الطائف راجعا الی مکة حین یئس من خیر ثقیف [۳] فی تاریخ الخمیس للدیار بکری فی شوال هذه السنة تزوج رسول الله صلعم سودة وعائشة رضی الله عنهما [۴] قال ابو الفدا ذکر صاحب السیرة ان الاسراء کان قبل موت ابی طالب وذکر ابن جوزی انه کان بعد موت ابی طالب فی سنة اثنا عشرة للنبوة [۵] وفی الدر المنثور للسیوطی اخرج ابن مردویه عن عمرو ابن شعیب عن ابیه عن جده قال اسری بالنبی صلعم لیلة سبع عشرة من شهر ربیع الاول قبل الهجرة بسنة [۶] قال ابو الفدا فی تاریخه وقد اختلف اهل العلم فیه هل کان بجسده ام کان رؤیا صادقة والذی علیه الجمهور انه کان بجسده وذهب آخرون الی انه کان رؤیا صادقة وعن عائشة رضی الله عنها انها کانت تقول ما فقد

معراج سچے خواب کے طور پر ہوئی۔ نیز ابن اسحٰق اور ابن جریر نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج میں رسول مقبول کا جسد اقدس بدستور اپنی جگہ رہا اور اللہ تعالےٰ نے آپ کی روح اطہر کو آسمانوں کی سیر کرائی اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ واقعہ معراج جسدی یعنی رسول مقبول کا بحالت بیداری سماوات اور مقامات عالیہ کی سیر فرمانا حق ہے اور اس کی حدیث طرق متعددہ سے ثابت ہے پس جو شخص کہ معراج جسمانی کی تردید کرے اور اس کی صحت پر ایمان نہ لائے وہ گمراہ اور بدعتی ہے اور شفا قاضی عیاض میں ہے کہ اہل اسلام میں معراج نبوی کی صحت کے متعلق اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت نص قرآن سے ہے نیز کتاب موصوف میں ابوالحمرا سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم نے فرمایا کہ جب میں نے (شب معراج) میں آسمانوں کی سیر کی تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَیَّدْتُهٗ بِعَلِیٍّ اور تفسیر دُرِّ منثور سیوطی میں بروایت ابن عدی و ابن عساکر انس بن مالک سے جناب رسالتمآب کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جب مجھ کو معراج ہوئی تو میں نے ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَیَّدْتُهٗ بِعَلِیٍّ یعنی سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے محمد اس کا رسول اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی نصرت علی سے فرمائی مورخ ابو الفدا لکھتا ہے کہ آنحضرت کا معمول تھا کہ موسم حج میں قبائل عرب سے ملتے تھے اور ان کو دین خدا کی ہدایت فرماتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ کو اپنے دین مبین کا اظہار اور اپنے نبی کا اعزاز منظور ہوا اور پیغمبر حج کے زمانے میں حسب معمول قبائل عرب سے ملنے کو نکلے تو عقبہ کے قریب قبیلۂ بنی خزرج کے چند شخصوں سے ملاقات ہوئی جو مدینہ یثرب کے رہنے والے تھے آنحضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) ولکن اللہ اسری بروحہ نقلوا عن معاویۃ ایضا انہ کان یقول ان الاسراء کان رؤیا صادقۃ واخرج ابن اسحٰق وابن جریر عن عائشۃ انہا قالت ما فقد جسد رسول اللہ ولکن اللہ اسری بروحہ لہ وقال ملا علی القاری فی الشرح الفقہ الاکبر وخبر المعراج بجسد المصطفیٰ صلعم یقظۃ الی السماء ثم الی ما شاء اللہ تعالیٰ فی المقامات العلی حق ای حدیثہ ثابت بطرق متعددۃ فمن ردہ ای ذلک الخبر ولم یومن بمقتضی ذلک الاثر فہو ضال مبتدع ۲ لہ وفی الشفا للقاضی عیاض ولا خلاف بین المسلمین فی صحۃ الاسراء بہ صلعم اذ ہو نص القران وفیہ عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلعم لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ۳ لہ وفی الدر المنثور للسیوطی اخرج ابن عدی وابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم علیہ والہ وسلم لما عرج بی رأیت علی ساق العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ۴ لہ قال ابو الفدا کان رسول اللہ صلعم یعرض نفسہ علی القبائل فی موسم الحج ویدعوہم الی اللہ تعالیٰ ولما اراد اللہ تعالیٰ اظہار امر دینہ واعزاز نبیہ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵)

نے ان کو قرآن مجید سنا کر اسلام کی طرف بلایا وہ لوگ تصدیق رسالت کرکے ایمان لائے اور جب یثرب کو واپس گئے تو انھوں نے اپنی قوم سے اس کا ذکر کیا اور ان کو دعوت اسلام دی حتی کہ ان میں اس کا چرچا ہونے لگا اور کوئی گھر مدینہ کا ایسا نہ تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہ ہو۔

تاریخ خمیس[۱] میں ہے کہ جب نبی کریم واہل مدینہ کے درمیان عقد مبایعت منعقد ہوچکا تو آنحضرت نے اصحاب کو جنھیں بوجہ ایذائے مشرکین مکے میں رہنا اور کفار قریش کے مظالم پر صبر کرنا دشوار تھا۔ مدینہ منورہ کی اجازت دی اور قسطلانی[۲] کتاب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے دو دو مہاجروں میں رشتہ برادرانہ قائم کیا چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو باہم بھائی بھائی قرار دیا۔ اور حضرت حمزہ اور زید بن حارثہ۔ اور حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف کو۔ اور زبیر بن العوام اور ابن مسعود کو۔ اور عبیدہ بن الحارث اور بلال کو۔ اور مصعب بن عمیر اور سعد بن ابی وقاص کو۔ اور ابوعبیدہ اور سالم مولی ابی حذیفہ کو۔ اور سعید بن زید اور طلحہ بن عبیداللہ کو۔ اور اپنی اخوت کا شرف آنحضرت نے علی بن ابی طالب کو عطا فرمایا۔

اور تاریخ ابن[۳] الوردی میں ہے کہ پھر پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا اور وہ سب مکے سے مدینے کو چلے گئے۔ تاریخ ابوالفدا[۴] میں ہے کہ جب اصحاب رسول بجانب مدینہ روانہ ہوگئے اور پیغمبر صاحب کے ساتھ سوا حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے کوئی نہ رہا تو آنحضرت نے بمقام مکہ اسی انتظار میں قیام فرمایا کہ جب حکم الٰہی ہو تو آپ بھی مدینۂ طیبہ کو ہجرت فرمائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) فی الموسم یعرض نفسہ علی القبائل کما کان یصنع فبینما ھو عند العقبۃ اذ لقی نفرا من الخزرج من اھل مدینۃ یثرب فعرض رسول اللہ الاسلام علیھم وتلی علیھم القرآن وکانوا ستۃ رجال فی متوابہ وصدقوہ ثم انصرفوا الی یثرب ذکروا ذلک لقومھم ودعوھم الی الاسلام حتی فشرفیھم فلم تبق دار الا وفیھا ذکر رسول اللہ صلعم[۱] (حاشیہ صفحہ ہذا) فی تاریخ الخمیس للدیاربکری قال اھل السیر لما ابرم عقد المبایعۃ بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین اھل المدینۃ ولم یقدر اصحابہ یقیموا بمکۃ من ایذاء المشرکین ولم یصبروا علی جفوتھم رخص لھم من الھجرۃ الی المدینۃ[۲] وقال العلامۃ القسطلانی فی ارشاد الساری بشرح صحیح البخاری اخی رسول اللہ صلعم بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما وبین حمزۃ وزید بن حارثۃ رضی اللہ عنھما وبین عثمان وعبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنھما وبین الزبیر وابن مسعود رضی اللہ عنھما وبین عبیدۃ بن الحارث وبلال رضی اللہ عنھما وبین مصعب بن عمیر وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنھما وبین ابی عبیدۃ وسالم مولی ابی حذیفۃ رضی اللہ عنھما وبین سعید بن زید وطلحۃ بن عبیداللہ رضی اللہ عنھما وبین علی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ پر)

تاریخ ابن خلدون[۱] میں ہے کہ جب قریش کو معلوم ہوا کہ غیر قریش کے لوگ پیغمبر صاحب کے یار و انصار ہو گئے ہیں جن کے پاس آنحضرت کے اصحاب پہونچ گئے اور آنحضرت بھی بہ نفس نفیس ان انصار سے لاحق ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اکابر قریش یعنی بنی امیہ میں سے عتبہ و شیبہ و ابو سفیان اور بنی نوفل میں سے طعیمہ و جبیر بن مطعم و حارث بن عامر اور بنی عبد الدار میں سے نضر بن حارث اور بنی مخزوم میں سے ابوجہل اور بنی سہم میں سے نُبیہ و مُنبہ اور بنی جمح میں سے اُمیہ بن خلف مشورے کے لئے دار الندوہ میں جمع ہوئے جن کے ساتھ اور بھی بہت لوگ قوم قریش کے تھے پس ان لوگوں نے آنحضرت کے قید یا اخراج کے متعلق باہم کمیٹی کی اور بالآخر یہ بات طے پائی کہ قبائل متذکرہ میں سے ہر قبیلہ کا ایک ایک بہادر جوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل کر (نعوذ باللہ) آنحضرت کو قتل کریں تاکہ آپ کا خون (ناحق) کل قبائل میں منتشر یعنی ان کی جانب منسوب ہو جائے اور عبد مناف کی اولاد ان تمام قبیلوں کے مقابلے پر قادر نہ ہو سکے چنانچہ وہ سب اس بات پر آمادہ ہوئے کہ اسی رات کو پیغمبر صاحب پر حملہ کیا جائے اور تاریخ الخمیس[۲] میں ہے کہ جب کفار قریش نے کمیٹی کر کے آنحضرت کے قتل پر اپنی رائے قائم کی تو جبرئیل امین نے آنحضرت کو اس کی خبر دیکر کہا کہ آج شب کو آپ اپنے اُس بستر پر دسوئیں جس پر معمولاً آرام فرمایا کرتے ہیں اور بجانب مدینہ ہجرت کر جائیں۔

ابن اثیر جزری[۳] تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ جب رات کی تاریکی ہوئی تو کفار قریش اس رات سے

(بقیہ حاشیہ ص۲۵) ونفسه صلعم [۱] وفی تاریخ ابن الوردی امر النبی اصحابه بالهجرة الی المدینة فاخرجوا ارسالا [۲] قال ابو الفداء اقام رسول الله بمکة ینتظر ان یاذن له ربه فی الخروج من مکة وبقی مع النبی ابوبکر وعلی بن ابی طالب رضی الله عنهما [۳] قال ابن خلدون فی تاریخه ولما علمت قریش ان رسول الله صلعم قد صار له شیعة وانصار من غیرهم وانه مجمع علی اللحاق بهم وان اصحابه من المهاجرین سبقوه الیهم تشاوروا ما یصنعون فی امره واجتمعت لذلك مشیختهم فی دار الندوة عتبة وشیبة وابو سفیان من بنی امیة و طعیمة بن عدی وجبیر بن مطعم والحارث بن عامر من بنی نوفل والنضر بن الحارث من بنی عبد الدار وابو جهل من بنی مخزوم ونبیه ومنبه ابنا الحجاج من بنی سهم و امیة بن خلف من بنی جمح ومعهم من لا یعد من قریش فتشاوروا فی حبسه او اخراجه عنهم ثم اتفقوا علی ان یتخیروا من كل قبیلة منهم فتی شابا جلدا فیقتلونه جمیعا فیتفرق دمه فی القبائل ولا یقدر بنو عبد مناف علی حرب جمیعهم واستعدوا لذلك من لیلتهم [۴] فی تاریخ الخمیس لما استقر رای قریش بعد المشاورة علی قتله صلی الله علیه وسلم اتاه جبریل واخبره بذلك وقال لا تبت هذه (بقیه حاشیه ص۲۷ پر)

در دولت نبوی پر مجتمع ہوئے کہ پیغمبر صاحب اپنے بستر پر بیٹھیں تو وہ حملہ کریں رسول اللہ نے اُن کا مجمع دیکھ کر علی بن ابی طالب سے کہا تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور اطمینان رکھو کہ تم کو کوئی گزند نہ پہونچے گا۔ نیز حضرت علی کو حکم دیا کہ جس کی جو امانت اور ودیعت ہے اُس کو ادا کر دینا اس کے بعد آنحضرت گھر سے باہر نکلے اور سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیتیں فھم لا یبصرون تک پڑھتے ہوئے ایک مٹھی خاک کفار کے سروں کی جانب پھینک کر راہ مدینہ اختیار کی اور کفار قریش میں سے کسی نے بھی اُنکو نہ دیکھا تفسیر[1] درمنثور سیوطی میں بروایت حاکم بسند صحیح ابن عباس سے مروی ہے کہ علی ابن ابیطالب نے اپنی جان کو رسول اللہ پر فدا کیا اور رسول مقبول کی چادر اوڑھ کر انکی جگہ سو رہے مشرکین قریش سمجھتے تھے کہ آنحضرت سو رہے ہیں اور اس میں تھے کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت کو قتل کریں اور اسد[2] الغابہ ابن اثیر جزری اور احیاء العلوم غزالی اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب حضرت علی بستر نبوی پر سوئے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل کی جانب وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں میں رشتہ برادرانہ قائم کیا اور تم میں سے ہر ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے طویل کی پس تم دونوں میں کون ایسا ہے جو اپنے ساتھی پر اپنی جان نثار کرے۔ یہ خطاب الٰہی سن کر جبرئیل و میکائیل نے اپنی اپنی زندگانی کو عزیز سمجھا اور ایثار بالحیوٰۃ کو گوارہ نہ کیا۔ پروردگار عالم نے پھر اُن کی جانب وحی فرمائی کہ کیا تم دونوں علی بن ابی طالب کی طرح نہیں ہو سکتے دیکھو میں نے محمد اور علی میں مواخات قائم کی اور علی اس وقت بستر نبی پر اس غرض سے لیٹے ہیں کہ ایثار بالحیوٰۃ کر کے اپنی جان کو اپنے بھائی پر فدا کریں۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور شر اعداء سے علی کی حفاظت کرو۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۶) اللیلة علی فراشك الذی کنت تبیت علیه واذن له عند ذلك بالخروج الی المدینة" [3] قال ابن الاثیر فی الکامل فلما کان العتمة اجتمعوا علی بابه یرصدونه متی ینام فیثبون علیه فلما رأهم رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعلی بن ابی طالب نم علی فراشی واتشح ببردی الاخضر فنم فیه فانه لا یخلص الیك شیئ تکرهه وامره ان یودی ما عنده من ودیعة وامانة وغیر ذلك وخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخذ حفنة من تراب فجعله علی رؤسهم وهو یتلو هذه الایات یٰسٓ والقرآن الحکیم الی قوله فهم لا یبصرون ثم انصرف فلم یروه (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] وفی الدر المنثور للسیوطی اخرج الحاکم وصححه عن ابن عباس رضی الله عنهما قال شری علی رضی الله عنه نفسه ولبس ثوب النبی صلی الله علیه وسلم ثم نام مکانه وکان المشرکون یحسبون انه رسول الله صلی الله علیه وسلم وکانت قریش تریدان تقتل النبی صلی الله علیه وسلم [2] وفی اسد الغابه لابن الاثیر الجزری واحیاء العلوم الغزالی وتاریخ الخمیس للدیاربکری بات علی کرم الله وجهه علی فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم فاوحی الله تعالی جبریل ومیکائیل (بقیہ حاشیہ ص۲۸)

پس بحکم الٰہی دونوں ملک مقرب نے نازل ہو کر بستر علی کے بالین و پائیں قرار لیا اور جبرئیل علیہ السلام فرماتے تھے کہ مرحبا حبا کون ہے مثل تیرے اے ابو طالب کے بیٹے جس کے ساتھ اللہ تعالے ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول پر جبکہ وہ مدینے جا رہے تھے علی کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ ؛ یعنی لوگوں میں ایسے نیک بندے بھی ہیں جو خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک دے دیتے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر بڑا شفقت فرمانے والا ہے۔

مورخ دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتا ہے کہ کفار قریش دولتسرائے رسول مقبول پر مجتمع ہو کر اونھوں نے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ناگہاں ایک شخص نے آکر کہا کہ تم کس بات کے منتظر ہو۔ اونہوں نے کہا کہ ہم کو اس کا انتظار ہے کہ صبح قریب ہو کر تو محمد کو قتل کریں اور تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ اس اجنبی شخص نے آکر یہ کہا کہ محمد تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے یہ سنکر وہ لگے غور سے دیکھنے اور حضرت علی کو پیغمبر صاحب کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھ کر بولے کہ محمد تو سو رہے ہیں۔ جب سپیدہ صبح کے نمودار ہونے پر حضرت علی بستر سے اُٹھے اور کفار نے پہچانا کہ وہ علی ہیں تو اپنا سا منہ لیکر رہ گئے اور حضرت علی نے حسب حکم نبوی مکے میں قیام کر کے جن کی امانتیں اور ودیعتیں تھیں اُن کو ادا کیں۔ علامہ مسعودی تاریخ مروج الذہب و معادن الجوہر میں لکھتے ہیں کہ جب پیغمبر صاحب نے مکے سے بجانب مدینہ ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر مع اپنے غلام عامر بن فہیرا اور

(بقیہ حاشیہ ص ۲۷) علیہما السلام انی اخیت بینکما وجعلت عمر احدکما اطول من عمر الاخر فایکما یوثر صاحبہ بالحیوۃ فاختار کلاھما الحیوۃ واحباھما فاوحی اللہ عز وجل الیھما افلا کنتما مثل علی ابن ابیطالب آخیت بینہ وبین نبی محمد فبات علی فراشہ یفدیہ بنفسہ ویوثر بالحیوۃ اھبطا الی الارض فاحفظاہ من عدوہ فکان جبرئیل عند راسہ ومیکائیل عند رجلیہ وجبرئیل علیہ السلام یقول بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب واللہ تعالیٰ یباھی بک الملئکۃ فانزل اللہ تعالیٰ علی رسولہ وھو متوجہ الی المدینۃ فی شان علی ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد (رماشیہ صفوۃ) قال الدیار بکری فی تاریخہ واقام المشرکون ساعۃ فجعلوا یتحدثون فاتاھم آت وقال ما تنتظرون قالوا ننتظر ان نصبح فنقتل محمدا صلعم وفی تاریخ ابی الفدا فاتاھم آت وقال ان محمد اخرج ووضع علی رؤسکم التراب فجعلوا ینتظرون فیرون علیا علیہ برد النبی فیقولون محمد نائم فلم یبرحوا کذلک حتی اصبحوا فقاء علے فعرفوہ واقام علی بمکۃ حتی ادی ودائع النبی صلعم قال المسعودی فی مروج الذہب ومعادن الجوہر خرج (بقیہ حاشیہ ص ۲۹)

عبداللہ بن اریقط دیلمی کے ہمراہ رکاب ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط مسلمان نہ تھا۔ راہ بتانے کی ضرورت سے ساتھ لے لیا گیا تھا۔

اور تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ جب پیغمبر صاحب بحمایت ایزدی، مدینے کی جانب نہضت فرما ہوئے تو قریش نے آنحضرت کی تلاش میں سرگرمی کی اور سراقہ بن مالک آنحضرت کے عقب میں روانہ ہوا۔ ناگاہ سراقہ آنحضرت کے قریب پہونچ گیا جس کو دیکھتے ہی حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ ہمارا ڈھونڈھنے والا آپہونچا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ محزون نہ ہو اللہ پاک ہمارے ساتھ ہے۔ یہ فرما کر پیغمبر صاحب نے سراقہ کے لئے بددعا کی سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین سخت میں دھنس گیا اس نے کہا آپ دعا کیجئے کہ مجھے اس بلا سے مخلصی ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے تلاش کرنے والوں کو راہ سے لوٹا لیجاؤں گا آنحضرت نے دعا کی۔ سراقہ مخلصی پاکر وہاں سے بگشت بھاگا اور شخص آنحضرت کا تلاش کرنے والا راہ میں ملا اس کو واپس لے گیا۔ ادھر جناب رسول خدا نے بارھویں ربیع الاول سنہ کو مدینہ منورہ پہونچکر قبا میں نزول اجلال فرمایا۔

اور اسد الغابہ ابن اثیر جزری میں ہے کہ حضرت علی بعد ادائے امانات، جناب رسالتمآب کے اہل وعیال کو بجانب مدینہ روانہ کر کے خود بھی آنحضرت کی حضوری حاصل کرنے کے لئے (تنہا اور پیادہ) مکے سے مدینے کو روانہ ہوئے رات بھر چلتے تھے اور دن کو قیام کرتے تھے یہاں تک کہ بعد طے منازل مدینے پہونچے اور جب پیغمبر صاحب کو ان کے پہونچنے کی اطلاع ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ علی

(بقیہ حاشیہ ص۲۸) النبی صلعم من مکة ومعه ابوبکر وعامر ابن فهیرة مولی ابی بکر و عبد الله بن اریقط الدیلمی دلیل بهم علی الطریق ولم یکن مسلما له (حاشیہ صفحہ ۲۸) وفی تاریخ ابی الفدا وجدت قریش فی طلبه صلعم فتبعه سراقة بن مالك فلحق النبی صلعم فقال ابوبکر یا رسول الله ادرکنا الطلب فقال له النبی لا تحزن ان الله معنا ودعی رسول الله علی سراقة فارتطمت فرسه الی بطنها فی ارض صلبة فقال سراقة ادع الله ان يخلصنی فلك ان ارد الطلب عنك فدعی له النبی مخلص فرجع سراقة ورد کل من لقیه من الطلب (الی ان قال) وقدم رسول الله المدینة لاثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول من سنة احدی فنزل قبا له قال ابن الاثیر فی اسد الغابة وخرج علی (من مکة) فی طلب رسول الله صلعم بعدما اخرج الیه اهله یمشی اللیل ویکمن النهار حتی قدم المدینة فلما بلغ النبی صلی الله علیه وسلم قدومه قال ادعوا الی علیا قیل یا رسول الله لا یقدر ان یمشی فاتاه النبی صلعم فلما راٰه اعتنقه وبکی رحمة لما بقدمیه من الورم وکانتا تقطران دما فتفل النبی صلعم فی یدیه ومسح (بقیہ حاشیہ ص۳۰ پر)

کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ اب اُن میں چلنے کی قدرت نہیں ہے یہ سن کر رسول مقبول خود حضرت علی کے پاس تشریف لائے اور جب اُن کو دیکھا تو بغلگیر ہو کر فرط محبت سے رونے لگے کیونکہ ان کو اس سفر میں ایسی تکلیف ہوئی تھی کہ دونوں پاؤں سوج گئے تھے اور اُن سے خون ٹپکتا تھا۔ آنحضرت نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کے پیروں میں لگایا اور ان کی صحت و عافیت کے لئے دعا کی چنانچہ پھر وہ وقت شہادت تک کبھی ان شکایتوں میں مبتلا نہیں ہوئے۔

تاریخ ابن الوردی[1] میں ہے کہ پھر جناب رسالت آب نے مسجد قبا کی بنیاد ڈالی جس کے بارے میں آیۂ لمسجد اسس علی التقوی نازل ہوا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کتاب جذب القلوب[2] میں لکھتے ہیں کہ اہل قبا نے آنحضرت سے درخواست کی کہ اُن کے لئے مسجد بنا فرمائیں آنحضرت نے صحابۂ کرام کی جانب اشارہ کیا کہ تم میں سے کوئی شخص میرے ناقے پر سوار ہو کر اس کو پھیرے۔ حضرت ابوبکر اُٹھے اور ناقے پر سوار ہوئے مگر اس نے جنبش نہ کی پھر حضرت عمر سوار ہوئے لیکن اونٹنی نہ اُٹھی ان کے بعد حضرت علی کھڑے ہوئے اور رکاب میں پاؤں رکھا ہی تھا کہ اونٹنی اوٹھ کھڑی ہوئی۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اس کی باگ چھوڑ دو یہ منجانب اللہ گشت پر مامور ہے۔

چنانچہ آنحضرت نے گشت ناقہ کے مدار پر مسجد قبا بنا فرمائی اور اہل قبا کو حکم دیا کہ پتھر جمع کرو۔ بعد ازاں تعیین قبلہ کے لئے خط کھینچ کر اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

تاریخ ابوالفدا[3] میں ہے کہ جناب رسول مقبول بروز جمعہ قبا سے اندرون شہر مدینہ تشریف لائے تو جس کے گھر کی جانب سے گزرتے تھے وہ آنحضرت کے ناقے کو روک کر کہتا تھا کہ یا رسول اللہ قدم

(بقیہ حاشیہ ص۲۹) بھما رجلیہ و دعا لہ بالعافیۃ فلم یشتکھما حتی استشھد رضی اللہ عنہ۔ [1] و فی تاریخ ابن الوردی و اسس رسول اللہ مسجد قبا الذی نزل فیہ لمسجد اسس علی التقوی [2] و شیخ عبدالحق محدث دہلوی در جذب القلوب آوردہ کہ بروا پنے اہل قبا از آنحضرت التماس نمودند کہ مسجدے برائے ایشاں بنا فرماید اشارت بہ صحابہ کرام کرد و فرمود کیے از شما بریں ناقہ من سوار شود و بگرداند ابوبکر صدیق برخاست و بر پشت ناقہ نشست ناقہ برنخاست بعد از وے عمر فاروق سوار شد نیز برنخاست بعد ازاں علی مرتضیٰ برخاست ہمیں کہ پائے در رکاب آورد ناقہ برجست فرمود زمام او رہا کن کہ وے مامور ست ہر جا کہ گردد آخر ہم بر مدار سیر ناقہ مسجد قبا بنا فرمود و باہل قبا امر کرد تا سنگہا جمع کردند پس بنیزہ کہ در دست داشت خطے برائے تعیین قبلہ برکشید و سنگ بدست مبارک برگرفت و بر موضع بنا نہاد [3] قال ابوالفدا و خرج رسول اللہ من قبا یوم الجمعۃ فما من علی دار من دور الانصار الا قالوا ھلم یا رسول اللہ و یعترضون (بقیہ حاشیہ ص۳۱)

رنجہ فرمائیے۔ آنحضرت فرماتے تھے کہ یہ ناقہ منجانب اللہ مامور ہے تم اس کو نہ روکو حتےٰ کہ آنحضرت اُس مقام پر پہونچے جہاں مسجد نبوی ہے تو سواری سے اتر پڑے ابوایوب انصاری جناب رسالتمآب صلعم کا اسباب اپنے گھر لے گئے چنانچہ آنحضرت نے ان کے یہاں قیام فرمایا اور مسجد نبوی کی بنا ڈالی نسائی نے خصائص میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ بعض اصحاب رسول کے دروازے مسجد نبوی کی جانب تھے رسول مقبول نے علی بن ابی طالب کے سوا اور سب اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے اپنے دروازوں کو بند کر دیں۔ اس پر اصحاب نے کچھ کلام کیا تو آنحضرت نے کھڑے ہو کر بعد حمد وثنائے الٰہی فرمایا کہ میں نے حکم ایزدی کے مطابق تم لوگوں کے دروازے بند کرائے اور علی کا دروازہ کھلا رکھا۔ تم نے اس باب میں (فضول) چون وچرا کی میں نے نہ کوئی دروازہ بند کیا نہ کھولا بلکہ خدا نے حکم دیا۔ اس کی تعمیل کی اور جامع ترمذی میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس مسجد میں جنب رہے یعنی بحالت جنابت مسجد میں آمد ورفت رکھے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے **جذب القلوب** میں نقل کیا ہے کہ مسجد نبوی میں اصحاب رسول بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ منادی نے ندا کی کہ ایہا الناس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) ناقة فيقول خلوا سبيلها فانها مامورة حتے انتهت موضع مسجده صلعم فنزل عنها النبي صلعم فاحتمل ابو ايوب الانصاري رحل الناقة الى بيته واقام النبي عند ابي ايوب الانصاري حتے بنى مسجده (حاشیہ ص ۲۹) [۱] اخرج النسائي في الخصائص عن زيد ابن ارقم قال كان لنفر من اصحاب رسول الله ابواب شارعة في المسجد فقال رسول الله صلعم سدوا هذه الابواب الا باب علي فتكلم بذلك الناس فقام رسول الله صلعم فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فاني امرت فاتبعة بسد هذه الابواب غير باب علي وقال فيه قائلكم والله ما سددته ولا فتحته ولكني امرت [۲] واخرج الترمذي عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلعم لعلي يا علي لا يحل لاحد ان يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك [۳] ومحدث دهلوي در جذب القلوب ذکر کرده آورده اند که اصحاب همه در مسجد نشسته بودند ناگاه منادی ندا در داد ایها الناس سدوا ابوابکم انتباهی در مردم پیدا آمد لیکن هیچکس برنخاست بار دیگر ندا آمد ایها الناس سدوا ابوابکم قبل ان ینزل العذاب مردم همه برآمدند وبملازمت آنحضرت مبادرت کردند علی مرتضےٰ نیز آمد وبرسر (بقیہ حاشیہ ص ۳۲ پر)

اپنے اپنے دروازے بند کر دو۔ اس ندا سے ایک قسم کا اشتباہ تو لوگوں کو ہوا مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھا دوسری دفعہ پھر ندا دی گئی کہ ایہا الناس اپنے اپنے دروازوں کو بند کر دو قبل اس کے کہ عذاب نازل ہو یہ سنتے ہی سب لوگ کھڑے ہو گئے اور آنحضرت کی خدمت میں دوڑے آئے۔ علی مرتضیٰ بھی آئے اور رسول اللہ کے سرہانے کھڑے ہو گئے آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں کھڑے ہو جاؤ اپنے گھر میں بیٹھو اور اپنے دروازے کو بدستور کھلا رکھو یہ حال دیکھ کر لوگوں میں باتیں ہونے لگیں اور ان کے دلوں میں افسوس ناک وسوسے پیدا ہوئے جب رسول مقبول کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو غضبناک ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے موسیٰ کی جانب وحی بھیجی کہ ایک مسجد بصفت طہارت بناؤ جس میں سوائے تمہارے اور ہارون اور پسران ہارون یعنی شبر و شبیر کے اور کوئی نہ رہے اور اسی طرح میری طرف بھی وحی فرمائی کہ ایک مسجد طاہر بناؤں جس میں سوا میرے اور علی اور پسران علی کے اور کوئی نہ رہے پس میں نے مدینے میں آکر مسجد بنائی اور میرے آنے اور مسجد کے اختیار کرنے میں میری رائے اور خواہش کو دخل نہ تھا بلکہ میں وہی کرتا ہوں جس کے کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے اور وہی جانتا ہوں جو مجھے بتایا جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنی رائے سے تمہارے دروازے نہیں بند کئے اور نہ اپنی رائے سے علی کا دروازہ کھلا رکھا اور علی کو میں نے مسجد میں جگہ نہیں دی بلکہ خدا نے دی۔ میں کیا کروں۔

ابو الفداؔ لکھتے ہیں کہ پھر آنحضرت نے مابین مہاجرین و انصار (دو دو آدمیوں میں) رشتہ برادرانہ

(بقیہ حاشیہ صـ۳۱) آنحضرت ایستادہ بود بجائے خود بنشین و در خانہ خود را بحال خود بگذار و در میان مردم ازیں معنی گفتگوئی افتاد و در سینے در دلہا راہ یافت آنحضرت در غضب شد و بمنبر رفت و حمد و ثنائے مولیٰ گفت و گفت حق سبحانہ تعالیٰ وحی فرستاد بر موسیٰ علیہ السلام کہ مسجد بنا کن موصوف بصفت طہارت و ساکن نشود در وے جز تو و ہارون و پسران ہارون شبر و شبیر ہمچنین وحی کرد بر من کہ مسجدے سازم طاہر کہ ساکن نشود در وے جز من و علی و پسران او پس بمدینہ آمدم و مسجدے گرفتم و مرا در آمدن و گرفتن مسجد اصلا اختیاری نبود من نمی کنم مگر آنچہ بکنانند نمی دانم مگر آنچہ بدانانند پس واللہ من در ہا را نہ بستہ ام و نہ کشادہ ام و علی را من نہ در آوردہ ام و اورا اخدا آوردہ من چہ کنم۔ (معارج صـ)

لہ قال ابو الفداء و اخی رسول اللہ صلعم (بالمدینۃ) فاتخذ علی بن ابی طالب اخا و صار ابوبکر و خارجۃ بن زید الانصاری اخوین و ابو عبیدۃ بن الجراح و سعد بن معاذ الانصاری اخوین و عمر بن الخطاب و عتبان بن المالک الانصاری اخوین و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن الربیع الانصاری اخوین (بقیہ حاشیہ صـ۳۳ پر)

قائم فرمایا چنانچہ حضرت علی کو اپنا بھائی ہونے کا شرف عطا کیا اور حضرت ابوبکر اور خارجہ بن زید انصاری کو باہم بھائی قرار دیا اور اسی طرح ابوعبیدہ بن الجراح اور سعد بن معاذ انصاری کو اور حضرت عمر بن الخطاب اور عتبان بن مالک انصاری کو اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع انصاری کو اور حضرت عثمان بن عفان اور اوس بن ثابت انصاری کو اور طلحہ بن عبیداللہ اور کعب بن مالک انصاری کو اور سعید بن زید اور ابی بن کعب انصاری کو آپس میں بھائی قرار دیا۔ اور علامہ سمہودی کتاب خلاصۃ الوفا[1] میں لکھتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے مہاجرین و انصار میں رشتۂ برادرانہ قائم کیا اور ارشاد فرمایا کہ دو دو آدمی یعنی ایک مہاجر اور ایک انصاری، آپس میں دینی بھائی بنجاؤ۔ پھر آنحضرت نے علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ نیز استیعاب[2] ابن عبدالبر میں ہے کہ (جس طرح) رسول مقبول نے (بمقام مکہ) مہاجرین میں مواخات فرمائی تھی (اسی طرح مدینے میں بھی) بین المہاجرین والانصار رشتۂ اخوت قائم فرمایا اور دونوں موقعوں پر آنحضرت نے اپنا بھائی علی بن ابی طالب کو قرار دے کر ارشاد کیا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

مورخ[3] ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب ہجرت کا دوسرا سال ہوا تو نماز کا رخ کعبے کیجانب بدل گیا۔ اس سے پہلے مکہ معظمہ میں، اور حضرت کے مدینے آنے کے بعد ڈیڑھ برس تک نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی جاتی تھی اور اسی ۲ھ میں ماہ رمضان کے روزے بھی فرض ہوئے صحیح بخاری[4] میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش عاشورۂ محرم کے دن روزہ رکھتے تھے

(بقیہ حاشیہ ص۳۲) و عثمان ابن اوس بن ثابت الانصاری اخوین وطلحۃ بن عبیداللہ وکعب ابن مالک الانصاری اخوین وسعید بن زید وابی بن کعب الانصاری اخوین (حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] و فی کتاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ السمہودی اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ من المہاجرین والانصار فقال تآخوا فی اللہ اخوین اخوین ثم اخذ بید علی بن ابی طالب فقال ہذا اخی

[2] و فی الاستیعاب لابن عبدالبر رسول اللہ صلعم (بمکۃ) بین المہاجرین ثم اخی ثانیاً بالمدینۃ) بین المہاجرین والانصار وقال فی کل واحد منہما لعلی انت اخی فی الدنیا والاخرۃ واخی بینہ و بین نفسہ

[3] قال ابو الفدا ثم دخلت سنۃ اثنین من الہجرۃ فیہا حولت الصلوٰۃ الی الکعبۃ وکانت الصلوٰۃ بمکۃ و بعد مقدمہ الی المدینۃ بثمانیۃ عشر شہر الی بیت المقدس (الی ان قال) و فی ہذہ السنۃ اعنی سنۃ اثنین فرض صیام رمضان

[4] اخرج البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاہلیۃ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ وامر بصیامہ فلما نزل رمضان (بقیہ حاشیہ ص۳۴)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے کہ مدینے میں تشریف لانے کے بعد بھی اسی پر عمل فرماتے رہے اور دوسروں کو بھی حکم دیتے رہے کہ عاشورہ محرم کو روزہ رکھیں مگر جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آنحضرت نے عاشورہ محرم کا روزہ ترک کر دیا اور عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ وہ کھانا کھا رہے تھے اسی اثنا میں اشعث اُن کے یہاں آئے اور ابن مسعود کو کھانا کھاتے دیکھ کر کہا آج یوم عاشورہ ہے (اور تم کھانا کھا رہے ہو) ابن مسعود نے کہا کہ جبتک ماہ رمضان کے روزے فرض نہ ہوئے تھے۔ اس وقت تک عاشورے کا روزہ رکھا جاتا تھا لیکن جب سے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ عاشورے کا روزہ ترک ہو گیا۔ آؤ کھانا کھاؤ۔ مورخ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ ماہ رمضان سنہ ۲ھ میں بدر کی لڑائی واقع ہوئی جس سے اللہ تعالٰی نے دین کو قوت دی اور یہ لڑائی یوں پیش آئی۔ کہ ابوسفیان مع قافلہ قریش وسامان کثیر شام سے واپس آ رہے تھے۔ رسول مقبول نے خبر پاکر مسلمانوں کو ان کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ (کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں سے چھیڑ شروع کر چکے تھے) جب ابوسفیان کو مسلمانوں کی آمادگی کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے قریش مکہ کو اطلاع دی چنانچہ وہ سب نو سو پچاس آدمیوں کی جمعیت سے جن میں سو سوار بھی تھے روانہ ہوئے ابولہب کی جانب سے عاص بن ہشام شریک لشکر تھا اِدھر تیری ماہ رمضان کو رسول مقبول مع ستتر [۷۷] مہاجرین اور دو سو چھتیس [۲۳۶] انصار کے مدینے سے باہر تشریف لائے ان میں صرف دو سوار تھے مقداد بن عمرو اور زبیر بن العوام یا کوئی اور پس لشکر مشرکین سے عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ لڑنے کو نکلے۔ پیغمبر صاحب نے حضرت عبیدہ بن حارث

(بقیہ حاشیہ ص۳۳) کان رمضان الفریضة وترك عاشوراء وعن عبد الله انه قال دخل علیه الاشعث وهو یطعم فقال الیوم عاشوراء فقال کان یصام قبل ان ینزل رمضان فلما نزل رمضان ترك فادن فکل (عاشیہ صفحہ ۱۷۸) قال ابن الوردی وفی سنة اثنتین ایضاً فی رمضان غزوة بدر الکبری التی اظهر الله بها الدین وذلك انه قدم القریش قفل من الشام مع ابوسفیان بن حرب ومعه ثلاثون رجلاً فندب رسول الله صلی الله علیه وسلم الناس الیهم فبلغ اباسفیان فبعث واعلم قریشاً بمکة بذلك فخرج الناس من مکة سراعاً ولم یتخلف من الاشراف غیر ابی لهب وبعث مکانه العاص بن هشام وکانت عدتهم تسع مائة وخمسین رجلاً فیهم مائة فرس وخرج النبی صلعم من المدینة الثلاث خلون من رمضان منها ومعه ثلاث مائة وثلاثة عشر رجلاً منهم سبعة وسبعون من المهاجرین والباقون انصار وما فیهم سوی فارسین المقداد بن عمرو الکندی والزبیر بن العوام وقیل غیر الزبیر (الی ان قال) وبرز من المشرکین عتبة وشیبة ابنا ربیعة۔ والولید بن عتبة فامر صلعم ان یبارز عبیدة بن الحارث (بقیہ حاشیہ ص۳۵ پر)

اور حضرت حمزہ اور حضرت علی کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عبیدہ بن اور عتبہ میں حرب وضرب ہوئی تو عبیدہ کا ایک پیر کٹ گیا حضرت حمزہ اور حضرت علی عتبہ کو قتل کرکے عبیدہ کو اٹھا لائے اور وہ شہید ہوئے۔ اتنے میں باہم جنگ چھڑ گئی۔ رسول مقبول نے عریش سے باہر آکر مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا۔ اور تھوڑی کنکریاں قریش پر پھینک کر فرمایا۔ شاہت الوجوہ پھر اپنے اصحاب کو یکبارگی ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ کفار کو ہزیمت ہوئی اور عبداللہ بن مسعود ابوجہل کا سر پیغمبر خدا کے حضور میں لائے آنحضرت نے خدا کا سجدہ شکر ادا کیا۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جب ابولہب نے مکے میں یہ حال سنا تو مارے رنج کے سات دن کے اندر مر گیا بدر کی لڑائی میں ستر مشرک قتل اور اسیقدر قید ہوئے علاوہ مقتولین مذکورہ کے مشاہیر کفار میں سے جو لوگ قتل ہوئے ان میں سے حنظلہ بن ابوسفیان اور ابوعبیدہ ابن سعید اور نوفل (شیطان قریش) اور عمیر بن عثمان تیمی اور عبداللہ بن منذر اور عاص منبہ اور ابوالعاص بن قیس کو حضرت علی نے قتل کیا اور زمعہ بن اسود کو حضرت حمزہ اور حضرت علی نے ملکر تہ تیغ فرمایا اور ابوالبختری بن ہشام کو مجدر بن زیاد نے مارا اور مسعود بن امیہ کو حضرت حمزہ نے قتل کیا ونبیہ بن حجاج کو حضرت حمزہ اور سعد بن ابی وقاص نے ملکر مارا اور نبیہ بن حجاج کو ابوبشر انصاری نے قتل کیا اور اہل اسلام میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار کل چودہ ۱۴ آدمی شہید ہوئے پیغمبر صاحب تین دن میدان جنگ میں قیام فرمانے کے بعد وہاں سے واپس ہوئے اور جب موضع صفرا میں پہونچے تو حضرت علی کو نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط بن امیہ کے قتل کا حکم دیا اور حضرت علی نے ان دونوں کو فی النار کیا

(بقیہ حاشیہ ۳۴) شیبة وحمزة عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیبة وعلی رضی اللہ عنہ الولید وضرب کل واحد من عبیدة وعتبة صاحبہ وکر علی وحمزة علی عتبة فقتلاہ واحتملا عبیدة وقد قطعت رجلہ ثم مات وتزاحف القوم (الی ان قال) ثم خرج رسول اللہ من العریش یحرض الناس علی القتال واخذ حفنة من الحصباء ورمی بہا قریشا وقال شاہت الوجوہ وقال لاصحابہ شدوا علیہم فکانت الہزیمة (الی ان قال) وحمل عبد اللہ بن مسعود راس ابی جہل بن ہشام الی النبی فسجد النبی صلعم شکر اللہ تعالی لہ وفی تاریخ ابی الفدا جاء الخبر الی ابی لہب بمکة عن مصاب اہل البدر فلم یبق غیر سبع لیال فمات کمدا وکانت عدة قتلی بدر من المشرکین سبعین رجلا والاسری کذلک وفمن القتلی غیر من ذکرنا حنظلة بن ابی سفیان وعبیدة بن سعید قتلہ علی بن ابی طالب وزمعة بن الاسود قتلہ حمزة وعلی وابو البختری بن ہشام قتلہ المجدر بن زیاد ونوفل بن خویلد وکان من شیاطین قریش قتلہ علی بن ابیطالب وعمیر بن عثمان تیمی قتلہ علی ایضا ومسعود بن ابی امیة قتلہ حمزة وعبد اللہ بن المنذر (بقیہ حاشیہ ص ۳۵ پر)

کنز العمال[1] میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین کے نشان بردار طلحہ کو بھی حضرت علی نے ہی قتل کیا تھا اور ابن عباس سے مروی ہے کہ غزوہ بدر میں رسول مقبول کے علم بردار حضرت علی اور انصار کے نشان بردار سعد بن عبادہ تھے اور یحییٰ عامری[2] نے ریاض مستطابہ میں ذکر کیا ہے کہ ہر مشہد اور مقتل میں حضرت کا ایسا اثر عظیم ثابت ہوا ہے کہ شجاعت اور بہادرانہ جنگ کے متعلق اُن کے برابر اصحاب رسول میں سے کسی کا اثر معلوم نہیں ہوتا۔

تاریخ ابوالفدا[3] میں ہے کہ پھر غزوہ بنی قینقاع کا واقعہ پیش آیا اور مسلمانوں کو کافی غنیمت حاصل ہوئی اس کے بعد سویق اور قرقرہ کدر کے غزوات ہوئے اور اسی سنہ ۲ھ میں جناب فاطمہ بنت رسول اللہ کا عقد نکاح حضرت علی سے ہوا۔

طبرانی نے معجم کبیر[4] میں عبداللہ بن مسعود سے جناب رسول خدا کی یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ علی کا نکاح فاطمہ سے کر دوں۔ نیز طبرانی نے جابر سے آنحضرت کا یہ قول مبارک روایت کیا ہے کہ ہر نبی کی ذرّیت اس کے صلب میں قرار دی گئی اور میری ذریت علی بن ابی طالب کے صلب میں ودیعت کی گئی اور ریاض مستطابہ[5] میں ہے کہ جناب رسالتمآب نے سیدہ نساء عالمین کی تزویج حضرت علی کے ساتھ مخصوص فرما کر خبر دی کہ یہ تزویج حسب حکم ایزدی ہے اور پروردگار عالم نے اپنے نبی کی ذریت کو علی بن ابی طالب کے صلب میں ودیعت فرمایا اور مدارج النبوۃ[6] میں ہے کہ سنہ ۲ھ کے واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسی سال جناب فاطمہ کا عقد نکاح حضرت علی سے ہوا

(بقیہ حاشیہ ص۳۵) قتل علی بن ابی طالب و منبه بن الحجاج السهمی قتل ابو بشر الانصاری و نبیه العاص بن منبة قتله علی بن ابیطالب واخوه نبیه بن الحجاج اشترک فیه حمزة و سعد بن ابی وقاص وابو العاص بن قیس قتله علی بن ابیطالب (الی ان قال) واقام الرسول الله ببعرصة بدر ثلاث لیال و جمیع من استشهد من المسلمین اربعة عشر رجلاً ستة من المهاجرین وثمانیة من الانصار ولما وصل رسول الله الی الصفراء راجعا من بدر امر علیا فضرب عنق النضر بن حارث (الی ان قال) ثم امر بضرب عنق عتبة بن ابی معیط ابن امیه [1] وفی کنز العمال عن ابن عمر قال کان طلحة صاحب رای المشرکین یوم بدر فقتله علی بن ابیطالب مبارزة وعن ابن عباس قال کان لواء رسول الله صلعم یوم بدر مع علی ابن ابیطالب ولواء الانصار مع سعد بن عبادة [2] وفی الریاض المستطابة یحییٰ العامری وکان له الاثر العظیم فی کل مشهد حتی لا یعلم لاحد من الصحابة فی الشجاعة و مبالات الحروب ماله [3] قال ابو الفدا فی تاریخه ثم کانت غزوة بنی قینقاع من الیهود وغنم رسول الله والمسلمون جمیع اموالهم ثم کانت غزوة السویق ثم غزوة قرقرة الکدر وفی هذه السنة اثنتین تزوج علی بفاطمة بنت رسول الله صلعم [4] اخرج الطبرانی فی معجمه الکبیر عن ابن مسعود (بقیه حاشیه ص۳۷)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر تھا۔ ناگہاں آنحضرت پر آثار نزول وحی ظاہر ہوئے اور جب وہ حالت برطرف ہوئی تو آپ نے ارشاد کیا کہ اے انس اس وقت جبرئیل امین نے نازل ہو کر مجھے حق تعالیٰ کا یہ حکم پہونچایا کہ فاطمہ کا عقد نکاح علی سے کر دوں۔ نیز مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب رسول مقبول نے جناب فاطمہ کا عقد نکاح علی سے کر دیا تو گھر کے اندر تشریف لا کر جناب سیدہ سے پانی مانگا۔ حضرت فاطمہ نے پانی حاضر کیا۔ آنحضرت نے اپنا آب دہن اس پانی میں ڈالا اور فاطمہ زہرا کے سر و سینہ پر چھڑک کر فرمایا کہ خداوندا میں فاطمہ اور اس کی ذریت کو شیطان کے شر سے تیری پناہ میں سپرد کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے فاطمہ اپنی پیٹھ میری جانب کرو اور اس پانی کو ان کے دونوں شانوں کے درمیان چھڑک کر دعا کی کہ خداوندا میں نے فاطمہ اور اس کی ذریت کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں سونپا۔ اس کے بعد آنحضرت نے اور پانی طلب کر کے اس میں بھی آب دہن شریف ڈالا اور حضرت علی کے سر اور چہرے پر چھڑک کر فرمایا کہ خداوندا میں علی اور اس کی ذریت کو شر شیطان سے تیری پناہ میں سپرد کرتا ہوں۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت نے اس پانی پر معوذ تین دم کر کے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو پلایا اور وضو کرایا پھر دعا کی کہ پروردگار میرے یہ دونوں مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں الٰہی جس طرح تو نے مجھ سے پلیدی کو دور کر کے مجھے پاک کیا اسی طرح ان دونوں کو بھی پاک اور پاکیزہ کر۔ نیز فرمایا کہ الٰہی ان دونوں سے ذریت طیب و طاہر پیدا کر اور حضرت فاطمہ سے یہ بھی ارشاد کیا اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر دو شخصوں کو برگزیدہ کیا جن میں سے ایک تیرا باپ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمہ من علی وعن جابر قال قال رسول اللہ صلعم جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی بن ابیطالب ۱۲ وفی الریاض المستطابۃ یحییٰ العامری اختصہ (ای علی) بتزویج سیدۃ نساء العالمین واخبر ان ذلک بوحی من اللہ تعالیٰ وان اللہ جعل ذریۃ نبیہ فی صلبہ ۱۲ و در مدارج النبوۃ آمدہ کہ از وقائع سنۃ ثانیہ نکاح فاطمہ زہرا و علی مرتضیٰ است رضی اللہ عنہما و روایت میکند انس رضی اللہ عنہ کہ بودم من نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس در گرفت آنحضرت را حالتی کہ در میگرفت او را نزد وحی و ربودہ شد از خود پس ترک شادہ شد آنحالت بحال خود آمد فرمود یا انس آمد مرا جبرئیل علیہ السلام از نزد پروردگار عرش و گفت بدرستی خدائے تعالیٰ امر میکند ترا کہ تزویج کنی فاطمہ را با علی ۱۲ و نیز در مدارج النبوۃ ست کہ ذکر کردہ است جزری در حصن حصین صحیح بن حبان کہ چون تزویج کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی را با فاطمہ در آمد در خانہ و گفت فاطمہ را بیار مرا آبی پس گرفت قدح چوبین را و پر کرد آنرا آب پس گرفت آنحضرت آنرا و انداخت آب دہن مبارک خود را در وے و فرمودہ فاطمہ را پیش آ آمد فاطمہ پس پاشید آب را در میان سینہ شریف وے و بر سر مبارک وی و فرمود خداوندا من پناہ میدہم بتو او را و ذریت او را از شیطان راندہ شدہ پس گفت پشت کن اے فاطمہ بجانب من پس پشت کرد بجانب آنحضرت پس ریخت آنحضرت میان شانہائے او و فرمودہ خداوندا من پناہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵)

اور دوسرا تیرا شوہر۔

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ پھر سنہ ۳ھ شروع ہوا اور اسی سال ماہ رمضان المبارک میں حسن بن علی پیدا ہوئے۔ اور اصابہ[2] ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ حسن بن علی ابی طالب سبط نبی و ریحان مصطفوی کی ولادت وسط ماہ رمضان سنہ ۳ھ میں ہوئی اور سیوطی نے کتاب[3] اوائل میں ذکر کیا ہے کہ اولاً جن کے نام حسن اور حسین رکھے گئے وہ فرزندان جناب رسالتمآب ہیں (ان سے پہلے یہ نام کسی کے نہ تھے)

تاریخ خمیس[4] میں ہے کہ اسی سال ماہ شعبان میں وبقول بعض ۲۴ ماہ رمضان کو پیغمبر صاحب نے حضرت حفصہ بنت حضرت عمر سے تزویج فرمائی اور اس سے پہلے حضرت حفصہ حبیش بن خدافہ کی زوجیت میں تھیں اور مسند احمد[5] بن حنبل میں عاصم بن عمر سے مروی ہے کہ پیغمبر صاحب نے حضرت حفصہ سے نکاح کرنے کے بعد ان کو طلاق دیدیا تھا۔ مگر پھر رجوع فرمایا۔

ابن[6] ابوروی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اسی سال غزوہ احد پیش آیا جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ قریش کے تین ہزار آدمی مجتمع ہوئے جن میں سات سو زرہ پوش سپاہی اور دو سو سوار تھے چنانچہ یہ لشکر بسرگروہی ابوسفیان بن حرب مکے سے روانہ ہوا جس کے ساتھ ہند زوجہ ابوسفیان بھی مع چودہ[7] عورتوں کے دف بجاتی ہوئی اور کشتگان بدر کو روتی ہوئی چلیں۔ چوتھی شوال روز چہارشنبہ کو یہ لشکر ذوالحلیفہ میں پہونچکر مقیم ہوا جو مدینے کے روبرو واقع ہے۔ ادھر پیغمبر صاحب بھی ایک ہزار

(بقیہ حاشیہ ص۳۷) مید ہم ترا و اولاد و ذریت او را از شیطان رجیم باز فرمود آنحضرت بیارید مرا آب گفت علی و انستم آنچہ میخواہد آنحضرت پس ایستادم و پر کردم کاسہ را و آوردم آب را پس گرفت آنحضرت آن را و چیدا خت آب دہن در دے و گفت مرا پیش آ تا پیش آمدم پس انداخت آب را بر سر من و پیش روی من و فرمود اللهم انی اعیذہ بک و ذریتہ من الشیطان۔ ترجیحو پستر گفت دراۓ با اہل خود بسم اللہ و البرکۃ و در بعضی روایت آمدہ کہ آمد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم روز نکاح فاطمہ و علی بعد از عشا بسوۓ خانۂ ایشان پس برداشت ظرفی از آب دہن مبارک خود را و خواند معوذتین را و دعا کرد علی را کہ بیاشامد آن آب را و وضو کند بعد از آن امر کرد فاطمہ را کہ بیاشامد آن آب را و وضو کند از آں بستر گفت خداوندا ایں ہر دو ذات از من اند و من از ایشانم خداوندا چنانکہ دور کردی از من پلیدے را و پاک ساختے نا پاک گرداں ایں ہر دو را (و نیز فرمود) بیروں آر از ایشاں ذریت بسیار پاک از حضرت فاطمہ ایں ہم ارشاد کرد کہ برگزیدہ خداۓ تعالیٰ از زمین دو مرد را یکے از آں پدر تست و دیگری زوج تو (حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال

ابو الفدا ثم دخلت سنة ثلاث فيها في رمضان ولد الحسن ابن علی [2] و فی کتاب الاصابة لابن حجر العسقلانی ان الحسن بن علی بن ابی طالب سبط رسول اللہ و ریحانة ولد فی نصف شهر رمضان سنه ثلاث من الهجرة [3] و فی کتاب الاوائل للسیوطی اول من سمی بالحسن والحسین ولد رسول اللہ صلعم [4] قال فی تاریخ الخمیس و فی شعبان هذه السنة و قیل فی اربعة وعشرین من رمضان هذه السنة علی ما فی تاریخ الیافعی تزوج (بقیہ حاشیہ ص۳۹)

صحابہ کے ساتھ باہر نکلے اور درمیانِ مدینہ و احد صف آرا ہوئے۔

ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو) مشرکین کے نشان بردار طلحہ بن عثمان نے اپنی فوج سے نکل کر کہا کہ اے گروہ اصحاب محمد تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہاری تلواریں ہم کو دوزخ میں اور ہماری تلواریں تم کو جنت میں پہونچا دیتی ہیں۔ پس کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کو میری تلوار جنت میں پہونچا دے یا اس کی تلوار مجھے جہنم کو روانہ کرے۔ یہ سن کر علی بن ابی طالب نے بڑھ کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اُس کا پانوں کٹ گیا اور وہ گر پڑا اور اس کا تہ بند کھل گیا اُس نے حضرت علی کو قسم دی کہ اس کو قتل نہ کریں چنانچہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ رسول اللہ نے حال یہ مشاہدہ کر کے تکبیر کہی اور حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے اس نابنجار کو کیوں نہ مار ڈالا حضرت علی نے عرض کیا کہ جب اُس نے مجھے قسم دی تو میری حیا اس کے قتل سے مانع ہوئی۔ اتنے میں باہم جنگ چھڑ گئی اور حضرت حمزہ اور حضرت علی اور ابودجانۂ انصاری کچھ مسلمانوں کو ساتھ لیکر جماعت کفار میں گھس پڑے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور مشرکین کو شکست ہوئی اور ان کی عورتیں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئیں اور اہل اسلام لشکر کفار میں داخل ہو کر لوٹنے لگے۔

ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب مشرکین قریش کے پانوں اوکھڑ گئے تو لشکر اسلام کے تیر انداز لوٹ کی لالچ میں دوڑ پڑے اور اس جگہ سے ہٹ گئے جہاں رہنے کا پیغمبر صاحب نے اُن کو حکم دیا تھا۔ ناگہاں خالد بن ولید مع خیل مشرکین پیچھے سے آکر گروہ اسلام پر ٹوٹ پڑے اور کسی نے

(بقیہ حاشیہ ص۳۸) رسول اللہ صلعم حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہما وکانت قبلہ تحت جیش بن حذافہ ۵ھ واخرج احمد فی المسند عن عاصم بن عمر ان رسول اللہ صلعم طلق حفصۃ بنت عمر بن الخطاب ثم راجعہا ۱۲ قال ابن الوردی وکانت غزوۃ احد وذلک انہ اجتمع قریش ثلاثۃ آلاف فیہم سبعمائۃ دارع ومائتا فارس قائدہم ابوسفیان بن حرب ومعہ زوجتہ ھند واربع عشرۃ امرأۃ یضربن بالدفوف یبکین قتلی بدر وساروا من مکۃ حتی نزلوا ذا الحلیفۃ مقابل المدینۃ یوم الاربعا لاربع لیال مضین من شوال سنۃ ثلاث (الی ان قال) فخرج رسول اللہ صلعم فی الف من الصحابۃ وصار بین المدینۃ واحد (مانحن سوفیہ)

[۱] وفی الکامل لابن الاثیر الجزری خرج طلحۃ بن عثمان صاحب لواء المشرکین وقال یا معشر اصحاب محمد انکم تزعمون ان اللہ یعجلنا بسیوفکم الی النار ویعجلکم بسیوفنا الی الجنۃ فہل احد منکم یعجلہ سیفی الی الجنۃ او یعجلنی سیفہ الی النار فبرز الیہ علی بن ابی طالب فضربہ علی فقطع رجلہ فسقط وانکشفت عورتہ فناشدہ اللہ فترکہ فکبر رسول اللہ صلعم وقال لعلی ما منعک ان تجھز علیہ قال انہ ناشدنی اللہ والرحم (بقیہ حاشیہ ص۴۰ میں)

باواز بلند پکار کر کہا کہ (نعوذ باللہ) محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا اور تاریخ[لہ] کامل میں ہے کہ جب لشکر اسلام کے بعض تیر اندازوں نے دیکھا کہ کفار نے راہ فرار اختیار کی تو لوٹ کے قصد سے اُن کی جانب متوجہ ہو گئے صرف ایک گروہ اپنی جگہ پر قائم رہا جس کا یہ قول تھا کہ ہم رسول اللہ کے مطیع ہیں اپنی جگہ سے نہ ہٹینگے بس اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ تم میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا کے طالب ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو آخرت (یعنی اتباع امر رسول) کے خواستگار ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی میں ایسا نہ جانتا تھا کہ آنحضرت کے اصحاب میں سے کوئی شخص دنیا کا خواہشمند ہے۔ الغرض مورخ ابن اثیر لکھتا ہے کہ جب لشکر اسلام کے اکثر تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور تھوڑے لوگ باقی رہ گئے تو خالد بن ولید نے موقع پاکر اُن کو قتل کر ڈالا اور پیچھے آکر اصحاب نبی پر حملہ کر دیا یہ دیکھ کر مشرکین کو ایسی جرات ہوئی کہ وہ لشکر اسلام پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور نوبت بانجا رسید کہ اُنھوں نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر کے لشکر اسلام کو شکست دی اور ان کا علم جو نشان برداروں کے مقتول ہو جانے سے پڑا ہوا تھا اس کو عمرہ بنت علقمہ نے اوٹھا کر بلند کیا جس کے گرد کفار قریش جمع ہو گئے۔ پھر بنی عبد الدار کے ایک غلام نے جس کا نام صواب تھا اُس علم کو عمرہ سے لے کر بلند کیا لیکن وہ اسی وقت قتل کیا گیا راوی کا بیان ہے کہ کفار کے سب نشان برداروں کو حضرت علی نے قتل کیا تھا اور جب کفار کے نشان بردار مقتول ہو کر فی النار ہو چکے تو پیغمبر صاحب نے مشرکین کی ایک جماعت کو دیکھ کر حضرت علی سے فرمایا کہ ان پر

(بقیہ حاشیہ صہ ۳۹) فاستحییت منه (الی ان قال) واقتتل الناس قتالا شدیدا وامعن فی الناس حمزة وعلی وابو دجانة فی رجال من المسلمین وانزل الله نصرہ علی المسلمین وکانت الهزیمة علی المشرکین وهرب النساء مصعدات علی الجبل ودخل المسلمون عسکرهم ینهبون [۲] قال ابن الوردی انهزم المشرکون فطمعت الرماة فی الغنیمة وفارقوا مکانهم الذی امرهم النبی صلعم به فاتی خالد مع خیل المشرکین من خلف ووقع الصارخ ان محمدا قتل وانکشف المسلمون [لہ] (حاشیہ سطر اول) وفی الکامل لابن الاثیر فلما نظر بعض الرماة الی العسکر حین انکشف الکفار عنه اقبلوا یریدون النهب وثبتت طائفة وقالوا نطیع رسول الله ونثبت مکاننا فانزل الله منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرة یعنی اتباع امر رسول الله صلعم قال ابن مسعود ما علمت ان احدا من اصحاب رسول الله صلعم یرید الدنیا حتی نزلت الآیة فلما فارق بعض الرماة مکانهم رای خالد بن ولید قلة من بقی من الرماة فحمل علیهم فقتلهم وحمل علی اصحاب النبی صلعم من خلفهم فلما رای المشرکون خیلهم تقاتل (بقیہ حاشیہ صہ ۴۱ پر)

حملہ کرو۔ حضرت علی نے حملہ کر کے ان میں سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو منتشر کر دیا اتنے میں آنحضرت نے ایک اور گروہ کو دیکھ کر حضرت علی کو ان پر حملے کا حکم دیا حضرت علی نے ان میں سے بھی اکثر کو قتل کیا اور بعضوں کو متفرق کر دیا۔ یہ حال مشاہدہ کر کے جبرئیل امین نے آنحضرت سے عرض کیا کہ دیکھئے۔ ہمدردی یہ ہے رسول مقبول نے فرمایا کہ کیوں نہ ہو علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں جبرئیل نے کہا کہ اور میں تم دونوں سے ہوں۔ ناگاہ لوگوں نے یہ آواز غیب سے سنی کہ لاسیف الا ذوالفقار لا فتیٰ الا علی۔ یعنی نہیں ہے کوئی تلوار سوا ذوالفقار کے اور نہیں ہے کوئی جوانمرد سوا علی کے اور مدارج النبوۃ[له] محدث دہلوی میں ہے کہ غزوہ احد میں لشکر مخالف نے ایسی شدید جنگ کی کہ مسلمان رسول مقبول کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اس وقت بوجہ شدت غضب آنحضرت کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپک رہا تھا ناگہاں آپ کی نظر حضرت علی پر پڑی جو آپ کے پہلوئے مبارک میں کھڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت نے ان سے کہا کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے حضرت علی نے عرض کیا کہ کیا ایمان کے بعد کافر ہو جاؤں میں تو حضور کا فرمانبردار ہوں۔ مجھ کو یاران مفرور سے کیا سروکار اس اثنا میں پیغمبر صاحب کی جانب کفار کی ایک جماعت نے رخ کیا آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی یہ وقت نصرت کا ہے اس گروہ کے شر سے مجھ کو بچا کر حق خدمت ادا کر دیو سنتے ہی حضرت علی نے مشرکین کا ایسا قلع قمع کیا کہ ان کی جماعت کثیر داخل جہنم ہوئی اور باقیماندہ تتر بتر ہو گئے مروی ہے کہ اس دن حضرت علی کے بدن پر سولہ زخم لگے جن میں چار زخم ایسے کاری تھے کہ ہر زخم کے پہونچنے پر وہ گھوڑے سے زمین پر گری اور ہر چہار بار جبرئیل علیہ السلام نے اُن کو زمین سے اُٹھا کر گھوڑے پر سوار کیا اور

(بقیہ حاشیہ ص۲۰) تبادروا فشدوا علی المسلمین فھزموھم وقتلوھم وقد کان المسلمون قتلوا اصحاب اللواء فبقی مطروحا لا ید نوا منہ احد فاخذتہ عمرتہ بنت علقمۃ فرفعتہ فاجتمعت قریش حولہ واخذہ صواب فقتل علیہ وکان الذی قتل اصحاب اللواء علی فلما قتلھم ابصر النبی صلعم جماعۃ من المشرکین فقال لعلی حمل علیھم ففرقھم وقتل فیھم ثم ابصر جماعۃ اخری فقال لہ احمل علیھم ففرقھم وقتل فیھم فقال جبرئیل یارسول اللہ ھذہ المواساۃ فقال رسول اللہ صلعم انہ منی وانا منہ وانا منکما قال فسمعوا صوتۃ لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی

حاشیہ صفحہ ہذا
له شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مدارج النبوۃ نقل فرمودہ کہ در روز احد از گروہ مخالف چناں پیکار شدید واقع شد کہ مسلمان رو بہ ہزیمت آوردند حضرت رسول صلعم را تنہا گذاشتند حضرت در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت دران حالت نظر کرد علی بن ابی طالب را بر پہلوئے مبارکش ایستادہ است فرمود کہ تو چرا بہ برادران خود ملحق نگشتی یعنی فرار نکردی علی گفت اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ یعنی آیا کافر شوم بعد از ایمان بہ تحقیق کہ مرا بہ تو اقتدا است با یاران مفرور چہ سروکار باشد درین اثنا جمعے از کفار متوجہ آنحضرت (بقیہ حاشیہ ص۲۲ پر)

کہا کہ اے علی خوب جنگ کرو کہ خدا اور رسول تم سے راضی ہیں بعدہ جبرئیل امین نے حضرت علی کی جانفشانی کا حال پیغمبر صاحب کے حضور میں عرض کیا آنحضرت نے فرمایا کہ علی کیوں نہ جانفشانی کرے کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں جبرئیل نے کہا کہ اور میں آپ دونوں سے ہوں منقول ہے کہ اسی جنگ میں رضوان جنت حضرت علی کی منقبت میں یہ ندا دے رہا تھا کہ لاسیف الا ذوالفقار ولا فتیٰ الا علی الکرار (نیز محدث موصوف کتاب مذکور میں لکھتے ہیں کہ) اور مزید یقین قصہ ناد علیا مظہر العجائب کا وقوع بھی اسی معرکہ میں ہوا۔

مستدرک حاکم اور قرۃ العینین شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت ابوبکر نے کہ جب بروز جنگ احد لوگ رسول مقبول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئے تو ان میں سے اول میں رسول اللہ کی خدمت میں واپس آیا اور میری نگاہ دور سے آنحضرت پر پڑی پھر ایک شخص نے پیچھے سے آکر مجھے دبایا جو پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہونا چاہتا تھا میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ اور تفسیر درمنثور سیوطیؒ تفسیر ابن جریر میں مروی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ جب جنگ احد میں کافروں نے مسلمانوں کو شکست دی تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس وقت میری یہ حالت تھی کہ پہاڑی بکری کی طرح کودتا پھرتا تھا اور فخر رازی تفسیر کبیرؒ میں فرماتے ہیں کہ گریز کرنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے مگر وہ ابتدا میں نہیں بھاگے اور دور نہیں گئے بلکہ بھاگ کر پہاڑی پر رکے رہے نیز گریز کرنے والوں میں حضرت عثمان بھی تھے جو سعد اور عقبہ کے ساتھ دور تک بھاگ گئے اور تین دن کے بعد واپس تشریف لائے اور ابن اثیر جزریؒ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) صلعم شدند آنحضرت بخود اے علی مرا ازیں جمع نگاہ دار و حق خدمت بجا آر کہ وقت نصرت است پس علی متوجہ آں قوم شد و چناں قلع و قمع نمود کہ جمع کثیر بہ دوزخ رفتند و باقی ماندگان متفرق گشتند مے گویند کہ دراں روز شانزدہ زخمہا بر تن مبارک جناب امیر رسیدند از آنجملہ چہار زخم بسیار کاری بودند کہ بوقت رسیدن ہر زخم جناب امیر از فرش زمین بر زمین آمدند و ہر چہار بار جبرئیل علیہ السلام وے را برداشت و سوار میکرد و می گفت کہ ای علے جنگ کن کہ خدا و رسول خدا از تو خوشنود ہستند و چوں ایں حال جانفشانی علی مرتضےٰ جبرئیل امین بہ حضور ختم المرسلین رسانید آنحضرت فرمود کہ علی چرا جانفشانی نہ نماید کہ وے از من است و من از وے و جبرئیل گفت من از شما و علی ہر دو ہستم و منقول است کہ در ہمیں جنگ رضوان بہ منقبت علی مرتضےٰ میخواند لاسیف الا ذوالفقار ولا فتیٰ الا علی الکرار (نیز محدث موصوف در کتاب مذکورہ گفتہ کہ) و بمزید یقین قصہ ناد علیا مظہر العجائب ہم دریں معرکہ کہ واقع شدہ باشد (احادیث صفحہ ۲۰) کہ فی المستدرک للحاکم و قرۃ العینین لشاہ ولی اللہ الدھلوی عن عائشۃ قالت قال ابوبکر الصدیق لما جال الناس عن رسول اللہ صلعم یوم احد کنت اول من فاء الیہ فبصرت بہ من بعد فاذا انا برجل اعتنقنی من خلفی یرید رسول اللہ صلعم فاذا ھو ابوعبیدۃ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳)

تاریخ کامل میں ذکر کیا ہے کہ ہزیمت یافتہ اور مفرور مسلمانوں نے جس میں حضرت عثمان بھی تھے موضع اعوص پہونچ کر دم لیا اور وہاں سے تین دن کے بعد رسول مقبول کی خدمت میں واپس آئے جن کو دیکھتے ہی آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بھاگنے میں خوب لمبی تانی اور مدارج النبوۃ[۱] میں ہے کہ اس وقت اصحاب کے چار گروہ ہوگئے تھے ایک گروہ تو کافروں سے لڑا یا لڑ کر شہید ہوا اور ایک گروہ بھاگ کر پہاڑ کے گوشوں اور دامنوں میں جا چھپا اور گروہ ایسا بھاگا کہ اس نے شہر میں پہونچ کر قرار لیا اسی گروہ میں حضرت عثمان بھی تھے۔

ابن[۲] الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جنگ احد میں ستر اہل اسلام اور اٹھائیس مشرک قتل ہوئے اور عتبۃ بن ابی وقاص برادر سعد بن ابی وقاص نے پیغمبر صاحب کو ایسا پتھر مارا کہ آنحضرت کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور ہونٹھ پھٹ گئے اور تاریخ[۳] کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب پیغمبر صاحب زخمی ہوئے تو حضرت علی ڈھال میں پانی لے جا کر زخم دھونے لگے مگر خون بند نہ ہوا۔ یہ حال سن کر حضرت فاطمہ تشریف لائیں اور پدر بزرگوار کے گلے میں ہاتھ ڈال کر رونے لگیں پھر انھوں نے بوریا جلا کر اس کی خاکستر زخم پر لگائی جس سے خون بند ہوگیا۔ مورخ[۴] ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ اسی جنگ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مقتول ہوئے اور ان کی جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نام نے قتل کیا جسکو اسی کے اجر میں غلامی سے آزاد کئے جانے کا امیدوار کیا گیا تھا چنانچہ جس وقت حضرت حمزہ سباع بن عبد العزیٰ سے قتال کر رہے تھے وحشی نے موقع پا کر دھوکے میں اچانک اُن پر نیزے کا وار کیا جس کی ضرب سے وہ شہید ہوئے اور تاریخ کامل[۵] ابن اثیر جزری میں ہے کہ حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) بن الجراح ؎۲ و فی الدر المنثور للسیوطی و التفسیر الکبیر لابن جریر قال عمر رضی اللہ عنہ لما کان یوم احد ھزمناھم ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رأیتنی انزو کانّنی اروی ؎۳ و فی تفسیر الکبیر للفخر الرازی و من المنھزمین عمر رضی اللہ عنہ الا انہ لم یکن فی اوائل المنھزمین و لم یبعد بل اثبت علی الجبل و منھم ایضاً عثمان رضی اللہ عنہ انھزم مع رجلین یقال لھما سعد و عقبۃ انھزموا حتی ابعدوا ثم رجعوا بعد ثلاثۃ ایام ؎۴ و قال ابن الاثیر الجزری فی الکامل و انتھت الھزیمۃ بجماعۃ من المسلمین فیھم عثمان بن عفان و غیرہ الی الاعوص فاقاموا بہ ثلاثاً ثم اتوا النبی صلعم فقال لھم حین راٰھم لقد ذھبتم فیھا عریضۃ ؎۵ و در مدارج النبوۃ است کہ اصحاب (حاشیہ صفحہ ہذا) آں حین بر چہار قسم شد جمعے جنگ کردند یا شہید شدند و گروہے گریختند و در نواحی و شعاب جبل مختفی گشتند و بعضے بشہر رفتند و قرار گرفتند و عثمان بن عفان از انجملہ بود ؎۶ قال ابن الوردی فقتل من المسلمین سبعون و من المشرکین ثمان و عشرون و اصابت حجارۃ المشرکین رسول اللہ صلعم حتی وقع و اصیبت رباعیتہ و شج وجھہ و کلمت شفتہ و الذی اصابہ عتبۃ بن ابی وقاص اخو سعد ؎۷ و قال (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳)

حمزہ شہید ہوئے تو ہند زوجۂ ابو سفیان اور ان کے ساتھ والی عورتوں نے حمزہ علیہ السلام اور دیگر شہدائے اسلام کو مثلہ کیا اور ہند نے شہیدوں کے کان اور ناک بطور زیور پہن کر اپنے بدن کے زیور وحشی کو انعام میں دیدیئے نیز حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر کھانا چاہا مگر نگل نہ سکی تو چبا کر اوگل دیا اور ابن سعد نے طبقات میں روایت کی ہے کہ جب یہ خبر رسول مقبول کو پہونچی تو آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ نے حمزہ کا گوشت ہمیشہ کے لئے نار پر حرام کر رہا ہے مورخ ابن الوردی لکھتا ہے کہ پھر مشرکین قریش مکے کو چلے گئے اور پیغمبر صاحب نے حضرت حمزہ کو ڈھونڈھا تو اونہیں شکم بریدہ اور مثلہ پاکر فرط غضب سے فرمایا کہ اگر مجھے غلبہ حاصل ہوا تو حمزہ کے عوض میں قریش کے تیس آدمیوں کو مثلہ کروں گا۔ نیز ارشاد کیا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ حمزہ کا نام اہل سماوات بن اسد اللہ و اسد رسول لکھا گیا ہے بعد ازاں رسول مقبول نے حضرت حمزہ کو اپنی چادر مبارک کا کفن دے کر ان کے جنازے کی نماز سات تکبیروں کے ساتھ پڑھی پھر دیگر شہدا کو حضرت حمزہ کے پاس لاکر ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور ان میں سے ہرایک کے ساتھ حمزہ پر بھی مکرر نماز پڑھی حتی کہ حضرت حمزہ پر سب ملاکر بہتر نمازیں پڑھی گئیں تب وہ مدفون ہوئے علامہ ابو الفدا لکھتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے اپنے اعزائے مقتول کو لیجا کر مدینہ منورہ میں دفن کیا جب پیغمبر صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ نے لوگوں کو اس بات سے روکا اور فرمایا کہ جو جہاں شہید ہوا ہے اسکو وہیں دفن کرو۔

بقیہ حاشیہ ۷۶ ابن الاثیر فی الکامل واما جرح رسول اللہ فجعل علی یغسل الدم عنه والدم لا یسیل من شیر اس ویغسله فلم ینقطع الدم فاتت فاطمه وجعلت تعانقه وتبکی واحرقت حصیرا وجعلت علی الجرح من رماده فانقطع الدم ۷۳ قال ابن خلدون فی تاریخه وقتل حمزة عم النبی صلعم قتله وحشی مولی جبیر بن مطعم وکان قد جاعله علی ذلک لحنقة فرآه یبادر سباع بن عبد العزی فرماه بحربة من حیث لا یشعر فقتله ۵ وقال ابن الاثیر الجزری فی الکامل ووقعت هند وصواحباتها علی القتلی یمثلن بهم واتخذت هند من آذان الرجال وانافهم خدما وقلائد واعطت خدمها وقلائدها وحشیا وبقرت کبد حمزة فلاکتها فلم تستطع ان تسیغها فلفظتها ۱۲ وقال ابن سعد فی الطبقات فبلغ ذلک رسول اللہ صلعم فقال ان اللہ قد حرم علی النار ان تذوق من لحم حمزة شیئا ابدا ۱۲ قال ابن الوردی ثم سار المشرکون الی مکة فالتمس صلعم حمزة فوجده وقد بقر بطنه وجدع انفه واذناه فقال لئن اظهرنی اللہ علی قریش لامثلن بثلاثین منهم ثم قال جاءنی جبرئیل فاخبرنی ان حمزة مکتوب فی اهل السموات السبع حمزة بن عبد المطلب اسد اللہ و اسد رسوله ثم امر بحمزة فسجی ببردة ثم صلی علیه فکبر سبعا ثم اتی بالقتلی بقیہ حاشیہ ۷۸ پر

موطائے مالک میں ابونضر سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب نے شہدائے اُحد کے حق میں فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جن کے کمال ایمان پر میں گواہی دوں گا حضرت ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی یعنی مثل ان کے نہیں ہیں جسطرح وہ اسلام لائے ہم بھی اسلام لائے اور جس طرح اونہوں نے جہاد کیا ہم نے بھی جہاد کیا آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں کیوں نہیں جانتا کہ تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر صاحب نے مصعب بن عمیر شہید جنگ احد کی قبر پر کھڑے ہو کر آیۂ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ تلاوت فرمائی اور کہا کہ خداوندا تیرا بندہ اور نبی تیرا گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ تیری راہ میں شہید ہوئے اور فرمایا کہ زیارت کرو شہدائے احد کی اور سلام کرو ان پر کہ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں جو شخص اُن پر سلام عرض کرے گا اس کا وہ جواب دیں گے بعد ازاں دوسرے شہداء کے قبور پر تشریف لیجا کر آنحضرت نے ارشاد کیا کہ یہ میرے وہ اصحاب ہیں جن کے کمال ایمان کی میں بروز قیامت گواہی دوں گا یہ سُن کر حضرت ابوبکر بولے کہ یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے اصحاب نہیں ہیں۔ رسول مقبول نے فرمایا کہ ہاں تم میرے اصحاب ہو لیکن میں نہیں جانتا کہ میرے بعد کیا کروگے تاریخ کامل[۱] میں ہے کہ پھر پیغمبر صاحب نے بروز شنبہ بجانب مدینہ مراجعت فرمائی۔ اور ابن سعد[۲] نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ نے مدینے پہونچکر زنان بنی عبدالاشہل کا رونا سُنا جو کہ اپنے مقتولین کو رو رہی تھیں تو فرمایا افسوس حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں ہے یہ سُن کر سعد ابن معاذ صحابی زنان بنی عبدالاشہل کے پاس گئے اور ان کو در دولت نبوی پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) یوصعون الی حمزۃ فیصلے علیھم و علیہ معھم حتے صلی علیہ ثنتین و سبعین صلوٰۃ ثم امر بحمزۃ فدفن ۱۲ قال ابو الفدا واحتمل ناس من المسلمین قتلاھم الی المدینۃ فدفنوھم بہا ثم نھی رسول اللہ صلعم عن ذلک وقال ادفنوھم حیث صرعوا[۱] (حاشیہ صفحہ ھذا) اخرج مالک فی الموطا عن ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ انہ بلغہ ان رسول اللہ صلعم قال لشہداء احد ھؤلاء اشھد علیھم فقال ابوبکر الصدیق یا رسول اللہ السنا باخوانھم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال رسول اللہ بلیٰ ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی ۱۲ ومحدث دہلوی در جذب القلوب فرمودہ کہ در خبر است کہ آنحضرت بر مصعب بن عمیر کہ از شہدائے احد است بایستاد وایں آیت خواند من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ الآیۃ وفرمود اللھم ان عبدک ونبیک یشھد ان ھؤلاء شھداء و فرمود کہ بیائید بر شہدائے احد و سلام کنید برایشان تا آسمان و زمین برپا است ہر کہ برایشان سلام کند رد سلام وے بروے بکنند۔ بعد ازاں جائے دیگر بر سر شہدائے دیگر ایستادہ و فرمود اینہا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶ پر)

لائے چنانچہ اونھوں نے وہاں آکر حضرت حمزہ پر نوحہ و بکا کیا جسے سُن کر پیغمبر صاحب نے ان عورتوں کے لئے دعائے خیر کی ان کو انکے گھروں کی جانب واپس فرمایا پس اس کے بعد انصار کی عورتوں میں سے کوئی ایسی نہ تھی جو بغیر حضرت حمزہ پر نوحہ کئے ہوئے اپنے میت کے لئے روتی نیز ابن سعد نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جب معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں بمقام احد نہر جاری کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے اعمال نے لکھا کہ نہر کا نکلنا غیر ممکن ہے جب تک کہ شہداء کے قبور پر سے نہ نکالی جائے اس کے جواب میں معاویہ نے لکھا کہ اچھا قبروں کو کھود ڈالو۔ اس حکم سے یہ حالت دیکھی گئی کہ لوگ مردوں کو قبروں سے نکال کر اپنے کندھوں پر لادے لئے جاتے تھے اور وہ مردے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا سو رہے ہیں پس اسی اثنا میں جبکہ قبریں کھودی جارہی تھیں ایک کدال حضرت حمزہ کے پائے مبارک میں لگی جس سے خون تازہ جاری ہوا۔ محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بحوالہ کتاب شفاء السقام سبکی لکھا ہے کہ جب معاویہ نے نہر جاری کرنا چاہا تو حکم دیا کہ شہدائے احد قبور سے نکال کر دوسری جگہ دفن کئے جائیں ناگہاں ایک کدال حضرت حمزہ کے قدم مبارک میں لگی اور اس سے خون جاری ہوا اور جب نہر کھودی جانے لگی تو معاویہ کے عامل نے مدینۂ منورہ میں منادی کرادی کہ امیر المومنین کی نہر نکلتی ہے جس کا مردہ ہو وہ اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جائے

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ پھر سنہ ۴ھ شروع ہوا اور تاریخ خمیس میں ہے کہ اسی سال غزوۂ بنی النضیر کا واقعہ پیش آیا۔ اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ اسی سال فاطمہ بنت اسد بن ہاشم والدۂ امیر المومنین علی نے وفات پائی ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ابو طالب کے بعد فاطمہ بنت اسد کے سوا میرا کوئی خیر اندیش نہ تھا میں نے اپنا پیرہن اسی لئے انکو پہنایا کہ حلہائے بہشت انکو نصیب ہوں اور انکے قبر میں اسی لئے لیٹا

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اصحاب من اند کہ روز قیامت برایشاں گواہی دہم ابوبکر صدیق گفت یا رسول خدا ما نہ اصحاب تو ایم فرمود بے شمار اصحاب من اید لیکن ندانم کہ شما از من چہ کنید ۲ قال ابن الاثیر فی الکامل وکان رجوعہ صلعم الی المدینۃ یوم السبت ۱۲ واخرج ابن سعد فی الطبقات سمع رسول اللہ صلعم البکاء فی بنی عبد الاشہل علی قتلاھم فقال رسول اللہ صلعم لکن حمزۃ لا بواکی لہ فسمع ذلک سعد بن معاذ فرجع الی نساء بنی عبد الاشہل فساقھن الی باب رسول اللہ صلعم فبکین علی حمزۃ فسمع ذلک رسول اللہ صلعم فدعا لھن وردھن فلم تبک امراۃ من الانصار بعد ذلک علی میت الا بدات بالبکاء علی (حاشیہ صفحہ ہذا) حمزۃ ثم بکت علی میتھا ۱ه واخرج ایضا عن جابر بن عبد اللہ قال لما اراد معاویۃ ان یجری عینہ التی باحد کتبوا الیہ انا لا نستطیع ان نجریھا الا علی قبور الشھداء فکتب انبشوھم قال فرایتھم یحملون علی اعناق الرجال کانھم قوم نیام واصابت المسحاۃ طرف رجل حمزۃ بن عبد المطلب فانبعثت دما ۱ه ۲ نیز شیخ عبد الحق محدث دہلوی در جذب القلوب نوشتہ کہ امام تاج الدین سبکی در کتاب شفاء السقام آوردہ کہ چوں معاویہ [illegible] استنباط عین کرد امر کرد بنقل شہداء از مواضع قبور ایشاں حتی تیمم [illegible] سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب [illegible] خون ازوے سائل شد و آوردہ اند کہ [illegible] در مدینہ منادی کردند کہ عین امیر المومنین معاویہ برآوردہ باشد بیاید [illegible] نقل کند ۱ه ۳ قال ابن الوردی ثم دخلت سنۃ اربع ۱۲ وقال الدیاربکری فی الخمیس فی ھذہ السنۃ وقعت غزوۃ بنی النضیر ۵ و در مدارج النبوۃ است کہ ہم دریں سال در سنہ ۴ھ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم والدۂ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما وفات یافت ۴۴

۴۴ وروی ابن قانع [illegible] روایت ابن عباس [illegible] آنحضرت فرمود [illegible] ابو طالب [illegible] پوشانیدم تا حلہائے بہشت نصیب گردد [illegible]

کربلائے قبر سے ان کو نجات ہو نیز انس بن مالک کی روایت میں ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آنحضرت تشریف لائے اور ان کے بالین پر بیٹھ کر فرمایا کہ اے میری ماں بعد از ماں ان کی بہت مدح وثنا کی اور اپنے پیراہن مبارک کو ان کا کفن بنایا۔

اور تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ اسی سال امام حسین کی ولادت باسعادت ہوئی اور روضۃ[2] الاحباب میں ہے کہ سوا حسین بن علی اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے کوئی بچہ ششماہہ پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا اور علامہ صدیق حسن خاں فرع[3] النامی میں لکھتے ہیں کہ امام حسین ابوالائمہ ہیں اور انکا لقب سید وشہید ہے نیز ملا جامی شواہد النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ امام حسین کی کینت ابوالائمہ ہیں اور انکا لقب مبارک شہید ہے اور حج الکرامہ[4] صدیق حسن خاں میں ہے کہ رسول مقبول نے امام حسین کی خبر شہادت چند سال پیشتر دی تھی اور ان کے قاتلوں پر لعنت ونفرین فرمائی۔ شاہ عبدالعزیز[5] صاحب دہلوی کتاب سر الشہادتین میں لکھتے ہیں کہ شہادت امام حسین کی پیشگوئی میں جناب رسالت آب کی حدیثیں مشہور اور متواتر ہیں جس کا حال آنحضرت کو بذریعہ وحی معلوم ہوا تھا از انجملہ وہ حدیث ہے جسکو ابن سعد اور طبرانی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد زمین طف میں قتل کیا جائیگا اور یہ مٹی مجھے دے کر بتایا کہ حسین کے مشہد کی خاک ہے۔ نیز وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد اور حاکم نے ام الفضل بنت حارث سے روایت کیا ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ میرے پاس جبرئیل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے فرزند حسین کو قتل کرے گی اور مجھے تھوڑی سرخ مٹی اس زمین کی دی جہاں وہ شہید ہونگے اور احمد[6] بن حنبل نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جو پیشتر کبھی نہ آیا تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین قتل کیا جائیگا اگر آپ کہیں تو اس زمین کی مٹی آپ کو دکھاؤں جہاں یہ مقتول ہوگا۔ پھر تھوڑی

---

[1] وقال ابوالفدا فی تاریخہ فی ھذہ السنۃ ولد الحسین بن علی رضی اللہ عنہما [2] ودر روضۃ الاحباب منقول است کہ ہیچ فرزند شش ماہہ متولد نشدہ است کہ زیستہ باشد مگر حسین بن علی ویحییٰ بن زکریا علیہم السلام [3] علامہ صدیق حسن در فرع النامی نوشتہ کہ وے ابوالائمہ است لقب سید وشہید باشد ونیز ملا جامی در شواہد النبوۃ فرمودہ کہ کنیت وے ابوعبداللہ ولقب وے شہید [4] ودر حج الکرامہ علامہ صدیق حسن خاں است کہ خبر شہادت حسین علیہ السلام پیش از آں بچند سال آنحضرت صلعم دادہ بود وبرقاتلان وے لعنت ونفرین کردہ [5] قال العلامۃ عبدالعزیز الدہلوی فی سر الشہادتین اما اخبار النبی صلعم اما الواقعۃ الہائلۃ من جہۃ الوحی فمشہور ومتواتر من ذلک ما اخرجہ ابن سعد ابن ابی عن عائشۃ ان النبی صلعم قال اخبرنی جبرئیل ان ابنی الحسین یقتل بعدی بارض طف جاءنی بہذہ التربۃ فاخبرنی انہا مضجعہ ومنہ ما اخرجہ ابوداؤد والحاکم عن ام الفضل بنت الحارث ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا یعنی الحسین واتانی بتربۃ من تربۃ حمراء [6] واخرج (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ پر)

مٹی نکال کر مجھ کو دی اور بغویؒ نے معجم میں انس سے روایت کی ہے کہ فرشتہ موکل باران بحصول اجازت
جناب رسالتمآب کی زیارت کو حاضر ہوا جبکہ آنحضرت ام سلمہ کے گھر میں تھے چنانچہ آپ نے ام سلمہ سے
کہا کہ دروازے سے خبرداری رہو کوئی آنے نہ پائے لیکن اسی اثنا میں امام حسین یزور اندر چلے آئے
اور رسول اللہ کو لپٹ گئے آنحضرت نے ان کو گود میں لیکر پیار کرنا شروع کیا اس فرشتہ نے عرض
کیا کہ آپ ان کو بہت پیار کرتے ہیں ۔ ارشاد کیا کہ ہاں ۔ فرشتے نے کہا عنقریب آپ کی امت اس
فرزند کو قتل کرے گی ۔ اگر آپ چاہیں تو وہ مقام آپ کو دکھادوں جہاں یہ قتل ہوں گے یہ کہہ کر اس
نے سرخ مٹی آنحضرت کو دکھائی اور ام سلمہ نے وہ مٹی آپ سے لیکر اپنے کپڑے میں باندھ لی پس
ہم اسی زمانے سے سنا کرتے تھے کہ حسین کربلا میں شہید ہوں گے ۔ اس حدیث کو ابو حاتم اور بیہقی
اور ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے اورؒ حاکم اور بیہقی نے ام الفضل سے روایت کی ہے کہ میں ایک
دن حسین کو لے کر رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور ان کو آنحضرت کی گود میں دیدیا اتنے میں میں
نے دیکھا کہ آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ام الفضل مجھے
جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میری امت اس فرزند کو شہید کرے گی اور اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی
مجھے دی اور ابونعیم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ حسن اور حسین میرے گھر میں کھیل رہے تھے ۔
ناگہاں حضرت جبرئیل نے نازل ہو کر رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی امت آپ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷) احمد ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال لقد دخل علی البیت ملک لم یدخل علی قبلها فقال
لی ان ابنک هذا یعنی حسین مقتول وان شئت اریتک من تربة الارض التی یقتل بها فاخرج تربة حمراء
[1] واخرج تربة فی معجمه من حدیث انس رضی اللہ تعالی عنه قال استاذن ملک المطر ویه
ان یزور النبی صلی اللہ علیه و آلہ وسلم فاذن له والنبی فی بیت ام سلمه فقال لام سلمة احفظی
علینا الباب لا یدخل احد فبینا هی علی الباب اذ دخل الحسین علیه السلام فاقتحم فوثب
علی رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہ وسلم فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہ وسلم
یلثمه ویقبله فقال له الملک اتحبه قال نعم قال ان امتک ستقتله وان شئت
اریتک المکان الذی یقتل فیه فاراه ترابا احمر فاخذته ام سلمة
فجعلته فی ثوبها فکنا نسمع انه یقتل بکربلاء واخرجه ایضا ابو حاتم
فی صحیحة والبیهقی وابونعیم واخرج الحاکم والبیهقی عن ام الفضل بنت الحارث قالت
دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہ وسلم یوما بالحسین فوضعته فی حجرة ثم حانت
منی التفاتة فاذا عینا رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہ وسلم تهریقان الدموع فقال
اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی تقتل ابنی هذا واتانی بتربة من تربة حمراء (بقیہ حاشیہ

فرزند حسینؑ کو آپ کے بعد قتل کرے گا پھر تھوڑی مٹی آنحضرت کو دی جسے سونگھ کر آپ نے فرمایا کہ اس سے کرب وبلا کی بو آتی ہے اور ارشاد کیا اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھنا کہ میرا بیٹا حسین شہید ہوا۔ ام سلمہ نے اس مٹی کو شیشے میں رکھ لیا اور ابن اسکینؒ اور بغوی اور ابو نعیم نے انس بن حارث سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میرا فرزند حسین اس سرزمین پر شہید ہوگا جس کو کربلا کہتے ہیں پس اس وقت تم میں سے جو شخص موجود ہو حسین کی نصرت کرے۔ ابن راہویہؒ و بیہقی و ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب رسالتمآب سو رہے تھے۔ دفعۃً جاگ پڑے تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت بہت غمگین تھے اور آپ کے دست مبارک میں سُرخ مٹی تھی جسے اُلٹتے پلٹتے تھے میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ کیسی مٹی ہے آپ نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ حسین عراق کی زمین پر شہید ہوگا اور یہ وہیں کی مٹی ہے۔ اور مستدرک حاکم میں بسند صحیح ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسالتمآب کی جانب وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے انتقام میں ستر ہزار آدمی ہلاک کیے ہیں اور تمہارے نواسے کے انتقام میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو ہلاک کروں گا۔ تاریخ ابنؒ الوردی میں ہے کہ پھر ہجرت کا پانچواں سنہ شروع ہوا اور اسی سال ماہ شوال میں غزوہ خندق یعنی جنگ احزاب کا معرکہ عظیم پیش آیا علامہؒ ابو الفدا غزوہ خندق کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ پیغمبر صاحب (بقول بعض) سلمان فارسی کے مشورے سے

ؔ واخرج ابونعیم عن ام سلمۃ قالت کان الحسن والحسین یلعبان فی بیتی فنزل جبرئیل فقال یا محمد ان امتک تقتل ابنک ھذا من بعدک واومی الی الحسین واتاہ بتربۃ فشمھا ثم قال ریح کرب وبلاء وقال یا ام سلمۃ اذا تحولت ھذہ التربۃ دما فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتھا فی قارورۃ ؔ واخرج ابن السکن والبغوی فی الصحابۃ وابونعیم من طریق صحیح عن انس بن الحارث قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان ابنی ھذا یقتل بارض یقال لھا کربلا فمن یشھد ذلک منکم فلینصرہ ؔ واخرج ابن راھویہ والبیھقی وابونعیم عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلعم اضطجع ذات یوم فاستیقظ وھو خاثر وفی یدہ تربۃ حمراء یقلبھا قلت ما ھذہ التربۃ یارسول اللہ قال اخبرنی جبرئیل ان ھذا یعنی الحسینؑ یقتل بارض العراق وھذہ تربتھا ؔ واخرجہ الحاکم وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال اوحی اللہ تعالی الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی قتلت بیحیی بن زکریا سبعین الفا وانی قاتل بابن بنتک ... یابن الوردی فی تاریخہ ثم دخلت سنۃ خمس وفیھا فی شوال ان غزوۃ الخندق وھی غزوۃ الاحزاب ؔ وقال ابوالفدا فی ذکر غزوۃ الخندق امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

خندق کھودنے کا حکم دیا تھا۔

تاریخ الخمیس میں ہے کہ عمرو بن عبدود نام ایک پہلوان عرب کے مشہور بہادروں میں سے تھا اور لوگ اس کو ہزار آدمیوں کے برابر جانتے تھے چنانچہ بروز جنگ خندق وہ اپنی شان و منزلت کا اظہار کرتا ہوا فوج سے باہر نکلا اور گھوڑے کو جولاں کرکے طالب مبارزت ہوا اصحاب رسول اس کی ہیبت سے سناٹے میں آگئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں (جس کی وجہ سے وہ جنبش نہیں کرسکتے) کیونکہ وہ عمرو بن عبدود کی شجاعت سے بخوبی واقف تھے پس عمرو نے پکار کر کہا کہ کوئی ایسا ہے جو میرے مقابلے کو آئے۔ حضرت علی نے حضور نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اس کے مقابلہ کو جاؤں! آنحضرت نے فرمایا کہ بیٹھو تم نہیں جانتے کہ یہ عمرو ہے اتنے میں پھر عمرو نے ندا دی اور اصحاب رسول کو توبیخ کرکے کہنے لگا کہ تمہاری وہ جنت کہاں گئی جس کی نسبت تمہارا گمان ہے کہ جو شخص تم میں سے مقتول ہوگا وہ اس جنت میں پہونچے گا پس کیا کوئی تم میں ایسا ہے جو مجھ سے لڑنے کو آئے یہ سن کر حضرت علی کھڑے ہو کر دوبارہ خدمت نبوی میں التجا کی کہ یارسول اللہ مجھے اس کے مقابلہ کو جانے دیجئے۔ آنحضرت نے فرمایا بیٹھو کیا تم نہیں جانتے کہ یہ عمرو ہے ناگہاں پھر عمرو نے للکارا تو حضرت علی کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ اب مجھے اس کے مقابلہ کی اجازت دیجئے آنحضرت نے ارشاد کیا کہ بیٹھو تم نہیں جانتے کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت نے کہا اگرچہ عمرو ہے مگر حضور مجھے اس سے لڑنے کی اجازت عطا فرمائیں یہ سن کر جناب رسالتمآب نے

(بقیہ حاشیہ ص۴۹) بحفر الخندق قبل کان باشارۃ سلمان الفارسی

له وفی تاریخ الخمیس للدیاربکری کان عمرو بن عبدود من مشاهیر الأبطال وشجعان العرب وکانوا یعدلونه بالف رجل فلما کان یوم الخندق خرج معلما لیرے مکانه فجال وطلب المبارزة والاصحاب ساکتون کانما علی رؤسهم الطیر لانهم کانوا یعلمون شجاعة (الی ان قال) فنادی (عمرو) یطلب من یبارزه فقام علی فقال انا له یارسول الله فقال له اجلس انه عمرو ثم نادی عمرو وجعل یوبخهم ویقول این جنتکم التی تزعمون انه من قتل منکم دخلها فلا تبرزون الی رجلا فقام علیؑ فقال انا له یارسول الله فقال له اجلس انه عمرو ثم نادی الثالثة فقام علی وقال انا له یا رسول الله فقال انه عمرو فقال ان کان عمروا۔ فاذن له رسول الله صلعم۔

(باقی صفحہ ۵۱)

حضرت علی کو عمرو سے جنگ کی اجازت دی اور کتاب سیرۃ النبویہ[1] میں ہے کہ جب رسول مقبول نے حضرت علی کو جنگ کی اجازت دی تو اپنی تلوار یعنی ذوالفقار ان کو عطا کی اپنی زرہ ان کو پہنائی اور اپنا عمامہ ان کے سر پر باندھ کر دعا کی خداوندا عمرو کے مقابلے میں علی کی مدد کر خداوندا یہ میرا بھائی اور میرا ابن عم ہے پس تو مجھ کو اکیلا نہ کر اور تو بہترین وارث ہے۔ نیز دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت نے اپنے عمامے کو آسمان کی جانب بلند کر کے مناجات کی کہ پروردگار میرے تو نے عبیدہ کو مجھ سے بدر کے دن اور حمزہ کو بروز احد لے لیا اور اب یہ میرا بھائی علی ہے پس خداوند مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔

مورخ ابوالفدا اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ جب حضرت علی اجازت پا کر عمرو کی جانب لڑنے کو بڑھے تو اس نے کہا اے بھتیجے واللہ میں نہیں چاہتا کہ تجھ کو قتل کروں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ مگر واللہ میں چاہتا ہوں تجھے قتل کروں۔ یہ سنتے ہی عمرو برافروختہ ہو کر گھوڑے سے کود پڑا اور فرط غضب سے گھوڑے کو پے کر کے حضرت علی کی جانب بڑھا پس اس سے اور علی مرتضیٰ سے ایسی حرب وضرب ہوئی کہ میدان جنگ گرد سے تیرہ وتار ہو گیا ناگاہ مسلمانوں نے تکبیر کی آواز سنی اور سمجھ لیا کہ حضرت علی نے عمرو کو قتل کیا چنانچہ جب گرد فرو ہوئی تو دیکھا کہ حضرت علی عمرو بن عبدود کے سینے پر چڑھے ہوئے اس کو ذبح کر رہے ہیں۔[2] تاریخ الخمیس[3] میں منقول ہے کہ جب حضرت علی نے عمرو کو قتل کیا تو اس کا اسباب نہیں لیا (جیسا کہ دستور تھا) چنانچہ جب عمرو کی بہن نے اپنے بھائی کی لاش پر آ کر دیکھا کہ قاتل نے عمرو کا کوئی ساز وسامان نہیں لیا بلکہ بدستور اس کے جسم پر رہنے

[1] وفی السیرۃ النبویۃ فاذن لہ رسول اللہ صلعم واعطاہ سیفہ ذوالفقار والبسہ درعہ الحدید وعممہ بعمامتہ وقال اللہم اعنہ علیہ اللہم ھذا اخی وابن عمی فلا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین وفی روایۃ انہ صلعم رفع عمامتہ الی السماء وقال الٰہی اخذت عبیدۃ عنی یوم بدر وحمزۃ یوم احد وھذا علی اخی وابن عمی فلا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین۔ [2] قال ابوالفداء فبرز الیہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فقال عمرو یا ابن اخی واللہ ما احب ان اقتلک فقال علی لکنی واللہ احب ان اقتلک فحمی عمرو عند ذلک ونزل عن فرسہ فعقرہ و اقبل الی علی فتقاتلا وتجادلا وعلا علیہم الغبرۃ وسمع المسلمون التکبیر فعلموا ان علیا قتلہ وانکشف الغبرۃ وعلی صدر عمرو یذبحہ [3] قال العلامۃ الدیار بکری وفی تاریخ الخمیس وروی ان علیا لما قتل عمروا لم یسلب فجاءت اخت عمرو حتی قامت علیہا فلما رأتہ غیر مسلوب سلبہ قالت ما قتلہ الا کفو کریم ثم سالت عن قاتلہ قالوا علی بن ابی طالب فانشات ھذین البیتین ؎ لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ لکنت ابکی علیہ آخر الابد ۔ لکن قاتلہ من لا یعاب بہ ۔ من کان یدعی قدیما بیضۃ البلد۔

دیا ہے تو کہنے لگی کہ عمرو کا قاتل کوئی عالی دودمان شخص ہے پھر اس نے پوچھا کہ عمرو کا قاتل کون ہے لوگوں نے کہا علی ابیطالب یہ سُن کر اس نے دو شعر موزوں کر کے پڑھے جنکا مقصود یہ ہے کہ اگر عمرو کا قاتل علی بن ابیطالب کے سوا کوئی اور ہوتا تو میں عمر بھر رویا کرتی مگر یہ معلوم کر کے میرے دل کو تسکین ہوئی کہ عمرو کا قاتل وہ بے عیب شخص ہے جسکو لوگ ہمیشہ سے بیضۃ البلد کہتے ہیں مدارج النبوۃ میں مذکور ہے کہ غزوہ خندق میں علی مرتضیٰ سے ایسی شجاعت اور بہادری ظاہر ہوئی جو حد قیاس سے خارج ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ علی ابیطالب کا مجاہدہ روز خندق ان تمام اعمال صالحہ سے افضل ہے جو میری امت تا قیامت بجالائے گی نیز رسول مقبول نے حضرت علی کے حق میں دعائیں فرمائیں اور اپنی تلوار ذوالفقار اور ان کو عطا کی۔ اور تفسیر درمنثور سیوطی میں بروایت ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ وہ آیۂ وکفی اللہ المومنین القتال کو یوں پڑھتے تھے کہ وکفی اللہ المومنین القتال بعلی یعنی اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب میں علی بن ابیطالب کے سبب سے مومنین کی کفایت فرمائی علامہ ابوالفدا نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ پھر دوسرے دن پیغمبر صاحب نے خندق سے بجانب مدینہ طیبہ مراجعت فرمائی ابن اثیر جزری نے تاریخ کامل میں ذکر کیا ہے کہ اسی سال آنحضرت نے زینب بنت جحش سے نکاح کیا اور اسی سال غزوہ دومۃ الجندل ہوا۔ اور تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ اسی سال ماہ ذیقعدہ میں غزوہ بنی قریظہ بھی ہوا اسکے بعد پیغمبر صاحب مدینہ میں قیام پذیر رہے حتی کہ ۵ھ ختم ہو کر ۶ھ شروع ہوا محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ اسی ۶ھ میں بقول جمہور اسلام حج فرض ہوا۔ نیز ذکر کیا ہے کہ اسی سال غزوہ بنی لحیان کا واقعہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور تاریخ الخمیس میں ہے۔

---

[1] و در مدارج النبوۃ است کہ از علی مرتضیٰ در غزوۂ خندق مبارزہا و مقاتلہا واقع شدہ از حد قیاس و عقل بیروں چنانکہ در اخبار واقع شدہ است لمبارزۃ علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ و آنحضرت دعا ہا کرد در حق علی مرتضیٰ و شمشیر خود را کہ ذوالفقار نام داشت بوی عطا فرمود [2] و فی الدر المنثور واخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویۃ و ابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ ھذا الحرف وکفی اللہ المومنین القتال بعلی بن ابیطالب

[3] قال ابوالفدا ولما اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصرف عن الخندق راجعا الی المدینۃ

[4] وفی تاریخ الکامل قال ابن الاثیر فیہا تزوج رسول اللہ صلعم زینب بنت جحش (الی ان قال) وفیہا کانت غزوۃ دومۃ الجندل [5] قال ابوالفدا وکانت غزوۃ بنی قریظۃ فی ذی القعدۃ سنۃ خمس واقام رسول اللہ بالمدینۃ حتی خرجت السنۃ ثم دخلت سنۃ ست [6] محدث دہلوی در مدارج النبوۃ گفتہ کہ دریں سال بقول جمہور حج اسلام فرض شد و نیز فرمودہ کہ دریں سال غزوہ بنی لحیان و فتح آں واقع شد [7] و قال فی التاریخ الخمیس وفی ربیع الاول من ھذہ السنۃ وقعت غزوۃ الغابۃ تعرف بذی قرد۔

کہ اسی سال ماہ ربیع الاول میں غزوہ ذی قرد بھی ہوا۔ اور تاریخ ابن[1] خلدون میں ہے کہ پھر پیغمبر صاحب نے شعبان سنہ ۶ھ تک مدینے میں قیام کیا اسکے بعد غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ پیش آیا۔ اور تاریخ خمیس[2] میں ہے کہ اسی سال ماہ ذیقعدہ میں غزوہ حدیبیہ واقع ہوا اور تاریخ الرسل والملوک طبری میں مسور سے مروی ہے کہ اسی سال حدیبیہ میں رسول اللہ صلعم محض زیارت کعبہ کے قصد سے نکلے تھے لڑائی کا ارادہ نہ تھا اور جابر سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم لوگ چودہ سو آدمی تھے۔ اور تاریخ ابن الوردی[4] میں ہے پیغمبر صاحب نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم جاکر قریش کو مطلع کردو کہ ہم لوگ لڑنے کے قصد سے نہیں آئے بلکہ زیارت خانۂ کعبہ کی غرض سے آئے ہیں۔ حضرت عمر بسبب عداوت قریش کچھ خائف ہوئے پیغمبر صاحب نے حضرت عثمان کو ابوسفیان وغیرہ کے پاس بھیجا چنانچہ حضرت عثمان نے جاکر رسول مقبول کا پیغام پہونچایا انہوں نے کہا کہ اگر تم خود طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں بغیر رسول اللہ کے ایسا نہیں کرسکتا۔ یہ سُنکر کفار قریش نے ان کو قید کرلیا۔ یہاں رسول مقبول کو یہ خبر پہونچی کہ حضرت عثمان قتل کر ڈالے گئے۔ پیغمبر صاحب نے کہا کہ اب ہم اس قوم سے بغیر مقاتلہ کئے نہیں رہ سکتے پس آنحضرت نے سب کو زیر درخت بیعت کے لئے طلب فرمایا اور ابن جریر[5] نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ منادی نے ندا کی کہ ایہا الناس حکم خدا ہے کہ بیعت کے لئے حاضر ہو یہ سُن کر ہم لوگ پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے آنحضرت درخت سمرہ کے نیچے تشریف فرما تھے وہیں ہم سب نے بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا۔ اور مسند[6] احمد حنبل میں معقل بن یسار سے روایت ہے کہ

[1] وقال ابن خلدون فی تاریخ واقام رسول اللہ صلعم الی شعبان من ھذہ السنۃ السادسۃ ثم غزا بنی المصطلق [2] وقال العلامۃ الدیاربکری فی تاریخ الخمیس وفی ھلال ذی قعدۃ من ھذہ السنۃ وقعت غزوۃ الحدیبیۃ [3] وفی تاریخ الرسل والملوک للطبری عن المسور قال خرج رسول اللہ صلعم عام الحدیبیۃ یرید زیارۃ البیت لا یرید قتالا وعن جابر قال کنا یوم الحدیبیۃ الفا واربع مائۃ۔ [4] وفی تاریخ ابن الوردی ثم دعا رسول اللہ عمر بن الخطاب لیبعثہ الی قریش یعلمھم انہ لم یات لحرب وانما جاء زائرا فخاف عمر فبعث صلعم عثمان بن عفان الی ابی سفیان واشراف قریش فعرفھم ذلک فقالوا ان احببت انک تطوف فطف فقال ما کنت لافعل حتی یطوف رسول اللہ فحبسوہ وبلغ رسول اللہ ان عثمان قتل فکان لانبرح حتی نناجز القوم ودعا صلعم الی بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ [5] وروی ابن جریر عن سلمۃ ابن الاکوع قال نادی منادی النبی صلعم ایھا الناس البیعۃ نزل روح القدس فثرنا الی رسول اللہ صلعم وھو تحت شجرۃ سمرۃ فبایعناہ [6] واخرج احمد فی المسند عن معقل بن یسار قال بایعنا نبی اللہ صلعم یوم الحدیبیۃ ان لا نفر۔

روزحدیبیہ ہم لوگوں نے رسول اللہ کی بیعت اس بات پر کی تھی کہ جنگ سے فرار نہ کریں گے۔ اور صحیح بخاری میں علاؤ بن مسیب سے[1] مروی ہے کہ میں نے برای بن حازب سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ خوشا حال تمہارا کہ تم نے رسول مقبول کی صحبت اور بیعت تحت شجرہ کا شرف حاصل کیا ہے۔ یہ سُن کر براء نے کہا کہ لیکن اے بھیتجے تم نہیں جانتے کہ ہم لوگوں نے آنحضرت کے بعد کیا احداث کیا مورّخ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے[2] کہ پھر قریش نے (پیغمبر صاحب کا ارادۂ جنگ معلوم کرکے) سہیل بن عمرو کو آنحضرت کے پاس صلح کی درخواست لے کر بھیجا جسکو آپنے منظور فرمایا۔ اور تاریخ کامل[3] میں ہے کہ جب رسول نے سہیل کی درخواست صلح منظور کر لی تو حضرت علی کو بلا کر ارشاد کیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل بولا کہ ہم یہ نہیں جانتے لکھو بسمک اللھم۔ چنانچہ یہی لکھا گیا۔ پھر جناب رسالت مآب نے حضرت علی سے کہا کہ لکھو یہ وہ صلحنامہ ہے جسکی بنا پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی سہیل نے کہا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ جانتے تو تم سے قتال پر کیوں آمادہ ہوتے لہذا بجائے رسول اللہ کے اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو۔ پیغمبر صاحب نے حضرت علی سے فرمایا کہ اچھا رسول اللہ کے لفظ کو نکال ڈالو۔ اونھوں نے کہا کہ میری مجال نہیں جو لفظ رسول اللہ کو محو کر سکوں۔ یہ سُن کر آنحضرت نے کاغذ لے لیا اور لفظ رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ کر حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی ایک وقت تم کو بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا اور روضۃ الاحباب[4] میں ہے کہ جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ والہ نے حضرت علی سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے

---

[1] واخرج البخاری فی صحیحہ عن العلاء بن المسیب عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما فقلت طوبی لک صحبت النبی صلعم وبایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہ [2] قال ابن الوردی فی تاریخہ ثم ان قریشا بعثوا سہیل بن عمرو فی الصلح فاجاب صلے اللہ علیہ وسلم [3] وفی الکامل لابن الاثیر الجزری فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب فقال اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال سہیل لا نعرف ھذا ولکن اکتب باسمک اللھم فکتبہا ثم قال اکتب ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ سہیل بن عمرو فقال سہیل لو نعلم انک رسول اللہ لم نقاتلک ولکن اکتب اسمک واسم ابیک فقال لعلی امح رسول اللہ فقال لا امحوا بدا فاخذہ رسول اللہ صلعم فکتب موضع رسول اللہ محمد بن عبد اللہ وقال لعلی لتبلین بمثلہا [4] ودر روضۃ الاحباب است کہ حضرت روئے مبارک را بسوئے علی ابن ابی طالب آورد و گفت یا علی ترا نیز مثل این واقعہ بحسب ضرورت روئے خواہد نمود۔

علی ایک دن تم کو بھی بحسب ضرورت اسی طرح کا معاملہ پیش آنے والا ہے اور معارج[۱] النبوۃ میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی تم کو بھی ایک وقت ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا اور تاریخ الخمیس[۲] میں ہے کہ رسول مقبول نے حضرت علی جانب نظر فرما کر ارشاد کیا کہ اے علی تم کو بھی اسی قسم کا واقعہ در پیکار ہونے والا ہے اور روضۃ[۳] الصفا میں ہے کہ جب تحریر عہد نامہ سے فراغت ہوئی تو رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی ایک روز تم کو بھی اسی طرح کی مجبورانہ ضرورت کا سامنا ہوگا۔ نیز خصائص[۴] نسائی میں ہے کہ جناب رسالت مآب نے حضرت علی سے فرمایا کہ عنقریب تم کو بھی مجبوراً ایسا ہی کرنا پڑے گا۔

محدث دہلوی نے مدارج[۵] النبوۃ میں حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن میرے دل میں خطرہ عظیم گزرا اور میں نے رسول اللہ کے ساتھ ایسی مراجعت کی کہ پیشتر کبھی نہ کی تھی چنانچہ رسول اللہ کے پاس جا کر میں نے کہا کیا تم پیغمبر برحق نہیں ہو؟ آنحضرت نے فرمایا کہ بیشک ہوں میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف باطل پر نہیں ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے کہا پھر کیوں ہم ایسی حقارت و ذلت گوارا کریں اور اس طور سے صلح کر کے واپس ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے میں خدا کا رسول ہوں اور بغیر اس کے حکم کے کچھ نہیں کرتا وہ میرا ناصر و مددگار ہے اور میرے کام کو ضائع نہ فرمائے گا۔ اور صحیح بخاری[۶] کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ بروز صلح حدیبیہ میں نے پیغمبر صاحب سے کہا کہ کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ بیشک

۱؎ و صاحب معارج النبوۃ می آرد کہ آں حضرت فرمود کہ ای علی ترا ہم در وقتی ایں چنیں معاملہ پیش خواہد آمد۔ ۲؎ وفی الخمیس قال واقبل بوجہہ علی علی فقال یا علی سیکون لک یوم مثل ہذہ الواقعۃ۔ ۳؎ و در روضۃ الاحباب است کہ چوں از تحریر عہد نامہ فراغت دست داد حضرت رسول روئے مبارک بعلی آورد و فرمود یا علی ترا ہم بضرورت مثل ایں روئے خواہد نمود۔ ۴؎ وفی الخصائص للنسائی قال صلعم اما لک مثلہا ستاتیہا مضطہد۔ ۵؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی در مدارج النبوت فرمودہ کہ نقل است از عمر بن الخطاب کہ گفت در آمد در آں در دل من امر عظیم مراجعت کردم با حضرت صلعم کہ ہرگز مثل آں نہ کردہ بودم در نیم بر نزد رسول و گفتم کہ آں تو پیغمبر برحق نیستی فرمود بلے ہستم گفتم نہ بر حقیم و مخالفان بر باطل گفت بلے پس گفتم چرا ایں مذلت و حقارت بکشیم و بایں طور صلح کردہ باز گردیم آں حضرت فرمود اے پسر خطاب بدرستیکہ من فرستادۂ خدایم و بے فرمان وے نمی کنم و وے ناصر و معین من ست و مرا ضائع نخواہد گذاشت۔ ۶؎ وفی روایۃ البخاری قال عمر بن الخطاب فاتیت النبی صلعم فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا اذا قال انی رسول اللہ لست اعصیہ وھو ناصری۔

ہوں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ بیشک ہم حق پر اور ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر کیوں اس وقت ہم دین میں نقص اور خست گوارا کریں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سنو میں خدا کا رسول ہوں اُس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتا اور وہ میرا مددگار ہے۔ نیز علینی کتاب[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ بروز صلح حدیبیہ میرے دل میں خطرۂ عظیم گزرا اور میں نے پیغمبر صاحب کے ساتھ ایسی مراجعت کی کہ پہلے کبھی نہ کی تھی اور تاریخ الخمیس[2] اور تفسیر درمنثور سیوطی میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ بخدا میں جب سے اسلام لایا آج کے سوا کبھی مجھے شک نہیں ہوا چنانچہ میں نے پیغمبر صاحب کے پاس جا کر کہا کہ کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ بیشک ہوں میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف باطل پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے مقتول جنتی اور اُن کے مقتول دوزخی نہیں ہیں۔ آنحضرت نے ارشاد کیا کہ ہم ضرور حق پر ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر اور ہمارے مقتول جنتی ہیں اور اُن کے مقتول جہنمی۔ میں نے کہا پھر دین میں نقص و خست چہ معنی دارد یعنی آپ کیوں صلح کرتے ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میرا معین و مددگار ہے اور تاریخ[3] الخمیس میں ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے کہ میں نے اُس جرات کے کفارے میں جو بروز حدیبیہ مجھ سے واقع ہوئی۔ اکثر اعمال صالحہ مثل روزہ و نماز و صدقے کے ادا کیے نیز سیرۃ ابن[4] ہشام میں ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ جو فعل مجھ سے بروز حدیبیہ سرزد ہوا اُس کے خوف سے میں ہمیشہ صدقے دیتا رہا اور بطور کفارہ صوم و صلوٰۃ ادا کرتا رہا مورخ ابن اثیر تاریخ کامل[5] میں لکھتا ہے کہ ہنوز صلحنامہ لکھا ہی جا رہا تھا

[1] وفی عمدۃ القاری لشرح صحیح البخاری للعینی قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لقد دخلنی امر عظیم و راجعت النبی صلعم مراجعۃ ما راجعتہ مثلھا قط [2] وفی تاریخ الخمیس للدیار بکری والدر المنثور للسیوطی روی عن عمر انہ قال واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ فاتیت النبی فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاھم فی النار قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری [3] وفی تاریخ الخمیس قال عمر رضی اللہ عنہ جعلت کثیرا من الاعمال الصالحۃ من الصوم والصلوۃ والصدقۃ کفارۃ لتلک الجرأۃ التی صدرت منی یومئذ۔

[4] وفی سیرۃ ابن ہشام قال فکان عمرؓ یقول مازلت اتصدق واصوم واصلی من الذی صنعت یومئذ مخافۃ کلامی الذی تکلمت بہ انتھی۔ (بقیہ حاشیہ ص۵۷ پر)

کہ ابوجندل بن سہیل پابزنجیر پیغمبر صاحب کی طرف سے گذرا اور اُس وقت اصحاب رسول کے دلوں میں صلح کے ہوجانے سے ایسی سخت بدگمانی پیدا ہوگئی تھی کہ قریب تھا وہ ہلاک (گمراہ) ہوجائیں کیونکہ رسول اللہ کے خواب کا حال سن کر ان کو فتح کے متعلق یقین ہوگیا تھا۔ پس ابوجندل کو گرفتار دیکھ کر اس کے باپ سہیل نے جناب رسالتماب سے کہا کہ ابوجندل کے آنے سے پہلے ہی میرے اور آپ کے بیچین کل معاملہ طے ہوچکا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سچ ہے اور قصد کیا کہ ابوجندل کو سہیل کے حوالے کردیں۔ ابوجندل نے غل مچایا کہ اے گروہ اہل اسلام کیا میں مشرکین کی طرف اس لئے واپس کیا جارہا ہوں کہ مجھے پھر بیدین کریں یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں جو فساد جوشزن ہورہا تھا اس کو اور بھی طغیانی ہوگئی۔ جناب رسالتماب نے ابوجندل نے ارشاد کیا کہ صبر کر اور بیقرار نہ ہو اللہ تعالیٰ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے کشائش اور مخلصی کی راہ نکالنے والا ہے۔ چونکہ مجھ سے اور قوم مخالف سے اس باب میں معاہدہ ہوگیا ہے لہذا میں اس کے خلاف نہیں کرنا چاہتا اور روضۃ الاحباب سے ملخصاً منقول ہے کہ جب حضرت عمر نے یہ حال مشاہدہ کیا تو اپنی جگہ سے جست کرکے ابوجندل کے پاس پہونچے اور اس کو صبر کی تلقین فرماکر اشارۃً سہیل کے قتل کی ترغیب دینے لگے تاکہ اگر ابوجندل سہیل کو قتل کرڈالے تو معاملۂ صلح درہم ہوجائے مگر ابوجندل نے اس فعل کو گوارا نہ کیا۔

تاریخ ابن الوردی[۲] میں ہے کہ پھر پیغمبر صاحب نے مدینے کی جانب مراجعت کی اور اختتام سال تک وہاں قیام فرمایا حتیٰ کہ سنہ ۷ھ شروع ہوا اور اسی سال پیغمبر صاحب نے ام حبیبہ اور میمونہ اور صفیہ

(بقیہ حاشیہ ۵۶) قال ابن الاثیر فی الکامل فبینما النبی صلعم یکتب الکتاب اذ جاء ابوجندل بن سہیل بن عمرو یوسف فی الحدید قد انفلت الی رسول اللہ صلعم وکان اصحاب النبی لایشکون فی الفتح لرویا رسول صلعم فلما رأوا الصلح دخلہم من ذلک امر عظیم حتیٰ کادوا یہلکون فلما رأی سہیل ابنہ باجندل اخذہ وقال یا محمد قد تمت القضیۃ بینی و بینک قبل ان یاتیک ہذا قال صدقت واخذہ لیردہ الی قریش فصاح ابوجندل معشر المسلمین اورد الی المشرکین لیفتنونی عن دینی فزاد الناس شرا الی ما بہم فقال لہ رسول اللہ صلعم احتسب فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا و مخرجا انا قد اعطینا القوم عہدنا علی ذلک فلا نغدر بہم۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] و در روضۃ الاحباب ست کہ پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ از جائے خویش برجست و با ابوجندل میرفت و گفت صبر کن (الی ان قال) و او را قتل سہیل تحریض و کنایت تحریص میکرد بآنکہ پدر را بکشد و آن صلح درہم گردد (الی ان قال) لکن وے بکشتن پدر تجلی نمود [۲] قال ابن الوردی فی تاریخہ ثم قفل رسول اللہ صلعم الی المدینہ (بقیہ حاشیہ ۵۸)

نیز اسی سال آنحضرت کی خدمت میں ماریہ قبطیہ اور دلدل کا ورود بھی ہوا۔ جن کو مقوقس حاکم اسکندریہ نے بطور ہدیہ بھیجا تھا)۔ اور مدارج النبوۃ[1] میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے دلدل کو خاص اپنی سواری میں رکھا بعدہٗ وہ علی مرتضیٰ کی سواری میں رہا اور ان کے بعد امام حسن اس پر سوار ہوا کیئے تا آنکہ زمانۂ معاویہ میں دلدل فوت ہو گیا تاریخ الخمیس[2] میں ہے کہ اسی سال غزوہ خیبر بھی ہوا۔ علامہ ابو الفدا[3] اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر صاحب وسط محرم میں غزوۂ خیبر کے لئے نکلے تھے۔ اور آنحضرت کو کبھی کبھی درد شقیقہ عارض ہو جاتا تھا۔ اتفاقاً جس روز خیبر پہونچے اس روز بھی شکایت مذکورہ لاحق ہو گئی پس حضرت ابوبکر نے علم لے کر شدید مقابلہ کیا لیکن بے نیل مرام واپس آئے پھر حضرت عمر علم لے کر گئے اور پہلے سے زیادہ جدال وقتال کے بعد لوٹ آئے۔ جب پیغمبر صاحب کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ بخدا میں کل ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں وہ پے در پے حملے کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں ہے اور وہ ثابت قدمی کے ساتھ فتح کرے گا۔ یہ سن کر مہاجرین و انصار حصول رائت کے متمنی ہوئے اتنے میں حضرت علی آئے جن کی آنکھیں آشوب کی ہوئی تھیں پیغمبر صاحب نے ان کو اپنے پاس بلا کر آب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگایا جس کے لگاتے ہی درد چشم زائل ہو گیا اور آنحضرت نے ان کو علم عطا فرمایا اور سیرۃ ابن ہشام[4] میں ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم عطا کروں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور جس کے ہاتھوں پر خدا نے فتح مقرر کی ہے اور وہ بھاگنے والا نہیں ہے چنانچہ

(بقیہ ۵۷) واقام حتی خرج السنۃ ثم دخلت سنۃ سبع وفیہا تزوج رسول اللہ صلعم ام حبیبۃ ومیمونۃ وصفیۃ وجاءتہ ماریۃ وبغلتہ دلدل (حاشیہ سنوحاۃ) ۔ [1] و شیخ عبدالحق محدث دہلوی در مدارج النبوۃ نوشتہ کہ آنحضرت دلدل را برائے سواری خویش اختیار کرد بعد ازاں علی مرتضےٰ برآں سواری کرد و بعد از علی مرتضےٰ حسن مجتبیٰ سوار شد تا آنکہ در زمانہ معاویہ ہلاک شد [2] قال فی تاریخ الخمیس و فی ھذہ السنۃ وقعت غزوۃ خیبر [3] وفی تاریخ ابو الفدا اخرج رسول اللہ صلعم فی منتصف المحرم منہا الی خیبر (الی ان قال) وربما کانت تاخذہ صلعم الشقیقۃ فلما نزل خیبرا اخذتہ فاخذ ابوبکر الصدیق الرایۃ فقاتل قتالا شدیدا ثم رجع فاخذھا عمر بن الخطاب فقاتل قتالا اشد من الاول ثم وجہ فاخبر ذلک رسول اللہ صلعم فقال اما واللہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرار غیر فرار یاخذھا عنوۃ فتطاول المہاجرون والانصار الیہا فجاء علی وھو رمد قد عصب عینیہ فقال لہ صلعم ادن منی فدنی فی فمہ فتفل فی عینیہ فزال وجعہا ثم اعطاہ الرایۃ [4] وفی سیرۃ ابن ھشام (بقیہ حاشیہ ۵۹ پر)

(دوسرے دن) پیغمبر صاحب نے حضرت علی کو طلب فرمایا انکی آنکھیں آشوب کی ہوئی تھیں۔ رسول مقبول نے آب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگا کر فرمایا کہ اس رائت کو لے کر جاؤ اور جنگ کرو تا آنکہ خدا تم کو فتح دے اور نسائی نے کتاب الخصائص[ش] میں ابو بریدہ سے روایت کی ہے کہ جب ہم لوگوں نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا تو حضرت ابو بکر علم لے کر گئے مگر بغیر فتح کے واپس آئے۔ پھر دوسرے دن حضرت عمر علم لے کر گئے وہ بھی بے نیل مرام لوٹ آئے اور مسلمانوں کو شدید محنت و تکلیف اوٹھانی پڑی۔ پس پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں وہ بغیر فتح کئے واپس نہ آئے گا یہ سن کر ہم لوگوں نے اس خوشی میں رات بسر کی کہ کل روز فتح ہے۔ جب صبح ہوئی تو رسول مقبول بعد فراغ نماز تشریف لا کر کھڑے ہوئے اور علم کو منگایا اس وقت ہر صحابی مقرب اسی فکر و تمنا میں تھا کہ علم اسی کو ملے اتنے میں پیغمبر صاحب نے علی کو بلایا ان کو آشوب چشم کی شکایت لاحق تھی آنحضرت نے آب دہن مبارک ہاتھ میں لے کر ان کی آنکھوں پر پھیرا اور اونھیں کو علم لے کر روانہ ہونے فرمایا اور مدارج النبوۃ[ملہ] میں ہے کہ پھر حضرت علی علم لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ قموص کے نیچے پہونچکر آپ نے اس علم کو پتھر کے ایک تودے پر گاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر قلعے کے اوپر سے ایک یہودی عالم نے پوچھا کہ اے صاحب علم تو کون ہے آپنے کہا کہ علی بن ابی طالب۔ پس اس یہودی نے پکار کر اپنی قوم سے کہا کہ قسم ہے توریت کی تم مغلوب ہوئے یہ شخص بغیر فتح کئے ہوئے

(بقیہ ص۵۸) قال رسول اللہ صلعم لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ لیس بفرار فدعا رسول اللہ صلعم علیا وھو رمد فتفل فی عینیہ ثم قال خذ ھذہ الرایۃ فامض بھا حتی یفتح اللہ علیک[ش] واخرج النسائی فی الخصائص عن ابی بریدۃ (دماشیہ صفحہ ہٰذا) قال حاصرنا خیبر فاخذ الرایۃ ابوبکر ولم یفتح لہ فاخذہ من الغد عمر فانصرف ولم یفتح لہ واصاب الناس شدۃ وجھد فقال رسول اللہ انی دافع لوائی غدا الی رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یرجع حتی یفتح لہ وبتنا طیبۃ انفسنا ان الفتح غدا فلما اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الغداۃ ثم جاء قائما ودعا باللواء فما منا انسان لہ منزلۃ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وھو یرجوا ان یکون صاحب اللواء فدعا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو رمد فتفل ومسح فی عینیہ فدفع الیہ اللواء[ملہ] مدارج النبوۃ ست کہ پس علی علم برگرفتہ رواں شد و بپائے حصار قموص آمد و علم را بر تودہ از سنگریزہ کرد آنجا یہودی دیکے از احبار یہود کہ بالائے حصار بود پرسید کہ اے صاحب علم تو کیستی گفت منم علی بن ابیطالب پس آں یہود با قوم خویش گفت سوگند بہ توریت کہ شما مغلوب شدید ایں مرد فتح ناکردہ بر نخواہد گشت

واپس نہ جائے گا اور سیرۃ ابن ہشام و تاریخ ابوالفدا[١] میں ہے کہ قلعہ پر سے ایک یہودی نے حضرت علی کو دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے۔ آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب اُس نے کہا کہ قسم ہے توریت کی تم غالب ہوئے اور تاریخ کامل[٢] میں ہے کہ یہودی نے حضرت علی کو دیکھ پوچھا کہ تو کون ہے آپ نے فرمایا کہ علی ابی طالب یہ سُن کر اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہ یہود تم مغلوب ہوئے اور مدارج النبوۃ[٣] میں ہے کہ غالباً وہ یہودی حضرت علی کی شجاعت سے واقف تھا اور آپ کے اوصاف توریت میں دیکھ چکا تھا الغرض محدث دہلوی کتاب موصوف میں لکھتے ہیں کہ پس اوّلاً حارث یہودی مرحب کا بھائی قلعہ سے باہر نکلا جس کے نیزے کی سنان تین سیر کی تھی اس نے آتے ہی چند اسلامی بہادروں کو شہید کیا یہ حال دیکھ کر حضرت علی اوس کی جانب بڑھے اور آپ نے ایک ہی ضرب میں اس کو داخل جہنم کیا۔

جب مرحب کو حارث کے قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ مع دیگر شجاعان خیبر کے مسلح ہو کر بھائی کا انتقام لینے کو قلعے سے باہر آیا۔ کہتے ہیں کہ مرحب مذکور خیبریوں میں ایک ایسا بلند قامت پہلتن اور بہادر جنگجو تھا کہ باعتبار شجاعت اون بہدیون میں اپنا مثل نہ رکھتا تھا۔ اس روز وہ دو زرہ پہنے ہوئے اور دو تلواریں حمائل کئے ہوئے اور دو عمامے سر پر باندھے ہوئے اور ان عماموں پر خود رکھے ہوئے رجز گویان معرکہ جنگ میں آیا اور اہل اسلام میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ اس سے جنگ کرنے کو میدان قتال میں جائے پس حضرت علی اشعار رجز پڑھتے ہوئے اس کے مقابل ہوئے مرحب نے پیشدستی کر کے چاہا کہ تلوار کا وار کرے مگر حضرت علی نے اس کو اس کا موقع نہ دیا اور ذوالفقار کی ایسی ضرب اس

[١] وفی سیرۃ ابن ہشام وتاریخ ابی الفدا اذا طلع الیہ یہودی من رأس الحصن فقال من انت قال انا علی بن ابی طالب فقال الیہودی علوتم وما انزل علی موسیٰ [٢] وفی الکامل لابن الاثیر الجزری فاشرف علیہ رجل من یہود فقال من انت قال انا علی بن ابیطالب فقال الیہودی غلبتم یا معشر یہود [٣] محدث دہلوی در مدارج النبوۃ مے فرماید کہ ظاہراً آں خبر صفات علے و شجاعت وے رامیدانست کہ در توریت وصف او را خواندہ بود پس اول کسیکہ از حصار بیروں آمد حارث یہودے بود برادر مرحب کہ سنان نیزہ وے سہ من بود آمد بجنگ پیوست و چند نفر را از اہل اسلام شہید ساخت پس علی مرتضےٰ بر سر او رامد و بیک ضرب و برا بدوزخ فرستاد و مرحب چوں بر قتل برادر واقف شد با جماعۃ از شجعان خیبر اسلحہ پوشیدہ و در صدد انتقام بیروں آمد و گویند کہ وے در میان — ——— خیبریان مبارزے بود بغایت دلاور بلند بالا و قتادر و در شجاعت و مبارزت از میان ابطال ایں اہل بطلان ہمتا نداشت و آں روز دو زرہ پوشیدہ بود و دو شمشیر حمائل کردہ و دو عمامہ بر سر بستہ و خودے بر بالائے ایں نہادہ و رجز گویاں در معرکہ جنگ در آمد و ہیچ کس را از اہل اسلام طاقت نشد کہ با وے معارضہ نماید و در میدان قتال در آید۔ پس علی ۴۴ مرتضےٰ رضوان اللہ علیہ نیز رجزے خواند و مقابل او شد مرحب پیشدستی نمودہ خواست کہ تیغ (باقی ص [illegible] پر)

ملعون کے سر پر لگائی کہ خود اور عماموں کو کاٹتی ہوئی حلق تک اور بروایتے رانوں تک اور بروایتے تا بزین تک اتر آئی اور مرحب دو ٹکڑے ہوکر داصل جہنم ہوگیا۔ پس اہل اسلام نے جناب امیر کی معیت میں یہودیوں کو قتل کرنا شروع کیا اور خود حضرت علی نے یہودیوں کے سات فوجی سرداروں کو جو ان میں بہادر سمجھے جاتے تھے قتل کیا جن کے قتل ہوتے ہی باقی ماندہ اشخاص قلعہ کی طرف بھاگ نکلے اور حضرت علی نے ان کا پیچھا کیا۔ ناگاہ اسی حالت میں ایک یہودی نے اچانک آپ کے ہاتھ پر ایسی ضرب لگائی کہ سپر دست مبارک سے گر پڑی اور اس کو ایک دوسرا یہودی لے کر بھاگا یہ دیکھ کر حضرت علی غضب میں آئے اور بقوت روحانی ایسی حالت قدرت ربانی کی آپ پر طاری ہوئی کہ خندق سے جست فرما کر باب قلعہ پر پہونچ گئے اور اسی حالت میں آپ نے اس کے آہنی پھاٹک کا ایک پلہ نکال کر بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور بدستور جنگ میں مصروف ہوئے۔ نیز سیرۃ ابن ہشام اور تاریخ[1] کامل ابن اثیر اور تاریخ ابوالفدا میں ابورافع سے مروی ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے حضرت علی کو علم دیکر خیبریوں سے جنگ کے لیے بھیجا تو ہم بھی ان کی معیت میں تھے پس جس وقت حضرت علی قتال کرتے ہوئے قریب قلعہ پہونچے ایک یہودی نے ان کے دست مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال ہاتھ سے گر گئی آپنے فوراً ایک دروازہ باب خیبر کا کھینچ لیا اور اس کو بجائے سپر ہاتھ میں لے کر قتال کرنے لگے حتیٰ کہ خدا نے آپ کو فتح نمایاں عطا فرمائی۔ پھر جنگ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اس دروازہ قلعہ کو ہاتھ سے پھینک دیا اور وہ اس قدر بھاری تھا کہ ہم

(بقیہ حاشیہ صفحہ) بر سر علی زند پس امیر کبیر بسبقت جستہ ذوالفقار بر سر آں ملعون غدار فرود آورد چنانکہ از سر خود و دستارش گزشت تا بحلق و بروایتی تا بر انہائے و بروایتی تا بہ قرابوس زین او رسید و دو نیم ساخت پس اہل اسلام با حضرت امیر در میدان آمدہ دست بقتل یہوداں دراز کردند و حضرت امیر ہفت کس از رؤسائے شجعان یہود را بقتل آورد و باقی ایشاں ہزیمت نمودہ روی بقلعہ آوردند وے رضی اللہ عنہ در عقب ایشاں میرفت و دریں حالت یکے از مخالفاں ضربے بر دست مبارک وے زد چنانکہ سپر از دست بزمین افتاد یہودی دیگر سپر را ربودہ رو بگریز نہاد حضرت امیر در غضب آمد و یک حالتے از عالم قدرت ربانے بقوت روحانی وارد شد کہ از خندق جستے نمودہ بر دروازہ حصار افتاد و یک در آہنی حصار را برکندہ و سپر خود ساخت و بجنگ پیوست (حاشیہ صفحہ ۶۱)

[1] وفی سیرۃ ابن ہشام وتاریخ الکامل وتاریخ ابوالفدا عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلعم قال خرجنا مع علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تعالیٰ حین بعثہ رسول اللہ صلعم برایتہ فلما دنا من الحصن خرج الیہ اھلہ فقاتلھم فضربہ رجل من یھود فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی علیہ السلام بابا کان عند الحصن فترس بہ عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ علیہ ثم القاہ من یدہ حین فرغ فلقد (باقی صفحہ ۶۲ پر)

اُٹھ آدمی مل کر اُس کو کسی طرح ادھر سے اُدھر پلٹ نہ سکتے تاریخ [1] روضۃ المناظر ابن شحنہ میں ہے
کہ جناب رسالت مآب نے سبایائے خیبر میں صفیہ بنت حیی بن اخطب کو اپنے لیئے اختیار فرما
کر ان سے نکاح کر لیا اور ان کا مہر ان کے آزاد کرنے کو قرار [2] دیا جس کو آنحضرت کے خصائص میں سے
جاننا چاہیئے۔ مسند [3] احمد حنبل میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ بروز جنگ خیبر چند اصحاب رسول نے
آکر ذکر کیا کہ فلاں شخص شہید ہوا۔ اسی طرح دوسرے شخص کی نسبت کہا کہ فلاں شخص شہید ہوا۔ یہ سُن کر
جناب رسالت مآب نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کہو کیونکہ میں نے اس شخص کو نار جہنم میں دیکھا ہے
بعد ازاں حضرت عمر سے فرمایا کہ جا کر لوگوں میں منادی کر دو کہ سوا مومنین کے کوئی شخص جنت میں
داخل نہ ہوگا (حضرت عمر فرماتے ہیں کہ) پس میں نے جا کر آنحضرت کے حکم کے موافق اس بات کا اعلان
کر دیا کہ مومنین کے سوا جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔

تاریخ ابوالفدا [4] میں ہے کہ غزوہ خیبر میں زینب بنت حارث یہودیہ نے پیغمبر صاحب کی
خدمت میں بکری کا گوشت ہدیۃً بھیجا جس میں زہر ملا ہوا تھا پس آنحضرت نے ایک ٹکڑا اس گوشت
کا چبا کر تھوک دیا اور فرمایا کہ اس بکری نے مجھے مطلع کیا کہ اُس کے گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔

مدارج [5] النبوۃ میں ہے کہ جب پیغمبر صاحب خیبر سے مراجعت فرما کر منزل صہبا میں وارد
ہوئے تو بعد فراغ نماز عصر حضرت علے کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے اور اسی میں آنحضرت پر آثار

(بقیہ حاشیہ ۶۱) رأیتنی فی نفر سبعة مع اتاننا منهم نجهد علی ان نقلب ذلک الباب فما
(حاشیہ صفحہ ہذا)
تقلبه [1] قال العلامة ابن شحنة فی روضة المناظر واخذ رسول الله من سبایاها لنفسه
صفیة بنت حی بن اخطب فتزوجها وجعل عتقها صداقها وهذا من خواصه صلعم [2]
اخرج احمد فی المسند عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال لما کان یوم خیبر اقبل نفر
من اصحاب رسول الله صلعم فقالوا فلان شهید حتی مروا علی رجل فقالوا فلان شهید
فقال رسول الله صلعم کلا انی رایته فی النار ثم قال رسول الله صلعم یا ابن الخطاب اذهب
فناد فی الناس انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون قال فخرجت فنادیت انه لا یدخل الجنة
الا المؤمنون [3] قال ابوالفداء فی غزوة خیبر اهدت الی النبی زینب بنت الحارث
الیهودیة شاة مسمومة فاخذ منها قطعة ولاکها ثم لفظها وقال تخبرنی هذه الشاة
انها مسمومة [4] محدث دہلوی در مدارج النبوۃ آوردہ کہ چوں آنحضرت صلعم بعد از رجوع از خیبر بمنزل
صہبا رسید نماز عصر گذارد و بعد از گزاردن نماز سر مبارک در کنار علی نہادہ بخواب رفت و آثار وحی
بر آنحضرت ظاہر شدن گرفت حضرت نماز دیگر نہ گزاردہ بود و زبان وحی چناں درآمد شد کہ آفتاب غروب
کردہ چوں وحی منجلی گشت حضرت از علی پرسید کہ نماز عصر گزاردہ گفت لا یا رسول اللہ (باقی حاشیہ ۶۳ پر)

ظاہر ہونا شروع ہوئے حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی اور وحی کا زمانہ اس قدر دراز ہوا کہ آفتاب ڈوب گیا جب وہ حالت نزول وحی برطرف ہوئی تو رسول مقبول نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے نماز عصر پڑھی ہے آپ نے کہا نہیں یا رسول اللہ جناب رسالت مآب نے بارگاہ احدیت میں دعا کی خداوندا علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا آفتاب کو اس کے لئے پھر طالع فرما تا کہ وہ نماز عصر پڑھ لے۔ قادر مطلق نے اپنے حبیب کی دعا قبول فرمائی اور آفتاب نے بعد غروب پھر طلوع کیا چنانچہ اس کی شعاع دشت وجبل پر پھیل گئی اور لوگوں نے اس معجزۂ نبویہ کو برائے العین مشاہدہ کیا پس حضرت علی نے وضو کرکے نماز عصر ادا کی۔ اور طحاوی نے کتاب مشکل الآثار میں اسما بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے مقام صہبا میں پہونچکر نماز ظہر ادا فرمائی اور حضرت علی کو ایک ضروری کام کے لیے بھیجدیا۔ جب وہ واپس آئے آنحضرت نماز عصر پڑھ چکے تھے۔ حضرت علی کے آتے ہی ان کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے تاانیکہ آفتاب غروب ہوگیا جب رسول اللہ بیدار ہوئے اور ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علی نے نماز نہیں پڑھی تو دعا کی کہ الٰہی تیرے عبد خاص علی نے تیرے نبی کے لئے ایثار نفس کیا اس کے لئے آفتاب کو بار دگر طالع فرما۔ اسما کہتی ہیں کہ ناگہاں آفتاب نکلا اور اس کی شعاع زمین اور پہاڑوں پر ضیا افگن ہوئی اور حضرت علی نے وضو کرکے نماز عصر پڑھی اس کے بعد آفتاب پھر غروب ہوگیا۔ نیز شفای قاضی عیاض میں اسماء سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول خدا کا سر مبارک حضرت علی کے زانو پر تھا اسی حالت میں رسول مقبول پر وحی کا نزول ہوا جس کی وجہ سے حضرت علی نماز عصر نہ پڑھ سکے حتے کہ آفتاب غروب ہوگیا پس جب وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲) نہ گزاردہ ام حضرت مناجات کرد و گفت خداوندا علی در طاعت تو و طاعت رسول تو بود آفتاب را برائے وے باز گرداں کہ نماز عصر بگزارد پس حق تعالے مسالت حبیب خود را اجابت کرد و آفتاب بعد ازاں کہ بمغرب فرو رفتہ بود طالع شد چنانکہ شعاع آں بر کوہ و دامن تافت و خلائق برائے العین مشاہدہ کردند و علی وضو کردہ نماز گزارد ۱۲ (حاشیہ صفحہ ۶۳) سے ذرروی الطحاوی فی مشکل الآثار عن اسماء بنت عمیس ان النبی صلعم صلے الظہر بالصہباء ثم ارسل علیا فی حاجتہ فرجع وقد صلی النبی صلعم العصر فوضع النبی صلعم رأسہ فی حجر علی فلم یحرکہ حتی غابت الشمس فقال اللھم ان عبدک علیا احتبس بنفسہ علی نبیک فرد علیہ شرقہا قالت اسماء فطلعت الشمس حتی رفعت علی الجبال وعلی الارض ثم قام علی فتوضا وصلے العصر ثم غابت۔ ۲ے وفی کتاب الشفاء للقاضی عیاض عن اسماء بنت عمیس کان النبی صلعم کان لوحی الیہ وراسہ فی حجر علی فلم یصلے العصر حتی غربت الشمس فقال النبی صلعم اصلیت یا علی قال لا فقال اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد (باقی برصفحہ ۶۴)

حالت نزول وحی برطرف ہوئی تو جناب رسالتمآب نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے نماز عصر پڑھی ہے انھوں نے کہا کہ نہیں۔ آنحضرت نے مناجات کی کہ خداوندا علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا اس کے لئے آفتاب کو بارِ دگر طالع فرما۔ اسماء کہتی ہیں کہ ناگہاں میں نے دیکھا کہ آفتاب نکل آیا جس کی شعاع زمین اور پہاڑوں پر پڑی اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو خیبر کی راہ میں ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خیبر میں متعۃ النسا اور خر اہلی کا گوشت کھانے سے ممانعت فرمائی۔ اور علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابن البر کا قول ہے کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت ہونے کا ذکر غلط ہے اور سہیلی کا قول ہے کہ اہل سیرۃ وتاریخ و رواۃ اثر میں سے کوئی اس بات کو نہیں جانتا کہ بروز خیبر متعۃ النساء سے ممانعت کی گئی ہو اور شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ مالک سے حضرت علی کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا خیبر کے دن صرف گوشت خر اہلی کے استعمال سے ممانعت فرمائی اور اس حدیث میں متعۃ النساء سے ممانعت کا ذکر نہیں کیا اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے کہ سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے جنگ خیبر کے زمانے میں گوشت خر اہلی کے استعمال سے ممانعت فرمائی ہے متعۃ النکاح سے ممانعت کی جیسا کہ ابو عمر و ابن عبد البر نے تمہید میں ذکر کیا ہے مورخ ابو الفدا اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ خیبر ماہ صفر ۷ھ میں فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ ان کو ان کے باغات کے پھل نصف ملا کریں اور آنحضرت جب چاہیں ان کو خارج البلد کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) علیہ الشمس قالت اسماء فرأیتها طلعت بعد ما غربت و وقفت علی الجبال والارض ذلک بالصہباء من خیبر ۱؎ و فی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلعم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل الحمر الانسیۃ ۲؎ قال العلامۃ العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری قال ابن عبد البر و ذکر النہی عن المتعۃ یوم خیبر غلط و قال السہیلی النہی عن المتعۃ یوم خیبر لا یعرفہ احد من اہل السیرۃ و رواۃ الاثر و قد روی الشافعی عن مالک باسنادہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلعم نہی یوم خیبر عن اکل لحوم الحمر الاہلیۃ لم یرد علی ذلک و سکت عن قصۃ المتعۃ ۳؎ و فی زاد المعاد لابن القیم قال قاسم بن اصبغ قال سفیان بن عیینہ یعنی انہ نہی عن لحوم الحمر الاہلیۃ زمن خیبر لا عن نکاح المتعۃ ذکرہ ابو عمر و فی التمہید ۴؎ قال ابو الفداء و کان فتح خیبر فی صفر سنۃ سبع للہجرۃ و سئل اہل خیبر رسول اللہ صلعم الصلح علی ان یساقیہم علی النصف من ثمارہم و یخرجہم متی شاء ففعل ذلک و فعل مثل ذلک اہل فدک و کانت خیبر

دین چنانچہ ان کی درخواست منظور کر لی گئی اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کے ساتھ بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی عام مسلمانوں کے لئے تھی اور فدک کی خاص رسول اللہ کے لئے کیونکہ بغیر حرب وضرب کے فتح ہوا اور تفسیر در منثور سیوطی میں ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن ابی حاتم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وَآتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ نازل ہوا تو رسول اللہ نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہ کو مرحمت فرمائی نیز ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیہ وَآتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ نازل ہوئی تو پیغمبر صاحب نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہ کو عطا کی۔

تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جب پیغمبر صاحب معاملات خیبر سے فارغ ہوئے تو وہاں سے وادی قری تشریف لے گئے اور ایک رات کے محاصرے میں اس کو غلبے کے ساتھ فتح کر کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں بقیہ مہاجرین حبشہ سے ملاقات ہوئی جن میں حضرت جعفر بن ابی طالب بھی تھے۔ جنہیں دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ دو باتوں میں کس بات پر اپنی مسرت کا اظہار کروں فتح خیبر پر یا جعفر کے آنے پر اور جناب رسالتمآب نے نجاشی بادشاہ حبش کو مہاجرین حبشہ کی طلب میں خط لکھا تھا نیز ام حبیبہ بنت ابوسفیان کی خواستگاری بھی فرمائی تھی جو اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئی تھیں وہاں عبیداللہ مذکور عیسائی ہو گیا تو خالد بن سعید نے (جو مہاجرین حبشہ میں سے تھے) رسول مقبول کی خواستگاری پر ام حبیبہ کا عقد نکاح آنحضرت سے کر دیا اور نجاشی نے چار سو دینار بطور مہر آپ کی جانب سے ادا کئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٤ حاشیہ سطر ۱) للمسلمین وکانت فدک خاصۃ لرسول اللہ لانہا فتحت بغیر ایجاف خیل ؎ فی الدر المنثور للسیوطی اخرج البزار وابو یعلی وابن ابی حاتم عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمۃ فاعطاہا فدک وعن ابن عباس قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلی اللہ صلعم فاطمۃ فدک ؎ قال ابو الفدا وما فرغ رسول اللہ من خیبر انصرف وادی القری فحاصرہ لیلۃ وافتتحہ عنوۃ ثم سار الی المدینۃ ولما قدمہا وصل الیہ من الحبشۃ بقیۃ المہاجرین معہم جعفر بن ابی طالب وروی ان النبی صلعم قال ما ادری بایہما افرح بفتح خیبر ام بقدوم جعفر وکان النبی قد کتب الی النجاشی یطلبہم ویخطب ام حبیبۃ بنت ابی سفیان وقد کانت قد ہاجرت مع زوجہا عبید اللہ بن جحش فتنصر عبید اللہ المذکور واقام بالحبشۃ فزوجہا النبی صلعم ابن عمہا خالد بن سعید وکان بالحبشۃ من جملۃ المہاجرین واصدقہا النجاشی عن النبی صلعم اربع مائۃ دینار (باقی حاشیہ آئندہ)

تاریخ ابن[1] الوردی میں ہے کہ پھر ۸ھ شروع ہوا اور اسی سال خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ حاضر ہو کر اسلام لائے۔ حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید کا کسی مشہد میں رسول مقبول کے ہمراہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

علامہ[2] ابو الفدا لکھتے ہیں کہ اسی سال غزوہ موتہ کا واقعہ پیش[3] آیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب اصابہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر اسی غزوہ موتہ میں شہید ہوئے طبرانی[4] نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ میں نے جعفر کو جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا تاریخ کامل[5] ابن اثیر اور روضۃ المناظر ابن شحنہ اور تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ اسی سال بنی بکر بنی خزاعہ سے ملاقی ہوئے تو بنی بکر کے لوگوں نے بنی خزاعہ کے کچھ اشخاص کو قتل کر ڈالا اور چونکہ قریش کے ایک گروہ نے قتل کرنے والوں کی اعانت کی لہٰذا قریش عہد شکنی کے ملزم قرار پائے اور وہ اس نقض عہد پر نادم بھی ہوئے چنانچہ ابو سفیان مدینے میں اس قصد سے آئے کہ تجدید عہد کریں پہلے وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ کے یہاں گئے اور جب چاہا کہ رسول اللہ کے بستر پر بیٹھیں تو ام حبیبہ نے جھٹ اس بستر کو لپیٹ دیا۔ ابو سفیان بولے کہ اے بیٹی کیا تو نے میری وجہ سے بستر کو لپیٹ دیا ام حبیبہ نے کہا کہ یہ بستر مبارک رسول اللہ کا ہے اور تو مشرک نجس ہے ابو سفیان کہنے لگے کہ تو مجھ سے جدا ہونے کے بعد شر میں مبتلا ہو گئی۔ پھر ابو سفیان نے پیغمبر صاحب کے پاس جا کر آنحضرت سے تجدید عہد کے باب میں گفتگو کی آنحضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ ابو سفیان اکابر صحابہ مثل ابو بکر و علے کے پاس گئے اور ان سے بھی تجدید کے متعلق کہا مگر وہ بھی خاموش رہے۔ پس ابو سفیان

---

[1] قال ابن الوردی ثم دخلت سنة ثمان فیها قدم خالد بن ولید وعمرو بن العاص وعثمان بن طلحه فاسلموا وقال ابن عبد البر فی الاستیعاب وابن الاثیر فی الاسد الغابه لایصح لخالد بن الولید مشهد مع رسول الله صلعم قبل الفتح [2] قال ابو الفدا ثم كانت غزوة موته [3] وفی كتاب الاصابة فی تمیز الصحابة لابن حجر العسقلانی استشهد جعفر بن ابی طالب بموتة [4] روی الطبرانی عن ابن عباس قال قال النبی صلعم رأیت جعفرا یطیر فی الجنة مع الملائكة [5] قال ابن الاثیر فی الكامل وابن شحنة فی روضة المناظر الفدا فی تاریخه وفی هذه السنة یعنی سنة ثمان لقیت بنو بكر بنو خزاعة فقتلوا منهم واعانهم علی ذلك جماعة من قریش فانتقض بذلك عهد قریش وقدمت قریش علی نقض العهد فقدم ابوسفیان بن حرب الی المدینة لیجدد العهد ودخل علی ابنته ام حبیبة زوج النبی صلعم واراد ان یجلس (باقی حاشیه ص ۶۷ پر)

نے (بے نیل مرام) مکے واپس جاکر قریش کو ان حالات سے آگاہ کیا اور اُدھر جناب رسالت مآب نے بقصد کہ سامان سفر درست فرمایا اور چاہا کہ قریش کے مطلع ہونے سے پہلے دفعتہً مکے پہونچ جائیں چنانچہ دسویں ماہ رمضان کو آنحضرت مدینہ منورہ سے بجانب مکۂ معظمہ روانہ ہوئے صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ بزمانۂ فتح مکہ ماہ رمضان میں رسول اللہ مع اصحاب بحالت صوم عازم مکہ ہوئے اور جب کراع غنیم میں پہونچے تو وہاں آنحضرت نے قدح آب طلب کیا اور سب پر ظاہر کرکے روزہ افطار فرمایا اس کے بعد لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ بعض اشخاص نے روزہ نہیں کھولا آنحضرت نے ارشاد کیا کہ جنھوں نے ایسا کیا وہ گنہگار اور نافرمان ہیں۔

علامہ ابن شحنہ تاریخ روضۃ المناظر میں لکھتے ہیں کہ جب پیغمبر صاحب قریب مکہ پہونچے تو حضرت عباس نے ابوسفیان کو خدمت نبوی میں حاضر کیا اور آنحضرت نے اپنے چچا کے کہنے سے ابوسفیان کو امان بخشی پھر فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا اس کا وقت نہیں آیا کہ تو کلمہ لا الہ الا اللہ کو جانے ابوسفیان نے کہا کہ کیوں نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اور کیا اس کا وقت نہیں آیا کہ تو میری رسالت کی تصدیق کرے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اس بات سے تو میرے دل میں کچھ کھٹک ہے یہ سن کر حضرت عباس نے ابوسفیان کو ڈانٹا اور کہا وائے ہو تجھ پر تصدیق رسالت کر ورنہ قتل کیا جائے گا پس ابوسفیان کلمۂ شہادتین پڑھکر اسلام لائے اور انکے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٦) علی فراش رسول اللہ فطرتہ عنہ فقال یا بنیۃ ارغبت بہ عنی فقالت ھو فراش رسول اللہ وانت مشرك ونجس فقال لقد اصابك وبعدی شر ثم اتی النبی صلعم فکلمہ فلم یرد شیئا واتی کبار الصحابۃ مثل ابابکر الصدیق وعلی رضی اللہ عنھما وتحدث معھما فما اجاباہ الی ذلك ودفعاہ الی مکۃ واخبر قریشا بما جری تجھز رسول اللہ وقصد ان یبغت قریشا بمکۃ من قبل ان یعلموا بہ وقال ثم خرج رسول اللہ صلعم من المدینۃ بعشر مضین من رمضان (حاشیہ تفحہ ۱) سنہ ۸ واخرج مسلم فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلعم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان حتی بلغ کراع الغمیم وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس ثم شرب فقیل لہ بعد ذلك ان بعض الناس قد صام فقال اولئك العصاۃ ۲ قال العلامۃ ابن شحنہ فی روضۃ المناظر فلما قرب رسول اللہ مکۃ احضر العباس اباسفیان بن حرب فامنہ رسول اللہ وقال یا اباسفیان اما ان لك ان تعلم ان لا الہ الا اللہ قال بلی قال ویحك الم یان لك ان تشھد انی رسول اللہ (باقی حاشیہ صفحہ ٦٨ میں)

مسلمان ہوئے اور تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ پھر پیغمبر صاحب نے حضرت عباس سے کہا کہ ابو سفیان کو مضیق وادی کی طرف لیجا کر لشکر اسلام کا مشاہدہ کراؤ۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو سفیان تفاخر دوست ہے لہذا آپ اس کے لیے اس وقت کوئی ایسا امتیازی امر تجویز فرمائیں جس سے اس کو قریش میں فخر کا موقع حاصل ہو آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا جو شخص خانہ ابو سفیان میں پناہ لے اس کو امان دیجائے نیز جو شخص مسجد اور خانہ حکیم بن حزام میں داخل ہو یا اپنے دروازہ مکان کو بند کرلے اس کو بھی امان دیجائے۔ حضرت عباس کہتے ہیں کہ پھر میں حسب ارشاد نبوی ابو سفیان کو اسلامی لشکر کے مشاہدے کو لے گیا اور ابو سفیان کے استفسار پر ہر قبیلہ کے لوگوں کو (جو لشکر میں تھے) بتاتا جاتا تھا تا اینکہ پیغمبر صاحب اپنے سبز پوش لشکر کی جمعیت سے گزرے تو ابو سفیان کے منہ سے بیساختہ نکل گیا کہ اے عباس تمہارا بھتیجا تو بڑی سلطنت والا ہو گیا۔ عباس نے کہا کہ وائے ہو تجھ پر یہ سلطنت نہیں نبوت ہے۔

تاریخ ابن الوردی[2] میں ہے کہ بیس ماہ رمضان روز جمعہ کو مکہ فتح ہوا۔ نیز تاریخ موصوف میں ہے کہ خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے جو سیسے یا رانگے سے دیوار کعبہ میں جڑے ہوئے تھے پس جناب رسالت مآب جس بت کی طرف گزرتے تھے چھڑی سے اشارہ کرکے فرماتے تھے کہ حق آیا اور باطل نیست و نابود ہوا۔ اور باطل تو نیست و نابود ہونے والا ہی تھا۔ اس ارشاد کے ساتھ ہی وہ بت بغیر کسی چیز سے چھونے کے منہ کے بل گر پڑتا تھا۔

(بقیہ حاشیہ ص۶۷) قال اما هذه ففی نفسی منه شیٔ فقال له العباس ویحك تشهد قبل ان تضرب عنقك فتشهد واسلم معه حکیم بن حزام و بدیل ابن ورقاء۔

[1] قال ابو الفدا فی تاریخه فقال النبی صلعم للعباس اذهب بابی سفیان الی مضیق الوادی یشاهد جنود الله فقال العباس یا رسول الله انه یحب الفخر فاجعل له شیئا یکون فی قومه فقال من دخل دار ابی سفیان فهو امن ومن دخل المسجد فهو امن ومن اغلق علیه بابه فهو امن ومن دخل دار حکیم بن حزام فهو امن قال عباس فخرجت به کما امرنی رسول الله فمرت علیه القبائل وهو یسئل عن قبیلة قبیلة وانا اعلمه حتی مر رسول الله فی کتیبه الخضراء من المهاجرین والانصار فقال ابو سفیان لقد اصبح ملك ابن اخیك ملکا عظیما قال عباس فقلت ویحك انها النبوة [2] قال ابن الوردی وفتحت مکة یوم الجمعة لعشر بقین من رمضان وقال وکان حول البیت ثلث مائة وستون صنما قد اشدت الی حجارة بالرصاص فجعل صلی الله علیه واٰله وسلم (بقیہ حاشیہ ص۶۹ پر)

تاریخ ابوالفدا[۱] میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے بعد فتح مکہ چھ مردوں اور چار عورتوں کا خون مباح فرمایا مردوں میں عکرمہؓ بن ابی جہل ہبار بن الاسود۔ مقیسؔ بن صبابہ۔ عبداللہ بن خطل حویرثؔ بن نفیل جو رسول مقبول کی تکلیف دہی اور ہجو میں مصروف رہتا تھا اور حضرت علی نے اس کو دیکھتے ہی قتل کر ڈالا۔ اور عبداللہؔ بن سعد بن ابی سرح جو حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا حضرت عثمان نے پیغمبر صاحب سے اس کی جان بخشی چاہی آنحضرت بہت دیر تک خاموش رہے بالآخر اس کو امان دے دی اور اس نے اسلام لانے کا اظہار کیا پیغمبر صاحب نے اصحاب سے فرمایا کہ میں دیر تک اس لئے خاموش رہا کہ تم میں سے کوئی شخص اوٹھے اور اس کو قتل کرے۔ اصحاب بولے کہ آپ نے اشارہ کیوں نہ فرمایا آنحضرت نے کہا کہ انبیا کا یہ شعار نہیں کہ وہ کن آنکھوں سے اشارہ کریں عبداللہ مذکور قرآن لکھا کرتا تھا اور اس میں جہاں چاہتا تھا رد و بدل کر دیتا تھا بعد ازاں مرتد ہو گیا اور حضرت عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کو مصر کا حاکم کر دیا۔ اور جن چار عورتوں کا خون پیغمبر صاحب نے مباح کیا ان میں سے ہندؔ زوجہ ابوسفیان مادر معاویہ بھی تھیں جنھوں نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ پس ہندؔ نے حاضر ہو کر رسول اللہ سے بیعت کی اور جب آنحضرت نے اس کو پہچانا تو اس نے کہا کہ میری تقصیر معاف ہو۔ رسول اللہ نے درگزر فرمایا اور تاریخ خمیس[۲] میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے گیارہ مردوں کا خون مباح کیا تھا جن کے نام یہ ہیں عبداللہ بن خطل۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ عکرمہ بن ابی جہل حویرث بن نفیل۔ مقیس بن صبابہ۔ ہبار بن الاسود صفوان بن امیہ۔ حارث بن طلاطلہ کعب بن زہیر۔ وحشی قاتل حضرت حمزہ۔ عبداللہ بن زبعری۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) کما امر بہ ثم منہا اشار الیہ بقضیب فی یدہ ویقول جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا فیقع لصنم لوجھہ غیر ان یمسہ شیئ [۱] (حاشیہ صفحہ ۶۹) فی ابوالفدا واھدر دم ست رجال واربع نسوۃ احدھم عکرمۃ بن ابی جہل وثانیھم ھبار بن الاسود وثالثھم عبد اللہ بن سعد بن ابی السرح وکان اخا عثمان بن عفان من الرضاعۃ فاتی عثمان بہ النبی وسألہ فیہ فصمت النبی طویلا ثم امنہ فاسلم فقال رسول اللہ لاصحابہ انما صمت لیقوم احدکم فیقتلہ فقالوا ھلا اومات الینا فقال ان الانبیاء لاتکون لھم خائنۃ الاعین وکان عبد اللہ المذکور کتب الوحی وکان یبدل القرآن ثم ارتد وعاش الی خلافۃ عثمان فولاہ مصر ورابعھم مقیس بن صبابۃ وخامسھم عبد اللہ بن الخطل وسادسھم الحویرث بن نفیل کان یؤذی رسول اللہ ویھجوہ فتقیہ علی بن ابی طالب فقتلہ اما النساء فاحدھن ھند زوج ابی سفیان ام معاویۃ التی لاکت من کبد حمزۃ (الی ان قال) فبایعت رسول اللہ فلما عرفھا قالت انا ھند فاعف عما سلف فعفا [۲] وفی الخمیس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰)

مورخ ابوالفدا لکھتا ہے کہ پیغمبر صاحب نے بعد فتح مکہ بعض صحابیوں کو مع مختصر فوج کے حوالی مکہ میں اس غرض سے بھیجا کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں لیکن کسی سے قتال نہ کریں ازانجملہ خالد بن ولید کو بھی روانہ کیا۔ خالد چشمۂ بنی خزیمہ پر پہونچے تو بنی خزیمہ کے لوگ مسلح ہو کر باہر آئے خالد نے ان سے کہا کہ ہتیار ڈالو اونھوں نے ہتیار رکھدیئے۔ خالد نے ان کے ہاتھ بندھوا کر سب کو تلوار پر رکھ لیا۔ جب رسول مقبول کو خالد کی اس کارروائی کی خبر پہونچی تو آنحضرت نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کیجانب بلند فرما کر کہا کہ خداوندا جو حرکتِ ناشائستہ خالد سے سرزد ہوئی ہے میں اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب بنی خزیمہ کے لوگ خالد کے ورود سے خبردار ہوئے تو بتقاضائے احتیاط مسلح ہو کر باہر آئے خالد نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو اونھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے شرائع دین پر ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں مسجد بنائی ہے اذان واقامت کہتے ہیں اور جمعہ وجماعت کے عامل ہیں خالد نے کہا کہ پھر ہتیار لگا کر کیوں آئے ہو۔ وہ بولے کہ ہم سے اور عرب کی ایک قوم سے عداوت ہے ہم کو خوف ہوا کہ مبادا تم لوگ اسی قوم سے ہو۔ خالد نے ان کا یہ عذر نہ سنا اور کہا کہ ہتیار رکھدو۔ انھوں نے فوراً ہتیار ڈالدیئے۔ خالد نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ ان سب کے ہاتھ شانوں پر باندھدو بعد ازاں اونھیں اپنے رفقا کو سپرد کیا اور جب صبح ہوئی تو حکم دیا کہ جو اسیر جسکی سپردگی میں ہے وہ اس کو قتل کرے چنانچہ وہ اسیران بیگناہ اسی وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٩) قال اهدر دم احد عشر رجال يوم فتح مكة الاول عبد الله بن خطل والثانی عبد الله ابن ابی سرح والثالث عكرمة بن ابی جهل والرابع حويرث بن نقيل والخامس لقيس بن صبابة والسادس هبار بن الاسود والسابع صفوان ابن امية والثامن حارث بن طلاطلة والتاسع كعب بن زهير والعاشر وحشى قاتل حمزة عم النبی والحادی عشر عبد الله بن زبعری - (حاشیہ صفحہ ٧٠) ؎ قال ابوالفدا لما فتح رسول الله مكة بعث السرايا حول مكة الى الناس يدعوهم الى الاسلام ولم يامرهم بالقتال (الى ان قال) وكان من السرايا سرية مع خالد بن الوليد فنزل على ماء لبنی خزيمة فلما نزل عليه اقبلت بنو خزيمة بالسلاح فقال لهم خالد ضعوا السلاح فوضعوها وامر بهم فكتفوا ثم عرضهم على السيف فقتل من قتل منهم فلما بلغ رسول الله ما فعل خالد رفع يديه الى السماء حتى بان بياض ابطيه وقال اللهم انی ابرء اليك مما صنع خالد ؎ ودر مدارج النبوة ست كہ چوں بنی خزیمہ از آمدن خالد خبردار شدند بمغایت طریق حزم واحتیاط سلاحہا پوشیدہ بیروں آمدند خالد از ایشاں پرسید شما چہ کسانید گفتند ما مسلمانیم کہ بہ محمد صلعم وشرائع دین وے ایمان داریم ونماز میگذاریم ودر میان خود (بقیہ حاشیہ صفحہ ٧١ پر)

قتل کئے گئے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب خالد کے کہنے سے بنی خزیمہ کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو خالد نے تلوارے کر تقریباً سو آدمی اس قبیلے کے قتل کر ڈالے۔ بنی خزیمہ کے ایک شخص نے جناب رسالت مآب کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آنحضرت نے غضبناک ہو کر تین بار فرمایا کہ خداوندا خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں۔

علامہؒ ابو الفدا اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ پھر پیغمبر صاحب نے حضرت علی کو کچھ مال و زر دے کر قبیلۂ بنی خزیمہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ ان کے مقتولوں کا خونبہا اور تلف شدہ مال کا عوض ادا کریں چنانچہ حضرت علی حکم نبوی کی تکمیل فرمائی۔

تاریخ ابنؒ الوردی میں ہے کہ پھر اسی سال ماہ شوال میں غزوۂ حنین کا واقعہ پیش آیا یعنی جب مکہ فتح ہو گیا تو قبیلۂ ہوازن کے لوگ پیغمبر صاحب سے جنگ کے لئے مجتمع ہوئے جن کا پیشوا مالک بن عوف تھا اور ثقیف اہل طائف اور بنی سعد بن بکر بھی ان کے ساتھ ہوئے جب یہ خبر جناب رسالت مآب کو پہونچی تو آنحضرت بسواری دلدل مع بارہ ہزار آدمیوں کے ۶ شوال کو باہر نکلے۔ ترمذی نے ابو واقد سے روایت کی ہے کہ جب رسول مقبول بجانب حنین روانہ ہونے تو راہ میں اس درخت کے پاس سے گزر ہوا جس کو مشرکین ذات انواط کہتے تھے اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک ذات انواط بنا دیجئے جیسا کہ مشرکین کا ذات انواط ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ وہی بات ہے جو قوم

(بقیہ حاشیہ ص۸) مسجد بنا کردہ اذان واقامت گفتہ بہ جمعہ و جماعت قیام می نمائیم خالد گفت پس سلاح چرا پوشیدہ؟ در برابر من آمدہ اید گفتند میان ما و قومی از عرب عداوت ست بترسیدیم کہ شما از ایشان باشید خالد را عذر ایشاں در محل قبول نیفتاد گفت سلاح خود بنہ آید ایشاں بموجب فرمودہ عمل نمودہ سلاحہا از خود دور کردند آنگاہ خالد گفت تا دستہائے یکدگر بر شانہ بربستند وہر یکے از آں اسیراں را بیکے یاراں خود سپرد وقت سحر ندا کرد کہ ہر کہ اسیرے دارد بقتل آرد چنانچہ بفرمودہ او اسیراں بکشتند۔ و در روایتے آمدہ کہ چوں آنہا سلاح انداختند خالد تیغ در ایشاں نہاد قریب صد کس را از آں قبیلہ بکشت یکے از بنی خزیمہ آمدہ آنچہ خالد بہ آں جماعت کردہ بود بعرض رسول صلعم برسانید حضرت در غضب آمدہ سہ بار فرمود خداوندا من بیزارم از آنچہ خالد کردہ۔ ؎ قال ابو الفداثم ارسل رسول اللہ علی بن ابی طالب بمال وامرہ ان یؤدی لہم الدماء والاموال فغعل علی ذلک۔ ؎ قال ابن الوردی وفیہا فی شوال غزوۃ حنین لما فتحت مکۃ تجمعت ہوازن لحرب رسول اللہ صلعم ومقدمہم مالک بن عوف وانضمت الیہم ثقیف اہل الطائف وبنوسعد بن بکر قال الیہ حاشیہ صفحہ

ہونے نے حضرت موسیٰ سے کہی تھی کہ جیسے کافروں کے معبود ہیں ویسا ہی ایک معبود ہم کو بھی بنا دیجئے قسم بخدا کہ تم بھی انھیں کا طریقہ اختیار کروگے۔ تاریخ ابن خلدون[۲] میں ہے کہ پھر جناب رسالت مآب وہاں سے چلکر وادی حنین میں داخل ہوئے اور تاریخ ابو الفدا[۳] میں ہے کہ جب دونوں جانب کی فوجیں باہم ملاقی اور مصروف جنگ ہوئیں تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ایسا بدحواس ہو کر بھاگے کہ کوئی کسی کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا۔ مورخ ابن الوردی[۴] لکھتا ہے کہ جب بروز حنین صحابہ نے راہ فرار اختیار کی تو رسول مقبول نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کو پکارو عباس بولے کہ یارسول اللہ میری آواز ان کے کانوں تک کیونکر پہونچے گی آنحضرت نے فرمایا کہ ندا کرنا تمہارا کام ہے اور اس ندا کو مفرورین کے کانوں تک پہنچا دینا خدا کا کام ہے۔ اور سیرۃ الحلبیہ[۵] برہان الدین حلبی شافعی میں ہے کہ اس وقت ابو سفیان بن الحارث پیغمبر صاحب کی رکاب تھامے ہوئے تھے اور آنحضرت لوگوں کو گریز کرتے ہوئے دیکھ کر فرما رہے تھے کہ تم کہاں بھاگے جاتے ہو مگر وہ کسی طرح التفات نہ کرتے تھے۔ آپ نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کے آواز دو کہ اے گروہ انصار اے اصحاب سمرہ یعنی زیر درخت سمرہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والو کہاں بھاگے جارہے ہو۔ صحیح بخاری[۶] کی ایک حدیث میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان پسپا ہو کر بھاگے تو میں بھی انکے ساتھ تھا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ مفرورین میں حضرت عمر بن الخطاب بھی ہیں

(بقیہ حاشیہ ملک) ابن الوردی لما سمع رسول الله باجتماعهم خرج من مكة لست خلون من شوال وخرج معه اثنا عشر الفا وركب النبي بغلته الدلدل ۳ه واخرج الترمذي عن ابي واقد لما خرج رسول الله صلعم الى حنين مر بشجرة للمشركين يقال لها ذات انواط يعلقون عليها اسلحتهم قالوا يا رسول الله اجعل لنا ذات انواط كما لهم ذات انواط قال فقال النبي صلعم سبحان الله هذا قوم موسى اجعل لنا الها كما لهم الهة والذي نفسي بيده لتركبن سنن من كان قبلكم ۱ه قال ابن خلدون في تاريخه ثم نهض رسول الله حتى لقي وادي حنين ۲ه وقال ابو الفدا فلما التقوا انكشف المسلمون لا يلوي احد على احد ۳ه وقال ابن الوردي لما انهزم الصحابة يوم حنين قال صلعم للعباس نادهم فقال يا رسول الله كيف يبلغهم صوتي او متى يسمعون ندائي فقال عليك والنداء وعلى الله البلاغ ۴ه وفي سيرة الحلبية للبرهان الدين الحلبي الشافعي وكان ابو سفيان بن الحارث آخذ بركابه صلعم وهو يقول حين رأى ما رأى من الناس الى اين ايها الناس فلم ار الناس يلوون على شيء فقال رسول الله صلعم يا عباس اصرخ يا معاشر الانصار يا اصحاب السمرة يعني الشجرة التي كانت تحتها بيعة الرضوان ۵ه وفي الحديث البخاري عن ابي قتادة قال انهزم المسلمون وانهزمت معهم فاذا بعمر بن الخطاب في الناس فقلت له ما شان الناس قال امر الله ثم راجع الناس الى رسول الله صلعم۔

میں نے اُن سے عرض کیا کہ کیا حال ہے ہم مسلمانوں کا (کہ بھاگ کھڑے ہوئے) انہوں نے فرمایا کہ خدا کی مشیّت۔ بعد ازاں ہم سب لوگ رسول کے پاس واپس آئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ جب بروز غزوہ حنین مسلمان پسپا ہو کر بھاگے تو حضرت علیؑ[1] اپنی جگہ سے نہیں ہٹے بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو معرکہ جنگ میں ثابت قدم رہے۔

کنز العمال[2] میں ہے کہ ابن عساکر نے حسین بن علی سے روایت کی ہے کہ بروز حنین جو لوگ رسول اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں سے عباس اور علی ابن ابی طالب اور ابو سفیان بن الحارث اور عقیل بن ابی طالب اور عبداللہ بن زبیر اور زبیر بن العوام اور اسامہ بن زید ہیں۔

اور علامہ حلبی[3] سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جب بروز حنین لوگوں نے رسول اللہ کے پاس سے فرار کیا آنحضرت کے ساتھ صرف چار شخص باقی رہ گئے تین بنی ہاشم یعنی علی بن ابی طالب اور عباس اور ابو سفیان بن الحارث اور ایک غیر بنی ہاشم یعنی عبداللہ ابن مسعود۔

تاریخ[4] ابو الفدا میں ہے کہ جب مسلمانوں نے فرار اختیار کیا تو اہل مکہ کے دلوں میں جو کینہ اور حسد مخفی تھا ظاہر ہو گیا چنانچہ مسلمانوں کے بھاگنے پر ابو سفیان کہنے لگے کہ لوگ جب تک سمندر کے کنارے نہ پہنچیں گے دم نہ لیں گے۔

مورخ[5] ابو الفدا لکھتا ہے کہ جناب رسالت مآب بدستور میدان جنگ میں موجود رہے تا آنکہ جو لوگ

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلوی در ازالۃ الخفا می فرماید کہ در غزوۂ حنین چوں ہزیمت بمسلمین رو داده وے (علی) رضی اللہ عنہ از جماعت ثابتان بود۔ [2] قال فی کنز العمال اخرج ابن عساکر عن حسین بن علی قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ صلعم یوم حنین العباس وعلی بن ابی طالب وابو سفیان بن الحارث وعقیل بن ابی طالب وعبداللہ بن الزبیر والزبیر بن العوام واسامہ بن زید [3] وقال الحلبی فی سیرۃ الحلبیۃ وفی روایۃ لما انہزم الناس یوم حنین عن النبی صلعم لم یبق منہ الاربعۃ ثلاثۃ من بنی ہاشم ورجل من غیرہم علی ابن ابیطالب والعباس وابو سفیان بن الحارث وابن مسعود [4] قال ابو الفداء ولما انہزم المسلمون اظہر اہل مکۃ ما فی نفوسہم من الحقد فقال ابو سفیان بن حرب لا تنتہی ہزیمتہم دون البحر۔ [5] قال ابو الفداء واستمر رسول اللہ صلعم ثابتا وتراجع المسلمون واقتتلوا قتالا شدیدا وقال رسول اللہ صلعم لبغلتہ البد لدل البدی البدی فوضعت بطنہا علی الارض فاخذ رسول اللہ صلعم حفنۃ تراب فرمی بہا فی وجہ المشرکین فکانت الہزیمۃ ونصر اللہ تعالیٰ المسلمین (الی ان قال) ولما انہزمت ثقیف من حنین الی الطائف سار النبی صلعم الیہم فاغلقوا باب مدینتہم فحاصرہم فیہا وعشرین یوما وقتلہم بالمنجنیق وامر بقطع اعناب ثقیف فقطعت ثم اذن رسول اللہ بالرحیل فرحل عنہم۔

بھاگ گئے تھے واپس آئے اور ان میں اور مخالفین میں شدید جنگ چھڑ گئی اس وقت پیغمبر صاحب نے دلدل کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "البدی البدی" یہ سنتے ہی دلدل نے چاروں پاؤں ایسے پھیلا دیے کہ اس کا پیٹ زمین سے مل گیا۔ رسول مقبول نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر مشرکین کی جانب پھینک دی جس کی پھینکتے ہی مشرکین شکست کھا کر بھاگے اور قادر مطلق نے مسلمانوں کو مظفر و منصور فرمایا۔ پس جب قبیلۂ ثقیف کے لوگ شکست پا کر طائف کی طرف بھاگ گئے تو پیغمبر صاحب بھی مع لشکر اسلام طائف پہنچے۔ مفرورین نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے مسلمانوں نے کچھ اوپر بیس دن تک ان کا محاصرہ کیا اور بذریعہ منجنیق لڑتے رہے اور بالآخر پیغمبر صاحب کے حکم سے ان کے انگور کاٹ ڈالے گئے بعدہٗ آنحضرت نے وہاں سے کوچ فرمایا۔

[1] ترمذی نے جابر سے روایت کی ہے کہ محاصرۂ طائف کے زمانے میں جناب رسول خدا نے حضرت علی کو بلا کر تخلیے میں بصیغۂ راز سرگوشی فرمائی تو لوگوں نے کہا کہ کیا ہے جو پیغمبر صاحب نے بہت دیر تک اپنے بھائی سے راز کی گفتگو کی۔ آنحضرت نے یہ خبر سن کر فرمایا کہ علی سے میں نے راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا نے کی ہیں۔ اور [2] مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب رسول اللہ نے حضرت علیؓ سے تخلیے میں راز کہنا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے پیغمبر صاحب سے کہا کہ یا رسول اللہ آپ خلوت میں علیؓ سے راز کی باتیں کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں علی سے راز کی باتیں نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ کرتا ہے۔ اور [3] محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ولکن اللہ انتجاہ کے یہ معنی ہیں کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں علی سے راز لوں اور میں نے حکم ایزدی کی تعمیل میں ایسا کیا نیز یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ علی سے راز کہنے کی ابتدا میں نے نہیں کی بلکہ خدا ہی اس سے راز رکھتا ہے اور اپنے اسرار کو اس کے دل میں ڈالتا ہے پس جب ایسا ہے تو میں بھی بمقتضائے موافقت و متابعت

---

[1] اخرج الترمذی عن جابر قال دعی رسول اللہ صلعم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلعم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ [2] در مدارج النبوۃ ست کہ در ہنگام خلوت و مشاورت نبی با علی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ با حضرت رسول صلعم گفت کہ یا رسول صلعم با علی راز میگوئی زیادہ خلوت مے کنی آں سرور فرمود ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ یعنی من با او راز نمی گویم بلکہ خدائے تعالیٰ با او راز میگوید

[3] و محدث دہلوی در شرح مشکوٰۃ فرمودہ کہ یعنے خدائے تعالیٰ امر کردہ است مرا کہ راز گویم با او پس راز گفتم من بجہت فرماں برداری کردن امر حق تعالیٰ را و تواند کہ معنی آں باشد کہ من ابتدائے راز گفتن با وے نکردہ ام ولیکن خدائے تعالیٰ راز میگوید با وے و القائے اسرار مے کند در دل وے من نیز راز میگویم با وے از جہت موافقت و متابعت فعل الٰہی۔

عمل الٰہی عل سے راز کہتا ہوں۔ علامہ مسعودی[1] تاریخ مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ اسی ۸ھ میں
رسول مقبول نے ان نومسلموں کو بھی مال وغیرہ کے حصے عطا کئے جو بذریعہ تالیف قلوب مسلمان ہوئے
اور جن میں ابوسفیان اور ان کے بیٹے معاویہ بھی تھے نیز اسی سال ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضرت
ابراہیم فرزند رسول کریم کی ولادت ہوئی۔
مورخ ابوالفدا[2] لکھتا ہے کہ اسی ۸ھ میں حاتم طائی نے وفات پائی۔ تاریخ ابن الوردی[3] میں ہے
کہ پھر ۹ھ شروع ہوا۔ اور اس زمانے میں رسول مقبول رونق بخش مدینہ منورہ رہے اور مدارج النبوۃ[4] میں ہے
کہ اسی سال رسالت مآب نے اپنے ازواج سے ایک مہینہ پہلے لئے جدائی اختیار فرمائی اور
روضۃ الاحباب[5] میں اس جدائی کی وجہ ارجح یہ لکھی ہے کہ کسی نے زینب بنت جحش کو شہید خالص

---

[1] قال المسعودی فی مروج الذھب وفیھا کان اعطاؤہ للمؤلفۃ قلوبھم و
فیھم ابوسفیان بن حرب وابنہ معاویۃ وفیھا کان مولد ابرھیم بن رسول
اللہ صلعم من ماریۃ القبطیۃ [2] قال ابوالفداء وفیھا مات حاتم الطائی۔
[3] قال ابن الوردی ثم دخلت سنۃ تسع وھو صلی اللہ علیہ وسلم
بالمدینۃ [4] در مدارج النبوۃ ست کہ ہم دریں سال آں حضرت صلعم ایلا کرد از ازواج
خود یک ماہ بر ایشاں نرفت و نہ گزشت [5] در روضۃ الاحباب وجہ ارجح چنیں نوشتہ کہ عسل
برائے زینب بنت جحش چنیں بہدیہ آوردہ بودند وے برائے آں سرور نگاہ داشتہ بود چہ عسل را دوست
میداشت و چوں حضرت نزد او میرفت شربت عسل برائے وے مے کرد بنا بر اینکہ عسل دیر آں
بیشتر زیادہ بر معہود در خانہ او توقفے واقع می شد عائشہ گوید من و حفصہ باہم موافقت نمودہ با یک دیگر گفتیم کہ
حضرت بر ہر کدام از ما کہ در آید باید کہ گوید کہ از تو بوئے مغافیر مے شنویم مگر مغافیر خوردۂ۔ و مغافیر صمغ درختے
است کہ بوی کریہ دارد ؛ القصہ حضرت بر یکے از ایشاں در آمد وے آں سخن را چنانچہ مقرر بود گفت حضرت
فرمود مغافیر نخوردہ ام بلکہ شربت عسل آشامیدام پیش زینب بنت جحش آں زن گفت جریدہ است زنبور ایں
عسل در درخت عرفط یعنے مغافیر فرمود چوں چنیں است دیگر ہرگز از آں عسل شربت نیاشامم ولیکن ایں سخن را با ہیچ
کس مگوئے آں زن قبول نمود فاما او فا بقول خویش نکردہ تا آں دیگرے گفت جبریل آمد و ایں آیہ آورد کہ
یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم
قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولاکم وھو العلیم الحکیم واذ اسر النبی الی
بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن
بعض فلما نباھا بہ قالت من انباک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما
الآیۃ۔

بطور تحفے کے بھیجا تھا زینب نے اسے پیغمبر خدا کے لئے رکھ چھوڑا کیوں کہ آنحضرت شہد کو بہت پسند فرماتے تھے چنانچہ جب رسول مقبول ان کے یہاں جاتے تھے تو وہ شربت عسل تیار کر کے پیش کرتی تھیں اور چونکہ شربت عسل کسی قدر دیر میں تیار ہوتا تھا اس وجہ سے آنحضرت زینب کے یہاں فی الجملہ معمول سے زیادہ توقف فرماتے تھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب مجھے یہ حال معلوم ہوا تو میں نے اور حفصہ نے باہم مشورہ کر کے کہا کہ ہم میں سے جس کے یہاں پیغمبر صاحب آئیں وہ یہ کہے کہ کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے جو آپ سے اس کی بدبو آتی ہے۔ پس آنحضرت ان بیبیوں میں سے ایک بی بی کے یہاں گئے تو انہوں نے حسب مشورہ باہمی کہا کہ کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے مغافیر نہیں کھائی مگر زینب کے یہاں شربت عسل پیا ہے اس بی بی نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ جن زنبوروں سے وہ شہد حاصل ہوئی ہے انہوں نے مغافیر کھائی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو میں آئندہ وہ شہد استعمال نہ کروں گا مگر ایسا ذکر تم کسی سے نہ کرنا انہوں نے اقرار تو کیا کہ ہم نہ کہیں گے مگر ذکر کر دیا چنانچہ جبریل امین آیات سورۂ تحریم لے کر نازل ہوئے جن کا یہ مطلب ہے کہ "اے رسول جو کچھ خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے اس سے تم اپنی بیبیوں کی خوشنودی کے لئے کیوں کنارہ کشی کرتے ہو خدا تو بڑا غفور و رحیم ہے جس نے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور وہ علیم و حکیم تمہارا کارساز ہے اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بی بی سے مخفی طور پر ایک بات کہی تو اس نے دوسری بی بی سے وہ بات بتا دی اللہ تعالےٰ نے پیغمبر پر اس امر کو ظاہر کر دیا چنانچہ پیغمبر نے اس بی بی سے کچھ بتایا کچھ نہ بتایا تب اس بی بی نے متحیر ہو کر پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی پیغمبر نے کہا کہ مجھ کو اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور ہر بات کی خبر رکھتا ہے اگر تم دونوں اس حرکت سے توبہ کرو تو بہتر ہے کیوں کہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں الیٰ آخر الآیۃ اور تفسیر در منثور سیوطی[1] میں ہے کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں ہمیشہ اس بات کو حضرت عمرؓ سے روایت کرنے کی خواہش رکھتا تھا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں جن کی نسبت اللہ تعالےٰ نے

[1] وفی الدر المنثور للسیوطی اخرج البخاری ومسلم وترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم ازل حریصا علی ان اسأل عمر رضی اللہ عنہ عن امراتین من ازواج النبی صلعم اللتین قال اللہ لہما ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما حتی حج عمر وحججت معہ فلما کان ببعض الطریق عدل عمر وعدلت معہ بالاداوۃ فتبرز ثم اتی فصببت علی یدیہ فتوضاء فقلت یا امیر المؤمنین من المرأتان من ازواج النبی صلعم اللتان قال اللہ لہما ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما فقال واعجبا لک یا ابن عباس ہما عائشۃ وحفصۃ۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ تم توبہ کرو تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں مگر موقع دریافت کرنے کا نہ ملتا تھا۔ اتفاقاً ایک بار سفرِ حج میں میرا اور حضرت عمر کا ساتھ ہوا واپسی کے وقت اثنائے راہ میں حضرت عمر حسبِ ضرورت پیچھے پھرے تو میں اُن کے ساتھ ظرفِ آب لئے ہوئے پھرا۔ حضرت عمر رفعِ ضرورت کے لئے گئے اور جب آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا انہوں نے وضو کیا میں نے موقع پاکر پوچھا کہ امیر المومنین وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرو تمہارے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابن عباس تعجب ہے کہ تم نہیں جانتے۔ وہ دو عورتیں عائشہ اور حفصہ ہیں۔

تاریخ خمیس[1] میں ہے کہ اسی سنہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک کا واقعہ ہوا جو رسول مقبول کا آخری غزوہ تھا۔ اور نسائی[2] نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم غزوۂ تبوک کے قصد سے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علی کو مدینہ میں چھوڑا حضرت علی کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھے یہیں چھوڑ جائیں گے آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کو بنی اسرائیل میں خلیفہ کرکے میقات کو گئے تھے اسی طرح میں بھی تم کو مدینے میں چھوڑ کر تبوک کا قصد کروں کیونکہ تم میرے لئے اسی منزلت پر ہو جس منزلت پر موسیٰ کے لئے ہارون تھے سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ اور تاریخ خمیس[3] میں ہے کہ پھر جناب رسالت مآب تبوک کی جانب متوجہ فرما ہوئے۔ کتاب روضۃ الاحباب[4] میں ہے کہ ابوذر غفاری جناب رسول خدا کے ساتھ نہ جاسکے تھے آنحضرت کے تشریف لے جانے کے بعد روانہ ہوئے اتفاقاً راہ میں ان کا اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آگیا۔ ابوذر سامانِ سفر اپنی پیٹھ پر لاد کر آگے بڑھے اور تاریخ خمیس[5] میں ہے کہ رسولِ مقبول اثنائے سفر میں منزل گزیں تھے۔ کسی صحابی نے دور سے ایک مرد کو آتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی شخص اکیلا اور پیادہ آرہا ہے آں حضرت نے فرمایا کہ ابوذر ہیں۔ لوگوں نے بغور تامل دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم ابوذر ہی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم

---

[1] قال فی الخمیس وفی رجب ھذہ السنۃ وقعت غزوۃ بتبوک وھی اخر غزوات صلعم ۱۲ھ و [2] اخرج النسائی عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم فی غزوۃ تبوک وخلف علیا فقال اتخلفنی فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ۱۲ھ [3] وفی الخمیس قال فمضی رسول اللہ صلعم علی سفرہ ۱۲ھ [4] روضۃ الاحباب ست کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ از عقب آنحضرت بیروں آمد شترش در راہ واماند تا بآں کہ ضروری بود بر دوش خود گرفت وروان شد ۱۲ھ [5] قال فی الخمیس ونزل رسول اللہ فی بعض منازلہ فنظر ناظر من المسلمین فقال یا رسول اللہ ھذا رجل یمشی فی الطریق وحدہ فقال صلعم کن ابا ذر فلما تامل القوم قالوا یا رسول اللہ ھو واللہ ابوذر فقال رسول اللہ رحم اللہ ابوذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ

فرمائے جس طرح وہ اس وقت بحالت بیکسی و تنہائی آرہے ہیں۔ اسی طرح بحالت بیکسی و تنہائی ان کی وفات بھی ہوگی۔ تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ آنحضرت نے تبوک پہنچ کر بیس دن قیام فرمایا اور یوحنا حاکم ایلیہ نے حاضر ہو کر جزیہ پر مصالحت کر لی پھر آنحضرت مدینہ منورہ واپس آئے تاریخ ابن الوردی[2] میں ہے کہ اسی سال رسول مقبول نے حضرت ابوبکر کو مکہ معظمہ کی جانب روانہ کیا تاکہ مسلمانوں کو حج کرائیں۔ اور نسائی[3] نے انس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول خدا نے حضرت ابوبکر کو مع سورۂ برائت (اہل مکہ کی جانب) بھیجا بعد ازاں ان کو طلب کر کے کہا کہ سوا ایسے شخص کے جو میرے اہل سے ہو اور کوئی شخص امر تبلیغ کو ادا نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت علی کو بلا کر انہیں تبلیغ سورۂ برائت کی خدمت عطا فرمائی۔ نیز محدث[4] موصوف نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صاحب نے حضرت ابوبکر کو مع سورہ برائت اہل مکہ کی جانب بھیجا اس کے بعد ہی ان کے عقب میں مجھ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ تم ابوبکر سے کتاب سورۂ برائت لے کر اہل مکہ کی طرف جاؤ چنانچہ میں نے اثنائے راہ میں ابوبکر سے مل کر کتاب موصوف لے لی پس ابوبکر نے واپس آکر پیغمبر صاحب سے بادل شکستہ و محزون عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میری نسبت کوئی حکم نازل ہوا (جو آپ نے کار تبلیغ سے مجھے معزول فرمایا) آنحضرت نے کہا کہ نہیں بلکہ مجھے یہ حکم الٰہی ہوا ہے کہ یا میں خود اس کی تبلیغ کروں۔ یا وہ شخص کرے جو میرے اہل بیت سے ہو۔ اور ایک دوسری حدیث میں جس کو نسائی اور ترمذی نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی ہے یہ الفاظ ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میری جانب سے سوا میرے اور علی کے کوئی شخص امر تبلیغ کو ادا نہیں کر سکتا۔

تاریخ ابوالفدا[5] میں ہے کہ پھر سنہ ۱۰ھ شروع ہوا اور تمامی اہل عرب کے قائم مقام جناب رسالتمآب

---

[1] قال ابوالفدا وصل رسول اللہ صلعم الی تبوک واقام بہا عشرین لیلۃ وقدم علیہ بہا یوحنا صاحب ایلۃ فصالحہ علی الجزیۃ (الی ان قال) ثم رجع رسول اللہ صلعم الی المدینۃ [2] قال ابن الوردی فی تاریخہ وفیہا بعث رسول اللہ صلعم ابا بکر لیحج بالناس [3] اخرج النسائی عن انس قال بعث النبی صلعم براءۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی ان یبلغ ہذا الا رجل من اہلی فدعا علیا فاعطاہ ایاہا [4] واخرج ایضا عن علی ان رسول اللہ صلعم بعث براءۃ الی اہل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلی فقال لہ خذ ہذا الکتاب فامض بہ الی اہل مکۃ قال فلحقتہ واخذت الکتاب منہ قال فانصرف ابوبکر وہو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فیّ شیٔ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اہل بیتی وفی حدیث آخر رواہ النسائی والترمذی وعن حبشی ابن جنادۃ قال رسول اللہ صلعم لا یؤدی عنی الا انا او علی [5] قال ابوالفدا ثم دخلت سنۃ عشر ورسول اللہ بالمدینۃ جاءتہ وفود العرب قاطبۃ ودخل الناس فی دین اللہ افواجا۔

کے حضور میں بمقام مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔
روضۃ الاحباب[۱] میں ہے کہ اسی سال جناب رسالت مآب اور نصارائے نجران میں مصالحت بوقوع ہوئی چنانچہ اہل سیر لکھتے ہیں کہ رسول مقبول نے نصارائے نجران کو نامہ لکھا اور انہیں دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت فرمائی۔ نصارائے نجران نے نامۂ فیض شمامہ پاکر بعد مشورت باہمی اپنی قوم کے چودہ آدمیوں کو اس غرض سے مدینہ روانہ کیا کہ پیغمبر اسلام کے حالات تحقیق کرکے اطلاع دیں۔ اور **مدارج النبوت**[۲] میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے نصارائے نجران کو نامہ لکھ کر انہیں دین اسلام کی جانب دعوت فرمائی۔ انہوں نے بمشاورت باہمی اپنی قوم کے چودہ آدمی منتخب کرکے مدینہ بھیجے تاکہ پیغمبر اسلام کے حالات تحقیق کرکے ان کو اطلاع دیں ان چودہ آدمیوں میں تین شخص ایسے تھے جو تمام کاروبار کے مختار سمجھے جاتے تھے ایک عبدالمسیح ملقب بہ عاقب دوسرا ایہم سید تیسرا ابوالحارث جب یہ لوگ مدینے پہنچے تو راہ کے کپڑے اوتار کر اور اچھے ریشمی کپڑے اور طلائی انگوٹھیاں پہن کر مسجد نبوی میں آئے اور سب نے پیغمبر صاحب کو سلام کیا۔ مگر آنحضرت نے ان کے سلام کا جواب

---

[۱] در روضۃ الاحباب ست کہ دریں سال میان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و میان نصارائے نجران مصالحت واقع شد اہل سیر رحمہم اللہ آوردہ اند کہ حضرت مکتوبے بہ نصارائے نجران نوشت و ایشاں را بہ اسلام دعوت نمود آں جماعت بعد از شورت چہاردہ کس را از قوم خود اختیار کردہ بمدینہ فرستادند تا احوال رسول صلعم تحقیق کنند و خبر ایشاں رسانند۔ [۲] در مدارج النبوت است کہ حضرت صلعم مکتوبے بہ نصارائے نجران نوشت ایشاں را بہ اسلام دعوت نمود آں جماعت بعد از مشاورت یکدیگر چہاردہ کس را از قوم خویش اختیار کردہ بمدینہ فرستادند تا احوال رسول صلعم تحقیق کنند خبر بایشاں رسانند و سہ نفر دریں بودند کہ کاروبار را اختیار بدست ایشاں بود یکے عبدالمسیح ملقب بہ عاقب دوم ایہم ملقب بہ سید و دیگر ابوالحارث چوں بمدینہ رسیدند جامہائے راہ از خود دور کردہ حلہائے ابریشمین پوشیدہ و انگشترہائے طلا درست کردہ بمسجد نبوی درآمدند و سلام کردند حضرت جواب سلام ایشاں نداد و روئے مبارک از ایشاں بازگردانید (الی ان قال) پس از مسجد بیرون آمدند و بہ عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف گفتند پیغمبر شما مکتوبے بما نوشت و ما را دعوت نمود چوں نزد او آمدیم و سلام کردیم جواب نشنیدیم و ہرچند سخن کردیم از وے غیر سکوت چیزے ندیدیم اکنون رائے شما دریں باب چیست آیا بازگردیم بدیار خود یا توقف کنیم۔ عثمان و عبدالرحمن با علی گفتند رائے تو دریں مہم چیست گفت رائے من آنست کہ ایں جامہائے فاخرہ و انگشترہائے طلا از خود دور کنند جامہائے رہبانان پوشیدہ در مجلس شریف در آیند آں قوم بموجب فرمودۂ علی عمل نمودہ بنزد آں حضرت صلعم رفتند (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ پر)

نہ دیا۔ اور روئے مبارک ان کی جانب سے پھیر لیا وہ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان اور عبدالرحمان بن عوف کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہارے پیغمبر نے ہم کو خط لکھ کر بلایا اور جب ہم نے آکر ان کو سلام کیا تو نہ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور نہ ہم سے بات کی اب تمہاری کیا رائے ہے آیا ہم لوگ واپس جائیں یا توقف کریں حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن نے حضرت علی سے پوچھا کہ اس باب میں تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میری رائے ہے کہ یہ لوگ جو ریشمی لباس اور طلائی انگوٹھیاں پہنے ہوئے ہیں اوتار ڈالیں اور رہبانوں کا ایسا سادہ لباس پہن کر جناب رسالت مآب کے حضور میں جائیں وہ لوگ ریشمی لباس اور طلائی انگوٹھیاں اتار کر اور سادہ لباس پہن کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور رسم سلام بجا لائے۔ آں حضرتؐ نے جواب سلام دے کر فرمایا کہ قسم ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) و سلام کردند آنحضرت جواب سلام ایشاں باز داد و فرمود کہ بآں خدائے کہ مرا براستی مبعوث فرمود کہ ایں قوم نوبت اول چوں بمجلس من درآمدند شیطان با ایشاں بود اسلام دعوت نمود ایشاں بآں حضرت گفتند چہ میگوئی در شان عیسیٰ آں حضرت فرمود امروز جواب شما نمی گویم اقامت کنید دریں بلدہ تا جواب ایں سوال بشنوید گویا انتظار وحی کرد پس روز دیگر ایں آیت نازل شد ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون الحق من ربک فلا تکن من الممترین فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکذبین سید عالم ایشاں را طلبید و آیات را برایشاں خواند مگر آنہا اقرار نکردند و برا عتقاد خویش مصر بودند حضرت فرمود چوں باور نمی کنید بہ نیت تا با یکدیگر مباہلہ کنیم در شان یک دیگر گوئیم لعنت خدا بر دروغ گویان باد گفتند مارا مہلت دہ تا دریں باب تامل کنیم و فردا بیائیم و در خلوت با عاقب گفتند رائے تو دریں باب چیست عاقب گفت کہ بخدا سوگند کہ شما میدانید کہ محمد پیغمبر مرسل ست و در باب عیسیٰ دلیل ظاہر آورده مباہلہ اگر میکنید ہلاک خواہید شد چوں خواہید کہ بر دین خود ثابت باشید با وی مصالحت کنید و جزیہ قبول نمائید چنانچہ روز دیگر صباح نبی و رسول صلعم آمدند و حضرت صلعم خود از حجرہ شریف بیروں آمدہ حسین بن علی در زیر بغل و دست حسن را گرفتہ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا در عقب فاطمہ و با ایشاں فرمود چوں من دعا کنم شما آمین گوئید سبحان اللہ ایں چہ وقت و چہ حالت ست و چہ شاہد و چہ مشہود گروہ نصاری نجران چوں ایں پنجتن پاک را دیدند و حدیث دعا و آمین شنیدند بترسیدند ابوا حارثہ کہ در ایشاں دانش مند بود گفت اے قوم بدرستے کہ من روئی چندی بینم اگر بخواہند از خدا کہ زائل گرداند کوہ را ایشاں زینہار مباہلہ بکنید کہ ہلاک شوید و ہیچ نصرانی بروئے زمین نماند۔ پس گفتند یا ابا القاسم با تو مباہلہ نمی کنیم فرمود پس مسلمان شوید گفتند ایں کار را نمی کنیم فرمود پس محاربہ را آمادہ شوید گفتند ما طاقت محاربہ با تو نیست ولیکن مصالحت می کنیم با تو بداں کہ ہر سال دو ہزار حلہ کہ بہائے ہر حلہ چہل درہم باشد دہیم و بر عاریت نہ زرہ و سی اسپ و سی شتر و سی نیزہ دہیم پس بریں جملہ مصالحت

اس خدا کی جس نے مجھے مبعوث برسالت فرمایا۔ جب یہ لوگ پہلے میرے پاس آئے تھے تو شیطان ان کے ساتھ تھا بعد ازاں رسول مقبولؐ نے ان کو مسلمان ہونے کی ہدایت فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ آپ حضرت عیسٰیؑ کی شان میں کیا کہتے ہیں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ آج تم اس شہر میں قیام کرو۔ تاکہ اطمینان کے ساتھ اپنے سوال کا جواب سنو گویا آنحضرتؐ کو اس باب میں وحی کا انتظار تھا۔ چنانچہ دوسرے دن یہ آیۃ کریمہ نازل ہوا۔ (ترجمہ آیت) خدا کے نزدیک عیسٰیؑ کی مثال وہی ہے جو آدمؑ کی مثال وہی ہے جن کو خدا نے مٹی سے بنا کر کہا کہ ہو جا اور وہ فوراً ہی حی و قائم ہو گئے۔ پس تم اس باب میں شک نہ کرو۔ کیوں کہ یہ حق بات خدا کی جانب سے ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر مخالفین خواہ مخواہ حجت کریں تو کہہ دو کہ اچھا آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں اور نساء اور نفوس کو حاضر کر کے درگاہ خدا میں تضرع جھوٹوں پر لعنت اور بد دعا کریں۔" پس پیغمبر صاحب نے نصارٰے نجران کو بلا کر ان کو ان آیات پر مطلع فرمایا۔ مگر انہوں نے مضمون کلام ربانی کو قبول نہ کیا اور اپنے اعتقاد پر مصر رہے۔ تب پیغمبر صاحبؐ نے ان سے کہا کہ اچھا سنو اگر تم اس کو بھی نہیں مانتے ہو تو آؤ ہم تم باہم مباہلہ کریں۔ یعنی ہر ایک دوسرے کی نسبت بد دعا کرے اور کہے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔

انہوں نے ایک دن کی مہلت طلب کی اور خلوت میں عاقب سے پوچھا کہ اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم، تم جانتے ہو کہ محمدؐ پیغمبر مرسل ہیں اور انہوں نے حضرت عیسٰیؑ کے باب میں ایک واضح دلیل پیش کی ہے ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر چاہتے ہو کہ اپنے دین پر قائم رہو تو جزیہ دینا قبول کر کے مصالحت کر لو۔ پس دوسرے دن ادھر سے یہ لوگ آئے اور ادھر جناب رسالت مآبؐ حجرۂ مبارک سے باہر صورت پر صولت تشریف لائے کہ خود بنفس نفیس حسینؑ بن علیؑ کو گود میں لئے ہوئے حسن مجتبٰیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کے عقب میں فاطمہ زہراؑ اور ان کے پیچھے علی مرتضٰیؑ۔ سبحان اللہ یہ کیا وقت ہے اور کیا حالت کیا شاہد اور کیا مشہود۔

الغرض جناب رسالت مآبؐ نے گروہ نصارٰی کے مقابلہ میں آ کر حسنینؑ اور فاطمہؑ اور علیؑ (سلام اللہ علیہم) سے کہا کہ جب میں دعا کروں تم سب مل کر آمین کہو۔ نصارٰی نے جب پنجتن پاکؑ کو دیکھا دعا و آمین کا ذکر سنا تو خوف سے تھرا گئے اور ابو الحارث نے (جو ان میں بہت ہی دانشمند تھا) کہا کہ اے قوم اس وقت ہم ایسی صورتیں مشاہدہ کر رہے ہیں جو خدا سے چاہیں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے تم

ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ پس ان لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابوالقاسم ہم آپ سے مباہلہ نہ کریں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا مسلمان ہو جاؤ۔

انہوں نے اس پر بھی انکار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پھر لڑائی پر آمادہ ہو۔ وہ بولے کہ ہم کو لڑنے کی طاقت نہیں ہے مگر آپ سے اس شرط پر مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہر سال دو ہزار حلے نذر کیا کریں گے۔ جن میں سے ہر حلے کی قیمت چالیس درہم ہوگی۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر سال تیس ۳۰ گھوڑے، تیس ۳۰ اونٹ۔ تیس ۳۰ زرہ اور تیس ۳۰ نیزے بھی دیا کریں گے۔ چنانچہ انہیں شرائط پر باہم مصالحت ہو گئی۔ حاکم[1] نے مستدرک میں بسند صحیح جابر سے روایت کی ہے کہ جب نصاریٰ نجران نے مباہلہ نہ کیا تو پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے براستی مبعوث فرمایا اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اس دشت میں ان پر آگ برستی۔

جابر کہتے ہیں کہ اسی واقعہ مباہلہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ یعنی آؤ ہم تم اپنے فرزندوں اور اپنی نساء اور اپنی نفوس کو حاضر کر کے بارگاہ ایزدی میں تضرع کے ساتھ جھوٹوں پر بددعا کریں۔ جابر کہتے ہیں کہ اس آیت میں انفسنا سے نبی اور مراد علیؑ ہیں۔ اور ابناءنا سے حسنینؑ اور نساءنا سے فاطمہؑ زہرا مقصود ہیں۔ تاریخ[2] طبری میں

---

[1] اخرج الحاکم فی المستدرک وصححہ عن جابر قال رسول اللہ صلعم والذی بعثنی بالحق لو فعلوا لامطر الوادی علیہم نارا قال جابر فیہم نزلت فقل تعالوا ندع ابنآءنا وابناءکم ونسآءنا ونسآءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین قال جابر انفسنا رسول اللہ وعلی ابنآءنا الحسن والحسین ونسآءنا فاطمۃ [2] قال ابن جریر فی تاریخہ الکبیر فی ہذہ السنۃ بعث رسول اللہ صلعم علیا الیمن وقد کان ارسل قبلہ خالد ابن الولید الیہم یدعوہم الی الاسلام فلم یجیبوہ فارسل علیا وامرہ ان یعزل خالد او من شاء من اصحابہ ففعل وقرا کتاب رسول اللہ علی اہل الیمن فاسلمت ہمدان کلہا فی یوم واحد فکتب بذلک الی رسول اللہ صلعم فقال السلام علی ہمدان ثم تتابع اہل الیمن علی الاسلام وکتب بذلک الی رسول اللہ صلعم فسجد شکرا للہ تعالیٰ۔

ہے کہ اسی سال جناب رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو یمن بھیجا۔ ان سے پہلے خالد بن ولید کو روانہ کیا تھا۔ اہل یمن کو مسلمان ہونے کی ترغیب دیں۔ لیکن کسی نے اسلام قبول نہ کیا تو پیغمبر صاحب نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور ان کے ساتھیوں میں سے جس کو چاہیں معزول کریں۔ چنانچہ علی مرتضیٰ نے جا کر اہل یمن کو رسول مقبولؐ کا مکتوب سنایا جس کا یہ اثر ہوا کہ ایک ہی دن میں تمام قبیلہ ہمدان مشرف بہ اسلام ہوا۔

حضرت علیؑ نے رسول مقبولؐ کو اس کار نمایاں کی اطلاع دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سلام ہو قبیلہ ہمدان پر اس کے بعد اہل یمن یکے بعد دیگرے داخل دین و اسلام ہوئے حضرت علیؑ نے پیغمبر صاحب کو پھر یہ حال لکھ کر بھیجا آں حضرتؐ نے فرط مسرت سے بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا فرمایا۔

علامہ[1] ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اسی سال مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ باطل کیا اور اپنی ذات کو امر نبوت میں رسول مقبولؐ کا شریک قرار دے کر آنحضرتؐ کی خدمت بابرکت میں لکھا کہ مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے محمد رسول اللہ کو بعد سلام معلوم ہو کہ میں امر نبوت میں آپ کی شرکت کرتا ہوں آدھی دنیا کا مالک میں اور آدھی دنیا کے مالک قریش۔ جناب رسالت مآبؐ نے اس کے جواب میں لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو واضح ہو کہ سلام اس پر ہے کہ جس نے ہدایت پائی در حقیقت ساری زمین کا مالک پروردگار عالم ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس زمین کا وارث قرار دیتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

مورخ[2] ابن الوردی لکھتا ہے کہ اسی زمانہ میں جناب رسول مقبولؐ نے حضرت علیؑ کو بنی نجران سے

---

[1] قال ابن خلدون فی هذه السنة ادعی مسیلمة النبوة وانه اشرك مع رسول الله صلعم فی الامر وكتب الیمن مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله سلام علیك فانی قد اشركت فی الامر معك وان لنا نصف الارض لقریش نصف الارض فكتب الیه رسول الله صلعم بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی مسیلمة الكذاب سلام علی من اتبع الهدی اما بعد فان الارض لله یورثها من یشاء من عباده و العاقبة للمتقین [2] قال ابن الوردی ثم امر رسول الله علیا باخذ صدقات نجران وجزیتهم ففعل وعاد فلقی رسول الله صلعم فی حجة الوداع (قال) قال وخروج صلعم حاجا لخمس بقین من ذی القعدة وحج بالناس۔

جزیہ اور صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت علیؑ حکم نبوی کی تکمیل کر کے حجۃ الوداع میں پیغمبر جناب سے ملاقی ہوئے۔ کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۵ ذیقعدہ کو بقصد حج تشریف لے جا چکے تھے۔

علامہ[1] ابو الفدا لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے (زمانہ حج میں) لوگوں کو مناسک حج اور سُنن دینیہ کی تعلیم فرمائی اور آیہ شریفہ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کا نزول ہوا۔

تاریخ[2] ابن خلکان مسمی بہ وفیات الاعیان میں ہے کہ جب جناب رسالت مآبؐ حجۃ الوداع سے واپس ہو کر غدیر خم میں پہنچے تو حضرت علیؑ کو اپنی اخوت کا شرف عطا فر کے ارشاد کیا کہ علیؑ میرے لئے اسی منزلت پر ہیں جس منزلت پر موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ الٰہی دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور نصرت فرما اس کی جو علیؑ کی نصرت کرے اور مخذول فرما اس کو جو علیؑ کو مخذول گردانے۔

اور حاکم[3] نے مستدرک میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے درمیان مکہ و مدینہ (بمقام غدیر خم) نزول اجلال فرما کر نماز ادا فرمائی۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد کیا۔ اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا۔ کہ ایہا الناس میں تم میں دو امر چھوڑتا ہوں قرآن مجید اور عترت اہل بیت۔ اگر تم ان دونوں کا اتباع کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ پھر فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے

---

[1] قال ابو الفدا وعلم رسول اللہ الناس مناسك الحج والسنن ونزل قوله تعالیٰ الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوهم واخشون الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ [2] فی وفیات الاعیان لابن لخلکان ولما رجع النبی صلعم من مکۃ شرفها اللہ تعالیٰ عام حجۃ الوداع ووصل هذا المکان (ای غدیر خم) واخی علی بن ابی طالب، قال علی منی کهارون من موسیٰ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔ [3] واخرج الحاکم فی المستدرك عن زید بن ارقم یقول نزل رسول اللہ صلعم بین مکۃ والمدینۃ فصلی ثم قام خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ووعظ ثم قال یا ایها انی تارك فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموهما وهما کتاب اللہ واهل بیتی عترتی ثم قال اتعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسهم ثلاث مرات قالوا نعم فقال رسول اللہ صلعم من کنت مولاہ

ہو کر میں جمیع مومنین کے لئے ان کے نفس سے اولیٰ ہوں سب نے کہا کہ بے شک ۔ پس آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ (سنو) جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہیں ۔

اور محدث نسائی نے کتاب خصائص میں بروایت ابو الطفیل زید بن ارقم سے روایت کی ہے[1] کہ جب جناب رسول خدا نے حجۃ الوداع سے مراجعت کی اور مقام غدیر خم میں نزول اجلال فرمایا تو حکم دیا کہ منبر تیار کیا جائے چنانچہ منبر تیار کیا گیا اور آنحضرتؐ نے اس پر رونق افروز ہو کر فرمایا کہ میں جناب باری میں بلایا گیا ہوں اور میں نے حکم الہٰی کو قبول کیا ہے اب میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں ایک کتاب اللہ دوسری اپنے اہل بیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تا اینکہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں پس دیکھو اور غور کرو کہ میرے بعد قرآن اور اہلبیت سے کیوں کر برتاؤ اور تمسک کرتے ہو۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ (سنو) میرا مولا اللہ تعالیٰ ہے اور میں کل مومنین کا ولی ہوں ۔ بعد ازاں حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا (دیکھو) جس کا میں

---

[1] واخرج النسائی عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم قال لما رجع النبی صلعم من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم امر بدوحات فقممن ثم قال کانی دعیت فاجبت وانی تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھا فانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ثم قال ان اللہ مولای وانا ولی کل مومن ثم انہ اخذ بید علی رضی اللہ عنہ فقال من کنت ولیہ فھذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فقلت لزید سمعتہ من رسول اللہ قال ما کان فی الدوحات الا رآہ بعینہ وسمعہ باذنیہ وعن سعد قال کنا مع رسول اللہ صلعم بطریق مکۃ فلما۔

ف یعنی چگونہ معاملہ می کنید و تمسک می نمائید بانہا بعد از من (شرح مشکوٰۃ از شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ)

بلغ غدیر خم وقف للناس ثم رد من تبعہ ولحقہ من تخلف فلما اجتمع الناس الیہ قال ایھا الناس من ولیکم قالوا اللہ ورسولہ ثلاثا ثم اخذ بید علی فاقامہ ثم قال من کان اللہ ورسولہ ولیہ فھذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ومن طریق اخر عن زید ابن ارقم قال قام رسول اللہ صلعم فحمد اللہ واثنی علیہ علم ثم قال الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ قالوا بلی تشھد لانت اولی بکل مومن من نفسہ قال فانی من کنت مولاہ فھذا مولاہ واخذ بید علی ۱۲۔

ولی ہوں علی ہوں اس کا ولی ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمنی رکھے۔ ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سُن کر زید بن ارقم سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو جناب رسول خدا سے سُنا ہے؟

زید بن ارقم نے کہا کہ ایک میں کیا جو لوگ منبر کے گرد مجتمع تھے ان سب نے آنحضرتؐ کو یہ ارشاد کرتے ہوئے دیکھا اور اپنے کانوں سے سُنا۔ اور سعد بن ابی وقاص سے روایت کی گئی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ ہم سفر تھے، جب آنحضرتؐ غدیر خم میں پہنچے تو آپ نے لوگوں کو توقف کا حکم دیا۔ چنانچہ جو لوگ نکل گئے تھے واپس آئے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ پہنچ گئے۔ پس جب کل لوگ مجتمع ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار استفسار فرمایا کہ "ایہا الناس تمہارا ولی کون ہے؟" لوگوں نے ہر بار عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول۔ یہ سُن کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور ان کو بلند کر کے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول جس کا ولی ہے علی بھی اس کا ولی ہے۔ الٰہی دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔ نیز محدث موصوف نے کتاب مذکور میں بطریق دیگر زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کھڑے ہوئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی آپ نے فرمایا کہ ایہا الناس کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کے لئے اس کے نفس سے اولیٰ ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ بے شک ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہر مومن کے لئے اس کے نفس سے اولیٰ ہیں۔ یہ سن کر رسول مقبول نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ (سنو) جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔ اور صواعق محرقہ[1] ابن حجر مکی میں بروایت طبرانی وغیرہ بسند

---

[1] وفی الصواعق للشیخ ابن حجر المکی اخرج الطبرانی وغیرہ بسند صحیح ان رسول اللہ صلعم خطب بغدیر خم تحت شجرات فقال ایہا الناس انہ قد نبانی اللطیف الخبیر انہ لم یعمر نبی الا نصف عمر الذی یلیہ من قبلہ وانی لاظن ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانکم مسئولون فماذا انتم قائلون قالوا نشہد انک قد بلغت وجہدت ونصحت فجزاک اللہ خیرا فقال الیس تشہدون ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان جنتہ حق وان الموت حق وان البعث حق بعد الموت وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور قالوا بلی نشہد بذلک قال اللّٰہم اشہد ثم قال یا ایہا الناس ان اللہ مولای وانا مولی المومنین وانا اولی بہم من انفسہم فمن کنت مولاہ فہذا مولاہ یعنی علیا۔

صیح مروی ہے کہ جناب رسول مقبول نے مقام غدیر خم میں درختوں کے نیچے خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا کہ خدائے لطیف وخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر نبی اپنے پہلے نبی کی نصف عمر پاتا ہے چنانچہ میں گمان کرتا ہوں کہ عنقریب بارگاہ ایزدی سے میری طلبی ہوگی۔ جسے میں قبول کروں گا۔ دسنو وہاں مجھ سے بھی سوال کیا جائے گا۔ اور تم لوگوں سے بھی۔ پس تم کیا کہو گے۔ سب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں اور دیں گے کہ آپ نے احکام الٰہی کو کما حقہ پہنچایا۔ اور حق کوشش ونصیحت ادا فرمایا خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آں حضرت نے ارشاد کیا کہ تم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ جنت اور نار حق ہیں۔ موت اور بعث بعد الموت حق ہے قیامت کے آنے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور خدا ان سب کو جو قبور میں ہیں زندہ فرمائے گا۔ سب نے کہا بے شک ہم ان تمام باتوں کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ سن کر رسول مقبول نے فرمایا کہ بار الٰہا تو شاہد رہ پھر ارشاد کیا کہ ایہا الناس اللہ تعالےٰ میرا مولا ہے اور میں کل مومنین کا مولا اور ان کے لئے ان کے نفوس سے اولیٰ ہوں۔ پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اور روضۃ الاحباب[۱] میں ہے کہ جب رسول مقبول حجۃ الوداع سے مراجعت فرما کر منزل غدیر خم میں پہنچے تو نماز ظہر اول وقت ادا فرما کر آپ نے اپنے اصحاب کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا ارشاد کیا کہ (ایہا الناس) کیا میں کل مومنین کے لئے ان کے نفوس سے اولیٰ نہیں ہوں۔ اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں عالم بقا کی طرف بلایا گیا ہوں اور میں نے اس حکم الٰہی کو قبول کیا ہے پس آگاہ ہو کہ میں تم میں دو امر عظیم چھوڑتا ہوں جو ایک دوسرے سے بزرگ تر ہیں۔ قرآن اور اہل بیت رسالت تم دیکھو اور احتیاط کرو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا برتاؤ کرو گے۔ اور ان کے حقوق کی رعایت کس طرح ملحوظ رکھو گے۔ اور یہ دونوں جب تک میرے

---

[۱] و در روضۃ الاحباب ست کہ در اثناء مراجعت چوں آنحضرت بمنزل غدیر کہ از نواحی جحفہ است رسید نماز پیشین را در اول وقت گزارد وبعد ازاں روبسوئے یاراں کرد و فرمود الست اولیٰ بالمومنین من انفسہم یعنی آیا نیستم من اولیٰ بامومنان از نفسہائے ایشاں و در روایتی آں کہ فرمود گویا مرا بعالم بقا خواندہ ومن اجابت نمودم بدانید کہ من درمیان شما دو امر عظیم می گزارم و یکے از دیگر بزرگ تر ست قرآن و اہل بیت من پس ببینید و احتیاط کنید بعد از من کہ باں دو امر چہ گونہ سلوک خواہید نمود و رعایت حقوق آنہا بچہ کیفیت خواہید کرد و آں دو امر از یک دیگر جدا نخواہند شد تا در لب حوض کوثر بمن رسند آنگاہ فرمود کہ خدائے تعالیٰ مولائے من ست ومن مولای جمیع مومنانم بعد ازاں دست علی را بگرفت و فرمود من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ وادر الحق معہ حیثما دار۔

[illegible]

کتاب اسباب النزول واحدی و تفسیر [illegible] سیوطی و تفسیر فتح القدیر شوکانی و تفسیر فتح البیان علامہ صدیق حسن خان [illegible] ضد کے صدر وہ ہے کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل [illegible] من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ بروز غدیر خم حضرت علی کی شان [illegible] میں (جس کو عینی نے شرح صحیح بخاری میں نقل کیا ہے) یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک کے یہ معنی لکھے ہیں کہ اے رسول اس حکم کو پہنچا دو جو [illegible] ابی طالب کے فضل میں نازل فرمایا ہے پس جب یہ آیت [illegible] رسالت مآب نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" یعنی جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔

تفسیر غرائب القرآن علامہ نیشاپوری میں ہے کہ آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک حضرت علی کی فضیلت میں بمقام غدیر خم نازل ہوئی اور جب اس کا نزول

---

[1] وفی اسباب النزول للواحدی والدر المنثور للسیوطی و فتح القدیر للشوکانی و فتح البیان عن ابی سعید الخدری قال نزلت هذه الآیة یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول الله صلعم یوم غدیر خم فی علی بن ابی طالب رضی الله عنه [2] وفی حدیث نقله العینی فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری معناه بلغ ما انزل الیک فی فضل علی ابن ابی طالب فلما نزلت هذه الآیة اخذ بید علی وقال من کنت مولاه فعلی مولاه [3] وفی تفسیر غرائب القرآن النیشاپوری ان هذه الآیة (یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک الآیة) نزلت فی فضل علی بن ابی طالب رضی الله عنه وکرم الله وجهه یوم غدیر خم فاخذ رسول الله صلعم بیده وقال من کنت مولاه فعلی مولاه (الحدیث)

ہوا تو پیغمبر صاحب نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اور حافظ ابن مردویہ و حافظ ابو نعیم نے ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے[1] کہ جب آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ نازل ہوا تو جناب رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ من کنت مولی فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ پس اس ارشاد نبوی کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یعنی آج ہم نے تمہارے دین کو کامل کیا تم پر اپنی نعمتیں پوری کیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ اور علامہ ابن واضح نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بروایت صحیحہ ثابت صریحہ آیہ اکملت لکم دینکم قرآن مجید کی آخری آیت ہے اور اس کا نزول غدیر خم میں ہوا ہے۔ اور اصابہ ابن حجر عسقلانی میں بروایت بغوی اور کنز العمال میں بروایت ابن ابی شیبہ و ابو داؤد طیالسی و بیہقی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے بروز غدیر خم میرے سر پر ایک سیاہ عمامہ باندھا اور اس کے دونوں کنارے میرے دوش پر ڈال دیئے اور مشکوٰۃ میں بروایت مسند احمد بن حنبل براء بن عازب اور زید بن ارقم سے

---

[1] واخرج ابن مردویہ وابو نعیم عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت ھذہ الایۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک اخذ النبی صلعم بید علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فنزلت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا[2] وقال ابن واضح فی تاریخہ وقد قیل انہ اخر ما نزل علیہ الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ وھی الروایۃ الصحیحۃ الثابتۃ الصریحۃ وکان نزولھا بغدیر خم قال فی الاصابۃ اخرج البغوی وقال فی کنز العمال اخرج ابن ابی شیبۃ وابو داؤد الطیالسی والبیھقی عن علی قال عممنی رسول اللہ صلعم یوم غدیر خم بعمامۃ سوداء طرفیھا علی منکبی[3] وفی المشکوٰۃ قال اخرج احمد بن حنبل فی مسندہ عن البراء بن عازب وزید بن ارقم قال کنا مع رسول اللہ صلعم فی سفرنا فنزلنا بغدیر خم فنودی فینا الصلوٰۃ جامعۃ وکسح لرسول اللہ صلعم تحت شجرتین (باقی بر صفحہ ۹۰)

مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسول خداؐ کے ساتھ سفر میں تھے ۔ جب غدیر خم میں وارد ہوئے تو منادی نے ندا کی کہ الصلوٰۃ جامعۃ اور پیغمبر صاحب کے لئے درختوں کے نیچے زمین صاف کی گئی پس آں حضرت نے بعد نماز ظہر علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے ارشاد کیا کہ ایہا الناس کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین کے لئے ان کے نفوس سے اولی ہوں سب نے کہا کہ بے شک پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومن کے لئے اس کے نفس سے اولی ہوں سب نے عرض کیا کہ درحقیقت یارسول اللہ آپ ہر مومن کے لئے اس کے نفس سے اولی ہیں۔ پس آپ نے ارشاد کیا کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے الٰہی دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت علی سے مل کر فرمایا کہ مبارک ہو تم کو اے فرزند ابو طالب کہ آج تم ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہوئے۔

اور کتاب معارج النبوۃ میں ہے کہ اس روز اکثر حضرات حتّٰی کہ امہات المومنین نے حضرت علی کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور علامہ محمد بن سالم شافعی حنفی "حاشیہ سراج المنیر عزیزی شرح جامع صغیر سیوطی میں" لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت نے خطبہ میں من کنت مولاہ فعلی مولاہٗ ۔ ارشاد فرمایا تو اسے سن کر بعض صحابہ نے کہا کہ کیا ہم لوگوں کے لئے کلمہ شہادت کا ادا کرنا اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کا پابند ہونا کافی نہیں ہے جواب ہم پر ابو طالب کے بیٹے کو بلندی اور بزرگی دی جاتی ہے ۔ آیا یہ امر آپ کی جانب سے ہے یا خدا کی جانب سے ۔ آں حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے

بقیہ حاشیہ ۸۹۔ فصلی الظہر واخذ بید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسہم قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ قالوا بلیٰ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ قال فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیئا لک یابن ابی طالب اصبحت امسیت مولیٰ کل مومن و مومنۃ ۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ در معارج النبوۃ گفتہ گویند کہ بیشتر اصحاب حتّٰی امہات المومنین امیر المومنین علی را تہنیت بجا آوردند ۔ ۲؎ وقال العلامۃ محمد بن سالم حنفی الشافعی فی حاشیۃ السراج المنیر للعزیزی لشرح الجامع الصغیر للسیوطی لما سمع ذلک بعض الصحابۃ قال اما یکفی رسول اللہ ان ناتی بالشہادۃ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ حتی یرفع علینا ابن ابی طالب فہل ھذا من عندک ام من عند اللہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم واللہ الذی لا الٰہ الا ھو انہ من عند اللہ۔

اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ امر خدا ہی کی جانب سے ہے اور سیرۃ الحلبیہ[1] علامہ نور الدین حلبی شافعی میں ہے کہ یہ واقعہ ۱۸ ذی الحجہ کا ہے جس کو روافض نے عید کا دن قرار دیا ہے تاریخ ابو الفداء[2] میں ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے حجۃ الوداع سے واپس آکر مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا حتیٰ کہ سنہ ۱۰ھ اور ماہ محرم سنہ ۱۱ھ ختم ہوا اور آخر صفر سنہ ۱۱ھ میں آں حضرت علیل ہوئے پس آپ نے ام المومنین میمونہ کے گھر میں (جہاں اس وقت قیام پذیر تھے) اپنی سب بیبیوں کو جمع کر کے ان سے اجازت لی کہ مرض کی حالت میں ایک ہی بی بی کے یہاں اقامت گزیں رہیں۔ چنانچہ سب نے اجازت دی کہ آنحضرت بیماری کا زمانہ حضرت عائشہ کے گھر میں بسر کریں۔

تاریخ ابن جریر[3] میں بروایت عبید اللہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا اسی حالت میں فضل بن عباس اور ایک دوسرے مرد کے سہارے سے بایں صورت میرے گھر میں تشریف لائے کہ سر مبارک رومال سے بندھا ہوا تھا اور چلنے میں دونوں پاؤں کی رگڑ کا نشان زمین پر ہوتا جاتا تھا۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر عبد اللہ بن سے کیا تو انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ ابن عباس بولے کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے لیکن عائشہ اس بات پر قادر نہ تھیں کہ علی کا

---

[1] وفی سیرۃ الحلبیۃ وکان ذلک الیوم الثامن عشر من ذی الحجۃ وقد اتخذت الروافض ھذا الیوم عیداً

[2] قال ابو الفداء لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من حجۃ الوداع اقام بالمدینۃ حتی خرجت سنۃ عشرۃ والمحرم سنۃ احدی عشرۃ وابتدأ برسول اللہ مرضۃ فی اواخر الصفر وھو فی بیت میمونۃ فجمع نساءہ واستاذنھن ان یمرض فی بیت احدٰھن فاذن لہ ان یمرض فی بیت عائشۃ۔

[3] وروی ابن جریر فی تاریخہ الکبیر عن عبید اللہ عن عائشۃ قالت فخرج رسول اللہ صلعم بین رجلین من اھلہ احدھما الفضل بن العباس ورجل اخر تخط قدماہ الارض عاصباً رأسہ حتی دخل بیتی قال عبید اللہ حدثت ھذا الحدیث عبد اللہ ابن عباس فقال ھل تدری من ھذا الرجل قلت لا قال علی بن ابی طالب ولکنھا لا تقدر علی ان تذکرہ بخیر۔

ذکر نیکی کے ساتھ کر سکیں۔ علامہ[1] ابوالفدا لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا فضل بن عباس اور علیؑ بن ابی طالب کے سہارے سے باہر تشریف لائے تو اولاً منبر پر گئے اور بعد حمد خدا آپ نے ارشاد کیا کہ ایہا الناس جس کو میں نے تازیانہ مارا ہو وہ اپنا بدلہ لینے کو میرے گھر آئے اور جس کا کوئی مال میں نے لے لیا ہو وہ اس کے عوض میں میرے مال سے لے لے اور تاریخ ابن جریر[2] طبری میں ہے کہ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایہا الناس جو شخص اپنے نفس سے کسی امر میں خائف ہو وہ ظاہر کرے تاکہ اس کے لئے دعا کروں۔ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں جھوٹا اور بدکردار ہوں اور نیند کے غلبے سے بہت سوتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے دعا کی کہ الٰہی اس کو راست بازی اور ایمان کی توفیق دے اور اس کے غلبۂ نوم کو دور کر دے نیز تاریخ موصوف میں ہے کہ پھر ایک دوسرے آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں کذاب بھی ہوں اور منافق بھی۔ حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور بولے کہ اے شخص تو نے اپنی رسوائی کی۔ رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان اور کمتر ہے۔ الٰہی اس شخص کو صدق اور ایمان عطا کر (ایسا ہی روضۃ الاحباب اور مدارج النبوۃ میں بھی مذکور ہے)

تاریخ ابوالفدا[3] میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ (بعد ازاں) جناب رسالت مآبؐ میرے یہاں تشریف لائے میں اس وقت درد کی شدت سے "وارا ساہ" کہہ کر کراہتی

---

[1] قال ابوالفدا اخرج رسول اللہ بین الفضل بن العباس و علی بن ابی طالب حتی جلس علی المنبر فحمد اللہ ثم قال ایہا الناس من کنت جلدت ظہرا فہذا ظہری فلیستقد منی و من اخذت لہ مالا فہذا مالی فلیاخذ منہ۔ [2] و فی تاریخ الکبیر للحافظ ابن جریر ثم قال یا ایہا الناس من خشی من نفسہ شیئا فلیقم ادع لہ فقام رجل فقال یا رسول اللہ انی الکذاب و انی لفاحش و انی لنووم فقال اللہم ارزقہ صدقا و ایمانا و اذہب عنہ النوم اذا اراد و فیہ ایضا ثم قام رجل فقال یا رسول اللہ انی الکذاب و انی المنافق فقام عمر بن الخطاب فقال فضحت نفسک ایہا الرجل فقال النبی صلعم یا ابن الخطاب فضوح الدنیا اھون من فضوح الآخرۃ اللہم ارزقہ صدقا و ایمانا الحدیث (در ہمچنیں در روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ مذکور است) [3] و فی تاریخ ابی الفدا عن عائشۃ قالت جاء رسول اللہ صلعم و بی صداع و انا اقول وا راساہ ثم قال ما ضرک لو مت قبلی فقمت علیک و کفنتک و صلیت علیک و دفنتک فقلت کانی بک واللہ لو فعلت ذلک فرجعت الی بیتی فعرست ببعض نسائک۔

تھی آنحضرتؐ نے میری یہ حالت دیکھ کر فرمایا "بل انا واللہ یا عائشۃ واقول وارأساہ" یعنی بلکہ واللہ اے عائشہ میں خود دردِ سر میں مبتلا ہوں۔ اس کے بعد آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ تو تم کو کیا ضرر ہے۔ میں تمہاری تجہیز و تکفین کا خود کفیل ہوں گا۔ کفن دے کر اور نماز پڑھ کر تم کو دفن کردوں گا۔ یہ سُن کر میں نے کہا واللہ میرا گمان تو یہ ہے کہ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہوتے ہی آپ میرے گھر میں کسی دوسری بی بی سے ہم صحبت ہوں گے۔

مورخ[1] ابن الوردی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ پیغمبر صاحب نے بحالت بیماری اپنے غلام اُسامہ بن زید کی افسری میں ایک لشکر تیار کیا اور اس کی روانگی کے لئے سخت تاکید فرمائی اور محدث[2] دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ پھر دوسرے دن باوجود شدت مرض کے آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے ایک علم جنگ بنا کر اسامہ کو دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ جاؤ اور خدا کی راہ میں کفار سے جہاد کرو۔ اُسامہ نے باہر نکل کر وہ نشان بریدہ بن الخصیب کو دیا اور ان کو لشکر کا علمدار بنایا پھر مدینے سے روانہ ہو کر موضع جرف میں قیام کیا جو مدینہ منورہ سے قریب ہے تا ایں کہ فوج وہاں جمع ہوئی۔ پیغمبر صاحب نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ سوا حضرت علی کے

---

[1] وقال ابن الوردی فی تاریخہ وکان قد جھز جیشا مع مولاہ اسامۃ بن زید واکد فی مسیرہ فی مرضہ۔

[2] محدث دہلوی در مدارج النبوۃ آوردہ کہ در روز دیگر باوجود مرض لواے برای او بدست مبارک خود عقد نمود و فرمود بسم اللہ و فی سبیل اللہ وقاتل من کفر باللہ اسامہ لوا را گرفت و بیروں رفت و لوا را بہ بریدہ بن الخصیب داد و نادراں لشکر صاحب لوا باشد و در جرف کہ نام موضع ست قریب مدینہ مطہرہ منزل ساخت تا سپاہ آں جا جمع شد و حکم عالی چناں صادر شد کہ از اعیان مہاجر و انصار مثل ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان و غیرہم سعد ابن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح و غیرہم الا علی مرتضی را کہ ہمراہ نکرد و دراں لشکر ہمراہ اسامہ باشند و ایں معنی بر خاطر بعضی مردم گراں آمد کہ غلامی را بر اکابر مہاجرین و انصار امیر گردانیدہ و در مجلس ازیں جماعت سخناں ازیں باب بظہور آمد چوں ایں اخبار بسمع شریف رسد خاطر مبارکش رنجیدہ شد و بغضب در آمد باوجود تپ و درد سر از خانۂ مبارک عصابہ بستہ بیروں آمد و بر سر منبر رفت و خطبہ خواند و فرمود ای معشر الناس ایں چہ سخن ست کہ در باب امیر ساختن من اسامہ را از شما سر بر میزند و در باب امارت پدرش در غزوہ موتہ نیز سخن منکر دید بخدا سوگند کہ وے سزاوار امارت ست و پدرش نیز سزاوار امارت بود۔

اور کل اعیان مہاجرین وانصار یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان اور سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہم اس لشکر میں اسامہ کے ساتھ جائیں بعض اصحاب پر یہ بات گراں گزری کہ آں حضرت نے ایک غلام کو اکابر مہاجرین وانصار پر امیر مقرر فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اس باب میں سر مجلس چہ میگوئیاں کیں۔ جب یہ خبر رسول اللہؐ کے گوش مبارک تک پہنچی تو آنحضرتؐ رنجیدہ خاطر ہوئے اور باوجود تپ و درد سر بحالت غضب محل سرائے باہر آکر منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے بطور خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو تم لوگ اسامہ کے امیر لشکر مقرر ہونے پر کر رہے ہو جیسا کہ غزوۂ موتہ میں بھی تم نے پدر اسامہ کے سردار فوج ہونے پر کی تھیں۔ خدا کی قسم اسامہ سزاوار امارت ہے اور اس کا باپ بھی امیر فوج ہونے کے قابل تھا۔ اور کتاب[1] ملل و نحل شہرستانی و حج الکرامہ نواب صدیق حسن خاں میں ہے کہ آں حضرتؐ نے صحابہ سے ارشاد کیا کہ لشکر اسامہ کی جلد تیاری کرو۔ خدا لعنت کرے اس پر جو جیش اسامہ سے تخلف کرے اور مدارج[2] النبوۃ میں ہے کہ پھر اسامہ نے حسب حکم نبوی لشکرگاہ میں جا کر کوچ کا حکم دیا اور جب وہ خود سوار ہونے لگے تو اُن کی ماں نے خبر دی کہ رسول اللہ حالت نزع میں ہیں یہ سن کر اسامہ اور دیگر اشراف صحابہ واپس آئے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر تو ہنوز مدینے ہی میں موجود تھے۔

حافظ ابن[3] جریر طبری نے تاریخ الرسل والملوک میں ابن عباس سے روایت کی ہے

---

[1] و فی الملل والنحل للشہرستانی والحجج الکرامۃ للصدیق حسن خان انہ قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا [2] در مدارج النبوۃ ست کہ اسامہ بنا بر فرمودۂ آں حضرت صلعم با لشکرگاہ رفت و فرمان داد تا لشکر کوچ کنندہ چوں خواست کہ سوار شود مادرش پیام فرستاد کہ رسول خدا در نزع است اسامہ بازگشت و اشراف صحابہ نیز مراجعت نمودند و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و امثال ایشاں خود در مدینہ مطہرہ بودند۔ [3] روی ابن جریر فی تاریخہ الکبیر۔ (عن ابن عباس) قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ابعثوا الی علی فادعوہ فقالت عائشۃ لو بعثت الی ابی بکر و قالت حفصہ لو بعثت الی عمر فاجتمعوا عندہ جمیعا فقال رسول اللہ صلعم انصرفوا فان تک لی حاجۃ ابعث الیکم فانصرفوا۔

کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی بیماری کی حالت میں ارشاد کیا کہ علی کو میرے پاس بلاؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ کاش آپ ابوبکر کو بلاتے اور حضرت حفصہ نے کہا کہ کاش آپ عمر کو بلاتے۔ اتنے میں یہ حضرات وہاں مجتمع ہو گئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ واپس جاؤ اگر تمہاری ضرورت ہو گی۔ تو میں خود تم کو بلالوں گا۔ یہ سُن کر حضرات چلے گئے

کتاب سیرۃ الحلبیہ[1] میں ہے کہ بلال نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کا وقت ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ نماز کے لئے باہر نکل سکوں تم عمر بن الخطاب کے پاس جا کر کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں بلال روتے ہوئے باہر نکلے لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا۔ بلال نے کہا کہ آج رسول اللہ نماز کے لئے باہر تشریف نہیں لا سکتے۔ یہ سُن کر سب رونے لگے۔ بلال نے جا کر حضرت عمر سے کہا کہ رسول اللہؐ نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمر بولے کہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے میں نماز نہیں پڑھا سکتا۔ تم جا کر رسول اللہؐ سے کہو کہ ابوبکر ڈیوڑھی پر موجود ہیں۔ بلال نے واپس آکر رسول اللہؐ سے یہ حال بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا بہتر ہے ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ بلال نے حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز پڑھانے کے لئے عرض کیا۔ پس حضرت ابوبکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اور تاریخ ابن خلدون[2] میں ہے کہ رسول اللہ کو مرض میں کچھ خفت معلوم ہوئی تو دولت سرا

---

[1] قال فی سیرۃ الحلبیۃ ان بلالا دخل علیہ صلعم فقال الصلوۃ یا رسول اللہ فقال صلعم لا استطیع الصلوۃ خارجا ومر عمر بن الخطاب فلیصل بالناس فخرج بلال وھو یبکی فقال لہ المسلمون ماوراءک فقال ان رسول اللہ لا یستطیع الصلوۃ خارجا فبکوا وقال لعمران رسول اللہ صلعم یامرک ان تصلی بالناس فقال عمر رضی اللہ عنہ ماکنت لا تقدم بین یدی ابی بکر اذا فادخل علی نبی اللہ صلعم فاخبرہ ان ابا بکر علی الباب فدخل علیہ صلعم بلال فاخبرہ بذلک فقال نعم ما رای فامر ابوبکر فلیصل بالناس فخرج الی ابی بکر فامرہ ان یصلی بالناس فصلے بالناس۔

[2] وقال ابن خلدون فی تاریخہ ووجد رسول اللہ خفۃ فخرج فلما احس ابوبکر تاخر فجذبہ رسول اللہ صلعم اقامہ مکانہ وقراء من حیث انتھی ابوبکر ثم کان ابوبکر یصلی بصلاتہ والناس بصلوۃ ابی بکر۔

ے مسجد میں تشریف لائے اس وقت حضرت ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اُن کو رسول اللہ کا آنا محسوس ہوا تو پیچھے ہٹے آنحضرت نے ان کو ان کے مقام پر کھڑا رہنے دیا اور خود قرأت کرکے نماز پڑھانے لگے پس حضرت ابو بکر جناب رسول خدا کی اقتدا کر رہے تھے اور دوسرے لوگ حضرت ابو بکر کے مقتدی تھے۔

نیز روضۃ الاحباب[1] مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت ابو بکر جناب رسول خدا کی اقتداء کرتے تھے اور دوسرے اشخاص حضرت ابو بکر کے مقتدی تھے یعنی ابو بکر کی تکبیر کے واسطے سے پیغمبر صاحب کی اقتدا کرتے تھے۔

طبرانی[2] نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے بحالت مرض ارشاد کیا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ (سامان کتابت) میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں ایک ایسا کتبہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو (مگر کسی نے اس کی تعمیل نہ کی)۔ مخدرات عصمت نے پردے کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کرکے کہا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ کا ارشاد نہیں سنتے ہو۔ حضرت عمر نے ان بیبیوں کو جواب دیا کہ تمہاری مثال صواحبات یوسف کی ہے۔ کہ پیغمبر صاحب کی بیماری میں روتی ہو اور بوقت صحت اُن کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔ یہ سُن کر حضرتؐ نے فرمایا کہ ان عورتوں سے معترض نہ ہو یہ تم سے پھر بھی غنیمت اور بہتر ہیں۔

اور صحیح مسلم[3] میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا کا وقت احتضار

---

[1] و در روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ است کہ ابو بکر مقتدی بوائے شد و مردمان مقتدے با بو بکر بودند یعنے بواسطۂ تکبیرے وی بر افعال و انتقالات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وقوف می یافتند [2] روی الطبرانی عن عمر قال لما مرض النبی صلعم قال ادعوا لی بصحیفۃ ودواۃ اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہ صلعم فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللہ عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ دعوھن فانھن خیر منکم۔ [3] واخرج مسلم عن عبید اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ فقال عمر ان رسول اللہ قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ کتابا لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال (بقیہ حاشیہ ص۹۷ پر)

ہوا تو دولت کدۂ نبوت میں حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اصحاب مجتمع تھے۔ رسول مقبول نے ارشاد فرمایا۔ کہ آؤ میں تمہارے لیے کچھ (بطور وصیت) لکھ دوں تاکہ بعد ازاں تم گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اس بات پر حضار جلسہ میں اختلاف واقع ہوا۔ بعض تو کہتے تھے کہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آں حضرت جو کچھ چاہیں تمہارے لیے تحریر فرمائیں اور بعض حضرت عمر کے ہم زبان تھے۔ جب اس بات پر بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ پس حضرت ابن عباس فرماتے تھے سیا بالکل مصیبت تھا وہ ماجرا جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ کے ارادۂ کتابت میں حائل ہوا اور جس کی وجہ سے آں حضرت کچھ نہ لکھ سکے اور صحیح بخاری میں سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ کہا عبد اللہ بن عباس نے (آہ) پنجشنبہ کا دن کیسا دن تھا، اور یہ کہہ کر اتنا روئے کہ جو سنگریزے اس جگہ پڑے ہوئے تھے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے بعد ازاں کہنے لگے کہ جب بروز پنجشنبہ رسول اللہ کے مرض کو شدت ہوئی تو آں حضرت نے ارشاد کیا کہ مجھے کتابت کا سامان دو تاکہ میں تمہارے لیے کچھ (بطور وصیت) لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس بات پر لوگوں نے نزاع اور اختلاف کیا۔ (حالاں کہ نبی کے پاس جھگڑا نہ کرنا چاہیے) لوگوں نے کہا رسول اللہ ہذیان بک رہے ہیں۔ آں حضرت بولے کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ میں جس حالت میں ہوں وہ تمہاری حالت سے بہتر ہے۔

نیز مسند احمد بن حنبل اور صحیح مسلم میں بروایت سعید بن جبیر مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس یہ کہہ کر کہ روز پنجشنبہ کیسا دن تھا اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح ان کے رخسار کی

(بقیہ حاشیہ ص ۹۶) عمر فلما اکثروا اللغط و الاختلاف عند رسول اللہ صلعم قال رسول اللہ صلعم قال رسول اللہ قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم و بین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم و لغطھم (حاشیہ صفحہ ہذا) ؎۱ و اخرج البخاری عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ قال یوم الخمیس و ما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول اللہ صلعم وجعہ یوم الخمیس فقال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا و لا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ھجر رسول اللہ صلعم قال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ (الحدیث) ؎۲ و اخرج احمد فی المسند و مسلم فی صحیحہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس (بقیہ حاشیہ ص ۹۸)

پر آنسو جاری ہو گئے۔ بعد ازاں کہا کہ پنجشنبہ وہ دن تھا جب رسول اللہ نے ارشاد کیا کہ مجھے سامان کتابت دو تاکہ میں تمہارے لیے کچھ (بطور وصیت) لکھ دوں جس سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ مگر بعض لوگوں نے کہدیا کہ آں حضرت ہذیان بک رہے ہیں اور شہابؒ الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ پیغمبر صاحب ہذیان بکتے ہیں۔

اور علامہ شہرستانی کتابؒ ملل ونحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا تنازع واختلاف جو رسول مقبول کے زمانہ مرض میں واقع ہوا وہ تھا۔ جس کو بخاری نے کتاب صحیح میں اپنے اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ کے مرض موت میں زیادتی ہوئی تو آں حضرت نے فرمایا کہ مجھے دوات اور کاغذ دو تاکہ میں تمہارے لیے ایک نوشتہ (بطور وصیت نامہ) لکھ دوں جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر صاحب غلبہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں۔ ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ جب اس بات پر شور وغل ہوا تو آں حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں کو لازم نہیں کہ میرے حضور میں تنازع اور اختلاف کرو۔ اسی پر عبد اللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف جو ہمارے اور کتابت آں حضرت کے مابین حائل ہوا۔ اور روضۃ الاحبابؒ میں ہے کہ جناب رسالت مآب نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے فرزندوں کو لاؤ۔ جناب سیدہ حسنین علیہم السلام کو آں حضرت کے پاس لائیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۹۷) ومایوم الخمیس ثم جعل تسیل دموعہ حتی رأت علی خدیہ کانہا نظام اللؤلؤ قال قال رسول اللہ صلعم ق یقال ھجر الرجل اذا ھذی (منتخب اللغات شرح صحیح بخاری اسحاق) بالکتف والدواۃ اواللوح والدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ (حاشیہ صفحہ ہذا) یھجر ۔ ؕ وقال الخفاجی فی نسیم الریاض وفی بعض طرق ھذا الحدیث قال عمر ان النبی یھجر ۔ ؕ وقال الشہرستانی فی الملل والنحل اول تنازع فی مرضہ علیہ السلام فیما رواہ محمد بن اسمٰعیل البخاری باسنادہ عن عبد اللہ بن عباس قال لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرضہ الذی مات فیہ قال ائتونی بدواۃ وقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی فقال عمر ان رسول اللہ قد غلب علیہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فقال النبی علیہ السلام قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباس الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بیننا وبین کتاب رسول اللہ۔

ؕ ودر روضۃ الاحباب است کہ جناب رسالت مآب بافاطمہ فرمود کہ پسرانت را پیش آں (بقیہ حاشیہ ص۹۹پر)

دونوں صاحبزادے سلام کر کے اپنے جدامجد کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور آں حضرتؐ کو تکلیف مرض کی حالت میں دیکھ کر اسیار وئے کہ دیکھنے والے رونے لگے۔ حسنؓ نے اپنا منہ رسول اللہؐ کے منہ پر اور حسینؓ نے اپنا سر آں حضرتؐ کے سینے پر رکھ دیا۔ حضرتؐ نے آنکھیں کھول دیں اور صاحب زادوں کو بنظر شفقت والفت پیار کر کے ان کی تعظیم ومحبت کے باب میں سب کو وصیت فرمائی۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حسنین علیہما السلام کے رونے سے جو اصحاب در دولت پر حاضر تھے السیار وئے کہ ان کی آواز گریہ سن کر خود آں حضرتؐ رونے لگے پھر فرمایا کہ میرے برادر عزیز علیؑ کو لاؤ۔ حضرت علیؑ آئے اور جناب رسالت مآبؐ کے سرہانے بیٹھ گئے آں حضرتؐ نے اپنا سر بستر سے اٹھایا تو حضرت علیؑ نے آپ کے پہلو میں آکر سر مبارک اپنے بازو پر رکھ لیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ فلاں یہودی سے میں نے تجہیز جیش اُسامہ کے لیے اس قدر قرض لیا ہے خبردار اس کو ادا کر دینا اور اے علیؑ تم وہ شخص ہو جو سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگے اور میرے بعد تم کو بہت صدمات پہونچیں گے تم ان کو بطریق صبر برداشت کرنا اور جب دیکھنا کہ لوگوں نے دُنیا کو اختیار کیا تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب رسول مقبولؐ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضرت فاطمہؑ یہ کہہ کر رونے لگیں کہ ہائے اے پدر بزرگوار آپ نے دعوت حق کو قبول کر لیا ہائے اے بابا جان آپ نے جنت الفردوس کی راہ اختیار کی۔ ہائے اے والد نامدار آپ کے بعد جبرئیل وحی خدا لے کر کس پر نازل ہوں گے۔ خدایا تو میری روح کو آں حضرتؐ کی روح کے پاس پہونچا دے۔ الٰہی مجھے اپنے رسول کے جوار رحمت آں حضرت میں جگہ دے۔ پروردگار میرے مجھ کو اپنے حبیب کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸) فاطمہ حسن وحسین علیہم التحیۃ والرضوان را نزدیک آں سرور آورد سلام کردند و در برابر جد بزرگوار نشستند و چوں شما ہدہ آں حال دیدند گریہ آغاز نہادند و چناں زار بگریستند کہ از گریہ ایشان ہر کہ در آں خانہ بود بگریست حسن روے بروی مبارک آں حضرت و حسین سر را بہ سینہ سکینہ آں سرور نہاد و حضرت چشمان نرگسین کشادہ در ایشاں از سر لطف و شفقت نظر کرد و ایشاں را بوئید و در باب تعظیم و احترام و محبت ایشاں وصیت فرمود و در روایتے آں کہ بعضی از خواص اصحاب بر در حجرہ حضرت حاضر بودند و از گریہ حسن و حسین بگریستند چنانچہ آواز گریہ ایشان بگوش پر ہوش آں سرور رسیدہ وے نیز بگریست (الے ان قال) آں گاہ فرمود بخوانید برادر من علی را علی بیامد و بر بالین وے بنشست حضرت سر خود را از بستر برداشت امیر در عقب بغل وے بیامد و سر کش مبارک بر بازوے خویش نہاد آں سرور گفت و مولی علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم زنہار کہ وے را از ذمہ من ادا کنی اے علی تو اول کسی خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن رسی و بعد از من بسی امور مکروہ بہ تو خواہد رسید باید کہ تنگ دل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری
۲۲

محروم نہ فرما۔

نیز مدارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب[۱] میں ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کسی نے حضرت فاطمہ کو خنداں نہیں دیکھا۔

ابن[۲] سعد نے طبقات میں حضرت علی بن حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسالت مآبؐ نے وفات پائی ان کا سر مبارک حضرت علیؑ کی آغوش میں تھا۔ نیز کتاب مذکور میں ابو غطفان سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ کا سر مبارک وقت وفات کس کی آغوش میں تھا۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا تو آں حضرتؐ کا سر علیؑ بن ابی طالب کے سینے سے لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ عروہ تو مجھ سے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے۔ کہ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا تو آں حضرت انہیں کی گود میں تھے۔ عبداللہ بن عباس بولے کہ کچھ سمجھتے بھی ہو خدا کی قسم جب رسول اللہ نے وفات پائی تو وہ علیؑ کے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور علیؑ ہی نے آں حضرت کو غسل بھی دیا۔

اور خصائص[۳] نسائی میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ قسم ہے خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات سرور کائنات علی بن ابی طالب ہیں یعنے جس دن آں حضرتؐ کا انتقال ہوا اسی کی صبح کو آپ نے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ۔ جنھیں کسی کام کے لیے بھیجا تھا اور جب تک وہ نہیں آئے تین بار دریافت کیا کہ علیؑ آئے۔ اتنے میں علیؑ آفتاب نکلنے سے پہلے آگئے۔ پس ہم لوگ یہ گمان کر کے کہ غالباً رسول اللہ کو علیؑ سے کوئی صاحب ہے خانۂ عائشہ سے باہر نکل آئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹) رحلت فرمود فاطمہ زہرا اندیکہ دوزاری نمود و فرمود یا ابتاہ دعوت حق را اجابت فرمودی وا ابتاہ بجنت الفردوس نزول نمودی۔ وا ابتاہ بعد از تو وحی برکہ فرود آید و جبرئیل برکہ آید خداوندا روح فاطمہ را بروح او رساں بار خدایا مرا بدار رسول خویش قریں گرداں بار خدایا مرا از ثواب حبیب خویش بے نصیب مدار و در روز قیامت از شفاعت او محروم مگزار (مدارج جلد دوم صفحہ ۶۱۸)[۱] و در روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ است کہ بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز فاطمہ را کسی خنداں ندید [۲] روی ابن سعد فی الطبقات عن علی بن الحسین قال قبض رسول اللہ و راسہ فی حجر علی و فیہ ایضاً عن ابی غطفان قال سالت ابن عباس ارایت رسول اللہ توفی و راسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم و ھو لمستند الی صدر علی قلت فان عروۃ حدثنی عن عائشۃ انہا قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری و نحری فقال ابن عباس اتعقل واللہ لتوفی رسول اللہ صلعم و ھو مستند الی صدر علی و ھو الذی غسلہ [۳] واخرج النسائی فی الخصائص عن ام سلمۃ قالت والذی تحلف بہ ام سلمۃ ان اقرب الناس عھدا برسول اللہ صلعم (بقیہ حاشیہ صفحہ)

اور میں سب کے بعد نکل کر دوسری عورتوں کی نسبت دروازے سے قریب بیٹھی چنانچہ میں نے دیکھا کہ علیؑ نے رسول اللہ کی جانب اپنا سر جھکایا اور آں حضرتؐ ان سے بطور سرگوشی راز کی باتیں کرتے رہے پس علی ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبولؐ کے آخرت آں حضرتؐ کے پاس تھے۔ نیز مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہؐ صلعم وقت وفات تک حضرت علی سے راز کے امور ارشاد کرتے رہے اس کے بعد ہی آپ نے انتقال فرمایا۔

مورخ[۱] ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ رسول اللہ کے غسل کے متولی علیؑ اور عباس اور فضل اور قثم اور اسامہ اور شقران تھے۔ عباس اور فضل اور قثم آنحضرت کو پھیرتے تھے۔ اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی غسل دیتے تھے۔ اور تاریخ الخمیس[۲] میں ہے کہ عباس اور فضل اور قثم آں حضرت کو کروٹ پھیرتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے اور ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

اور ابن سعد نے طبقات[۳] میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صاحب نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آنحضرتؐ کو غسل نہ دے ورنہ وہ نابینا ہو جائے گا۔ اور استیعاب[۴] ابن عبدالبر میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ علیؑ کے لیے چار خصوصیتیں ایسی تھیں کہ ہم میں سے کسی کو حاصل نہ تھیں۔ ایک یہ کہ کل عربی و عجمی میں علیؑ ہی وہ شخص ہیں جن کو سب سے پہلے رسول مقبولؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف ملا۔ دوسرے یہ کہ ہر معرکۂ جنگ میں لوائے نبوی انھیں کے ہاتھ میں رہا۔ تیسرے یہ کہ جب لڑائیوں میں لوگ پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو علی ابن ابی طالب آں حضرت کی رفاقت میں ثابت قدم رہے۔ چوتھے یہ کہ علیؑ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے رسول مقبولؐ کو غسل دیا اور آں حضرتؐ کو قبر میں اتارا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) علی قالت لما کان غداۃ قبض رسول اللہ صلعم فارسل الیہ رسول اللہ قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجۃ فجعل یقول جاء علی ثلاث مرات، فجاء قبل طلوع الشمس فلما ان جاء عرفنا انہ الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت وکنا عند رسول اللہ صلعم یومئذ فی بیت عائشۃ وکنت فی آخر من خرج من البیت ثم جلست من وراء الباب فکنت ادناھم الی الباب فاکب علیہ علی فکان آخر الناس مہ عہدا فجعل یسارۃ ویناجیہ واللفظ حدیث المستدرک فجعل یسارہ ویناجیہ ثم قبض صلعم (حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] قال ابن الوردی فی تاریخہ تولی غسلہ علی والعباس والفضل وقثم ابنا العباس واسامۃ ابن زید وشقران مولی النبی صلعم فکان العباس وابناہ یقلبونہ واسامۃ وشقران یصبان الماء وعلی یغسلہ [۲] وفی تاریخ الخمیس کان العباس والفضل والقثم یقلبونہ وکان اسامۃ وشقران یصب الماء علیہ واعینہم معصوبۃ [۳] اخرج (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲)

ابوالفداؔ اور ابن الوردی لکھتے ہیں کہ آں حضرت نے دوشنبہ کو انتقال فرمایا۔ اور اس کے دوسرے دن منگل کو اور بروایتے شب چہار شنبہ کو مدفون ہوئے اور یہی صحیح تر ہے۔ نیز بعضوں کا قول ہے کہ آں حضرت تین دن تک دفن نہیں ہوئے۔

اور تاریخ الخمیسؔ میں بروایت محمد بن اسحاق منقول ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے دوشنبہ کو وفات پائی اور شب چہار شنبہ کو مدفون ہوئے۔

اور کتاب ماثبت بالسنہؔ محدث دہلوی میں ہے کہ جناب فاطمہ نے آں حضرت کی قبر مقدس کی تھوڑی مٹی اٹھا کر سونگھی اور یہ شعر ارشاد کیئے (ترجمہ اشعار) جو شخص رسول اللہ کی خاک قبر کو سونگھے پھر وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے گا۔ آہ! آں حضرت کی وفات سے مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جائے۔ طبقاتؔ ابن سعد میں محمد بن قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ کی وفات بروز دوشنبہ دوسری ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوئی اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آں حضرت نے بروز دوشنبہ بارھویں ربیع الاول کو وفات پائی۔ تاریخ ابوالفداؔ میں ہے۔ کہ اگرچہ پیغمبر صاحب کی عمر کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے لیکن بربنائے روایات مشہورہ آں حضرت کی عمر شریف ترسٹھ سال کی ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۱) ابن سعد فی الطبقات عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لا یغسله احد غیری فانه لا یری عورتی احد الا طمست عیناه ۲ھ وفی الاستیعاب لابن عبدالبر عن ابن عباس قال لعلی اربعة خصال لیست لاحد غیره هو اول عربی وعجمی صلی مع رسول الله صلعم وهو الذی کان لواءه معه فی کل زحف وهو الذی صبر معه یوم فر عنه غیره وهو الذی غسله وادخله فی قبره (ماشیہ صفحہ ہذا) ۱ھ قال ابوالفدا وابن الوردی قیل دفن رسول الله یوم الثلاثاء ثانی یوم وفاته وقیل لیلة الاربعاء وهو الاصح وقیل بقی ثلاثا لم یدفن ۲ھ وفی تاریخ الخمیس روی عن محمد بن اسحق انه قال قبض رسول الله صلعم یوم الاثنین فمکث ذلک الیوم ولیلة الثلاثاء ویوم الثلاثاء ودفن فی لیلة الاربعاء ۳ھ وفی کتاب ماثبت بالسنة للمحدث الدهلوی قال واخذت فاطمة تربته من قبر رسول الله صلعم وشمت ثم انشدت ع ماذا علی من شم تربة احمد ٭ ان لا یشم مدی الزمان غوالیا ٭ صبت علی مصائب لو انها ٭ صبت علی الایام صرن لیالیا ٭ ۴ھ روی ابن سعد فی الطبقات عن محمد بن قیس قال توفی رسول الله صلعم یوم الاثنین لیلتین مضتا من ربیع الاول سنة احدی عشرة وعن عائشة قالت توفی رسول الله یوم الاثنین لاثنتی عشرة من ربیع الاول ۵ھ قال ابوالفدا اختلف فی مدة عمره صلعم والمشهور انه ثلاث وستون سنة

مورخ ابوالفدا لکھتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم عقلاً اور رایاً "کل لوگوں سے ارجح اور افضل تھے۔ مساکین کو بہت دوست رکھتے تھے۔ نہ فقیر کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر جانتے تھے نہ بادشاہ کا اس کی بادشاہت کے لحاظ سے خوف کرتے تھے۔ اپنے اصحاب اور اہل شرف کی تالیف قلوب کا خیال رکھتے تھے۔ اور جب کوئی شخص آپ سے ہاتھ ملاتا تھا تو اس وقت تک اپنا ہاتھ اس سے نہیں چھوڑاتے تھے جس وقت تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے۔ بکریوں کا دودھ اپنے دست مبارک سے دوھ لیتے تھے۔ زمین پر بلا تکلف بیٹھ جاتے تھے اپنے شکستہ جوتوں اور پھٹے کپڑوں کی مرمت خود فرماتے تھے۔ ام المومنین عائشہ سے مروی ہے کہ آں حضرت نے کبھی کسی خادم اور عورت کو نہیں مارا۔[1] اور مسند احمد میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ایک صاع پانی میں غسل اور ایک مُد میں وضو فرماتے تھے۔[2]

اور صحیح بخاری[3] میں ام المومنین میمونہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول خمرہ یعنی سجدہ گاہ پر نماز پڑھتے تھے۔ نیز جامع ترمذی[4] میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ چٹائی پر بھی نماز پڑھتے تھے اور صحیح بخاری[5] میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو رسول اللہ کی نماز کا تمام ہونا آں حضرت کی تکبیر سے معلوم ہوتا تھا۔

اور ترمذی[6] نے (کتاب شمائل میں) ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب

---

[1] قال ایضاً کان صلعم ارجح الناس عقلاً و افضلھم رایاً و کان یحب المساکین لا یحقر فقیراً لفقرہ و لا یھاب ملکاً لملکہ یؤلف قلوب اھل الشرف و یؤلف اصحابہ ولا ینفرھم و ما صافحہ احد فیترک یدہ حتی یکون ذلک الرجل ھو الذی ترک یدہ و یحلب الغنم و یجلس علی الارض و کان یخصف النعل و یرقع الثوب و عن عائشۃ قالت ما ضرب رسول اللہ خادماً ولا امرأۃ قط [2] و اخرج احمد فی المسند عن عائشۃ ان رسول اللہ صلعم کان یغتسل بالصاع و یتوضأ بالمد [3] و فی صحیح البخاری عن میمونۃ قالت کان النبی صلعم یصلی علی الخمرۃ [4] و فی جامع الترمذی عن ابی سعید ان النبی صلعم یصلی علی حصیر [5] و اخرج البخاری عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلاۃ النبی صلعم بالتکبیر [6] و اخرج الترمذی عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلعم یقوم یصلی حتی تنتفخ قدماہ فقیل لہ یا رسول اللہ اتفعل ھذا و قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک و ما تاخر قال افلا اکون عبداً شکوراً۔

رات کو اٹھ کر نماز میں یہاں تک قیام فرماتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جبکہ خدا نے آپ کو اگلے اور پچھلے گناہوں سے پاک فرمایا ہے تو پھر آپ کیوں اس قدر مشقت گوارہ کرتے ہیں۔ آں حضرت نے جواب دیا کہ کیا میں اپنے پروردگار کا عبد شکور نہ بنوں۔ اور جذب القلوب[1] میں ہے کہ آں حضرت کے اکثر مکان دستور عرب کے مطابق شاخہائے خرما سے بنے اور کلیوں سے ڈھکے ہوئے تھے نیز دروازوں پر کملی کے پردے بھی پڑے رہتے تھے اور ہر گھر کے اندر ایک حجرہ تھا۔ اسی جگہ جناب فاطمہ کا حجرہ بھی تھا اور ان کے اور حضرت عائشہ کے حجرے کے بیچ میں جو دیوار تھی اس میں ایک خوخہ یعنی دریچہ تھا اور اسی دریچے سے آں حضرت برآمد ہو کر جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کی خیریت دریافت کرتے اور خبر گیری فرماتے۔ ایک بار آدھی رات کو حضرت عائشہ اس دریچہ کی طرف آئیں تو ان سے اور حضرت فاطمہ سے کسی امر کے متعلق کچھ گفتگو ہو گئی۔ جناب فاطمہ نے آں حضرت صلعم سے کہہ کر اس خوخے کو بند کرا دیا۔ نیز کتاب موصوف میں بروایت طبرانی مذکور ہے کہ جب آں حضرت صلعم کسی سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے جا کر دو رکعت نماز ادا کرتے بعد ازاں حضرت فاطمہ کے یہاں تشریف لیجا کر ان کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ) عــہ علامہ محمد طاہر فتنی کتاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ هی التی یسجد علیها الان الشیعة (یعنی خمرہ اسی کو کہتے ہیں جس پر شیعہ نماز پڑھتے ہیں۔) و بر در خانہ پردہ فروہشتہ بود از مسوح (الی ان قال) و در ہر بیتے حجرۂ بود از جرید (الی ان قال) و خانہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہمیں جا بود و میان خانۂ او و خانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حق عائشہ بود دریچہ بود کہ آں را خوخہ گویند و اکثر اوقات بر آمدن آں سرور ہم ازیں جا بود و ہر بار کہ بر آمد از احوال فاطمہ و علی و حسن و حسین سلام اللہ علیہم خبری گرفت و احوال می پرسید۔ نیم شبی عائشہ رضی اللہ عنہا بایں جا بر آمدہ بود و میان وی و فاطمہ بر سر آں گفتگوئے واقع شد بعد ازاں فاطمہ رضی اللہ عنہا از آں حضرت التماس کرد کہ تا دریچہ را بر بست و نیز در کتاب مذکور از معجم طبرانی بروایت ابی ثعلبہ منقول است کہ چوں آں حضرت کہ چوں آں حضرت از سفرے قدوم می آورد و ابتدا بمسجد می کرد و دو رکعت می گزارد و بعد ازاں پیش فاطمہ می آمد و پرسش احوال خیر مآل او نمودہ در بیوت امہات المومنین میرفت و ہم دراں کتاب ست کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در وقت برآمدن از حجرۂ شریف خود می ایستاد و بعلی و فاطمہ و حسن و حسین سلام اللہ علیہم خطاب می کرد و می گفت السلام علیکم اهل البیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] در جذب القلوب ست کہ اکثر بیوت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم بعرف دیار عرب از جرید نخل بود مسدود بسوح شعر

حال پوچھتے پھر ازواج کے حجرات میں رونق افروز ہوتے اور اسی کتاب میں ہے کہ رسول مقبول اپنے حجرے سے برآمد ہوتے وقت کھڑے ہو جاتے اور حضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرات حسنینؑ کی جانب خطاب کر کے فرماتے کہ السلام علیکم اهل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً۔

مورخ ابو الفدا[1] لکھتا ہے کہ پیغمبر صاحب کی کل اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے ہوئی سوا حضرت ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اور صحیح بخاری[2] میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کی کسی بی بی پر مجھے ایسا رشک نہیں ہوا جیسا خدیجہ پر ہوا۔ حالانکہ میں نے ان کو نہیں دیکھا مگر چوں کہ رسول اللہ اکثر ان کا ذکر فرماتے تھے اور اگر کوئی بکری ذبح ہوتی تھی تو اس کے گوشت کے ٹکڑے خدیجہ کی دوست دار عورتوں کو بھیجتے تھے۔ لہذا میں کبھی کبھی کہہ بیٹھتی تھی کہ گویا خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہیں ہے۔ آں حضرت فرماتے تھے کہ بے شک وہ ایسی ہی تھیں وہ ایسی ہی تھیں اور میری کل اولاد انھیں سے ہوئی۔

نیز سیرۃ الحلبیہ[3] میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے کبھی کسی عورت پر ایسا رشک نہیں کیا جیسا خدیجہ پر کیا باوجودیکہ جب میری تزویج رسول اللہ سے ہوئی اس سے پہلے ہی خدیجہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک روز جناب رسالت مآب خدیجہ کی مدح کر رہے تھے، میں نے کہا کہ آپ کیا ایک بوڑھی بڑھیا کا ذکر کرتے ہیں۔ حالاں کہ اللہ نے اس سے بہتر بی بی آپ کو دی ہے آنحضرت نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ قسم ہے خدا کی خدیجہ سے بہتر کوئی بی بی مجھے نہیں ملی۔ وہ

---

[1] قال ابو الفداء وکل اولادہ صلعم من خدیجۃ الا ابراھیم فانہ من ماریۃ [2] واخرج البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما غرت علی احد من نساء النبی ما غرت علی خدیجۃ وما رایتھا ولکن کان النبی یکثر ذکرھا وربما ذبح الشاۃ ثم یقطعھا اعضاء ثم یبعثھا فی صدائق خدیجۃ فربما قلت لہ کانہ لم یکن فی الدنیا الا خدیجۃ فیقول انھا کانت وکانت وکان لی منھا ولد [3] وفی سیرۃ الحلبیۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما غرت علی احد ما غرت علی خدیجۃ ولقد ھلکت قبل ان یتزوجنی رسول اللہ فقلت لہ صلعم یوما وقد مدح خدیجۃ ما تذکر من عجوز حمراء الشدقین قد ابدلک اللہ خیرا منھا فغضب رسول اللہ وقال واللہ ما ابدلنی اللہ خیرا منھا امنت بی حین کذبنی الناس ورزقت منھا الولد۔

مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔

کتاب مواہب[1] لدنیہ سے ملخصاً منقول ہے کہ بموجب قول متفق علیہ رسول کے ازواج کی تعداد (حسب ذیل تفصیل) گیارہ ہے۔ خدیجہ بنت خویلد۔ عائشہ بنت ابوبکر۔ حفصہ بنت عمر بن الخطاب۔ اُم حبیبہ بنت ابوسفیان۔ ام سلمہ بنت ابی امیہ۔ سودہ بنت زمعہ زینب بنت جحش۔ میمونہ بنت الحارث۔ زینب بنت خزیمہ۔ جویرہ بنت الحارث اور صفیہ بنت حیی بن اخطب

تفسیر[2] در منثور سیوطی میں بروایت ابن ابی حاتم قتادہ سے مروی ہے کہ ازواج نبی حرمت کے لحاظ سے امہات المومنین یعنی مومنین کی ماں کہی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ کسی مومن کو پیغمبر صاحب کی مطلقہ یا بیوہ بی بی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اور عمدۃ[3] القاری شرح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا نساء نبی مردوں کی ماں ہیں عورتوں کی ماں نہیں ہیں۔ نیز در منثور[4] سیوطی میں بروایت بیہقی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ان سے ایک عورت نے ماں کہہ کر خطاب کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم ازواج نبی تمہارے مردوں کی ماں ہیں تم عورتوں کی ماں نہیں ہیں۔ اور بروایت ابن سعد و عبدالرزاق و عبد بن حمید قتادہ سے مروی ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ نے لوگوں سے کہا کہ میں پیغمبر صاحب کے بعد عائشہ کے ساتھ تزویج کروں گا تو یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ یعنی تم کو کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ رسول اللہ کو اذیت دو۔ تاریخ ابن[5] جریر میں ہے کہ رسول مقبول کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر محلۂ سنح میں تھے۔ البتہ حضرت عمر موجود تھے۔ چنانچہ جب آں حضرت نے انتقال فرمایا تو حضرت عمر کہنے لگے

[1] قال فی المواہب اختلف فی عدۃ ازواجہ صلعم و المتفق علیہ انھن احدیٰ عشرۃ خدیجۃ بنت خویلد و عائشۃ بنت ابی بکر وحفصۃ بنت عمر بن الخطاب و ام حبیبۃ بنت ابی سفیان و ام سلمۃ بنت ابی امیۃ و سودۃ بنت زمعہ وزینب بنت جحش و میمونۃ بنت الحارث و زینب بنت خزیمۃ وجویریۃ بنت الحارث و صفیۃ بنت حی بن اخطب [2] قال السیوطی فی الدر المنثور اخرج ابن ابی حاتم عن قتادۃ رضی اللہ عنہ فی قولہ وازواجہ امھاتھم فی الحرمۃ لا یحل المؤمن ان ینکح امرأۃ من نساء النبی صلعم فی حیاتہ ان طلق ولا بعد موتہ [3] وقال العینی فی شرح صحیح البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا قالت انا ام رجالکم لا ام النساء [4] وفی الدر المنثور للسیوطی اخرج البیہقی عن عائشۃ ان امرأۃ قالت لھا یا امہ فقالت انا رجالکم ولست ام نساءکم واخرج ابن سعد و عبد الرزاق و عبد بن حمید عن قتادۃ رضی اللہ عنہ قال طلحۃ بن عبید اللہ لو قبض النبی صلعم تزوجت (بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو)

کہ منافقین کو گمان ہے کہ رسول اللہ فوت ہو گئے حالانکہ بخدا حضرت فوت نہیں ہوئے اور کتاب[۲] ملل و نحل شہرستانی میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ جو یہ کہے گا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا میں اس کو اپنی اس تلوار سے قتل کروں گا اور روضۃ الاحباب[۳] میں ہے کہ حضرت عمر اس قول کو سن کر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آنحضرت کا انتقال ہوا یا نہیں اس وقت حضرت ابوبکر اپنے مکان واقع محلہ سُنح میں تھے۔ ان کو رسول اللہ کے انتقال کی خبر دی گئی تو فوراً روتے ہوئے اور وا محمداہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی میں پہنچ کر دیکھا کہ لوگ متغرق الحال ہو رہے ہیں تاریخ ابوالفدا[۳] میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے مسجد نبوی میں پہنچ کر لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو آیہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ .... کی تلاوت فرمائی جس کو سن کر لوگ متنبہ ہوئے اور ان کو رسول اللہ کی وفات کا یقین ہو گیا پھر وہ سب بعجلت سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔

تاریخ ابن خلدون[۴] میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ کر کہا کہ ہم لوگ رسول خدا کے رفیق و عشرت ہیں اور سب سے زیادہ خلافت نبی کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اور ابن جریر طبری[۵] نے روایت کی ہے کی پس حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں حضرت ابوبکر بولے کہ نہیں بلکہ تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ کیوں کہ تم مجھ سے ہر طرح قوی تر ہو۔ کچھ دیر یہی کش مکش رہی بالآخر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پھیلا کر ان کی بیعت کی اور کہا کہ تم اپنی قوت کے ساتھ میری قوت کو بھی شامل سمجھو۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۶) عائشہ فنزلت وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ (الآیۃ) [۱] قال ابن جریر الطبری فی تاریخہ توفی رسول اللہ صلعم وابوبکر بالسنح وعمر حاضر (الی ان قال) ولما توفی رسول اللہ قام عمر بن الخطاب فقال ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ واللہ ما مات (صاحب سوم) [۲] وفی الملل والنحل للشہرستانی قال عمر ابن الخطاب من قال ان محمدا مات قتلتہ بسیفی ھذا [۳] و در روضۃ الاحباب ست کہ مردم بواسطہ سخن عمر در شک افتادہ در موت آں حضرت (الی ان قال) و در آں ساعت ابوبکر صدیق در منزل خویش در محلہ سنح بود کسی را فرستادند تا وی را خبردار گردانید پس ابوبکر بتعجیل سوار شود می گفت وامحمداہ و می گریست تا بہ مسجد رسول صلعم در آمد دید کہ مردم متفرق الحال اند [۳] قال ابوالفداء فقال ابوبکر وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل فرجع القوم الی قولہ وبادروا سقیفۃ بنی ساعدۃ [۴] قال ابن خلدون فقال ابوبکر نحن اولیاء النبی وعشیرتہ واحق الناس بامرھم [۵] وروی الحافظ ابن جریر فقال عمر ابسط یدک یا ابابکر فانی ابایعک فقال ابوبکر انت یا عمر فانت اقوی لہا منی وکان کل واحد منہما یرید صاحبہ یفتح یدہ لیضرب علیہا ففتح عمر ید ابی بکر وقال ان لک قوتی مع قوتک۔

اور تاریخ کامل ابن اثیر[1] میں ہے کہ حضرت عمر اور دوسرے اشخاص نے حضرت ابوبکر پر بیعت کی مگر کل انصار نے کہا کہ ہم سوا علی کے اور کسی کی بیعت نہ کریں گے۔

تاریخ الخمیس[2] میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو فراغت حاصل ہوئی تو وہ سقیفۂ بنی ساعدہ سے مسجد نبوی میں آکر منبر پر بیٹھے اور وہاں بھی لوگ ان کی بیعت کرتے رہے حتٰے کہ دن گزرگیا اور لوگ رسول اللہ کے دفن میں شریک ہونے سے آخر شب سہ شنبہ تک قاصر رہے۔

اور کنز العمال[3] میں عروہ سے مروی ہے کہ پیغمبر صاحب کے دفن کے وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر موجود نہ تھے بلکہ (بمقام سقیفۂ بنی ساعدہ) مجمع انصار میں تشریف رکھتے تھے اور قبل اس کے کہ یہ دونوں صاحب وہاں سے واپس آئیں رسول اللہ دفن ہو چکے تھے۔

اور نہایہ[4] ابن اثیر جزری و مجمع البحار مُلّا طاہر فتنی و ملل و نحل شہرستانی میں ہے کہ فرمایا حضرت عمر نے ابوبکر کی بیعت کا معاملہ ایک ناگہانی واقعہ تھا خدا نے اس کے شر سے بچا دیا۔

تاریخ ابو الفدا[5] میں ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت نیز زبیر اور مقداد بن عمرو اور سلمان فارسی نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے کنارہ کشی کی۔

اور تاریخ الخمیس و تاریخ کامل[6] ابن اثیر میں ہے کہ علی مرتضٰی اور بنی ہاشم نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے تخلف اختیار کیا۔

اور استیعاب[7] ابن عبد البر میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت کی گئی تو حضرت علی نے

---

[1] وفی الکامل لابن الاثیر فبایعہ عمر و بایعہ الناس وقالت الانصار لا نبایع الا علیا [2] وفی تاریخ الخمیس قال فلما فرغ ابوبکر من البیعۃ رجع الی المسجد فقعد علی المنبر فبایعہ الناس حتی امسی و شغلوا عن دفن رسول اللہ صلعم حتی کان آخر اللیل من لیلۃ الثلثاء من الصبح [3] وفی کنز العمال عن عروۃ قال ان ابا بکر وعمر رضی اللہ عنہما لم یشہدا دفن النبی صلعم وکانا فی الانصار فدفن قبل یرجعا [4] وفی النہایۃ لابن الاثیر والمجمع البحار للفتنی وکتاب الملل للشہرستانی قال عمر رضی اللہ عنہ ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرہا [5] قال ابو الفدا وخلا جماعۃ من بنی ہاشم والزبیر والمقداد بن عمرو وسلمان الفارسی وابوذر وعمار بن یاسر والبراء ابن عازب وغیرہم مالوا مع علی بن ابی طالب [6] وفی الخمیس والکامل قال وتخلف عن بیعتہ علی و بنوہاشم [7] وفی الاستیعاب لابن عبد البر لما بویع ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ابطاء علی عن بیعتہ وجلس فی بیتہ

نے ان کی بیعت نہیں کی۔ اور خانہ نشینی اختیار فرمائی۔

اور مروج الذہب[1] مسعودی ہے کہ جب بروز سقیفہ حضرت ابوبکر کی بیعت کی گئی تو حضرت علی نے جاکر حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم نے ہمارے امور کو تباہ کیا ہم سے کچھ نہ پوچھا اور ہمارے حق کی رعایت اور نگہداشت بالکل نہ کی حضرت ابوبکر بولے کہ شکایت تمہاری بجا ہے۔ مگر میں نے فتنے کے خوف سے ایسا کیا۔

اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو مہم بیعت سے فراغت حاصل ہوئی تو انہوں نے بعض مہاجر و انصار کے ذریعہ سے حضرت علی کو طلب کیا۔ حضرت علی نے آکر پوچھا کہ مجھے کیوں بلایا گیا ہے۔ حضرت عمر بولے اس لئے بلایا گیا ہے کہ جس طرح سب نے ابوبکر کی بیعت کی ہے تم بھی کرو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ جس بات کو تم نے انصار پر حجت قرار دے کر منصب خلافت حاصل کیا ہے اسی کو میں تم پر حجت قرار دیتا ہوں۔ سچ بتاؤ کہ جو شخص جناب رسالت مآب سے قریب تر ہے وہ کون ہے؟ حضرت عمر نے کہا کہ جب تم

---

[1] و فی المروج الذہب للمسعودی لما بویع ابوبکر فی السقیفۃ خرج علی فقال افسدت علینا امورنا و لم تستشر و لم ترع لنا حقا فقال ابوبکر بلی و لکن خشیت الفتنۃ۔

[2] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں از مہم بیعت فراغ حاصل شد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از وجوہ مہاجر و اعیان انصار جمعی ساختہ فرستاد و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، را بآں مجلس طلبید وی اجابت فرمودہ دراں مجمع حاضر شد و در محلے لائق خود بنشست از موجب طلب خویش پرسید عمر فاروق رضی اللہ عنہ گفت موجب آنست کہ می خواہیم چناں چہ سائر اصحاب با ابوبکر بیعت کردہ اند تو ہم بیعت کنی علی گفت من ہماں سخن کہ شما بر انصار حجت ساختہ اید و ایں منصب را گرفتید بر شما حجت می گردانم راست گوئید کہ بحضرت رسالت صلعم کہ اقرب بود کیست عمر گفت ترا نگزاریم تا بیعت نکنی علی فرمود اول ایں سخن مرا جواب با صواب بگوئید بعد ازاں از من بیعت جوئید ابو عبیدہ گفت اے ابوالحسن تو بواسطہ سبقت در اسلام و فضل قرابت قریبہ بایں انتظام سزاوار حکومت و خلافت و لیکن چوں صحابہ بر ابوبکر اجماع و اتفاق نمودند مناسب اینست کہ تو نیز قدم در دائرہ وفاق در آرے علی گفت ای ابوعبیدہ مومنی کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ بخاندان نبوت کرامت فرمودہ در بند آں میباشد کہ بجائے دیگر نقل کنید مہبط قرآن و وحی مورد وامر و نہی و منبع افضل و علم و معدن عقل و حلم ماہیم بشیر ابن سعد گفت ای ابوالحسن چوں در خانہ خود نشستے گمان شد کہ تو از خلافت کنارہ می کنی علی فرمود اے بشیر تو روا میداری کہ من جد اطہر وقالب انور سید عالم را غسل نادادہ بتجہیز و تکفین وے نمود از فن وے فراغت حاصل نکردہ دم در طلب خلافت و حکومت زدمی و با مردم در منازعت و خصومت شدمے۔

تم بیعت نہ کرو گے میں تم کو نہ چھوڑوں گا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ پہلے تم میری بات کا جواب دو اس کے بعد مجھ سے بیعت کو کہو۔ ابو عبیدہ بن الجراح نے کہا کہ اے ابو الحسن سبقت اسلامی اور رسول اللہ کے ساتھ قرابت قریبہ کا شرف تم کو حاصل ہے اس کی وجہ سے بیشک تمہیں حکومت و خلافت کے مستحق ہو مگر چوں کہ صحابہ نے ابو بکر پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ تم بھی ان کا ساتھ دو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ خدا نے جو موہبت خاندان رسالت کو عطا کی ہے کیا تم چاہتے ہو کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کر دو۔ دیکھو مہبط وحی و مورد امر و نہی و منبع فضل و علم و معدن عقل و حلم ہم ہیں۔ یہ سُن کر بشیر بن سعد نے کہا کہ اے ابو الحسن تمہارے گھر میں بیٹھے رہنے کے باعث سے یہ گمان ہوا کہ شاید تم کو امر خلافت سے کنارہ کشی منظور ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اے بشیر کیا تم لوگ اس بات کو روا رکھتے ہو کہ میں رسول اللہ کے قالب انور اور جسد اطہر کو بلا تجہیز و تکفین و تدفین چھوڑ کر طلب خلافت کے لئے منازعت و مخاصمت میں مشغول ہوتا۔

اور اسد الغابہ[1] میں حضرت علی سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ جناب رسالت مآب نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم بمنزلہ کعبہ کے ہو جس کے پاس سب آتے ہیں اور وہ کسی کے پاس نہیں جاتا۔ پس اگر قوم کے لوگ تمہارے پاس حاضر ہو کر بیعت کریں تو قبول کرو ورنہ ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ خود تمہارے پاس آئیں۔

اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ جب یہ باتیں حضرت ابو بکر نے سماعت کیں اور دیکھا کہ ان میں سے ہر بات ہزار باتوں کے مقابل میں محکم و استوار ہے تو نہایت نرمی سے ارشاد کیا کہ ابو الحسن میں نے خیال کیا تھا کہ تم کو میری بیعت میں مضائقہ نہ ہوگا اگر میں جانتا کہ تم میری بیعت سے تکلف کرو گے تو میں اس کو ہرگز قبول نہ کرتا۔ اب چونکہ لوگ میری بیعت کر چکے ہیں اگر چاہو تو میرے خیال کے مطابق تم بھی ان سے موافقت کرو اور اگر اس باب میں تم کو کچھ توقف اور تامل ہو تو کوئی

---

[1] وفی اسد الغابہ عن علی قال قال رسول اللہ صلعم انت بمنزلۃ الکعبۃ توتی ولا تاتی فان اتاک ہولاء القوم وسلموھا الیک یعنی الخلافۃ فاقبل منہم وان لم یاتوک فلا تاتہم حتی یاتوک۔

[2] و در روضۃ الاحباب است کہ ابو بکر صدیق چوں دید کلمات علی ہمہ محکم واستوار و ہر یکے از انہا مقابل صد کلمہ بل ہزار ست از راہ رفق و مدارا در آمد گفت اے ابو الحسن مرا گمان ایں بود کہ ترا با من در ایں امر مضائقہ نباشد و اگر می دانستم از بیعت با من تکلف خواہی کرد ہرگز آں را قبول نمی کردم اکنوں کہ مردم با من اتفاق نمودہ اند اگر تو نیز با ایشاں موافقت نمائی ظن مرا مطابق واقعہ ساختہ باشی و اگر حالا توقف کنی و خواہی کہ در ایں امر تفکر و تامل نمائی ہیچ حرجی بر تو نیست پس علی از مجلس برخاست و متوجہ خانۂ خویش گشت۔

الزام بھی نہیں ہے۔ پس حضرت علی وہاں سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے آئے۔

اور کتاب[1] عقد الفرید شہاب الدین ابن عبدربہ اُندلسی میں ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے خلاف ورزی کی وہ علی اور عباس اور زبیر اور سعد بن عبادہ تھے۔ جن میں سے حضرت علی اور عباسؓ اور زبیرؓ بیت الشرف جناب فاطمہ میں بیٹھ رہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ جو لوگ خانہ حضرت سیدہ میں ہے۔ ان کو نکال دیں اور اگر وہ لوگ گھر سے نہ نکلیں تو ان سے قتال کریں۔ چنانچہ حضرت عمر تھوڑی چنگاریاں لے کر اس قصد سے وہاں پہنچے کہ گھر میں آگ لگا دیں۔ پس جناب فاطمہ نے کہا۔ کہ اے پسر خطاب کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے! حضرت عمر نے کہا۔ کہ ہاں اسی ارادے سے آیا ہوں ورنہ تم لوگ ابوبکر کی بیعت کرنے والوں میں داخل ہو۔

اور تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ حضرت عمر تھوڑی آگ لے کر اس قصد سے آئے کہ حضرت فاطمہ کا گھر جلا دیں۔ یہ معلوم کر کے جناب سیدہ نے کہا۔ کہ اے خطاب کے بیٹے تو اس غرض سے آیا ہے کہ میرے گھر میں آگ لگائے۔ حضرت عمر بولے کہ ہاں اور یا تم لوگ ابوبکر کی بیعت کرنے والوں میں داخل ہو۔

اور تاریخ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر نے دولت سرائے مرتضوی پر جہاں طلحہ اور زبیر اور اور بعض اصحاب مہاجر بھی تھے پہنچ کر کہا خدا کی قسم تمہارے گھر میں آگ لگا دوں گا ورنہ تم لوگ بیعت کے لئے باہر نکلو۔

---

[1] وفی عقد الفرید لابن عبد ربہ قال، الذین تخلفوا عن بیعۃ ابی بکر علی والعباس والزبیر و سعد بن عبادۃ فاما علی والعباس والزبیر فقعدوا فی بیت فاطمۃ حتی بعث الیھم ابو بکر و عمر بن الخطاب لیخرجھم من بیت فاطمۃ وقال لہ ان ابوا فقاتلھم فاقبل بقبس من نار علی ان یضرا علیھم الدار فلقیتہ فاطمۃ فقالت یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ [2] وقال ابو الفدا فاقبل عمر بشئ من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمۃ وقالت الی ابن یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخل فیہ الامۃ [3] وقال ابو جعفر بن جریر فی تاریخہ ابی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ والزبیر ورجال من المھاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکما ولتخرجن الی البیعۃ۔

اور کتاب[۱] الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے ان لوگوں کو جو حضرت علی کے پاس تھے اپنی صحبت بیعت میں حاضر نہ پایا تو حضرت عمر کو اُن کے بلانے کے لئے بھیجا، پس جو لوگ حضرت علی کے گھر میں تھے انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا۔ حضرت عمر نے جلانے کی لکڑیاں منگا کر کہا کہ باہر نکلو ورنہ خدا کی قسم جو اشخاص اس گھر میں ہیں۔ ان کو آگ لگا کر جلا دوں گا۔ لوگوں نے کہا اس گھر میں تو فاطمہ بنت رسول بھی ہیں حضرت عمر بولے کہ ہوا کریں۔ یہ سنتے ہی جو لوگ خانہ مرتضوی میں تھے باہر نکلے اور سوائے حضرت علی کے سب نے جاکر حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔ حضرت علی نے (ان لوگوں سے جو آپ کی طلب میں آئے تھے مخاطب ہو کر) ارشاد فرمایا امر خلافت کے لئے تم سے اس طرح احق ہوں میں تمہاری بیعت نہ کروں گا بلکہ تم کو میری بیعت کرنی چاہیئے۔ دیکھو تم نے انصار سے امر خلافت کو یہ دلیل پیش کر کے حاصل کیا کہ یہ نسبت ان کے تم لوگ نبی کریم سے قربت رکھتے ہو اور تعجب ہے کہ اب تم اہل بیت سے خلافت غصب کرتے ہو۔ کیا یہ تمہارا زعم نہیں ہے کہ تم کو انصار پر اولویت اسی دلیل سے ہے کہ رسول اللہ تمہاری قوم سے تھے۔ پس وہی حجت تمہارے مقابل میں پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار سے مقابل

---

[۱] وفی الکتاب الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبۃ الکاتب الدینوری ان ابوبکر رضی اللہ عنہ تفقد قوما تخلفوا عن بیعۃ عند علی کرم اللہ وجہہ فبعث الیہم عمر فجاء فناداھم وھم فی دار علی فابوان یخرجوا فدعا عمر بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقنہا علی من فیہا فقیل لہ یا اباحفص ان فیہا فاطمۃ فقال وان فخرجوا فبایعوا الا علی (رقیہ) وقال علی انا احق بہذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولی بالبیعۃ لی اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیہم بالقرابۃ من النبی وتاخذوہ من اہل البیت غصبا الستم زعمتم الانصار انکم اولی بہذا الامر منہم لما کان محمد صلعم منکم فانا احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار نحن اولی برسول اللہ حیا ومیتا فانصفونا ان کنتم تومنون باللہ وتخافونہ (الی ان قال) وقال علی یا معشر المہاجرین اللہ لا تخرجوا سلطان محمد صلعم فی العرب من دارہ وقعر بیتہ الی دورکم وقعور بیتکم فوقفت فاطمۃ رضی اللہ عنہا علی بابہا وقالت ترکتم رسول اللہ صلعم جنازۃ بین ایدینا وقطعتم امرکم بینکم ولم تردوا لنا حقا۔

میں پیش کی یعنی ہماری قربت ہر طرح تم لوگوں سے اولےٰ ہے آنحضرت کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی۔ اب تم ہی انصاف کرو اگر خدا پر ایمان لائے ہو اور اس سے ڈرتے ہو۔ اے گروہ مہاجرین خدا کو یاد کرو اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ کی سرداری عرب کو ان کے گھر سے خارج کر کے اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ نے درخانہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے قوم تم نے رسول اللہ کی نعش مقدس ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت کو باہم طے کر لیا اور ہمارے حق پر نظر نہ کی۔

اور اسنی المطالب[1] شمس الدین محمد جزری صاحب حصن حصین میں براویت ام کلثوم بنت فاطمہ مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ نے ارشاد کیا کہ آیا تم لوگ رسول اللہ کا وہ قول بھول گئے جو آنحضرت نے بروز غدیر خم فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے نیز فرمایا تھا کہ علی مجھ سے اسی منزلت پر ہیں جس منزلت پر موسےٰ کے لئے ہارون تھے۔

مورخ ابن قتیبہ[2] تاریخ مذکور الصدر میں لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس

---

[1] وفی اسنی المطالب الشمس الدین محمد الجزری عن ام کلثوم بنت فاطمه ان فاطمه بنت رسول الله صلعم قالت انسیتم قول رسول الله یوم غدیر خم من کنت مولاه فعلی مولاه۔ و قوله انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ

[2] قال ابن قتیبه فی تاریخه المذکور فاتی عمر ابا بکر فقال له الا تاخذ هذا المتخلف عنك بالبیعه فقال ابو بکر لقنفذ وهو مولی له اذهب فادع لی علیا فذهب الی علی فقال له ما حاجتك فقال یدعوك خلیفة رسول الله فقال علی لسریع ما کذبتم علی رسول الله صلعم فرجع فابلغ الرسالة قال فبکی ابوبکر طویلا فقال عمر الثانیة ان لا تمهل هذا المتخلف عنك بالبیعة فقال ابو بکر رضی الله عنه لقنفذ عد الیه فقل له امیر المومنین یدعوك لتبایع فجاءه قنفذ فادی ما امر به فرفع علی صوته فقال سبحان الله لقد ادعی ما لیس له فرجع قنفذ فابلغ الرسالة فبکی ابوبکر طویلا ثم قام عمر فمشی معه جماعة حتی اتوا باب فاطمة فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم نادت باعلی صوتها باکیة یا ابت یا رسول الله ماذا لقینا بعدك من ابن الخطاب وابن ابی قحافة فلما سمع القوم صوتها و بکائها انصرفوا باکین و بقی عمر و معه قوم فخرج علی و مضی معهم الی ابی بکر فقالوا له بایع فقال وان انا لم افعل قالوا اذا والله الذی (بقیه حاشیه ص۱۴۷)

واپس گئے تو انہوں نے کہا کہ علی کو کیوں گرفتار نہیں کرتے جو تمہاری بیعت سے خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا کہ علی کو میرے پاس لے آ۔ قنفذ نے جا کر حضرت علی سے کہا کہ تم کو خلیفۂ رسول اللہ بلاتے ہیں۔

حضرت علی نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت جلد رسول اللہ پر افترا پردازی کی۔ قنفذ واپس گیا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر سے حضرت علی کا ارشاد عرض کیا حضرت ابوبکر سن کر دیر تک روتے رہے۔ حضرت عمر نے دوبارہ حضرت ابوبکر سے کہا۔ کہ علی کو مہلت نہ دو جو تمہاری بیعت سے کنارہ کشی کئے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے پھر قنفذ کو حکم دیا کہ جا کر علی سے کہہ کہ تم کو امیر المومنین بیعت کے لئے بلاتے ہیں۔ قنفذ نے حاضر ہو کر حضرت ابوبکر کا پیام پہنچایا۔ حضرت علی نے باآواز بلند فرمایا کہ سبحان اللہ تیرے آقا نے اس لقب کا ادعا کیا ہے جس سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ قنفذ نے جا کر حضرت ابوبکر سے کہا کہ علی یہ کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر سن کر پھر رونے لگے پس حضرت عمر اٹھے اور ایک جماعت کے ساتھ خانۂ حضرت فاطمہ پر پہنچ کر انہوں نے دق الباب کیا۔ حضرت فاطمہ لوگوں کی صدا سن کر باآواز بلند رونے اور فریاد کرنے لگیں کہ یا پدر بزرگوار یا رسول اللہ آپ کے بعد پسر خطاب اور پسر ابوقحافہ سے ہم کو یہ کیسی مصیبت پہنچی ہے۔ جب لوگوں نے حضرت فاطمہ کی فریاد و زاری سنی تو ان میں سے اکثر روتے ہوئے واپس آ گئے اور چند نفر حضرت عمر کے ساتھ باقی رہ گئے پس حضرت علی دولت سرا سے باہر نکلے اور ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں پھر آپ سے کہا گیا کہ بیعت کرو آپ نے کہا اور اگر میں بیعت نہ کروں۔ وہ بولے کہ اگر بیعت نہ کرو گے تو خدا کی قسم ہم تمہیں قتل کریں گے۔

حضرت علی نے فرمایا کیا ایسے شخص کو قتل کرو گے جو عبداللہ اور اخو رسول اللہ ہیں حضرت عمر نے جواب دیا کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ تم عبداللہ ہو لیکن اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ تم اخو رسول اللہ بھی ہو۔ حضرت ابوبکر اس وقت بالکل چپ تھے۔ حضرت عمر نے ان سے کہا کہ تم کیوں نہیں کرتے اور خاموش بیٹھے ہو حضرت ابوبکر

(بقیہ حاشیہ ص۱۴۱) لا الہ الا ہو نضرب عنقك قال اذا تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا وابو بكر ساكت لا يتكلم فقال لہ عمر الا تامر فيہ بامرك فقال لا اكرهه على شئ ما كانت فاطمة الى جنبه فلحق علی بقبر رسول اللہ صلعم يصيح ويبكی وينادی يا ابن عم ان القوم استضعفونی وكادوا يقتلوننی۔

نے کہا کہ فاطمہ کے ہوتے ہوئے میں علی کو مجبور نہ کروں گا۔ پس حضرت علی وہاں سے اٹھ کر جناب رسالت مآب کے مزار اقدس پر گئے اور وہاں جا کر آپ نے بہ آہ و زاری فریاد کی کہ اے بھائی قوم کے لوگوں نے میری نہایت تحقیر کی اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔

تاریخ ابن[1] واضح میں ہے کہ (جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے) تو حضرت فاطمہ نے ان کے پاس آ کر جائداد طلب کی جو ان کو رسول اللہ سے بطور وارث پہنچتی تھی۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے حضرت فاطمہ نے کہا کیا خدا کے نزدیک تم تو اپنے باپ کے وارث ہو اور میں اپنے پدر بزرگوار کی وارث نہ ہوں۔ کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص اپنی اولاد کی حفاظت کرتا ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر بہت روئے۔

اور کنز[2] العمال میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کے پاس آ کر سہم ذوی القربےٰ کا سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سہم ذوی القربیٰ میری حیات میں ہے میرے بعد نہیں ہے۔

اور فتوح[3] البلدان بلاذری میں ہے کہ فدک کی جائداد خاص رسول اللہ کے لئے تھی کیوں کہ اس کا حصول بغیر حرب و ضرب کے ہوا تھا اور مالک بن جعونہ سے مروی ہے کہ بعد وفات سرور کائنات حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ فدک کی جائداد رسول نے مجھے عطا کی ہے آپ بھی اس کو میرے لئے بحال رکھیں اور اپنے اس دعوے کی شہادت میں حضرت علی کو

[1] فی تاریخ ابن واضح ان فاطمة بنت رسول الله اتت ابا بکر تطلب میراثها۔ فقال لها قال رسول الله لا نورث ما ترکناه صدقة فقالت افی الله ان ترث اباك ولا ارث ابی اما قال رسول الله المرء یحفظ ولده فبکی ابوبکر بکاء شدیدا [2] وفی کنز العمال ان فاطمه اتت ابابکر تسأله سهم ذوی القربیٰ فقال لها ابوبکر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سهم ذوی القربیٰ فی حیاتی ولیس لهم بعد موتی [3] وفی فتوح البلدان للبلاذری کانت فدك لرسول الله صلعم خاصة لانه لم یوجف المسلمون علیها بخیل ولا رکاب وعن مالك بن جعونة عن ابیه قال قالت فاطمة لابی بکر ان رسول الله صلعم جعل لی فدك فاعطنی ایاها شهد لها علی بن ابیطالب فسألها شاهد اٰخر فشهدت لها ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول الله انه لا تجوز الا شهادة رجلین او رجل و امرأتین۔

پیش کیا۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ ایک گواہ اور چاہیئے۔ حضرت فاطمہ نے دوسری شہادت اُم ایمن کی پیش کی۔ حضرت ابوبکر بولے کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی درکار ہے۔

اور برہان الدین حلبی نے سیرۃ الحلبیہ میں بحوالہ کلام سبط ابن جوزی نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک کے متعلق وثیقہ لکھ دیا اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ یہ کیسی تحریر ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ کی میراث فاطمہ کو پہنچتی ہے اس کے متعلق میں نے ان کو یہ کتبہ لکھ دیا ہے حضرت عمر بولے کہ پھر کس چیز سے مسلمانوں کو نفقہ دو گے، عرب تم سے اس بات پر لڑیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر نے اس کاغذ کو لے کر چاک کر ڈالا۔[1]

اور صحیح بخاری[2] و صحیح مسلم و مسند احمد میں اُم المومنین عائشہ سے مروی ہے کہ بعد وفات سرورِ کائنات حضرت فاطمہ بنت رسول نے حضرت ابوبکر سے اپنی اس میراث کا سوال کیا جو رسول مقبول سے ان کو پہنچتی تھی اور جو آنحضرت کو بلا حرب و ضرب خدا نے عطا فرمائی تھی حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں۔ وہ صدقہ ہے یہ سن کر حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر پر ایسی غضبناک ہوئیں کہ مرتے دم تک

---

[1] وفی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون یعنی السیرۃ الحلبیۃ وفی کلام سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ ان ابا بکر رضی اللہ عنہ کتب لہا بفدک ودخل علیہ عمر رضی اللہ عنہ فقال ما ھذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال مماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ [2] واخرج البخاری ومسلم صحیحہما واحمد فی المسند عن عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلعم سألت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد وفات رسول اللہ صلعم ان یقسم لہا میراثہا ما ترک رسول اللہ صلعم مما افاء اللہ علیہم فقال ابوبکر ان رسول اللہ صلعم قال لا نورث ما ترکنا صدقہ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم فہجرت ابا بکر فلم تزل مہاجرتہ حتی توفیت وفی حدیث اخر قال ان فاطمۃ علیہا السلام بنت النبی صلعم ارسلت الی ابی بکر تسالہ میراثہا من رسول اللہ صلعم مما افاء اللہ علیہا بالمدینۃ وفدک وما بقی خمس خیبر والی ان قال ابوبکر رضی اللہ ان یدفع الی فاطمۃ رضی اللہ عنہا (بقیہ حاشیہ صفحہ)

ان سے صاحب سلامت گوارا نہیں کی۔ نیز صحیح بخاری کی دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ حضرت فاطمہ نے کسی کو بھیج کر حضرت ابوبکر سے اپنی اس جائداد کا سوال کیا جو ان کو مدینہ اور فدک اور خمس خیبر میں رسول اللہ سے بطور میراث پہنچتی تھی۔ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے سوال کی منظوری سے انکار کیا اور ان کو ان کی مطلوبہ جائداد میں سے کچھ نہ دیا۔ حضرت فاطمہ اس بات پر حضرت ابوبکر سے ایسی ناخوش اور رنجیدہ ہوئیں کہ مرتے دم تک انہوں نے حضرت ابوبکر سے کلام نہیں کیا۔ اور جب چھ۶ مہینے کے بعد حضرت فاطمہ نے وفات پائی تو حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھ کر رات ہی کے وقت ان کو دفن کیا اور حضرت ابوبکر کو حضرت فاطمہ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی۔

علامہ[1] دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کی وفات سے چھ مہینے کے بعد ۱۱ھ میں تیسری ماہ رمضان شب سہ شنبہ کو حضرت فاطمہ اس جہان فانی سے بسوئے عالم جاودانی رحلت فرمائی اس وقت ان کی عمر شریف اٹھائیس۲۸ سال چھ ماہ کی تھی اور حسب روایات صاحب ذخائر العقبیٰ جناب سیدہ کی عمر انتیس۲۹ سال کی ہوئی اور بقول دیگر تیس۳۰ سال کی حضرت علی نے ان کو غسل دیا اور جنازے کی نماز پڑھی۔

اور تاریخ ابن[2] جریر طبری میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کا انتقال جناب رسالت مآب کی وفات سے چھ مہینے کے بعد ہوا۔ حضرت علی اور اسماء بنت عمیس نے ان کو غسل دیا۔

اور جذب[3] القلوب میں ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۶) منہا شیئاً فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فھجرته فلم تکلمه حتی توفیت وعاشت بعد النبی صلعم ستة اشہر فلما توفیت دفنها زوجها علی رضی اللہ عنه لیلاً ولم یؤذن بها ابا بکر وصلی علیها علی [1] قال الدیار بکری فی الخمیس توفیت فاطمة بعد وفات رسول اللہ صلعم بستة اشہر فی لیلة الثلثاء لثلاث خلون من رمضان سنة احدی عشرة من الھجرة وھی بنت ثمان وعشرین سنة ونصف سنة ذخائر العقبیٰ ھی ابنة تسع وعشرین سنة وقال عبداللہ بن حسن ابنة ثلاثین (الی ان قال) وغسلها علی وصلی علیها [2] واخرج ابن جریر عن عروة قال توفیت فاطمة بعد النبی صلعم بستة اشہر وغسلها علی واسماء بنت عمیس۔

[3] در جذب القلوب محدث دہلوی است کہ حضرت فاطمہ زہرا وصیت کردہ بود کہ متکفل غسل و تجہیز او اسماء بنت عمیس و علی مرتضیٰ باشد و دیگرے را در آں جا مدخل نباشد و ایں روایت رواں می کند کہ گفتہ اند ابوبکر رضی اللہ عنہ را علم بہ وفات حضرت فاطمہ نبود و عدم حضور او بر نماز جنازہ وے ازیں جہت بود زیرا کہ اسماء بنت عمیس در آں زمان در تحت ابوبکر بود و بغایت بعید است کہ زوجہ او حاضر باشد و غسل دہد او را وقوف نبود۔

تجہیز وتکفین کے متکفل حضرت علی اور اسماء بنت عمیس ہوں اور ان کے سوا کوئی اور شخص وہاں نہ آئے یہ روایت اس بات کی تردید کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر کو جناب فاطمہ کی وفات کا علم نہ تھا اور نماز جنازہ میں حضرت ابوبکر کے نہ شریک ہونے کے باعث ان کی لاعلمی ہوئی اس لئے کہ اسماء بنت عمیس جو شریک تجہیز وتکفین رہیں اس وقت حضرت ابوبکر کی زوجیت میں تھیں۔ پس یہ امر نہایت مستبعد ہے کہ ان کی بی بی شریک تجہیز وتکفین رہیں اور ان کو اطلاع نہ ہو۔

اور تاریخ ابن واضح[1] میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت علی کو غسل دینے کی وصیت کی تھی چنانچہ انہوں نے باعانت اسماء بنت عمیس غسل دیا۔ اور جناب سیدہ شب ہی کو مدفون ہوئیں اور سوا سلمان اور ابوذر اور عمار کے اور کوئی شخص وقت دفن حاضر نہ تھا اور بعض کتب سیر میں ہے کہ جب حضرت علی جناب سیدہ کی تجہیز وتکفین ودفن سے فارغ ہو کر گھر گئے تو شدت غم کی وجہ سے ان کو سخت وحشت اور بے تابی لاحق ہوئی اور اسی حالت بے قراری میں انہوں نے چند اشعار ارشاد فرمائے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کے رنج میں اپنے اوپر بکثرت دیکھتا ہوں اور جس کو یہ رنج ہیں وہ موت کے وقت تک علیل ہے۔ دو دوستوں کے مجتمع ہونے کے لئے جدائی ضرور ہے اور جو رنج کہ سوا فراق کے ہے وہ کم ہے (آہ) رسول مقبول کے بعد فاطمہ کا میرے پاس سے مفقود ہو جانا درحقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ نہیں رہتا۔ محدث دہلوی جذب القلوب[2] میں لکھتے ہیں کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے موضع قبر کے

---

[1] وقال ابن واضح الکاتب العباسی فی تاریخہ اوصت علیاً زوجہا ان یغسلہا فغسلہا واعانہ اسماء بنت عمیس ودفنت فاطمۃ لیلاً ولم یحضرہا احداً الا سلمان وابوذر وعمار وفی بعض کتب السیر لما فرغ علی من جہازہا ودفنہا رجع الی البیت فاستوحش فیہ وجزع علیہا جزعاً شدیداً ثم انشاء یقول ؎

ارٰی علل الدنیا علی کثیرۃ ٭ وصاحبہا حتی الممات علیل ٭ لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ ٭ وکل الذی دون الفراق قلیل ٭ وان افتقادی فاطمہ بعد احمد ٭ دلیل علی ان لا یدوم خلیل ٭

[2] محدث دہلوی در جذب القلوب می نویسد کہ در تعیین موضع قبر سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا وعلی اولادہا اخبار مختلف واقوال متنوعہ آمدہ وہم چناں کہ علیہ کاش در حیات چشم اغیار مستور بود جمال عفتش بعد از ممات نیز مکشوف ماند الیٰ ان قال بعضے برآنند کہ مرقد مطہرہ او در بقیع است آں جا کہ سائر اہلبیت نبوت آسودہ اند وبعض گفتہ اند کہ دفن او ہم در بیت او است کہ داخل مسجد نبوی شدہ است الیٰ ان قال) وما از امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام روایت است کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا را ہم در حجرہ او کہ عمر بن عبد العزیز مسجد در آوردہ دفن کردند چنانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را ہم در خانہ

تعین میں مختلف اخبار اور اقوال وارد ہوئے اور جس طرح ان کا حلیہ کمال ان کی زندگی میں چشم اغیار سے پوشیدہ تھا اسی طرح بعد وفات بھی ان کا جمال عصمت مخفی رہا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ جناب سیدہ کا مرقد مطہر بقیع میں ہے جہاں اور بزرگان اہل بیت نبوت مدفون ہیں۔ لیکن بعض محققین کا قول ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر شریف انہیں کے گھر میں ہے جو داخل مسجد نبوی ہو گیا اور حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام سے روایت ہے کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے ہی حجرے میں (جسے عمر بن عبد العزیز نے داخل مسجد نبوی کر لیا) مدفون ہوئیں جیسا کہ جناب رسالت مآب اپنے حجرہ مقدس میں دفن ہوئے۔

نیز کتاب[1] موصوف میں بحوالۂ مروج الذہب مسعودی مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ و امام حسن و امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق کے مزارات کی جگہ ایک پتھر پایا گیا۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ مقابر فاطمہ بنت رسول سیدہ نساء العالمین اور حسن بن علی و علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد علیہم السلام کی ہیں اور یہ واقعہ ۳۳۲ھ ہجری کا ہے۔

ابن[2] جریر طبری نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ زمانۂ حیات فاطمہ تک علی کی وجاہت بدستور قائم رہی لیکن بعد وفات فاطمہ علی کی جانب سے لوگوں کے رخ پھر گئے۔

اور صحیح بخاری[3] میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ تا حیات فاطمہ لوگوں کی نظر میں علی ابن ابی طالب کی بڑی وجاہت تھی مگر فاطمہ کے وفات پاتے ہی علی نے لوگوں کو اپنی طرف سے بالکل ناآشنا پایا۔

تاریخ[4] ابو الفدا و عقد الفرید میں بروایت عروہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ تا وقت وفات فاطمہ علی نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔

---

[1] وہم درآں کتاب است کہ مسعودی در مروج الذہب می آرد کہ در موضع قبور امام حسن و امام زین العابدین و محمد باقر و جعفر صادق سلام اللہ علیہم سنگی یافتند بروے نوشتہ بود۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا قبر فاطمة بنت رسول اللہ سیدة نساء العالمین و قبر حسن بن علی و علی بن الحسین بن علی و جعفر ابن محمد علیہم السلام و ظہور ایں سنگ در سنہ اثنین و ثلثین و ثلث مائة بود [2] روی ابن جریر عن الزھری عن عروة عن عائشة انہا قالت کان لعلی وجہ من الناس حیاة فاطمة فلما توفیت فاطمة انصرفت وجوہ الناس عن علی [3] وفی حدیث البخاری عن عائشة انہا قالت کان لعلی من الناس وجہ حیاة فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس [4] قال ابو الفدا فی تاریخہ وابن عبد ربہ فی العقد الفرید روی عروة عن عائشة قالت لم یبایع علی ابابکر حتی ماتت فاطمة۔

اور تاریخ طبری[1] میں ہے کہ زہری سے کسی نے پوچھا کیا حضرت علی نے چھ مہینے تک حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ زہری نے جواب دیا۔ کہ ایک حضرت علی پر کیا موقوف ہے۔ کسی بنی ہاشم نے چھ مہینے تک حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔

اور مروج الذہب[2] مسعودی میں ہے کہ حضرت فاطمہ کی وفات تک کسی ایک بنی ہاشم نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔

اور تاریخ[3] کامل ابن اثیر جزری میں ہے کہ حضرت علی اور دیگر بنی ہاشم نے چھ مہینے تک حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ جب حضرت فاطمہ نے وفات پائی تب سب نے بیعت کی اور جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے منبر پر جا کر حمد خدا کہا کہ اَيُّهَا النَّاسُ میں تم پر ولی امر کیا گیا ہوں گو کہ تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر مجھ میں بھلائی دیکھو تو میری مدد کرو اور اگر برائی دیکھو تو مجھے سنبھالو۔

اور تاریخ[4] الخلفا سیوطی میں ہے کہ حضرت حسن بن علی حضرت ابوبکر کی طرف ہو کر گزرے اور ان کو رسول اللہ کے منبر پر دیکھ کر کہنے لگے کہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اتر۔ حضرت ابوبکر بولے کہ تم نے سچ کہا در حقیقت یہ منبر تمہارے ہی باپ کا ہے یہ کہہ کر حضرت ابوبکر نے حضرت حسن کو گود میں بٹھا لیا اور رونے لگے حضرت علی نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ جو کچھ سے حسن نے کہا وہ واللہ میرے حکم سے نہ تھا۔ حضرت ابوبکر بولے کہ واللہ میں تم کو متہم نہیں کرتا۔

---

[1] روی ابن جریر فی تاریخہ قال رجل للزہری افلم یبایع علی ابابکر ستۃ اشہر قال لا ولا احد من بنی ہاشم [2] وفی مروج الذہب لم یبایعہ احد من بنی ہاشم حتی ماتت فاطمۃ رضی اللہ عنہا [3] وفی الکامل لابن الاثیر قال الزہری بقی علی و بنو ہاشم ستۃ اشہر لم یبایعوا ابابکر حتی ماتت فاطمہ فبایعوہ (الی ان قال) وجلس (ابوبکر) علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایہا الناس قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی [4] وفی تاریخ الخلفا للسیوطی قال جاء الحسن بن علی الی ابی بکر وہو علی منبر رسول اللہ فقال انزل عن مجلس ابی فقال صدقت انہ مجلس ابیک واجلسہ فی حجرہ وبکی فقال علی واللہ ما ہذا عن امری فقال واللہ ما اتہمک۔

تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ حضرت ابو بکر کے زمانہ حکومت میں مسیلمہ کذاب قتل ہوا حضرت ابو بکر نے جو فوج اس کے مقابلہ کو بھیجی تھی اس سے اور مسیلمہ والوں جنگ شدید ہوئی بالآخر مشرکین نے شکست پائی اور مسیلمہ کو وحشی نے اسی حربے سے قتل کیا جس سے حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا تھا۔

تاریخ ابن الوردی[2] میں ہے کہ عہد حکومت حضرت ابو بکر میں قبیلہ بنی یربوع نے (جس کا سردار مالک بن نویرہ تھا) زکوٰۃ کے داخل کرنے سے انکار کیا۔ یہ مالک بن نویرہ جناب رسالت مآب کے حضور میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا تھا اور آنحضرت نے اس قبیلہ بنی یربوع سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔

پس جب قبیلہ بنی یربوع نے زکوٰۃ کے داخل کرنے سے انکار کیا تو حضرت ابو بکر نے خالد بن ولید کو زکوٰۃ کے لئے مالک بن نویرہ کے پاس بھیجا اور تاریخ ابن واضح[3] میں ہے کہ جب خالد وہاں پہنچے تو مالک بن نویرہ ان کے پاس حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس کی بی بی بھی ساتھ آئی اور خالد بن ولید اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئے۔

اور تاریخ[4] روضۃ المناظر ابن شحنہ میں ہے کہ (جب خالد بن ولید زن مالک پر فریفتہ ہوئے تو انہوں نے ضرار بن ازور حکم دیا کہ مالک کی گردن اڑا دے۔ مالک نے اپنی صاحب جمال زوجہ کی طرف نگاہ کر کے کہا کہ اسی عورت نے مجھے قتل کرایا۔ خالد نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا اسلام سے

[1] قال ابو الفداء فی ایام ابی بکر قتل مسلمۃ الکذاب وکان ابو بکر ارسل الی قتاله جیشا والی ان قال) فجری بینهم قتال شدید واخره انتصر المسلمون وهزموا المشرکین وقتل مسیلمۃ الکذاب قتله الوحشی بالحربۃ التی قتل بها حمزۃ عم النبی صلعم [2] قال ابن الوردی فی تاریخه وفی ایام ابی بکر منعت بنو یربوع الزکوۃ وکان کبیرهم مالک ابن نویرۃ قدم علی النبی صلعم واسلم فولاہ صدقۃ قومه فلما منع الزکوۃ ارسل ابو بکر الیه خالدا فی معنی الزکوۃ [3] وقال ابن واضح فی تاریخه فاتاہ مالک بن نویرۃ واتبعۃ امرأته فلما رأها خالد اعجبته [4] وفی روضۃ المناظر لابن شحنۃ والتفت خالد الی ضرار بن الازور وامرہ بضرب عنقه فالتفت مالک الی زوجته وقال هذه التی قتلتنی وکانت فی غایۃ الجمال فقال خالد قتلک رجوعک عن الاسلام قال مالک انا مسلم فقال خالد یا ضرار اضرب عنقه فضرب عنقه۔

پھر جانا تیرے قتل کا باعث ہوا۔ مالک بولا کہ میں تو مسلمان ہوں۔ مگر کون سنتا تھا صدائے مالک خالد کے حکم دیتے ہی ضرار نے مالک کا سر اڑا دیا۔

اور تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ مالک نے اپنی خوب صورت بی بی کی طرف دیکھ کر کہا کہ اسی نے مجھے قتل کرایا۔ خالد نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا اسلام سے پھر جانا تیرے قتل کا سبب ہوا۔ مالک نے کہا میں تو مسلمان ہوں مگر خالد نے کچھ نہ سنا اور ضرار سے مالک کو قتل کرا کے اس کی بی بی پر قبضہ کر لیا

اور تاریخ ابن واضح[2] میں ہے کہ ابو قتادہ جو خالد کے ساتھ گئے انہوں نے واپس آکر حضرت ابوبکر کو اس واقعے کی خبر دی اور قسم کھائی کہ میں خالد کے زیر علم نہ رہوں گا۔ کیوں کہ اس نے مالک کو جو کہ مسلمان تھا قتل کر ڈالا۔

اور تاریخ[3] ابوالفدا میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اس افسوس ناک واقع کی اطلاع ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد نے بیشک زنا کیا اس کے رجم کو حکم دو۔ حضرت ابوبکر بولے کہ میں خالد کو حکم نہ دوں گا۔ کیوں کہ اس نے تاویل میں خطا کی۔

اور روضۃ المناظر ابن شحنۃ میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو قتل مالک کی اطلاع ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ بیشک خالد زنا کا مرتکب ہو۔ اس پر حد جاری کرو۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ خالد نے تاویل میں غلطی کی حضرت عمر بولے کہ اچھا اوس کو قتل کرو۔ اس لئے کہ اوس نے ایک مسلمان کو قتل کیا۔ حضرت ابوبکر بولے کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ خالد نے تاویل میں خطا کی۔

تاریخ ابن جریر[5] طبری میں ہے کہ جب خالد واپس آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت عمر

---

[1] و فی تاریخ ابی الفدا فالتفت مالک الی زوجۃ و قال لخالد ھذہ التی قتلتنی و کانت فی غایۃ الجمال فقال خالد بل قتلک رجوعک عن الاسلام فقال مالک انا علی الاسلام فقال خالد یا ضرار اضرب عنقہ فضرب عنقہ و قبض خالد امرأتہ [2] و فی تاریخ ابن واضح فلحق ابو قتادۃ بابی بکر فاخبرہ الخبر وحلف ان لا یسیر تحت لواء خالد لانہ قتل مالکا مسلما [3] و فی تاریخ ابی الفداء فلما بلغ ذلک ابابکر و عمر قال عمر لابی بکر ان خالد قد زنی فارجمہ قال ما کنت ارجمہ فانہ تاول فاخطاء [4] و فی روضۃ المناظر لابن شحنۃ قال فلما بلغ ذلک ابو بکر و عمر قال عمر لابی بکر ان خالد اقد زنی فاجلدہ قال ابو بکر لا لانہ تاول فاخطا قال فانہ قتل مسلما فاقتلہ قال لا انہ تاول فاخطأ [5] و فی تاریخ الکبیر لمحا فظ ابن جریر واقبل خالد ابن الولید فاقلا حتی دخل المسجد (الی ان قال) فقال عمر لخالد قتلت امرء امسلما و نزوت علی امرأتہ واللہ لا رجمنک احجارک ولا یکلمہ خالد ابن الولید (بقیہ حاشیہ ۱۲۳ پر)

نے خالد سے کہا کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور اس کی عورت پر پھاند پڑا واللہ میں تجھ کو سنگسار کروں گا۔ خالد نے کچھ جواب نہ دیا۔ کیوں کہ خالد کو گمان ہوا کہ جو کچھ حضرت عمر نے کہا وہ حضرت ابوبکر کی رائے کے موافق ہے بعدازاں خالد نے حضرت ابوبکر کے پاس حاضر ہو کر حقیقت حال سے خبر دی اور اپنی خطا کا عذر پیش کیا۔ حضرت ابوبکر نے ان کا عذر قبول کر کے ان کی خطا کو معاف فرمایا پس جب خالد حضرت ابوبکر کی رضامندی حاصل کر کے باہر نکلے تو حضرت عمر کو مسجد میں دیکھ کر بولے کہ ادھر آ۔ اے اُم شملہ کے بیٹے یہ سُن کر حضرت عمر سمجھ گئے کہ حضرت ابوبکر نے خالد کا قصور معاف کر دیا اور چپ چاپ اپنے گھر اندر چلے گئے۔ تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مقام حیرہ کی فتح جزیہ کی شرط پر ہوئی۔ پھر ۱۲، ۱۳ھ میں یرموک کا واقعہ پیش آیا۔

اور استیعاب[2] ابن عبدالبر میں عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ جب جنگ یرموک میں ابوسفیان رومیوں کا غلبہ دیکھتے تو کہتے کہ شاباش روم کے بہادرو۔ اور جب مسلمانوں کا غلبہ دیکھتے تو کہتے کہ (افسوس) روم کے بادشاہوں کا نام مٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ عبداللہ نے اس بات کا ذکر اپنے باپ زبیر سے کیا تو انہوں نے کہا خدا اس کا برا کرے یہ نفاق سے باز نہ آئے گا۔

اور تاریخ ابوالفدا[3] میں ہے کہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر نے غسل کیا۔ چونکہ سردی بہت تھی ان کو بخار آگیا۔ اس وجہ سے وہ پندرہ دن تک نماز کے لئے باہر نہیں نکلے اور حضرت عمر کو انہوں نے حکم دیا کہ لوگوں

(بقیہ حاشیہ ص۱۲۲) ولا یظن الا ان رای ابی بکر علی مثل رای عمر فیہ حتی دخل علی ابی بکر فلما ان دخل علیہ اخبرہ الخبر واعتذر علیہ فعذرہ ابوبکر وتجاوز عنہ۔ (الی ان قال) فخرج خالد حین رضی عنہ ابوبکر وعمر جالس فی المسجد فقال ھلم الی یا ابن ام شملۃ قال فعرف عمر ان ابابکر قد رضی عنہ فلم یکلمہ ودخل فی بیتہ (ماشیہ سفرنا) [1] قال ابوالفدا فی ایام ابی بکر فتحت الحیرۃ بالامان علی الجزیۃ ثم دخلت سنۃ اثنتی عشرۃ و ثلاث عشرۃ وفیھا کانت وقعۃ الیرموک [2] قال ابن عبدالبر فی الاستیعاب وفی خبر ابن الزبیر انہ رأی یوم الیرموک قال فکانت الروم اذا ظھرت قال ابوسفیان ایہ بنی الاصفر فاذا کشفھم المسلمون قال ابوسفیان و بنو الاصفر الملوک الروم لا یبقی منھم مذکور فحدث بہ ابن الزبیر اباہ لما فتح اللہ علی المسلمین فقال الزبیر قاتلہ اللہ یابی الا نفاقا [3] وفی تاریخ ابی الفداء ثم دخلت سنۃ ثلاث عشرۃ فیھا توفی ابوبکر رضی اللہ عنہ عن عائشۃ انہ اغتسل وکان یوما باردا فحم خمسۃ (بقیہ حاشیہ ص۱۲۴)

کو نماز پڑھائیں۔ اور تاریخ ابن جریر[1] و معجم کبیر طبرانی میں ہے۔ کہ حضرت ابوبکر نے وقت وفات (افسوس کے ساتھ) ارشاد کیا۔ کہ کاش میں فاطمہ بنت رسول کے مکان کو نہ کھولتا گو وہ جنگ ہی کے قصد سے کیوں نہ بند کیا گیا ہوتا اور کاش بروز بیعت سقیفہ میں امر خلافت کو اختیار نہ کرتا بلکہ خلافت کا قلادہ عمر یا ابوعبیدہ کے گلے میں ڈال دیتا۔

تاریخ ابن الوردی[2] میں ہے کہ (حضرت ابوبکر کی بیماری ترقی پذیر ہوئی تو) انہوں نے اپنا ولی عہد خلافت حضرت عمر کو کیا۔

اور کتاب[3] ملل و نحل شہرستانی میں ہے کہ آٹھواں اختلاف وہ تھا کہ حضرت ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا۔ جس پر بعض لوگ کہہ اٹھے کہ تم نے ایک درشت خو شخص کو ہم پر حاکم کیا ہے۔

مؤرخ[4] ابوالفدا اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ پھر شب سہ شنبہ بائیس ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو بین المغرب والعشاء حضرت ابوبکر نے انتقال کیا۔

تاریخ الخلفا سیوطی[5] میں ہے کہ حضرت ابوبکر پہلے وہ شخص تھے جو اپنے باپ کی زندگی میں والی امر خلافت ہوئے اور پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے بیت المال قائم کیا۔

تاریخ الخمیس[6] میں ہے کہ حضرت ابوبکر کے تین صاحبزادے تھے۔ عبداللہ بن ابی بکر جن کی ماں قتیلہ تھیں اور عبدالرحمن بن ابی بکر جن کی ماں ام رومان تھیں اور محمد بن ابی بکر جن کی ماں اسماء بنت عمیس تھیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶) عشر یوما لا یخرج الی الصلوٰۃ وامر عمر ان یصلی بالناس [1] و فی تاریخ ابن جریر والمعجم الکبیر للطبرانی ان ابا بکر الصدیق قال فی مرض موتہ وددت انی لم اکشف بیت فاطمۃ عن شیٔ وان کانوا اغلقوہ علی الحرب ووددت انی یوم سقیفۃ کنت قذفت الامر فی عنق احد الرجلین یرید عمر وابا عبیدۃ [2] قال ابن الوردی وعهد بالخلافۃ الی عمر [3] وقال الشہرستانی فی الملل والنحل الخلاف الثامن فی تنصیص ابی بکر علی عمر بالخلافۃ وقت الوفاۃ فمن الناس من قال قد ولیت علینا فظا غلیظا [4] قال ابو الفداء ثم توفی مساء لیلۃ الثلثاء بین المغرب والعشاء لثمان بقین من جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ھ [5] قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء اول من ولی الخلافۃ وابوہ حی ابو بکر وھو اول من اتخذ بیت المال [6] قال فی تاریخ الخمیس من اولادہ الذکور عبد اللہ ابن ابی بکر امہ قتیلہ وعبد الرحمن بن ابی بکر امہ ام رومان ومحمد بن ابی بکر ولدتہ اسماء بنت عمیس

اور تاریخ ابن واضح[1] میں ہے کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے وقت ان کی جانب سے مکے میں عتاب بن اسید۔ طائف میں عثمان بن العاص۔ یمامہ میں ایک مرد انصاری عمان میں حذیفہ بن محصن۔ بحرین میں علا ابن الحضرمی۔ شام میں خالد بن ولید۔ کوفے میں مثنیٰ بن حارثہ اور بصرے میں سوید بن قطبہ حاکم تھے۔

مورخ[2] ابو الفدا لکھتا ہے کہ جس دن حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی اسی دن حضرت عمر کی بیعت کی گئی۔

اور طبقات ابن سعد[3] میں بروایت جامع بن شداد مروی ہے کہ حضرت عمر نے بالائے منبر جا کر جو الفاظ اوّلاً ارشاد کئے وہ یہ تھے کہ خداوندا میں درشت خو ہوں مجھے نرم دل کر میں کم زور ہوں مجھے قوت دے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی فرما۔

اور تاریخ الخلفا سیوطی[4] میں بروایت ابن عساکر بسند صحیح منقول ہے کہ حضرت عمر منبر پر خطبہ ارشاد کر رہے تھے ناگہاں حضرت حسین بن علیؑ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اترو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ بیشک یہ تمہارے باپ ہی کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے بھلا صاحبزادے یہ تو بتاؤ کہ تم نے کس کے حکم سے ایسا کہا۔ یہ سن کر حضرت علی بولے کہ واللہ کسی نے حسین کو اس بات کے کہنے کا حکم نہیں دیا۔

تاریخ ابن الوردی[5] میں ہے کہ حضرت عمر نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ خالد بن ولید کو معزول فرمایا اور ۱۴؁ھ میں شہر بصرہ کی بنیاد ڈالنے کا حکم دیا۔

اور مروج الذہب[6] مسعودی میں ہے کہ ۱۴؁ھ میں حضرت عمر نے حکم دیا کہ لوگ ماہ رمضان میں نماز تراویح ادا کریں۔

---

[1] وفی تاریخ ابن واضح کان عمال ابی بکر لما توفی عتاب بن ابن اسید علی مکۃ و عثمان بن ابی العاص علی الطائف و رجل من الانصار علی الیمامۃ و حذیفۃ بن محصن علی عمان و العلاء بن الحضرمی البحرین و خالد بن الولید علی الشام و المثنی بن الحارثۃ علی الکوفۃ و سوید بن قطبۃ علی البصرۃ [2] قال ابو الفدا بویع عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بالخلافۃ فی الیوم الذی مات فیہ ابو بکر [3] و اخرج ابن سعد فی الطبقات عن جامع ابن شداد عن ابیہ قال اول کلام تکلم بہ عمر بن الخطاب حین صعد المنبر ان قال اللھم انی غلیظ فلینی و انی ضعیف فقونی و انی بخیل فسخنی [4] و فی تاریخ الخلفا للسیوطی اخرج ابن عساکر عن ابی البختری قال کان عمر بن الخطاب یخطب علی المنبر فقام الیہ الحسین بن علی رضی اللہ عنہ فقال انزل عن منبر ابی فقال عمر منبر ابیک لا منبر ابی من امرک بھذا فقام علی فقال واللہ ما امرہ بھذا احد اسنادہ صحیح [5] قال ابن الوردی فی تاریخہ ثم اول شی امر بہ عزل خالد بن ولید الی ان قال ثم دخلت سنۃ اربع عشرۃ

تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ پھر ۱۵ھ شروع ہوا اور اسی سنہ میں حمص اور دمشق کی فتح واقع ہوئی بعدازاں۔ حلب۔ انطاکیہ۔ قیساریہ وغیرہا فتح ہوئے۔ البتہ بیت المقدس کے محاصرے میں عرصہ گزرا تو وہاں کے لوگوں نے ابو عبیدہ سے استدعا کی کہ جس طور پر اہل شام سے صلح ہوئی ہے اسی طرح ہم سے بھی صلح کر لی جائے بشرطیکہ امر صلح کے متولی حضرت عمرؓ ہوں پس ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں صورت حال لکھ بھیجی اور حضرت عمرؓ نے جا کر بیت المقدس کو فتح کیا۔ نیز اسی سال قادسیہ کا واقعہ بھی ہوا پھر ۱۶ھ میں مسلمانوں نے داخل مدائن ہو کر قتل عام کیا۔ بعدازاں تکریت اور موصل اور ماسندان اور قرقیسیا مفتوح ہوئے اور ۱۷ھ میں اہواز فتح ہوا۔ اور ۱۸ھ میں مدینہ منورہ اور حجاز میں قحط عظیم کی شکایت پیدا ہوئی اور شام میں طاعون نمودار ہوا جس سے پچیس ہزار آدمی مر گئے۔

اور کتاب[2] اوائل سیوطی میں ہے کہ اسلام میں پہلا طاعون حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں طاعون عمواس تھا۔

تاریخ ابن[3] الوردی میں ہے کہ پھر ۱۹،۲۰ھ میں مصر اور سکندریہ فتح ہوئے اور کتاب[4] محاضرۃ الاوائل میں ہے کہ اسلام میں پہلا زلزلہ وہ تھا جو زمانہ خلافت حضرت عمرؓ ۲۰ھ میں محسوس ہوا۔

---

[1] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة خمس عشرة فيها فتحت حمص ودمشق (الى ان قال) ثم فتحت حلب وانطاكيه وغيرهما (الى ان قال) ثم فتحت قيسارية وغيرها واما بيت المقدس فطال حصاره وطلب اهله من ابى عبيدة ان يصالحهم على صلح اهل الشام على شرط ان يكون عمر بن الخطاب متولى امر الصلح فكتب ابو عبيدة الى عمر بذلك فقدم عمر الى المقدس ففتحها (الى ان قال) وكان فى هذه السنة وقعة القادسية قال ابو الفداء ثم دخلت سنة ست عشرة (الى ان قال) ودخل المسلمون المدائن وقتلوا كل من وجدوه (الى ان قال) ثم فتح المسلمون تكريت والموصل ثم فتحوا ماسندان وكذلك قرقيسيا (الى ان قال) ثم دخلت سنة سبع عشرة قال وفى هذه السنة فتح المسلمون الاهواز (الى ان قال) وفى سنة ثمان عشرة حصل فى الحجاز والمدينة قحط عظيم (الى ان قال) وفى هذه السنة كان طاعون عمواس بالشام ومات من الناس بهذا الطاعون خمسة وعشرون الف نفس [2] وفى كتاب الاوائل للسيوطى اول طاعون فى الاسلام طاعون عمواس بالشام فى زمن عمر بن الخطاب [3] قال ابن الوردى ثم دخلت سنة تسع عشرة وسنة عشرين فيها فتحت مصر والاسكندرية [4] وقال فى محاضرة الاوائل اول زلزلة كانت فى الاسلام سنة عشرين من الهجرة فى خلافة عمر رضى الله عنه۔

تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ پھر ۲۱ھ میں عجموں کے ساتھ نہاوند کا واقعہ پیش آیا اور دینور و ہمدان و اصفہان کی فتوحات ہوئیں اور اسی سنہ میں خالد بن ولید کا انتقال ہوا۔ بعدازاں ۲۲ھ میں آذربائیجان۔ رے۔ جرجان۔ قزوین۔ زنجان اور طبرستان فتح ہوئے۔

تاریخ ابن جریر طبری[2] میں ہے کہ حضرت عمر کی جانب سے مکے میں نافع بن حارث طائف میں سفیان بن عبد اللہ ثقفی۔ صنعا میں یعلیٰ بن منیہ۔ کوفے میں مغیرہ بن شعبہ۔ بصرے میں ابو موسیٰ اشعری۔ مصر میں عمرو بن عاص۔ حمص میں عمیر بن سعد۔ دمشق میں معاویہ بن ابی سفیان اور بحرین میں عثمان بن ابی العاص عامل اور حاکم مقرر ہوئے اور منقول ہے کہ حضرت عمر کے چند فرزند تھے ازاں جملہ عبد اللہ بن عمر و عبد الرحمن بن عمر جن کی ماں زینب بنت مظعون تھیں اور عاصم بن عمر جن کی ماں جمیلہ بنت عاصم بن ثابت تھیں اور عبید اللہ بن عمر جن کی ماں ملیکہ خزاعیہ تھیں (جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے) اور عیاض بن عمر جن کی ماں عاتکہ تھیں (جیسا کہ تاریخ خمیس میں ہے) اور زید بن عمر جن کی ماں ام کلثوم بنت جردل تھیں (جیسا کہ اصابہ اور استیعاب میں ہے)۔

علامہ ابن جریر طبری[3] اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کو فاروق کہا جاتا تھا۔ متقدمین نے

---

[1] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة احدى وعشرين فيها وقعة نهاوند مع الاعاجم (الى ان قال) وفيها فتحت الدينور وهمدان واصفهان وفيها مات خالد بن الوليد (الى ان قال) ثم دخلت سنة اثنتين وعشرين فيها فتحت اذربيجان والرى وجرجان وقزوين وزنجان وطبرستان [2] قال ابن جرير فى تاريخه كان عامل عمر بن الخطاب رضى الله عنه على مكة نافع ابن الحارث وعلى الطائف سفيان بن عبيد الله الثقفى وعلى صنعاء يعلى بن منية وعلى الكوفة المغيرة ابن شعبة وعلى البصرة ابو موسى الاشعرى وعلى مصر عمرو بن العاص وعلى حمص عمير بن سعد وعلى دمشق معاوية بن ابى سفيان وعلى البحرين عثمان ابن ابى العاص ومن اولاده الذكور عبد الله ابن عمر وعبد الرحمن ابنا عمر امهما زينب بنت مظعون وعاصم بن عمر امه جميلة بنت عاصم ابن ثابت وعبيد الله بن عمر امه مليكة الخزاعية (كذا فى الكامل) وعياض بن عمر امه عاتكة (كذا فى الخميس) وزيد بن عمر امه ام كلثوم بنت جردل كذا فى الاصابة والاستيعاب [3] قال ابن جرير فى تاريخه كان يقال له الفاروق وقد اختلف السلف فى من سماه بذلك فقال بعضهم سماه بذلك رسول الله وعن ذكوان قال قلت لعائشة من سمى عمر الفاروق قالت النبى صلعم وقال بعضهم اول من سماه بهذا الاسم اهل الكتاب عن صالح بن كيسان قال قال ابن شهاب بلغنا ان اهل الكتاب كانوا اول من قال لعمر الفاروق وكان المسلمون يأثرون ذلك من قولهم ولم يبلغنا ان رسول الله صلعم ذكر من ذلك شيئاً۔

اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ ان کا نام فاروق کس نے رکھا بعض کا قول تو یہ ہے کہ رسول اللہ نے ان کو فاروق کہا چنانچہ ذکوان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ حضرت عمر کا نام فاروق کس نے رکھا انہوں نے کہا رسول اللہ نے اور بعض متقدمین کہتے ہیں حضرت عمر کو اوّلاً اہل کتاب نے فاروق کہا۔ چنانچہ صالح بن کیسان نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کو اوّلاً اہل کتاب نے فاروق کہنا شروع کیا تھا ان کو سن کر اہل اسلام بھی کہنے لگے۔ ہم کو یہ تحقیق نہیں ہوا کہ اس باب میں رسول اللہ نے کچھ فرمایا ہو۔

علامہ صدیق حسن خاں حجج الکرامہ[1] میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اوّل وہ شخص ہیں جنہوں نے نماز تراویح کا حکم دیا اور متعہ کو حرام کیا۔

اور تاریخ الخلفاء[2] سیوطی میں ہے کہ حضرت عمر اوّل وہ شخص ہیں جنہوں نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی اور شراب نوشی کی حد اسّی کوڑے مقرر فرمائی اور متعہ حرام کر دیا۔ نیز تاریخ موصوف میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کے بعد حضرت عمر سے زیادہ کسی کو حدید الرّائے اور صاحب جودت نہیں دیکھا۔

تاریخ ابن جریر[3] طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ

---

[1] در حجج الکرامہ صدیق حسن خاں ست کہ حضرت عمر اوّل کسی است کہ امر بہ نماز تراویح کرد و حرام کرد متعہ را [2]

و فی تاریخ الخلفاء للسیوطی قال ھو اول من اخذ زکوٰۃ الخیل واوّل من ضرب فی الخمر ثمانین واوّل من حرم المتعہ وفیہ ایضا عن ابن عمر قال ما رأیت احدا قط بعد رسول اللہ احد واجود من عمر [3] وفی تاریخ الکبیر لابن جریر والکامل لابن الاثیر ابن عباس قال بینما عمر بن الخطاب وبعض اصحابہ یتذاکرون الشعر فقال بعضھم فلان اشعر وقال بعضھم بل فلان اشعر قال فاقبلت فقال عمر قد جاء کم اعلم الناس بھا فقال عمر من شاعر الشعراء یا ابن عباس قال فقلت زھیر بن ابی سلمی فقال عمر ھلم من شعرہ ما یستدل بہ علی ما ذکرت فقلت + لو کان یقعد فوق الشمس من کرم + قوم باولھم او مجدھم قعدوا الی اٰخر الاشعار قال احسن وما اعلم احدا اولی بھذا الشعر فقال یا ابن عباس اتدری ما منع قومکم منھم بعد محمد صلعم فکرھت ان اجیبہ فقلت ان لم اکن ادری فامیر المومنین یدرینی فقال عمر کرھوا ان یجمعوا لکم النبوۃ والخلافۃ فتجحوا علی قومکم بجحا بجحا فاختارت قریش لانفسھا فاصابت ووفقت فقلت یا امیر المومنین ان تاذن لی فی الکلام وتمط عنی الغضب تکلمت فقال تکلم یا ابن عباس فقلت اما قولک یا امیر المومنین فاختارت قریش لانفسھا فاصابت ووفقت فلو ان قریشا اختارت لانفسھا حیث اختار اللہ عز وجل (بقیہ حاشیہ ص ۱۶۹)

کہ ایک دن حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے بعض اصحاب شعر و سخن کا ذکر کر رہے تھے کوئی کسی کا مداح تھا اور کوئی کسی کا۔ اسی اثنا میں میں بھی وہاں پہنچا حضرت عمر نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ لو اس فن کے سب سے بڑے ماہر آ گئے۔ پھر مجھ سے ارشاد کیا کہ اے ابن عباس تم کس کو ملک الشعرا سمجھتے ہو۔ میں نے کہا کہ زہیر بن ابی سلمیٰ کو حضرت عمر نے فرمایا کہ ان کا کوئی شعر استدلالاً پڑھو میں نے چند شعر پڑھے حضرت عمر نے فرمایا کہ بہت خوب کہا ہے۔ میرے علم میں ان سے اچھے اشعار کسی کے نہیں ہیں۔ اس کے بعد مجھ سے پوچھا کہ اے ابن عباس تم جانتے ہو کہ محمد صلعم کے بعد کس بات نے تم کو امر خلافت سے محروم رکھا۔ میں نے اس کا جواب دینا خلاف مصلحت سمجھ کر کہا کہ اگر میں نہیں جانتا تو آپ مجھے آگاہ کریں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ قوم نے اس بات سے کراہت کی کہ نبوت اور خلافت دونوں تم میں جمع ہوں اور تم اس پر خوش ہو کر اتراتے پھرو۔ چنانچہ قوم اس کے اختیار کرنے میں مصیب اور موافق ہوئی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اجازت دیں اور خفا نہ ہوں تو میں بھی کچھ عرض کروں۔ انہوں نے فرمایا کہو۔ میں نے کہا کہ آپ کا یہ فرمانا قابل نظر ہے کہ قوم خلافت کے اختیار کرنے میں مصیب اور موافق۔ اس لئے کہ اگر قوم خلافت کو خدا کی مرضی کے موافق اختیار کرتی تو بلاشبہ مصیبت ہوتی۔ نیز آپ کا یہ فرمانا بھی قابل نظر ہے کہ قوم نے ہم میں نبوت اور خلافت کے جمع ہونے سے کراہت کی دیکھئے اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ ص۱۳۰) لها كان الصواب بيدها واما قولك انهم كرهوا ان تكون لنا النبوة والخلافة فان الله عزوجل وصف قوما بالكراهية فقال ذلك بانهم كرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم فقال عمر هيهات والله يا ابن عباس قد كانت تبلغني عنك اشياء كنت اكره ان اقرك عنها فتزيل منزلتك مني فقلت وما هي يا امير المومنين فان كانت حقا فما ينبغي ان تزيل منزلتي عنك فقال عمر بلغني انك تقول انما صرفوها عنا حسدا وظلما فقلت اما قولك يا امير المومنين ظلما فقد تبين للجاهل والحليم واما قولك حسدا فان ابليس حسد آدم فنحن ولده المحسودون فقال عمر هيهات ابت والله قلوبكم يا بني هاشم الا حسدا ما يحول وضغنا وغشا ما يزول فقلت مهلا يا امير المومنين لا تصف قلوب قوم اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا بالحسد والغش فان قلب رسول الله من قلوب بني هاشم فقال عمر اليك عني يا ابن عباس فقلت افعل فلما ذهبت لا قوم استحيا مني فقال يا ابن عباس مكانك والله اني لراع لحقك فقلت يا امير المومنين ان لي عليك حقا وعلى كل مسلم فمن حفظه فحظه اصاب ومن اضاعه فحظه اخطاء ثم قام فمضى۔

قوم کی کراہت کا وصف اپنے کلام میں ان الفاظ سے فرماتا ہے۔ کہ ذلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم۔ یعنی چوں کہ حکم خدا سے انہوں نے کراہت کی لہٰذا ان کے اعمال اکارت رہ گئے۔ یہ سن کر حضرت عمر بولے افسوس اے ابن عباس خدا کی قسم تمہاری نسبت مجھے ایسی باتوں کی خبریں پہنچائی گئی ہیں۔ جن کو کرید کر تمہاری منزلت اپنے دل سے زائل کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ فرمائیں تو سہی۔ اگر درحقیقت وہ باتیں حق پر مبنی ہیں تو میری منزلت ضائع ہونے کی وجہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ خلافت ہم سے بہ ظلم و حسد لی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ اے امیر المومنین ظلم کا مفہوم تو ہر جاہل اور حلیم پر روشن ہے۔ رہا حسد پس ابلیس نے حضرت آدم پر حسد کیا اور ہم آدم ہی کی اولاد میں محسود ہوا چاہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ افسوس اے بنی ہاشم تمہارے قلوب میں حسد اور کینے کے سوا کچھ نہیں ہے اور حسد و کینہ بھی ایسا جو مٹ نہیں سکتا۔ میں نے کہا۔ بس اے امیر المومنین ان لوگوں کے قلوب کو کینے اور حسد کے ساتھ منسوب نہ کیجئے۔ جن کو بمصداق آیۂ تطہیر خدا نے ہر برائی اور خباثت سے پاک و صاف فرمایا ہے اور غور کیجئے کہ خود رسول اللہ کا قلب بھی قلوب بنی ہاشم میں سے ہے۔ حضرت عمر نے (بگڑ کر) کہا کہ اے ابن عباس میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ جب میں نے اٹھنے کا قصد کیا تو انہوں بمقتضائے شرم مجھے پھر بٹھایا اور فرمایا کہ اے ابن عباس واللہ میں تمہارے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھوں گا اور تمہاری خوشی کا خواہاں رہوں گا۔ میں نے کہا۔ اے امیر المومنین تم پر اور کل مسلمانوں پر میرا حق ہے جس نے اس کو ملحوظ رکھا۔ مصیب ہوا اور جس نے اس کو ضائع کیا خطا کی (اس کے بعد ابن عباس اُٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔

علامہ ابو الفدا لکھتے ہیں کہ ۲۳ھ میں ۲۴ ذی الحجہ کو ابو لولو فیروز حضرت عمر پر حملہ کر کے ان کو مجروح کیا۔

تاریخ کامل میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو قبیلہ بنی حارث کا ایک طبیب بلایا گیا جس نے حضرت عمر کو نبیذ پلائی تو وہ بجنسہ خارج ہو گئی۔ پھر دودھ پلایا تو وہ بھی اُسی طرح خارج ہو گیا۔ یہ دیکھ کر طبیب نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو جو وصیت کرنی ہو کیجئے۔

---

[1] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة ثلث و عشرین فیھا طعن ابو لؤلؤة فیروز عمر رضی اللہ عنہ لست بقین من ذی الحجة [2] و فی الکامل لابن الاثیر دعی لہ طبیب من بنی الحارث فسقاہ نبیذا فخرج غیر متغیر فسقاہ لبنا فخرج کذلک ایضا فقال لہ اعھد یا امیر المومنین۔

کنز[1] العمال میں ابو مجلز سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ میرے بعد تم کس کو خلیفہ کرنا چاہتے ہو۔ ایک شخص نے کہا زبیر بن العوام کو۔ حضرت عمر بولے کہ کیا ایسے آدمی کو خلیفہ کروگے جو بخیل اور بد اخلاق آدمی ہے پھر دوسرے شخص نے کہا کہ ہم طلحہ کو خلیفہ کریں گے۔ حضرت عمر نے فرمایا، کہ کیا ایسے آدمی کو خلیفہ کروگے جس نے رسول اللہ کی عطا فرمائی ہوئی زمین کو ایک یہودیہ کے یہاں رہن کر دیا۔ یہ سن کر ایک تیسرے شخص نے عرض کیا کہ ہم علی کو خلیفہ کریں گے حضرت عمر نے ارشاد کیا کہ قسم ہے میری جان کی تم علی کو خلیفہ نہ کرو گے اور بخدا اگر علی کو خلیفہ کروگے تو چاہے تم ناخوش ہی کیوں نہ ہو وہ تم کو امر حق پر قائم کئے بغیر نہ رہیں گے۔ یہ سن کر ولید بن عقبہ بولا میں سمجھ گیا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا۔ حضرت عمر اٹھ کر بیٹھ گئے اور پوچھا کون؟ ولید نے کہا عثمان اور حذیفہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر سے (جب وہ مدینے میں تھے) پوچھا گیا کہ آپ کے بعد کون شخص آپ کا خلیفہ ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ عثمان بن عفان۔

ملا علی قاری[2] شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے امر امامت کو عثمان۔ علی، طلحہ زبیر۔ عبد الرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص میں منحصر کیا اور کہا کہ امر امامت ان چھ شخصوں سے خارج نہ ہو۔

---

[1] وروی فی کنز العمال عن ابی مجلز قال قال من تستخلفون بعدی فقال رجل من القوم الزبیر ابن العوام فقال اذا تستخلفونہ شحیحا غلقا یعنی شیٔ الاخلاق فقال رجل تستخلف طلحۃ ابن عبید اللہ فقال کیف تستخلفون رجلا کان اول شیٔ نحلہ رسول اللہ صلعم ارضا نحلھا ایاہ فجعلھا فی رھن یھودیہ فقال رجل من القوم فستخلف علیا فقال انکم لعمری لا تستخلفونہ والذی نفسی بیدہ لو استخلفتموہ لاقامکم علی الحق وان کرھتم فقال الولید بن عقبۃ قد علمنا الخلیفۃ من بعدک فقعد فقال من قال عثمان بن عفان الحدیث وعن حذیفۃ قال قیل لعمر بن الخطاب (وھو بالمدینۃ) یا امیر المومنین من الخلیفۃ بعدک قال عثمان بن عفان

[2] وفی شرح الفقہ الاکبر للملا علی القاری قد روی ان عمر رضی اللہ عنہ ترک امر الامامۃ بین ستۃ انفس عثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعید بن ابی وقاص وقال لا تخرج الامامۃ منھم۔

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے صہیب سے ارشاد کیا کہ تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے اور ان چھ آدمیوں کو جن میں امر امامت منحصر کیا گیا ہے ایک مکان میں داخل کر کے ان کے سروں پر کھڑا ہو پس اگر ان میں سے پانچ آدمی باہم اتفاق کریں۔ اور ایک (۱) شخص اختلاف کرے تو اس کا سر اڑا دے اور اگر چار (۲) شخص متفق ہوں اور دو (۲) آدمی انکار کریں تو ان دونوں کے سر کاٹ لے اور اگر تین (۳) آدمی ایک رائے پر ہوں اور تین (۳) ایک رائے پر تو فیصلے کے لئے عبداللہ بن عمر کو حکم دینا چاہیئے اور اگر یہ لوگ عبداللہ بن عمر کا حکم ہونا منظور نہ کریں تو جس گروہ میں عبدالرحمٰن ہوں اس کو اختیار کر کے باقی اشخاص کو قتل کر دیا جائے۔

تاریخ ابوالفدا[2] میں ہے کہ سلخ ذی الحجہ روز شنبہ کو حضرت عمرؓ نے رحلت فرمائی۔

اور شرح[3] فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ جب بعد حضرت حضرت عمر ان کی ہدایت کے موافق کمیٹی شوریٰ منعقد ہوئی تو ممبروں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو اختیار دیا کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کریں عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر تین بار پوچھا کہ اگر ہم تم کو ولی امر اور امام قرار دیں تو تم کتاب خدا اور سنت رسولؐ اور سیرت ابوبکر و عمر پر عمل کرو گے۔؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ قرآن اور سنت رسول پر عمل کروں گا لیکن سیرت شیخین کے اتباع کا پابند نہ ہوں گا۔ بلکہ اپنے اجتہاد کو کام میں لاؤں گا۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن

---

[1] وفی الکامل لابن الاثیر وقال (عمر) لصہیب صل بالناس ثلثۃ ایام وادخل ہولاء الرھط بیتا وقم علی رؤسہم فان اجتمع خمسۃ وابی واحد فاشدخ راسہ بالسیف وان اتفق اربعۃ وابی اثنان فاضرب رؤسہما وان رضی ثلاثۃ رجلا وثلاثۃ رجلا فحکموا عبداللہ ابن عمر فکونوا مع الذین فیہم عبدالرحمٰن واقتلوا الباقین [2] قال ابوالفدا توفی (عمر) یوم السبت سلخ ذی الحجۃ [3] وفی شرح الفقہ الاکبر للملا علی القاری قال فجعلوا الاختیار الی عبدالرحمٰن بن عوف ورضوا بحکمہ فاخذ عبدالرحمن بید علی وقال اولیک ان تحکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الشیخین فقال علیؓ احکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ واجتہد رائی ثم قال لعثمان مثل ذلک فاجابہ وعرض علیہما ثلاث مرات وکان علی یجیب بجوابہ الاول وعثمان یجیبہ الی ما یدعوہ ثم

بایع عبدالرحمٰن عثمان

فبایعہ

الناس

نے تین ۳ مرتبہ حضرت عثمان سے پوچھا کہ اگر ہم تم کو امام مقرر فرمائیں تو تم کتاب اللہ اور سنت رسول اور سیرت شیخین پر عمل کرو گے؟ حضرت عثمان نے کہا کہ ہاں ضرور عمل کروں گا۔ پس اولاً عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان کی بیعت کی ان کے بعد اور لوگوں نے۔

تاریخ کامل[1] اور تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ حضرت علیؑ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم لوگوں نے مل کر ہم پر غلبہ حاصل کیا۔ خیر صبر بہتر ہے اے عبدالرحمن خدا کی قسم تم نے عثمان کی بیعت اسی لئے کی ہے کہ امر امامت تمہاری جانب پھر جائے۔ عبدالرحمن بن عوف بولے کہ اے علی تم اس کا کچھ خیال نہ کرو۔ حضرت علی یہ فرماتے ہوئے کہ سیبلغ الکتاب اجلہ وہاں سے چلے آئے۔ مقداد نے کہا کہ اے عبدالرحمن افسوس ہے کہ تم نے علی کو ترک کیا حالاں کہ واللہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حق کے ساتھ حکم اور عدل کرتے ہیں۔

نیز تاریخ کامل[2] اور تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ بعدازاں مقداد نے کہا۔ کہ میں نے ایسا برتاؤ نہیں دیکھا جیسا اہل بیعت نبوت کے ساتھ ان کے نبی کے بعد کیا گیا مجھے تعجب ہے کہ قریش نے ایسے شخص کو ترک کیا جس سے بڑھ کر میں نہ کسی کو اعلم جانتا ہوں نہ اقضٰی بالعدل کہہ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر میں ناصر و مددگار پاتا۔ مقداد اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ عبدالرحمن نے کہا۔ کہ اے مقداد خدا سے ڈرو۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر فتنہ برپا نہ ہو۔

---

[1] قال ابو الفدا و ابن الاثیر الجزری فی تاریخھما فقال علی لیس ھذا اول یوم تظاھرتم فیہ علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون واللہ ما ولیت عثمان الا لیرد الامر الیک واللہ کل یوم ھو فی شان فقال عبدالرحمن یا علی لا تجعل علی نفسک سبیلا فخرج علی وھو یقول سیبلغ الکتاب اجلہ فقال المقداد یا عبدالرحمن اما واللہ لقد ترکتہ وان من الذین یقضون بالحق وھو یعدلون [2] وفی الکامل لابن الاثیر و تاریخ الکبیر لابن جریر قال المقداد ما رایت مثل ما اوتی الی اھل ھذا البیت بعد نبیھم انی اعجب من قریش انھم ترکوا رجلا ما اقول ولا اعلم ان رجلا اقضی بالعدل ولا اعلم منہ اما واللہ لو اجد اعوانا علیہ فقال عبدالرحمن یا مقداد اتق اللہ فانی اخاف علیک الفتنۃ۔

اور مروج الذہب[1] مسعودی میں ہے کہ عمار نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر کہا اے گروہ قریش جب کہ تم امر خلافت کو اپنے نبی کے اہل بیت سے پھیر کر کبھی یہاں لے گئے اور کبھی وہاں تو ہم کو اس بات سے بھی بے خوف نہ ہونا چاہیئے کہ خدا اس امر کو تم سے لے کر تمہارے غیر کو دیدے جیسا کہ تم نے اس کو اس کے اہل سے لے کر اس کے غیر اہل کو دیدیا ہے۔ پھر مقداد نے کھڑے ہو کر کہا کہ رسول مقبول کے بعد جیسی ایذا اہلبیت رسالت کو پہنچائی گئی ہے ایسی تو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ عبد الرحمٰن نے کہا اے مقداد تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ مقداد بولے کیوں نہیں کہ میں اہل بیت رسالت کو حب رسول کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں اور بیشک حق انہیں کے ساتھ اور انہیں میں ہے اے عبد الرحمٰن میں تعجب کرتا ہوں قریش سے جنہیں تم غلبہ دلانے کی کوشش کرتے ہو اور جو اس بات پر جمع ہوتے ہیں کہ رسولؐ کی حجت اور عظمت کو آں حضرتؐ کے بعد ان کے اہل بیت چھین لیں۔ اے عبد الرحمٰن آگاہ ہو کر اگر میں انصار و مددگار پاتا تو قسم خدا کی قریش کے ساتھ اسی طرح قتال کرتا جس طرح میں نے جنگ بدر میں کی ہے

اور تاریخ ابن جریر[2] میں ہے کہ عمار بن یاسر نے کہا کہ ایہا الناس خدائے عز و جل نے اپنے دین کے ساتھ ہم کو عزت دی اور اپنے نبی کے سبب سے ہم کو بزرگی عطا فرمائی پس تم امر خلافت اپنے نبی کے اہل بیت سے کہاں پھیر رہے ہو۔

---

[1] وقال المسعودی فی مروج الذہب وقام عمار فی المسجد فقال یا معشر قریش اما اذا صرفتم ہذا الامر عن اہل بیت نبیکم عنہا مرۃ ہہنا مرۃ فما انا یا من ان ینزعہ اللہ فیضعہ فی غیرکم کما تزعموہ فی غیر اہلہ وقام المقداد فقال ما رایت مثل ما اوذی بہ اہل ہذا البیت بعد نبیہم فقال لہ عبد الرحمٰن بن عوف وما انت وذاک یا مقداد فقال انی واللہ لاحبہم بحب رسول اللہ صلعم وان الحق معہم وفیہم یا عبد الرحمٰن اعجب من قریش وانت تطولہم علی الناس اہل ہذا البیت قد اجتمعوا علی نزع سلطان رسول اللہ صلعم بعدہ من ایدیہم اما وایم اللہ یا عبد الرحمٰن لو اجد علی قریش انصارا لقاتلتہم کقتالی ایاہم مع رسول اللہ صلعم یوم بدر

[2] وفی تاریخ ابن جریر قال عمار ایہا الناس اللہ عز وجل اکرمنا بنبیہ واعزنا بدینہ فانی تصرفون ہذا الامر عن اہل بیت نبیکم۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عثمان کی بیعت کر چکے اور حضار مجلس نے اس باب میں ان سے موافقت کی تو حضرت علیؑ نے تعلل اور تامل فرما کر ارشاد کیا ایہاالناس میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اصحاب رسول میں میرے سوا کوئی بھی ایسا ہے جس کو آنحضرت نے موقع مواخاۃ پر اپنا بھائی قرار دے کر اس سے کہا ہو کہ تم میرے بھائی ہو دنیا اور آخرت میں؟

حضار مجلس بولے کہ کوئی نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیا میرے سوا کوئی تم میں ایسا ہے جس کی شان میں رسول مقبولؐ نے فرمایا ہو کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا بھی ہے؟ سب نے

[1] و در روضۃ الاحباب مذکور است کہ چوں عبدالرحمٰن بن عوف با امیرالمومنین عثمان بیعت نمود حضار مجلس با او در آں امر موافقت کردند علی مرتضےٰ تامل و تعلل ورزید۔ فرمود سوگند میدہم شمارا و می خواہم کہ با من راست گوئید کہ در میان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ احدے است کہ آں سرور وقتی کہ سلسلۂ عقد مواخات رامیان یاران خویش استحکام میدادہ با او عقد اخوت بستہ فرمودہ باشد انت اخی فی الدنیا والاخرۃ غیر از من جملہ حضار مجلس گفتند نے بعد ازاں فرمود ہیچ کس در میان شما ہست کہ حضرت در شان او فرمودہ باشد من کنت مولا فہذا مولاہ غیر از من ہمہ گفتند نے آں گاہ فرمود ہیچ احدے در میان شما ہست کہ آں سرور باو فرمود انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ غیر از من جمیع حضار از صحابۂ کبار گفتند نے پس فرمود در میان شما ہیچ است کہ امین وحی و حبط امر و نہی در ابر سورہ براۃ مواحتن داشتہ علی الشان گردانیدہ باشد بایں کلمہ کافیہ و جملہ وافیہ کہ لا یودی عنی الا انا او رجل من عترۃ غیر از من زمرہ حضار با جمعہم گفتند نے دیگر فرمود آیا می دانید کہ سید بشر و شفیع روز محشر بر جملۂ مہاجرین و کل انصار مرا تعین فرمودہ بر سم سرایا بجانب دشمن فرستاد و ایشاں را بیعت با نقیاد و متابعت امیر جیش نمود بر من ہرگز کسی را امیر نگردانید طائفہ حاضرین جمعہم گفتند ہم چنیں بودہ کہ می فرمائی دیگرے گفت آیا می دانید کہ معلم معلم علمت علم الاولین والآخرین اعلائے اعلام علم من فرمودہ یاراں را اعلام کرد بایں طریقہ کہ انا مدینۃ العلم و علی بابہا گفتند آرے می دانم دیگر فرمود آیا می دانید کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکرر رو برا در مقام مخاطرہ با عدا گذاشتہ از معرکہ کارہا بہ فرار نمودند و من ہرگز در ہیچ موطن مخوف ازاں سرور تخلف نہ نمودہ نفس خویش را وقایہ نفس انفس و جثہ قدس آں حضرت کردم گفتند بلے ہم چنیں است باز فرمودہ آیا می دانید کہ اول مردے کہ قدم در دائرہ ایمان و اسلام در آوردہ منم۔ ہمہ گفتند بلے می دانیم آں گاہ فرمود کہ کدام یک از ما اقرب است بہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم از روئے نسب جملہ گفتند مرتبہ اقربیت تو ثابت و مسلم و قدم مزیت تو در راہ قربت و قرابت باآں سرور بغایت راسخ و محکم است در یں حال عبدالرحمٰن گفت یا ابوالحسن ہمہ ایں فضائل را کہ بر شمردی چنیں است کہ در تحت و تصرف بیان آوردے و جمیع اصحاب بدیں امور اقرار و اعتراف دارند ولیکن اکنوں اکثر مردم بہ عثمان میل نمودہ با او بیعت کردند متوقع از جناب تو آں کہ با جمہور موافقت نمائی و بقدم قبول پیش آئی شاہ عرصہ ولایت فرمود بخدا سوگند کہ شما می دانید کہ احق بخلافت کیست و مع ذٰلک بمقتضائے علم خود عمل نمی نمائید۔

کہا کہ ہرگز نہیں حضرت علیؑ نے کہا کہ کیا میرے سوا کوئی تم میں ایسا ہے جس سے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تم میرے لئے اسی منزلت پر ہو جس منزلت پر موسےٰ کے لئے ہارون تھے؟ اصحاب حضار نے کہا کہ نہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ کیا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جس کو جناب رسالت مآبؐ نے تبلیغ سورہ براۃ پر مقرر و موتمن فرما کر یہ ارشاد کیا جو کہ امر رسالت کو سوا میرے یا ایسے شخص کے جو میری عترت سے ہو کوئی اور ادا نہیں کر سکتا؟ سب بولے کہ کوئی نہیں حضرت علیؑ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ سید البشر و شفیع روز محشر نے اکثر سریوں میں جملہ مہاجرین اور انصار پر مجھے امیر کرکے بھیجا اور ان کو میری متابعت کا حکم دیا اور مجھ پر کبھی کسی کو امیر نہیں کیا؟ حاضرین بولے کہ بیشک ایسا ہی ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا تم واقف ہو کہ سید المرسلین و مجمع علم اولین و آخرین نے میرے علم کے اعلام کو بلند فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ سب نے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ اصحاب رسولؐ نے اکثر آں حضرت کو میدان جنگ کے خطرناک مقام میں درمیان اعدا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی ہے مگر میں نے کبھی کسی خوف ناک معرکے میں آنحضرت سے تخلف نہیں کیا اور اپنی جان کو آنحضرت کی جان عزیز و جسم مقدس پر فدا کرنے کے لئے موجود رہا۔ سب نے کہا کہ درحقیقت ایسا ہی ہے حضرت علیؑ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ جس نے سب سے پہلے دائرہ ایمان و اسلام میں قدم رکھا میں ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت علیؑ نے پوچھا کہ ہم سب میں کون شخص از روئے نسب کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تر ہے؟ سب نے متفق اللفظ عرض کیا کہ بیشک رسول کے ساتھ تمہارا مرتبہ اقربیت و قرابت ہر طرح ثابت و مسلم راسخ محکم ہے۔ حضرت علیؑ یہ تقریر کر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا اے ابوالحسن جن فضائل کو تم نے گنایا اور بیان کیا ان کے اقرار اعتراف سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ اب اکثر لوگوں نے عثمان کی بیعت کی ہے لہٰذا متوقع ہوں کہ تم بھی ان کے ساتھ موافقت کروگے حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ واللہ تم خوب جانتے ہو کہ مستحق خلافت کون شخص ہے لیکن افسوس ہے کہ جان بوجھ کر اس سے اعراض کرتے ہو۔

اور تاریخ ابن جریر[لہ] میں ہے کہ پھر حضرت علیؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ اتقوا اللہ الذی تسائلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا یعنی اس خدا سے ڈرو جس کے ذریعہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو نیز خوف کرو قطع رحم سے بیشک

لہ دفی تاریخ الکبیر لابن جریر قال (علی) اتقوا اللہ الذی تسآءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً۔

خدا تمہارے افعال کا نگراں ہے۔
تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ حضرت عثمان کی بیعت خلافت ۳ محرم ۲۴ھ کو ہوئی ان کے والد کا نام عفان۔ دادا کا نام ابی العاص اور پردادا کا نام امیہ تھا اور استیعاب[2] ابن عبدالبر میں ہے کہ حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان ان کے پاس آکر کہنے لگے کہ بنی تیم اور بنی عدی کے بعد کے اب خلافت تم کو پہنچی ہے تو اس کو گیند کی طرح جدھر چاہو پھراؤ اور بنی امیہ کے ذریعہ سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کر دو۔ کیوں کہ یہ سلطنت ہے رہ گیا جنت اور دوزخ کا قصہ اس کو تو میں کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ نیز کتاب مذکور میں ہے کہ عثمان متوسط القامت اور خوبرو تھے۔
اور تاریخ الخمیس[3] اور ریاض النضرہ میں ہے کہ ان کا رنگ گندمی تھا داڑھی لمبی اور گھنی تھی اور بالوں کی کثرت اور داڑھی کی مشابہت سے حضرت عثمان کو ان کے مخالفین نعثل کہا کرتے تھے۔ کیوں کہ نعثل ایک لمبی داڑھی والے آدمی کا نام تھا۔
تاریخ مروج الذہب[4] میں ہے کہ حضرت عثمان کے آٹھ بیٹے تھے۔ عبداللہ۔ عمرو۔ ابان۔ خالد۔ سعید۔ ولید۔ مغیرہ اور عبدالملک۔
تاریخ الخلفا سیوطی[5] میں ہے کہ حضرت عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے نماز جمعہ کے لئے اذان اول کی زیادتی فرمائی۔
اور کتاب الوسائل[6] فی معرفۃ الاوائل سیوطی میں ہے کہ حضرت عثمان پہلے وہ شخص ہیں

---

[1] قال ابوالفدا فی تاریخہ بویع عثمان لثلاث مضین من المحرم سنۃ اربع وعشرون وھو عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیۃ [2] وفی الاستیعاب لابن عبدالبر قال ان اباسفیان دخل علی عثمان حین صارت الخلافۃ الیہ فقال قد صارت الیک بعد تیم وعدی فادرھا کالکرۃ واجعل اوتادھا بنی امیۃ فانما ھو الملک ولا ادری ما جنۃ ولا نار او فیہ ایضا قال کان عثمان رجلا متوسطۃ لیس بالطویل ولا بالقصیر حسن الوجہ [3] وقال فی الخمیس والریاض النضرۃ انہ کان عظیم اللحیۃ طویلھا اسمر اللون کثیر الشعر ولکثرۃ شعرہ ولحیتہ کان اعداؤہ یسمونہ نعثلا والنعثل اسم رجل طویل اللحیۃ [4] قال المسعودی فی مروج الذہب وکان لہ من الولد الذکور عبداللہ وعمرو وابان وخالد وسعید ولید ومغیرہ وعبدالملک [5] وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی ان اول من زاد اذان الاول فی الجمعۃ عثمان رضی اللہ عنہ [6] وفی الکتاب الوسائل فی معرفۃ الاوائل للسیوطی وھو اول من قدم الخطبۃ فی العید علی الصلوٰۃ۔

جنہوں نے عید میں نماز پر خطبے کو مقدم کیا۔

اور تاریخ الخلفاء[1] میں ہے کہ حضرت عثمان ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کیا اور ان سے رسول اللہ کی ایک سو چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔

علامہ مسعودی تاریخ مروج الذہب[2] میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو ان کے چچا حکم بن العاص اور مروان بن حکیم طرید رسول اللہ مع دیگر بنی امیہ کے حضرت عثمان کے پاس آکر مجتمع ہو گئے اور مروان راندۂ درگاہ نبوی تھا جس کو رسول اللہ نے مدینہ منورہ سے نکلوا دیا تھا اور مدینے کے قرب و جوار آنے کی ممانعت فرمائی تھی۔ نیز جو عمال حضرت عثمان نے مقرر کئے ان میں حضرت عثمان کا اخیافی بھائی ولید بن عقبہ تھا۔ جس کے جہنمی ہونے کی خبر رسول خدا نے دی تھی۔ ولید بن عقبہ تمام رات اپنے مصاحبین اور ارباب نشاط کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول

---

[1] قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء ھو احد الصحابۃ اللذین جمع القران قال روی له مائة وستة واربعون حدیثا [2] قال المسعودی فی مروج الذھب قدم علی عثمان عمه الحکم بن ابی العاص ومروان غیرھما من بنی امیة ومروان ھو طرید رسول اللہ صلعم الذی غربه عن المدینة ونفاه عن جواره قال المسعودی وکان عماله جماعة منھم الولید بن عقبة ابن ابی معیط راخو عثمان لامه) علی الکوفة وھو ممن اخبر النبی صلعم انه من اھل النار (قال المسعودی) ان الولید ابن عقبه کان یشرب مع ندمائه ومغنیه من اول اللیل الی الصباح فلما اذنه المؤذن بالصلوٰة خرج منفصلا فی غلائله فتقدم الی المحراب فی صلوٰة الصبح فصلے بھم اربعا وقال تریدون ان ازیدکم وقیل انه قال فی سجوده وقد اطال اشرب واسقنی فقال بعض من کان خلفه فی الصف الاول واللہ لا اعجب الا ممن بعثك الینا والیا وعلینا امیرا (الی ان قال) فظھر فسقه ومداومته شرب الخمر فھجم علیه جماعة من المسجد منھم ابو زینب بن عوف وابو جندب بن زھیر وغیرھما فوجدوه سکران مضطجعا علی سریره لا یعقل فایقظوه من رقادہ فلم یستیقظ فانتزعوا خاتمه من یده وخرجوا من فورھم الی المدینة فاتوا عثمان ابن عفان فشھدوا عنده علی الولید انه شرب الخمر فقال عثمان وما یدریکما انه شرب خمرا فقال ھی الخمر التی کنا نشربھا فی الجاھلیة واخرجا خاتمه فدفعاه الیه فزجرھما ودفع فی صدورھما فقال تنحیا عنی

فخرجا

رہتا تھا۔ اور جب مؤذن نماز کے لئے ولید کو خبردار کرتے تھے تو وہ اسی طرح مخمور مسجد میں جاکر لوگوں کو نماز صبح پڑھاتا تھا۔ اور بجائے دو رکعت کے چار رکعت پڑھا کے کہتا تھا کہ اگر کہو تو رکعتوں اور زیادہ کر دوں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ولید مذکور جب سجدے میں جاتا تو دیر تک پڑا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ "پی اور مجھے بھی پلا" چنانچہ ایک بار جو لوگ اس کے پیچھے پہلی صف میں تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ ہم تم پر تو تعجب نہیں کرتے۔ لیکن اس پر متعجب ہیں جس نے تجھے ہمارا ولی اور امیر کر کے یہاں بھیجا ہے۔

جب ولید بن عقبہ کے فسق و مداومت شراب خوری کی خبر مشہور ہوئی تو مسلمانوں کے ایک گروہ نے جس میں ابو جندب اور ابو زینب بھی تھے مسجد سے آکر ولید پر ہجوم کیا دیکھا کہ ولید تختۂ حکومت پر نشۂ شراب سے بیہوش پڑا ہے ان لوگوں نے اس کو بیشار کرنا چاہا۔ جب وہ کسی طرح ہوش میں نہ آیا تو اس کی انگلی سے انگشتری مہر اتار لی اور فوراً مدینے حضرت عثمان سے ولید کی شراب نوشی کا ماجرا بیان کیا حضرت عثمان نے ابو زینب اور جندب سے پوچھا کہ تم نے کیوں کر جانا کہ ولید نے شراب پی۔ انھوں نے ولید کی شراب نوشی کے ثبوت میں اس کی انگشتری پیش کر کے کہا کہ وہ وہی شراب پیتا ہے جو ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں پیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے ان کو ڈانٹا اور ان کے سینے پر دھکا دے کر فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ یہ سن کر وہ دونوں الٹے پاؤں باہر نکل آئے۔

تاریخ کامل[1] میں ہے کہ ۲۵ھ میں اہل سکندریہ نے اس صلح کے خلاف نقض عہد کیا جو پیشتر باہم قرار پاچکی تھی۔ جب یہ خبر عمرو عاص حاکم مصر کو پہنچی تو وہ ان کی جانب روانہ ہوئے اور ادھر سے مخالفین مقابلے کو نکلے دونوں فریق میں شدید جنگ ہوئی اور مخالفین نے شکست پائی۔ اور تاریخ ابوالفدا[2] میں ہے کہ ۲۶ھ میں حضرت عثمان نے عمرو بن عاص کو حکومت مصر سے معزول کر کے اس کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حاکم مقرر کیا اور یہ وہی شخص ہے جس کا قتل رسول مقبولؐ نے بروز فتح مکہ مباح کر دیا تھا۔

[1] قال ابن الاثیر الجزری فی الکامل ثم دخلت سنة خمس وعشرین وفی هذه السنة خالف اهل اسکندریة وانقضوا صلحهم (الی ان قال) فلما بلغ الی عمرو ابن العاص سار الیهم وسار الروم الیه فالتقوا واقتتلوا قتالا شدیدا فانهزم الروم [2] وقال ابوالفدا ثم دخلت سنة ست وعشرین فیها عزل عثمان عمر بن العاص عن مصر وولاها عبدالله بن سعد بن ابی سرح وكان اخا عثمان من الرضاعة وكان رسول الله صلعم لقد اهدر دمه یوم الفتح المكة۔

اور تاریخ کامل[۱] میں ہے کہ اسی سال حضرت عثمان نے لوگوں کے ساتھ حج کعبہ ادا فرمایا۔
اور مسند[۲] ابو داود طیالسی میں مروان بن الحکم سے مروی ہے کہ میں نے حج کے موقع پر، عثمان اور علیؓ کو دیکھا۔ عثمان لوگوں کو متعہ الحج سے منع کر رہے تھے۔ جب یہ حال علیؓ نے مشاہدہ کیا تو حج اور عمرہ کی تہلیل ایک ساتھ ادا کی اور فرمایا لبیك بحجة وعمرة معًا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں لوگوں کو جس بات سے منع کرتا ہوں تم وہی کرتے ہو۔ علیؓ نے جواب دیا۔ کہ میں کسی کے کہنے سے سنت رسول اللہ کو ترک نہ کروں گا (یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے)
مورخ ابو الفدا[۳] لکھتا ہے کہ اسی سال حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں افریقہ فتح ہوا پھر ۲۷ھ کے ختم ہونے پر ۲۸ھ میں معاویہ نے حضرت عثمان کی اجازت سے جنگ بحر کے لئے قبرس کی جانب لشکر بھیجا اور اسی غرض سے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بھی مصر سے روانہ ہوا پس بعد مقاتلہ مخالفین نے جزیہ پر صلح کرلی اور ۲۹ھ میں حضرت عثمان نے ابو موسیٰ اشعری کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے ماموں زاد بھائی عبد اللہ بن عامر کو مقرر کیا۔"
تاریخ کامل[۴] میں ہے کہ ۳۰ھ میں ابوذر غفاری کا واقعہ پیش آیا۔
اور تاریخ ابن[۵] واضح کاتب یعقوبی میں ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمان کو اطلاع دی کہ ابوذر

[۱] وفی الکامل قال حج بالناس فی هذه السنة عثمان [۲] و اخرج ابو داود الطیالسی عن مروان بن الحکم قال شهدت عثمان و علیا و عثمان ینهیٰ عن المتعة و ان یجمع بینهما فلما رای ذلك علی اهل بهما جمیعا فقال لبیك بحجة و عمرة معًا فقال عثمان ترانی انهی الناس عن شیء و انت تفعله قال ما کنت لادع سنة النبی صلعم یقول احد و هکذا فی صحیح البخاری [۳] قال ابو الفدا فی ایام عثمان فتحت افریقیة ثم دخلت سنة سبع و عشرین و سنة ثمان و عشرین (الی ان قال) و فیها استاذن معاویة عثمان فی غزوة البحر فاذن له فیر معاویة الی قبرص جیشا و سار الیها ایضا عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح و من مصر فاجتمعوا علیها و قاتلوا اهلها ثم صولحوا علی جزیة (الی ان قال) ثم دخلت سنة تسع و عشرین فیها عزل عثمان ابا موسیٰ الاشعری عن البصرة و ولی ابن خالة عبد اللہ بن عامر [۴] قال ابن الاثیر فی الکامل و فی سنة ثلاثین کان ما ذکر فی ابی ذر [۵] و فی تاریخ ابن واضح قال بلغ عثمان ان ابا ذر یقعد فی مسجد رسول اللہ و یجتمع الناس فیحدث بما فیه الطعن علیه و انه وقف باب المسجد فقال ایها الناس من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا ابو ذر الغفاری انا جندب بن جنادة الربذی (الی ان) (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱)

مسجد نبوی میں بیٹھ کر آپ پر طعن کیا کرتے۔ نیز انہوں نے باب مسجد پر توقف کرکے یہ تقریر کی کہ ایہا الناس جو شخص مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ جانے کہ میں ابوذر غفاری ہوں۔ میرا ہی نام جندب بن جنادہ ربذی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو اہل اسلام پر برگزیدہ کیا اور جناب محمدؐ مصطفےٰ علم آدم اور ان تمام فضائل کے وارث ہیں۔ جن سے انبیاء کو فضیلت حاصل ہوئی ہے اور علی ابن ابی طالب رسول مقبول کے وصی اور وارث علم ہیں۔

اے امت حیران اگر تم اپنے نبی کے بعد اس کو مقدم کرتے جس کو خدا نے مقدم اور اس کو مؤخر کرتے جس کو خدا نے مؤخر کیا اور حکومت وراثت کو اپنے نبی کے اہل بیت میں قرار دیتے تو تم کو تمہارے سروں کے اوپر قدموں کے نیچے سے بے شمار نعمتیں حاصل ہوتیں اور کوئی خدا کا دوست فقیر و محتاج نہ ہوتا اور کوئی حصہ فرائض خدا کا رہ جاتا اور کبھی دو شخص حکم خدا میں اس وجہ سے اختلاف نہ کرتے کہ اس حکم کا علم اپنے نبی کے اہل بیت کے پاس مطابق کتاب خدا و سنت رسول موجود پاتے۔ لیکن جب کہ تم نے کیا جو کچھ کیا تو اب اپنے کردار کے وبال کا مزہ چکھو اور قریب ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ جان لیں گے کہ ان کی جائے بازگشت کس طرف ہے۔" تاریخ مذکور میں ہے کہ حضرت عثمان کو یہ خبر بھی پہنچائی گئی کہ انہوں نے سنت رسولؐ اور سنت ابوبکر و عمر میں جو تغیر و تبدل کیا ہے۔ ابوذر اس کی شکایت آمیز ذکر لوگوں سے کیا کرتے ہیں۔ ان اخبار کو سن کر حضرت عثمان نے ابوذر کو شام میں معاویہ کے پاس بھیج دیا۔

اور تاریخ مروج الذہب میں ہے کہ جب حضرت عثمان نے ابوذر کو شام میں معاویہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰) اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا و ال ابراھیم و ال عمران علی العلمین (الی ان قال) و محمد علم ادم و ما فضلت به النبیون و علی بن ابیطالب وصی محمد و وارث علمه ایتها الامة المتحیرة بعد نبیها اما لو قدمتم من قدم اللہ و اخرتم من اخر اللہ و اقررتم الولایة و الوراثة فی اهل بیت نبیکم لاکلتم من فوق رؤسکم و من تحت اقدامکم و لما عال ولی اللہ و لا طاش سهم من فرائض اللہ و لا اختلف اثنان فی حکم اللہ الا وجدتم علم ذالك عندهم من کتاب اللہ و سنة نبیه فاما اذا فعلتم ما فعلتم فذوقوا وبال امرکم و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون و بلغ عثمان ایضا ان اباذر یقع فیه و یذکر ما غیر و بدل من سنن رسول اللہ و سنن ابی بکر و عمر فسیره الی الشام الی معاویة (تاریخ مذکور) ۲ قال المسعودی فی مروج الذهب و کتب معاویة الی عثمان ان اباذر تجتمع الیه الجموع و لا امن ان یفسدهم علیك فان کان لك فی القوم حاجة فاحمله الیك فکتب الیه ۲۲

کے پاس بھیج دیا تو معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ ابوذر کے یہاں اکثر لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ ابوذر ان لوگوں کو آپ کی مخالفت پر برانگیختہ کریں۔ لہٰذا اگر آپ کو قوم کا انقیاد مطلوب ہو تو ابوذر کو وہیں بلا لیجیے۔ حضرت عثمان نے معاویہ کو لکھا بہتر ہے۔ ابوذر کو یہاں پہنچا دے۔ معاویہ نے حضرت ابوذر کو ایسے اونٹ پر سوار کر کے روانہ کیا جس پالان بالکل کھرّا اور تکلیف دہ تھا۔

تاریخ ابن واضح[1] میں ہے کہ حضرت ابوذر مدینے میں اس حالت سے پہنچے کہ ان کی دونوں رانوں کا گوشت نکل گیا تھا۔ جب ابوذر حضرت عثمان کے دربار میں حاضر کیے گئے تو حضرت عثمان نے ان سے کہا کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ تم نے لوگوں سے رسول اللہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس وقت بنی امیہ کے مردوں کی تعداد تیس ۳۰ پوری ہو گی اس وقت وہ خدا کے بلاد کو مال غنیمت اور خدا کے بندوں کو لونڈی غلام سمجھیں گے اور خدا کے دین کو مکاری کے طور پر اختیار کریں گے۔

ابوذر نے جواب دیا کہ ہاں میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت عثمان نے حضار دربار سے پوچھا کہ آیا تم نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے؟ اس کے بعد حضرت علیؑ کو بلا کر ان سے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن تم اس حدیث کی تصدیق کرتے ہو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ اس حدیث کی شہادت کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے

---

[1] قال ابن واضح فی تاریخه فقدم به الی المدینة وقد ذهب لحم فخذیه فلما دخل الیه وعنده جماعة قال بلغنی انك تقول سمعت رسول الله یقول اذا کملت بنو امیة ثلثین رجلا اتخذوا بلاد الله دولا وعباد الله خولا ودین الله دغلا فقال نعم سمعت رسول الله یقول ذلك فقال لهم اسمعتم رسول الله یقول ذلك فبعث الی علی ابن ابی طالب فاتاه فقال یا ابا الحسن اسمعت رسول الله یقول ما حکاه ابوذر وقص علیه الخبر فقال علی نعم قال وکیف تشهد قال بقول رسول الله ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء ذا لهجة اصدق من ابی ذر فلم یقم بالمدینة الا ایاما حتی ارسل الیه عثمان فقال والله لتخرجن عنها قال اتخرجنی من حرم رسول الله قال نعم قال فالی مکة قال لا قال فالی بصرة قال قال فالی الکوفة قال لا ولکن الی الربذة التی خرجت منها حتی تموت بها یا مروان اخرجه ولا تدع احدا یکلمه حتی تخرج فاخرجه علی جمل ومعه ابنته

نے کہا کہ رسول اللہؐ کا یہ قول کہ زیر فلک اور بالائے زمین ایسا کوئی ذی نطق نہیں ہے جو ابوذر سے زیادہ صادق القول اور حق گو ہو۔ اس کے بعد حضرت ابوذر چند ہی روز مدینے میں رہنے پائے تھے کہ حضرت عثمان نے ان سے کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم تم مدینے سے نکال دیئے جاؤ گے۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم مجھے حرم رسول اللہ سے خارج کر دو گے۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ ہاں۔ ابوذر نے دریافت کیا کہ کیا مجھے مکے بھیجو گے۔ کہا نہیں۔ پوچھا بصرے بھیجو گے۔ کہا نہیں۔ پوچھا کوفے بھیجو گے کہا نہیں بلکہ تم تو ربذہ بھیجوں گا جہاں سے آئے ہو حتیٰ کہ وہیں پڑے پڑے مر جاؤ گے۔ پھر مروان کو ابوذر کے نکالنے کا حکم دیا۔ اور تاکید کی کہ کوئی شخص ان کے قریب نہ آئے اور ان سے کلام نہ کرے۔ پس مروان نے ابوذر اور ان کی لڑکی کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینے سے باہر کیا۔

تاریخ مروج الذہب[۱] میں ہے کہ جب ابوذر بحالت کذائی مروان کی سپردگی میں مدینے سے نکالے گئے تو ان کے پاس حضرت علیؑ مع فرزندان والا دودمان و عقیل و عبداللہ بن جعفر و عمار بن یاسر تشریف لائے۔ مروان نے ان کو روکا اور کہا کہ اے علیؑ اگر تم ناواقف ہو تو میں واقف

---

[۱] مروج الذہب المسعودی فلما طلع عن المدینة مروان یسیرہ عنہا اذ طلع علیہ علی ابن ابی طالب و معہ ابناہ و عقیل اخوہ و عبداللہ بن جعفر و عمار بن یاسر فاعترض مروان فقال یا علی ان امیر المومنین قد نہی الناس ان اباذر فی مسیرہ و یشیعوہ فان کنت لم تدر بذالک فقد اعلمتک فحمل علیہ علی بن ابی طالب بالسوط بین اذنی راحلتہ وقال تنح نحاک اللہ الی النار و مضی مع ابی ذر فشیعہ ثم ودعہ وانصرف فلما اراد علی الانصراف بکی ابوذر وقال رحمکم اللہ اہل بیت اذا رایتک یا ابا الحسن و ولدک ذکرت بکم رسول اللہ صلعم فشکا مروان الی عثمان ما فعل بہ علی بن ابیطالب فقال عثمان یا معشر المسلمین من یعذرنی من علی رد رسولی عما وجہتہ لہ و فعل کذا واللہ لنعطینہ حقہ فلما رجع علی استقبلہ الناس فقالوا ان امیر المومنین علیک غضبان لتشیعک اباذر فقال علی غضب الخیل علی اللجم فلما کان بالعشی جاء الی عثمان فقال لہ ما حملک علی ما صنعت بمروان واجترات علی و رددت رسولی و امری قال اما مروان فانہ استقبلنی یردنی فرددتہ عن ردی واما امرک فلم ارددہ قال عثمان اولم یبلغک انی قد نہیت الناس عن ابی ذر و عن تشیعہ فقال علی او کلما امرتنا بہ من شئ یرے طاعة اللہ والحق فی (بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

کرتا ہوں کہ امیر المومنین عثمان نے لوگوں کو ابوذر کی مصاحبت اور مشایعت سے منع کیا ہے یہ سُن کر حضرت علیؑ نے مروان کی سواری کے جانور کو ایک چابک رسید کیا اور مروان سے کہا کہ دور ہو۔ خدائے قہار تجھے نار جہنم کی طرف لے جائے پھر حضرت علیؑ ابوذر کے ساتھ ہو لئے اور جس وقت ان کو وداع کر کے لوٹے تو انہوں نے رو کر کہا کہ اہل بیت نبوت خدا تم پر رحمت کاملہ نازل فرمائے اے ابوالحسنؑ جب میں تم کو اور تمہارے فرزندوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے جناب رسول مقبولؐ یاد آجاتے ہیں۔ الغرض مروان ابوذر کو نکال کر واپس آیا تو اس نے حضرت عثمان سے حضرت علیؑ کی شکایت کی حضرت عثمان نے کہا کہ اے گروہ مسلمین کون شخص علیؑ کی جانب سے اس کے متعلق معذرت کرے گا کہ انہوں نے مروان کو میرے حکم سے باز رکھا اور ایسا برتاؤ کیا جیسا مروان بیان کرتا ہے۔ قسم خدا کی میں بھی علیؑ کے ساتھ وہی کروں گا جس کے وہ مستحق ہیں جب حضرت علیؑ ابوذر کو وداع کر کے مکان واپس آئے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ امیر المومنین تم پر غضب ناک ہیں کہ تم نے ابوذر کی مشایعت کی۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ ان کا غضب ناک ہونا "غضب الخيل على اللجم" کا مصداق ہے۔ جب شب کو حضرت علیؑ اور حضرت عثمان سے ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان نے ان سے کہا کہ تم نے کس وجہ سے مروان کو شکایت کا موقع دیا اور اس بات کی جرأت کی کہ میرے قاصد اور حکم کو روکا؟ حضرت علیؑ نے کہا کہ جب مروان نے میرے روکنے کا ارادہ کیا تو میں نے بھی اس کو اس ارادے سے روکا تمہارے حکم کو روکا نہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کیا تمہیں یہ خبر نہ تھی۔ کہ میں نے لوگوں کو ابوذر کی ملاقات اور مشایعت سے ممانعت کی ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر تمہارا حکم اطاعت خدا اور امر حق کے خلاف ہو تو کیا میں اس کا بھی اتباع کروں؟ واللہ میں ایسا ہرگز نہ کروں گا حضرت عثمان نے کہا کہ تم نے مروان کے اونٹ کے سر پر چابک

(بقیہ حاشیہ ص۱۴۳) خلافة اتبعنا فيه امرك بالله لا تفعل قال عثمان ضربت بين اذني راحلة مروان قال علي اما راحلتي فهي تلك فان اراد ان يضربها كما ضربت راحلته فليفعل واما انا فوالله لئن شتمني لاشتمنك انت مثلها بما لا اكذب فيه ولا اقول الا حقا قال عثمان ولم لا يشتمك اذا شتمته فوالله ما انت عندي بافضل منه فغضب علي بن ابيطالب وقال الي تقول هذا القول وبمروان تعدلني فانا والله افضل منك وابي افضل من ابيك وامي افضل من امك (الى ان قال) فغضب عثمان واحمر وجهه ودخل داره وانصرف علي (الى ان قال) فلما كان من الغد واجتمع الناس الى عثمان شكا اليهم عليا وقال انه يعيبني ويظاهر من يعيبني يريد بذلك اباذر وعمار بن ياسر وغيرهما

مارا۔ حضرت علی بولے کہ یہ میرا اونٹ موجود ہے۔ اگر مروان چاہے تو اس کے سر پر بھی چابک لگائے لیکن دیکھو واللہ اگر مروان میری نسبت ثقیل کلمہ زبان سے نکالے گا تو میں ویسا ہی کلمہ تمہاری نسبت استعمال کروں گا اور وہ جھوٹ بھی نہ ہوگا۔ بلکہ حق ہوگا۔ حضرت عثمان بولے کہ جب تم مروان کو برا کہو گے تو وہ بھی تم کو برا کہے گا۔ میرے نزدیک تم اس سے افضل نہیں ہو یہ سن کر حضرت علیؑ نے غیظ میں آکر فرمایا کہ تم مجھ سے ایسا کہتے ہو اور میرا مقابلہ مروان سے کرتے ہو۔ خدا کی قسم میں تم سے افضل ہوں اور میرے باپ تمہارے باپ سے افضل ہیں اور میری ماں تمہاری ماں سے افضل ہیں۔ اس بات پر حضرت عثمان خشم گیں اور لال ہو کر گھر کے اندر چلے گئے۔ اور حضرت علیؑ واپس آئے دوسرے دن جب لوگ حضرت عثمان کے پاس جمع ہوئے تو حضرت عثمان نے ان سے حضرت علی کی شکایت کی۔ کہ میری عیب گیری کرتے ہیں اور میرے عیب گیروں یعنی ابوذر اور عمار ابن یاسر وغیرہما کے مددگار ہیں۔ تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ ۳۱ھ میں یزدجرد بن شہریار بن پرویز جو فارس کا آخری بادشاہ تھا فوت ہوا اور اسی سال معاویہ کے باپ ابوسفیان بھی مرے اور تاریخ کامل[2] ابن اثیر میں ہے کہ ۳۲ھ میں حضرت ابوذر کا انتقال ہوا۔ مورخ[3] ابن واضح اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ جب سے حضرت ابوذر

[1] قال ابو الفدا ثم دخلت سنة احدی و ثلاثین و فی هذه السنة هلك یزدجرد بن شهریار بن برویز و هو آخر ملوك الفرس (الیٰ ان قال) و فی هذه السنة مات ابو سفیان بن حرب بن امیة ابو معاویة [2] قال ابن الاثیر الجزری فی سنة اثنتین و ثلثین مات ابو ذر [3] قال ابن واضح فی تاریخه فلم یزل ابو ذر بالربذة حتی توفی و لما حضرة الوفاة قالت له ابنته انی وحدی فی هذا الموضع و اخاف ان تغلبنی علیك السباع فقال کلا انه سیحضر نفر مومنون فانظری اتری احدا فقالت ما حضر الوقت ثم قال انظری هل تری احدا قال نعم ری کبا مقبلین فقال الله اکبر صدق الله و رسوله حولی وجهی الی القبلة فاذ احضر القوم فاقرءهم منی السلام فاذا فرغوا من امری فاذبحی لهم هذه الشاة و قولی لهم اقسمت علیکم ان لا یرحبتم حتی تاکلوا ثم قضی علیه فاتی القوم فقالت لهم جاریة هذا ابو ذر صاحب رسول الله قد توفی فنزلوا و کانوا اسبعة نفر فیهم حذیفة بن الیمان و الاشتر فبکوا بکاءً شدیدًا و غسلوه و کفنوه و صلوا علیه و دفنوه ثم قالت لهم انه یقسم علیکم الا تبرحوا حتی تاکلوه فذبحوا الشاة و اکلوا ثم حملوا ابنته حتی صاروا بها الی المدینة

زندہ سمجھے گئے مرتے وقت تک وہیں رہے اور جب وقت وفات قریب ہوا تو ان کی لڑکی نے کہا کہ اے باپ میں اس مقام پر اکیلی ہوں اور ڈرتی ہوں کہ تمہاری حفاظت درندوں سے نہ کر سکوں گی۔

ابوذر نے کہا کہ خوف نہ کر عنقریب چند مرد دیندار یہاں آیا چاہتے ہیں ذرا دیکھ تو کوئی ادھر آرہا ہے! لڑکی نے کہا کہ نہیں۔ ابوذر بولے کہ ابھی شاید میرا وقت نہیں آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر پوچھا کہ کوئی دکھائی دیا۔ لڑکی نے کہا ہاں کچھ سوار آرہے ہیں۔ ابوذر نے فرمایا اللہ اکبر خدا اور اس کا رسول سچا ہے۔ اب میرا منہ قبلہ کی جانب پھیر دے اور جب وہ سوار یہاں پہنچیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور جس وقت میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہوں تو ان کے لئے یہ بکری ذبح کرانا اور انہیں میری جانب سے قسم دے کر کہنا کہ بغیر کھانا کھائے ہوئے تم لوگ یہاں سے نہ جاؤ۔ اتنا کہہ کر ابوذر راہی خلد بریں ہوئے اور جب وہ سوار وہاں پہنچے تو لڑکی نے ان سے کہا کہ ابوذر صحابی رسولؐ کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور وہ بے گور و کفن پڑے ہیں۔

یہ سُن کر وہ سوار جو تعداد میں سات تھے سواریوں سے اُتر پڑے ان میں حذیفہ بن الیمان صحابی رسولؐ اور اشتر بھی تھے۔ ابوذر پر وہ سب بہت روئے اور غسل و کفن دینے کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو لڑکی نے کہا کہ میرے باپ نے تم کو قسم دلائی ہے کہ بغیر کھانا کھائے یہاں سے نہ جاؤ۔ ان لوگوں نے بکری ذبح کی اور کھانا کھانے کے بعد اس لڑکی کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوگئے۔

تاریخ ابن لہ واضح میں ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن کو جمع تالیف کیا اور اس کی ترتیب اس طرح رکھی کہ بڑی سورتوں کو بڑی سورتوں کے ساتھ اور چھوٹی سورتوں کو چھوٹی سورتوں کے ساتھ مرتب کیا اور ہر طرف سے مصاحف طلب کر کے گرم پانی اور سرکے سے دھلوا ڈالا۔ اور

لہ وقال ابن واضح: وجمع عثمان القرآن والفه وصير الطوال مع الطوال والقصار مع القصار من السور، وكتب في جمع المصاحف من الآفاق حتى جمعت ثم سلقها بالماء الحار والخل وقيل احرقها فلم يبق مصحف الا فعل به ذلك خلا مصحف ابن مسعود وكان ابن مسعود بالكوفة فامتنع ان يدفع مصحفه الى عبد الله بن عامر وعامله فكتب اليه عثمان ان اشخصه (الى ان قال) فدخل المسجد وعثمان يخطب فقال عثمان انه قد قدمت عليكم دابة سوء فكلم ابن مسعود بكلام غليظ فامر به عثمان فجر برجله حتى كسر له

ضلعان

بقول بعض ان سب کو جلوا دیا۔ چنانچہ ابن مسعود کے مصحف کے سوا جو انہیں کے پاس کوفے میں تھا اور کوئی مصحف باقی نہ رہا۔ عبداللہ بن عامر عامل کوفہ نے ابن مسعود سے ان کا مصحف مانگا تو انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ یہ خبر پاکر حضرت عثمان نے عامل کوفہ کو لکھا کہ ابن مسعود کو گرفتار کر کے یہاں بھیج دے۔ جب عبداللہ بن مسعود حاضر ہو کر مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت عثمان خطبے میں مصروف تھے۔ ابن مسعود کو دیکھ کر کہنے لگے کہ حیوان زشت آگیا۔ ابن مسعود نے بھی اس کے جواب میں کچھ سخت کلامی کی۔ حضرت عثمان کے حکم سے لوگوں نے ابن مسعود کی ٹانگ پکڑ کر ایسا گھسیٹا کہ ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

اور کتاب اسد الغابہ ابن اثیر میں ہے کہ اسی ۳۲ھ میں عبداللہ بن مسعود نے مدینے میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

حضرت عثمان نے ان پر نماز پڑھی اور بعض روائتوں میں ہے کہ عمار بن یاسر نے نماز پڑھی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ زبیر نے ان پر نماز پڑھی اور ان کی وصیت کے موافق رات ہی کو انہیں دفن کر دیا۔ حضرت عثمان کو ان کے دفن کی اطلاع نہیں دی جس پر مورد عتاب پیدا ہوئے یہی مضمون کتاب استیعاب ابن عبدالبر میں بھی ہے۔

اور تاریخ ابن واضح[2] میں ہے کہ ابن مسعود حضرت عثمان سے رنجیدہ مدینے میں مقیم رہے حتیٰ کہ وہیں ان کا انتقال ہوا اور عمار بن یاسر نے ان پر نماز پڑھی۔ حضرت عثمان سے یہ حال پوشیدہ رہا۔ اتفاقاً انہوں نے قبر ابن مسعود کو دیکھ کر پوچھا یہ کس کی قبر ہے لوگوں نے کہا کہ

---

[1] قال ابن الاثیر فی اسد الغابہ توفی ابن مسعود بالمدینۃ سنۃ الاثنتین و ثلاثین ودفن بالبقیع وصلی علیہ عثمان وقیل صلی علیہ عمار بن یاسر وقیل صلی علیہ الزبیر ودفنہ لیلا اوصی بذالک ولم یعلم عثمان رضی اللہ عنہ بدفنہ فعاتب الزبیر علی ذالک وکذا فی الاستیعاب لابن عبد البر [2] وقال ابن واضح فی تاریخہ اقام ابن مسعود مغاضبا لعثمان حتی توفی وصلی علیہ عمار ابن یاسر فستر امرہ فلما رای عثمان القبر فقال قبر من ھذا فقیل قبر عبد اللہ بن مسعود قال فکیف دفن قبل ان اعلم فقالوا ولی امرہ عمار بن یاسر وذکر انہ اوصی ان لا یخبر بہ ولم یلبث یسیرا حتی مات المقداد فصلی علیہ عمار و
کان اوصی الیہ ولم یوذن عثمان
بہ فاشتد غضب عثمان
علی عمار

کہ عبداللہ بن مسعود کی۔ حضرت عثمان نے کہا کہ بغیر میری اطلاع کے ان کو کیوں دفن کیا گیا۔ سب نے بتایا کہ ان کی تجہیز و تکفین کے متولی عمار بن یاسر تھے جن سے ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ وہ کسی کو اطلاع نہ دیں پھر بعد چند روز کے مقداد نے وفات پائی تو ان کی وصیت کے موافق عمار بن یاسر نے ان کی تجہیز و تکفین بھی کی اور حضرت عثمان کو اطلاع نہیں دی جب حضرت عثمان کو معلوم ہوا تو وہ عمار سے بہت ناخوش ہوئے۔

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ ۳۳ھ میں کوفے کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو حضرت عثمان کے اس طرز عمل پر نکتہ چینی اور شکایت کا موقع ملا کہ انہوں نے اپنے خاندانی لوگوں کو جو کسی طرح حکومت کی قابلیت اور صلاحیت نہیں رکھتے تھے، حاکم مقرر کیا۔ چنانچہ حاکم کوفہ کے اطلاع دینے پر حضرت عثمان نے حکم دیا کہ جو لوگ ایسی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ان کو معاویہ کے پاس شام بھیج دے۔ پس والی کوفہ نے اس گروہ کو جس میں اشتر نخعی اور ثابت بن قیس اور جمیل بن زیاد اور زید بن صوحان اور صعصعہ بن صوحان اور جندب بن زہیر اور عروہ بن الجعد و عمرو بن الحمق بھی تھے۔ معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ اشخاص وہاں پہنچے تو ان میں اور معاویہ میں ایسی بات بڑھی کہ یہ لوگ حملہ کر کے معاویہ پر ٹوٹ پڑے اور ان کی داڑھی پکڑ لی۔ معاویہ نے یہ حال حضرت عثمان کو لکھا حضرت عثمان نے تحریر کیا کہ ان لوگوں کو سعید بن العاص کے پاس بھیج دے۔ چنانچہ وہ سب ان کے پاس بھیج دیئے گئے وہاں پہنچ کر وہ حضرت عثمان کے حق میں اور زیادہ تیز زبانی کرنے لگے اور کوفے کے دیگر اشخاص بھی ان کے پاس جمع ہونے لگے۔

تاریخ خمیس[2] میں ہے کہ اسی سال ۳۳ھ میں امام زین العابدینؑ علیؑ بن حسینؑ پیدا ہوئے۔

---

[1] قال ابوالفداء ثم دخلت سنة ثلاث و ثلاثين فيها تكلم جماعة من الكوفة فى حق عثمان بانه ولى جماعة من اهل بيته لا يسلحون للولاية فكتب سعيد بن العاص والى الكوفة من قبل عثمان اليه بذلك فامره عثمان يسير الذين تكلموا بذلك الى معاوية بالشام فلما سلمهم وفيهم الحارث بن مالك المعروف بالاشتر النخعى و ثابت بن قيس النخعى وجميل بن زياد و زيد بن صوحان العبدى واخوه صعصعه وجندب بن زهير وعروة بن الجعد وعمرو بن الحمق فقدموا على معاوية وجرى بينهم كلام كثير فوثبوا واخذوا بلحية معاوية فكتب بذلك الى عثمان فكتب اليه عثمان ان تردهم الى سعيد بن العاص فردهم الى سعيد فاطلقوا السنتهم فى عثمان واجتمع اليهم اهل الكوفة

[2] وفى الخميس قال ولد على بن الحسين بالمدينة سنة ثلاث و ثلاثين من الهجرة۔

تاریخ روضۃ المناظر[1] میں ہے کہ سنہ ۳۱ھ میں حضرت عثمان نے فدک کی جائداد مروان بن الحکم کو عطا فرمائی
اور ابن عبدربہ نے عقد الفرید[2] میں لکھا ہے کہ جن باتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت عثمان کی جانب
سے کینہ اور کدورت پیدا کر دیا۔ ان میں سے بعض یہ ہیں کہ حضرت عثمان نے حکم بن العاص مردود بارگاہ
نبوی کو پناہ دی حالانکہ اس شخص کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی اپنے عہد میں پناہ نہیں دی
تھی۔ اور ابوذر غفاری کو صحرائے ربذہ میں نظر بند کیا۔ نیز بازار مہزون (جسے رسول مقبولؐ نے مسلمانوں
پر صدقہ کیا تھا) حارث بن حکم برادر مروان کو بخشا اور مروان کو فدک عطا کیا اور تاریخ ابوالفداء[3] میں ہے
کہ جن باتوں نے لوگوں کو حضرت عثمان پر برانگیختہ کیا وہ یہ ہیں کہ انہوں نے حکم بن العاص کو بلا لیا جسے
رسول اللہ نے مردود کر کے نکلوا دیا تھا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے زمانے میں بھی وہ مردود رہا نیز یہ
کہ حضرت عثمان نے مروان کو خمس غنائم افریقیہ عطا کی۔ جس کی آمدنی پانچ لاکھ دینار تھی اور اسی کو فدک بھی عطا کیا
اور تاریخ مروج الذہب[4] مسعودی میں ہے کہ سنہ ۳۵ھ ہجری میں حضرت عثمان پر کثرت سے طعن کی بوچھاڑ
ہونے لگیں۔ اور جو ناپسندیدہ معاملات حضرت عثمان کی طرف منسوب کئے جاتے تھے۔ طشت ازبام ہو گئے
منجملہ وہ واقعہ نامرضیہ ہے جو حضرت عثمان اور ابن مسعود میں پیش آیا جس کی وجہ سے بنی ہذیل منحرف ہو گئے
اور وہ ذلیل کن اور تکلیف دہ سلوک جو عمار بن یاسر سے کیا گیا اور وہ فعل ناشائستہ جو ولید بن عقبہ سے مسجد
کوفہ میں وقوع پذیر ہوا اور وہ ناگوار یدہ برتاؤ جو ابوذر کے ساتھ کیا گیا۔

اور کتاب[5] ملل و نحل شہرستانی میں ہے کہ منجملہ انہیں واقعات کے یہ بھی ہیں۔ کہ

---

[1] قال ابن شحنة فی روضة المناظر وفی سنة احد وثلاثین اقطع عثمان بن
عفان مروان الحکم فدك [2] وقال ابن عبدربه فی عقد الفرید ومما نقم
الناس علی عثمان انه آوی طرید رسول الله صلی الله علیه وسلم الحکم بن
ابی العاص ولم یؤوه ابوبکر ولا عمر وسیر اباذر الی الربذة (الی ان قال) وتصدق
رسول الله صلعم بمهزون (موضع سوق المدینة) علی المسلمین فاقطعها الحارث بن
الحکم اخا مروان واقطع فدك مروان [3] وقال ابو الفداء ومما نقم الناس علیه رده الحکم
بن العاص طرید رسول الله وطرید ابوبکر وعمر ایضا واعطاؤه مروان بن الحکم خمس غنائم
افریقیه وهو خمس مائة الف دینار (الی ان قال) واقطع مروان بن الحکم فدك [4] وقال
المسعودی وفی سنة خمس وثلاثین کثر الطعن علی عثمان رضی الله عنه وظهر علیه النکیر لا
شیاء ذکروها منها ما کان بینه وبین عبدالله بن مسعود وانحراف بنی هذیل عن عثمان
من اجله ومن ذالك ما نال عمار بن یاسر من الفتق والضرب وانحراف بنی مخزوم عن عثمان
من اجله ومن ذالك فعل الولید بن عقبة فی مسجد الکوفة (الی ان قال) بقیہ حاشیہ ص ۱۵۰ پر

حضرت عثمان نے مروان کو اپنی لڑکی بیاہ دی اور خمس غنائم افریقیہ عطا فرمایا اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جس کا قتل رسول مقبولؐ نے مباح فرمایا تھا اپنے یہاں پناہ دی اور مصر کا حاکم کر دیا۔

اور عقد الفرید[۵] میں ہے کہ جب حضرت عثمان سے اس قسم کے ناشدنی امور سرزد ہوئے تو لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ یہ سب تمہارا کیا کرایا ہے۔ عبدالرحمٰن بولے کہ میں ایسا گمان نہ کرتا تھا۔ لیکن اب خدا کو درمیان دے کر کہتا ہوں کہ زندگی بھر عثمان سے بات نہ کروں گا۔

تاریخ ابن جریر طبری[۶] میں ہے کہ ایک روز حضرت عثمان جبلہ بن عمرو ساعدی کی طرف سے ہو کر جو اپنے صحن خانہ میں مع ایک جماعت کے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عثمان کو دیکھ کر کہا۔ کہ اے نعثل واللہ میں تجھے قتل کروں گا۔

مجمع بحار الانوار[۷] اور نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ مصر میں ایک لمبی داڑھی والے آدمی کا نام نعثل تھا۔ اسی کی تشبیہ سے حضرت عثمان کو ان کے دشمن نعثل کہتے تھے اور جب حضرت عائشہ حضرت عثمان سے ناخوش ہو کر مکہ معظمہ چلی گئیں تو حضرت عثمان کی نسبت فرماتی تھیں کہ قتل کرو اس نعثل کو خدا قتل کرے اس نعثل کو۔

مورخ[۸] ابوالفدا۔ لکھتا ہے کہ ۳۵ھ میں ایک گروہ ہزار یا سات آدمیوں کا مصر سے اور

(بقیہ حاشیہ ص۱۴۹) ومن ذالک ما فعل بابی ذر ۵ وفی الملل والنحل للشہرستانی ومنہا تزویجہ مروان بن الحکم ابنتہ وتسلیمہ خمس غنائم افریقیہ۔ (الی ان قال) ومنہا ایواوہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بعد ان اہدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم دمہ (حالیہ تہا) وتولیتہ ایاہ مصر ۵ وفی العقد الفرید قال فلما احدث عثمان ما احدث قیل لعبد الرحمٰن ہذا کلہ فعلک قال لم اظن ہذا بہ ولکن اللہ علی ان لا اکلمہ ابدا ۶ وفی تاریخ ابن جریر قال مر عثمان عن جبلۃ بن عمرو الساعدی وہو بفناء دارہ ومعہ جماعۃ فقال یا نعثل واللہ لاقتلنک ۷ وفی مجمع بحار الانوار للفتنی والنہایۃ لابن الاثیر کان اعداء عثمان یسمونہ نعثلا تشبیہا برجل طویل اللحیۃ کان فی مصر اسمہ نعثل ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا یعنی عثمان وہذا کان منہا لما غاضبتہ وذہبت الی مکۃ ۸ قال الفداء فی سنۃ خمس وثلاثین قدم من مصر جمع قیل الف وقیل سبعمائۃ وکذالک من الکوفۃ جمع وکذالک من البصرۃ (الی ان قال) فدخلوا المدینۃ فلما جاءت الجمعۃ التی تلی دخولہم المدینۃ خرج عثمان فصلی بالناس ثم قام علی المنبر فقال للجموع المذکورۃ یا ہؤلاء اللہ اللہ یعلمون واہل المدینۃ یعلمون (بقیہ حاشیہ ص۱۵۱ پر)

ایسا ہی ایک گروہ کوفے سے اور ایک بصرے سے مدینہ میں وارد ہوا جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمان نے مسجد میں تشریف لاکر نماز پڑھائی اور جاکر متذکرہ بالا گروہوں سے فرمایا کہ خدا جانتا ہے اور مدینے والے بھی واقف ہیں کہ تم لوگوں پر رسول اللہ نے لعنت کی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہوکر اس کی گواہی دی۔ حضرت عثمان کی تقریر سن کر وہ تینوں گروہ مسجد پر ٹوٹ پڑے اور سنگ ریزوں کی بوچھار کر کے لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔ نیز ایک سنگ ریزہ حضرت عثمان کو ایسا مارا کہ وہ بے ہوش ہوکر منبر پر گر پڑے اور لوگ اُن کو اُن کے گھر میں اٹھالے گئے۔

اور تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ بلوائیوں کے وارد مدینہ ہونے کے بعد حضرت عثمان نے تیس دن مسجد میں نماز پڑھی۔ پھر ان لوگوں نے حضرت عثمان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا اور غافقی امیر جماعت مصر کو امام نماز مقرر کیا۔ مدینے والوں نے گھر سے نکلنا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان چالیس دن تک اپنے گھر میں محصور رہے۔ بعد ازاں اس جماعت کی خواہش کے موافق حضرت علی نے حضرت عثمان سے کہا۔ کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم مروان کو عہدہ کتابت سے اور عبداللہ بن ابی سرح کو حکومت مصر سے معزول کر دو۔ حضرت عثمان نے اس درخواست کو منظور کیا۔ اور ان کے منظور کر لینے پر حضرت علی نے بلوائیوں کو اسی وقت متفرق کر دیا۔ لیکن مروان نے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوکر ایسی باتیں کیں کہ حضرت عثمان نے مروان کی معزولی کا حکم مسترد کر دیا۔ البتہ ابن ابی سرح کو مصر سے معزول کر کے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مقرر کیا۔

تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ جب حضرت عثمان نے محمد بن ابی بکر کو عامل مصر معین کیا تو وہ مع

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۳) انکم ملعونون علی لسان محمد صلعم فقام محمد بن مسلمۃ الانصاری فقال ان اشھد بذلک فثار القوم باجمعھم فحصبوا الناس حتی اخرجوھم من المسجد وحصب عثمان حتی خرّ علی (رماھم بالحصی) المنبر مغشیۃ علیہ فادخل دارہ سلہ وقال ابن الوردی وصلی عثمان بعدما نزلت الجموع فی المسجد ثلاثین یوم ثم منعوہ الصلوٰۃ فصلی بالناس الغافقی امیر جمع مصر ولزم اھل المدینۃ بیوتھم وعثمان محصور فی دارہ اربعین یوماً ثم اتفق علی مع عثمان علی ما تطلبہ الناس منہ من عزل مروان عن کتابتہ وعبداللہ بن ابی سرح عن مصر فاجاب وفرق علی الناس عنہ ثم اجتمع مروان لعثمان فرد ذالک لکن عزل ابن ابی سرح عن مصر وولاھا محمد بن ابی بکر ۲ قال ابوالفداء فتوجہ محمد بن ابی بکر مع جماعۃ من المھاجرین والانصار فبینما ھم فی اثناء الطریق فاذا العبد علی ھجین یجھدہ فقالوا لہ الی این قال الی العامل بمصر فقالوا لہ (بقیہ حاشیہ ص۱۸۵)

ایک جماعت مہاجرین و انصار کے مصر کی جانب روانہ ہوئے ہنوز یہ لوگ راہ میں تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شتر سوار اونٹ کو تیز ہانکتا ہوا مدینے کی جانب سے آرہا ہے۔ محمد ابن ابی بکر کے قافلے والوں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ عامل مصر کے پاس، لوگوں نے کہا عامل مصر تو یہی ہیں (یعنی محمد ابن ابی بکر) اس غلام شتر سوار نے کہا کہ میں دوسرے عامل یعنی ابن ابی سرح کے پاس جارہا ہوں۔ یہ سن کر لوگوں نے اس کو پکڑا تلاشی لی تو اس کے پاس ایک نامہ نکلا۔ جس پر حضرت عثمان کی مہر تھی اور اس میں لکھا تھا کہ "جس وقت محمد ابن ابی بکر اور ان کے ساتھ والے وہاں پہنچ کر تیری معزولی کا حکم دیں تو قبول نہ کرنا۔ بلکہ محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ والوں کو کسی حیلے سے قتل کرنا۔ نیز ان کے پاس جو نامہ ہے اس کو باطل سمجھنا۔ اور اپنے منصب پر بدستور قائم رہنا۔" یہ مضمون دیکھتے ہی محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ والے مدینے واپس آئے اور انہوں نے صحابہ کو جمع کر کے خط کا سارا حال بیان کیا ان سب نے حضرت عثمان سے اس بات کو پوچھا۔ حضرت عثمان نے اقرار کیا کہ یہ خط میرے کاتب مروان کا لکھا ہوا ہے اور اس پر مہر بھی میری ہے لیکن خدا کی قسم میرے حکم سے نہیں لکھا گیا۔

لوگوں نے کہا اچھا مروان کو ہمارے سپرد کر دو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ ایسا نہ ہوگا اس بات سے لوگوں کا غیظ و غضب حضرت عثمان پر اور زیادہ بڑھ گیا۔ اور وہ حضرت عثمان سے قتال کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے۔

ابن جریر[۱] طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر اور کنانہ بن بشر اور سودان بن حمران

(بقیہ حاشیہ ۱۵۱) هذا عامل مصر (یعنون محمد بن ابی بکر) فقال بل العامل الآخر یعنی ابن ابی سرح فامسکوه وفتشوه فوجدوا معه کتابا مختوما بخاتم عثمان یقول اذا جاءك محمد بن ابی بکر ومن معه بانك معزول فلا تقبل ولتحتل بقتلهم واحتل بقتلهم وابطل کتابهم وقرّ علی عملك فرجع محمد بن ابی بکر ومن معه من المهاجرین والانصار الی المدینة وجمعوا الصحابة واوقفوهم علی الکتاب وسئلوا عثمان عن ذالك فاعترف بالختم وخط کاتبه وحلف بالله انه لم یامر وان یسلمه الیهم بسبب ذالك فامتنع فازداد حنق الناس علی عثمان وجدوا فی قتاله[۱] (رمالۂ سفینۃ البحار) وقال ابن جریر فی تاریخه ان محمد بن ابی بکر تسوّر علی عثمان من دار عمرو بن حزم ومعه کنانة بن بشر وسودان بن حمران وعمرو بن الحمق فوجدوا عثمان عند امراته نائلة وهو یقرا المصحف فی سورة البقرة فتقدمهم محمد بن ابی بکر فاخذ بلحیة عثمان فقال قد اخزاك الله یا نعثل (بقیہ حاشیہ ص ۱۵۳)

اور عمرو بن الحمق نے عمرو بن حزم کے گھر سے حضرت عثمان کے مکان کی دیوار پھاند کر اُن پر حملہ کیا۔ وہ اس وقت اپنی بی بی نائلہ کے پاس قرآن میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے محمد ابن ابی بکر نے بڑھ کر حضرت عثمان کی داڑھی پکڑی اور کہا کہ اے نعثل خدا تجھے خوار کرے حضرت عثمان بولے کہ مَیں نعثل نہیں ہوں۔ عبداللہ اور امیر المومنین ہوں۔ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ اس وقت معاویہ وغیرہ تمہارے کام نہ آئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ اے بھتیجے میری ڈاڑھی چھوڑ دے کبھی تیرے باپ نے بھی اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔

محمد بن ابی بکر بولے۔ کہ اگر میرے باپ تمہارے یہ اعمال ناشائستہ دیکھتے تو کبھی پسند نہ کرتے اور ابھی تو میں نے تمہاری ڈاڑھی پکڑی ہے لیکن اب جو ارادہ رکھتا ہوں وہ اس سے زیادہ شدید ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں تمہارے مقابلہ میں خدا سے نصرت چاہتا ہوں اور اسی کی مدد کا طالب ہوں۔ محمد ابن ابی بکر نے ایک دراز پیکاں تیر سے (جو ان کے ہاتھ میں تھا) حضرت عثمان کی پیشانی کو مجروح کیا اور کنانہ بن بشیر نے اپنے پیکانوں کو بلند کر کے اس سخت دلی اور بے دردی سے حضرت عثمان کے کان میں چبھو دیا کہ ان کے کان سے گزر کر حلق میں اُتر گئے۔ اس کے بعد تلوار کھینچ کر ان کو قتل کیا۔

تاریخ ابوالفدا[۱] میں ہے کہ حضرت عثمان ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو مقتول ہوئے۔ ان کی مدت خلافت بارہ[۱۲] سال تھی۔ اور وہ تین دن تک بلا دفن وکفن پڑے رہے کیوں کہ ان کے دشمن ان کی تجہیز وتکفین کے مانع تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۵۲) فقال عثمان لست بنعثل ولکنی عبد اللہ وامیر المومنین قال محمد بن ابی بکر ما اغنی عنک معاویۃ وفلان وفلان فقال عثمان یا ابن اخی دع عنک لحیتی فما کان ابوک لیقبض علی ما قبضت علیہ فقال محمد بن ابی بکر لو رآک ابی تعمل ھذہ الاعمال انکرھا علیک و ما ارید بک اشد من قبضی علی لحیتک قال عثمان استنصر اللہ علیک واستعین بہ ثم طعن جبینہ بمشقص فی یدہ ورفع کنانۃ بن بشر مشاقص کانت فی یدہ فوجا بھا فی اصل اذن عثمان فمضت حتی دخلت فی حلقہ ثم علاہ بالسیف حتی قتلہ [۱] (حاشیہ ص۱۵۴) قال ابو الفداء کان مقتلہ لثمان عشرۃ لیلۃ

خلت من ذی الحجہ سنۃ خمس وثلاثین وکانت

مدۃ خلافۃ اثنتی عشر سنۃ الا اثنتی عشر یو

ما ومکث ثلاثۃ ایام لم یدفن لان المحاربین

لہ منعوا من ذالک۔

اور تاریخ کبیر[1] ابن جریر میں ہے کہ حضرت عثمان بعد قتل ہونے کے دو[2] دن پڑے رہے اور کسی شخص کو ان کے دفن کی قدرت نہ ہوئی۔ بالآخر حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم اور نیار بن مکرم اور ابوجہم بن حذیفہ حضرت عثمان کی نعش اٹھا لے گئے۔ لیکن جب انہوں نے چاہا کہ جنازے کی نماز پڑھیں تو انصار کے چند آدمی آکر مانع ہوئے۔ نیز بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔ ابوجہم نے کہا کہ ان کو اسی طرح دفن کر دو۔ ان پر اللہ اور اس کے ملائکہ نے نماز پڑھی ہے۔ مخالفین نے کہا کہ خدا کی قسم یہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے پائیں گے مجبوراً لوگوں نے حضرت عثمان کو حش کوکب میں دفن کیا۔ اور جب بنی امیہ کی سلطنت ہوئی تو انہوں نے اس مقام کو بقیع میں شامل کر لیا جو آج تک بنی امیہ کا قبرستان ہے۔

استیعاب[2] ابن عبد البر میں ہے کہ اسی ۳۵ھ میں حضرت سلیمان فارسی نے وفات پائی جو حضرت عثمان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ اور جناب رسالت مآبؐ کی حدیث ہے کہ اگر دین ثریا کے قریب ہوتا تب بھی سلمان اس کو پا جاتے۔ اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ سلمان ہم اہل بیت سے ہیں اور ان کی مثال حکیم لقمان کی ہے۔

اور اصابہ[3] ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ اہل علم کا قول ہے کہ حضرت سلمان کی عمر تین سو پچاس[250] برس کی ہوئی اور دو سو پچاس سال کی عمر ہونے میں تو کسی کو شک ہی نہیں ہے۔

علامہ مسعودی تاریخ مروج الذہب[4] میں لکھتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمان مقتول ہوئے

---

[1] و فی تاریخ الکبیر لابن جریر لبث عثمان بعد ما قتل لیلتین لا تستطیعون دفنه ثم حمله اربعة حکیم بن حزام و جبیر بن مطعم و نیار بن مکرم و ابوجهم بن حذیفة فلما وضع لیصلی علیه جاء نفر من الانصار یمنعونهم الصلوة علیه و منعوهم ان یدفن بالبقیع فقال ابوجهم ادفنوه فقد صلی الله علیه و ملائکته فقالوا لا والله لا یدفن فی مقابر المسلمین ابدا فدفنوه فی حش کوکب فلما ملکت بنوامیه ادخلوا ذلک الحش فی البقیع فهو الیوم مقبرة بنو امیة [2] فی الاستیعاب لابن عبد البر قال توفی سلمان الفارسی فی اخر خلافة عثمان رضی الله عنه سنة خمس وثلاثین وروی عن النبی صلعم لو کان الدین عند الثریا لنالهٗ سلمان وسئل علی رضی الله عنه عن سلمان فقال هو منا اهل البیت وقال مثل سلمان الفارسی مثل لقمان الحکیم [3] و فی الاصابة لابن حجر العسقلانی قال اهل العلم عاش سلمان ثلاث مائة وخمسین سنة فاما مائتین وخمسون سنة فلا فیکون فیها [4] قال المسعودی فی مروج الذهب بویع علی بن ابی طالب (بقیه حاشیه صفحه ۱۵۵)

اسی دن لوگوں نے حضرت علی ابن ابی طالب کی بیعت کی۔ حضرت علیؑ کی ولادت خانۂ کعبہ میں ہوئی اور ان کی کنیت ابوالحسنؑ ہے اور کتاب ریاض النضرہ[1] میں ہے کہ ان کا نام زمانہ جاہلیت میں بھی علی تھا اور عہد اسلام میں بھی یہ نام رہا۔ اُن کی کنیت ابوالحسن ہے اور ان کا نام رسول مقبولؐ نے صدیق رکھا۔

اور سیوطی[2] نے تاریخ الخلفاء میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ پہلے خلیفہ ہیں بنی ہاشم سے

اور محاضرات[3] الاوائل میں ہے کہ حضرت علیؑ پہلے امام ہیں آئمہ اثنا عشر اہل بیت رسالت

اور اصابہ[4] ابن حجر عسقلانی میں ابولیلیٰ غفاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ علیؑ ابن ابی طالب اوّل وہ شخص ہیں کہ جو مجھ پر ایمان لائے اور اول وہ شخص ہیں کہ بروز قیامت مجھ سے مصافحہ کریں گے۔

اور خصائص[5] نسائی میں یہ ہے کہ حضرت علی اوّل وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی۔

اور کتاب الوسائل[6] فی معرفۃ الاوائل سیوطی میں ہے کہ حضرت علیؑ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم نحو کو وضع فرمایا۔

اور صحیح[7] بخاری میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اول وہ شخص ہوں کہ بروز قیامت پیش خدا داد خواہی کے لئے دوزانو ہو کر بیٹھوں گا۔

اور تاریخ الخلفاء[8] سیوطی میں ہے کہ حضرت علیؑ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا شمار علمائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) فی الیوم الذی قتل فیہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (الیٰ ان قال) و کان مولدہ فی الکعبۃ و یکنیٰ ابا الحسن [1] و فی ریاض النضرۃ لم یزل اسمہ فی الجاھلیۃ و الاسلام علیا و کان یکنیٰ ابا الحسن و سماہ رسول اللہ علیہ وسلم صدیقاً [2] و قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء ھو اوّل خلیفہ من بنی ھاشم [3] و فی محاضرات الاوائل ھو اوّل امام من الائمۃ الاثنی عشر من اھل البیت [4] و فی الاصابۃ عن ابی لیلی الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان علی ابن ابی طالب اوّل من امن بی و اوّل من یصافحنی یوم القیامۃ [5] و فی الخصائص النسائی ھو اوّل من صلی مع رسول اللہ صلعم [6] و فی الوسائل للسیوطی ھو اوّل من وضع علم النحو [7] و فی صحیح البخاری عن علی قال انا اوّل من یجثو بین یدی الرحمٰن للخصومۃ یوم القیامۃ [8] و فی تاریخ الخلفاء للسیوطی ھو احد العلماء الربانیین والشجعان المشھورین والزھاد المذکورین والخطباء المعروفین واحد من جمع القرآن و عرضہ علی رسول اللہ صلعم +

ربانی و بهادران لاثانی و زاہدان مذکور و خطیبان مشهور میں کیا گیا ہے۔
نیز حضرت علیؑ وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کر کے رسول مقبولؐ کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ کتاب[1] الاتقان سیوطی میں بروایت حلیۃ الاولیائے ابو نعیم حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ فرمایا انہوں نے قسم خدا کی ایسی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جس کی نسبت میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس باب میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔
نیز حلیۃ[2] الاولیا میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ قرآن مجید عرب کے سات لغتوں میں نازل ہوا۔ جن میں سے ہر لغت کے لئے ظاہر و باطن ہے اور علیؑ ابن ابی طالب پر ان لغات کا ظاہر و باطن منکشف ہے اور ملا محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی کتاب وسیلۃ النجاۃ[3] میں بسلسلہ روایت ابن سیرین لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو اسی نہج سے جمع کیا۔ جس نہج سے وہ رسول اللہ پر نازل ہوا۔ یعنے اس میں ذرا بھی تغیر و تبدل و تقدم و تاخر نہ تھا۔
اور کتاب الاتقان سیوطی[4] میں ہے کہ جو قرآن حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا۔ اس کی ترتیب موافق تنزیل کے تھی۔
اور کتاب تمہید[5] ابو شکور سالمی میں ہے کہ صحابہ نے حضرت علیؑ کے جمع کئے ہوئے قرآن پر اتفاق نہیں کیا۔
علامہ سیوطی[6] کتاب الاتقان میں لکھتے ہیں کہ جو قرآن حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا۔ اس کی سورتیں اس ترتیب کے ساتھ تھیں کہ پہلے اقراء پھر مدثر پھر نون پھر مزمل پھر

---

[1] و فی الاتقان قال اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن علی قال واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت فیم نزلت واین نزلت [2] واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف ما منہا حرف الا و لہ ظہر و بطن و ان علی ابن ابی طالب عندہ من الظاہر والباطن [3] ملا محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی در وسیلۃ النجات بسلسلۂ روایت ابن سیرین نقل می فرمائید کہ علی مرتضیٰ جمع کرد قرآن را بہیجے کہ نازل شد بر رسول خدا کہ در آں اصلا تغیر و تقدیم و تاخیر نہ بود [4] و فی الاتقان للسیوطی قال فمنہم من رتبہا علی النزول وھو مصحف علی [5] و فی التمہید لابی شکور السالمی قال لم تتفق علیہ الصحابۃ [6] قال السیوطی فی الاتقان کان اولہ رای اول مصحف علی) اقرأ ثم المدثر ثم نون۔ ثم المزمل ثم تبت ثم التکویر و ھکذا الی آخر المکی والمدنی وکان اول مصحف ابن مسعود البقرۃ ثم النساء ثم آل عمران علی اختلاف شدید وکذا مصحف ابی بن کعب +

تبت پھر تکویر اور اسی طرح آخر تک کی اور مدنی سورتوں کی ترتیب تھی۔ اور جو مصحف عبداللہ بن مسعود نے جمع کیا تھا اس کی سورتیں اس ترتیب کے ساتھ تھیں کہ پہلے بقرہ پھر نساء پھر آل عمران اور اسی طرح شدید اختلاف کے ساتھ مصحف ابی بن کعب کی ترتیب بھی تھی۔

تاریخ الخمیس[1] دیار بکری میں ہے کہ حضرت علیؑ کی بیعت عامہ مسجد نبوی میں کی گئی اور تاریخ الخلفاء[2] سیوطی میں ہے کہ مدینے میں جس قدر صحابہ تھے سب نے حضرت علیؑ کی بیعت اور روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ اولاً حضرت علیؑ کی بیعت طلحہ نے کی ان کے بعد زبیر نے پھر اہل مصر نے۔ بعد ازاں مہاجرین و انصار و اہل مدینہ نے گروہ گروہ حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور بروز جمعہ بیعت عامہ حضرت علیؑ نے منبر نبوی پر نہایت فصاحت و بلاغت سے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کے ابتدائی جملے یہ تھے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ قَدْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلٰی مَكَانِهٖ یعنی خدائے پاک کے احسان کا شکر ہے کہ حق اپنی جگہ لوٹ آیا نیز روضۃ الاحباب[4] میں بر بنائے روایت بعض ثقات منقول ہے کہ ماہ فلک و ولایت اس دن منزل خلافت میں استقرار پذیر ہوا۔ جس روز تحویل آفتاب برج حمل میں ہوئی۔

تاریخ الخلفاء[5] سیوطی اور صواعق محرقہ میں ہے کہ حکمائے عرب میں سے ایک حکیم نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خدا کی قسم اے امیر المومنین خلافت نے تم کو زینت نہیں دی بلکہ تم نے خلافت کو زینت دی اور خلافت نے تمہاری شان بلند

---

[1] قال الدیاربکری فی تاریخ الخمیس بویع علی بن ابی طالب بیعۃ العامۃ فی مسجد رسول اللہ صلعم [2] وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی فبایعہ جمیع من بہا من الصحابۃ [3] در روضۃ الاحباب منقول است کہ اول کسے کہ با علی مرتضیٰ بیعت کرد طلحہ بود و بعد از و زبیر آں سعادت را دریافت آں گاہ اہل مصر یک بار بعد ازاں مہاجر و انصار و اہل مدینہ گروہ گروہ شرف بیعت با او دریافتند پس امیر المومنین علی روز جمعہ بر سر منبر رسول اللہ صلعم برآمد و خطبہ در غایت بلاغت و فصاحت انشا فرمودہ گویند اول آں خطبہ ایں بود الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ [4] نیز در روضۃ احباب است کہ از بعضے ثقات چنیں مسموع شدہ کہ ایں بیعت در روزے تحقیق پذیرفتہ کہ شاہ سیارہ یعنی آفتاب بہ برج حمل تحویل کردہ بود کہ ماہ فلک ولایت در منزل خلافت استقرار یافت [5] قال السیوطی فی تاریخہ و ابن حجر المکی فی الصواعق دخل علیہ حکیم من حکماء العرب فقال واللہ یا امیر المومنین لقد زینت الخلافۃ وما زینتک و رفعتہا وما رفعتک وھی کانت احوج الیک منک الیہا۔

نہیں کی بلکہ تم نے خلافت کو رفعت دی اور تم خلافت کے حاجت مند نہ تھے بلکہ خود خلافت تمہاری محتاج تھی۔

مؤرخ مسعودی تاریخ مروج الذہب[1] میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؓ کی بیعت سے ایک جماعت عثمانیہ نے کنارہ کشی اختیار کی جس میں سعد ابن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر بھی تھے۔ حالاں کہ آگے چل کر ان صاحبوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کر لی اور اسد الغابہ[2] میں ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ کی بیعت سے کنارہ کشی کی جس میں عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[3] میں ہے کہ مدینے میں لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت کی لیکن سات آدمیوں نے تامل کیا اور بیعت نہیں کی جن میں عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص تھے نیز جہاں تک تحقیق ہوا ہے انصار میں سے کسی نے ایک نے بھی حضرت علیؓ کی بیعت سے تخلف نہیں کیا اور استیعاب[4] ابن عبدالبر میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری بھی حضرت علیؓ سے منحرف تھے۔

اور دول الاسلام[5] ذہبی میں ہے کہ حضرت علیؓ کی بیعت سے اکابر صحابہ کی ایک جماعت نے تخلف کیا۔ جس میں سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر اور ابو موسیٰ اشعری بھی تھے۔

تاریخ ابو الفدا[6] میں ہے کہ ۳۶ھ میں حضرت علیؓ نے اپنے عمال بلاد و امصار میں مقرر کئے

[1] قال المسعودی فی مروج الذهب و قعد عن بیعته جماعة عثمانیة منهم سعد بن ابی وقاص و عبد الله بن عمر و بایعا یزید بعد ذلك [2] و قال فی اسد الغابة تخلف عن بیعته جماعة من الصحابة منهم ابن عمر و سعد بن ابی وقاص [3] و قال ابن جریر بایع الناس علیاً بالمدینة و تربص سبعة نفر فلم یبایعوه منهم سعد بن ابی وقاص و منهم ابن عمر (الی ان قال) و لم یتخلف احد من الانصار الا بایع فیما نعلم [4] و فی الاستیعاب لابن عبد البر (قال) کان ابو موسیٰ الاشعری منحرفاً عن علی رضی الله عنه [5] و فی دول الاسلام للذهبی قال و تخلف عنها جماعة من سادة الصحابة منهم سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و زید بن ثابت و ابن عمر و ابو موسیٰ الاشعری [6] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة ست و ثلاثین فیها ارسل علی اعماله الی البلاد فبعث الی الکوفة عمارة بن شهاب و کان من المهاجرین و ولی عثمان بن حنیف الانصاری البصرة و عبد الله بن عباس الیمن و ولی قیس بن سعد بن عبادة الانصاری

سهل بن حنیف الانصاری

چنانچہ عمارہ بن شہاب مہاجر کو کوفے میں متعین کیا۔ عثمان بن حنیف انصاری کو بصرے کا والی قرار دیا۔ عبداللہ بن عباس کو یمن بھیجا۔ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو مصر کا عامل مقرر فرمایا۔ سہل بن حنیف انصاری کو شام کی حکومت دی۔

اور روضۃ الاحباب[۱] میں ہے کہ بحرین کی حکومت معبد بن عباس کے ساتھ مخصوص فرمائی۔ سماحہ بن عباس کو تہامہ کے تاج امارت سے عزت بخشی۔ عون بن عباس کو اہل یمامہ کا مقتدا کیا۔ اور حرم محترم کا منصب سقایہ اور چاہ زمزم کی محافظت کا مرتبہ قثم بن عباس کو مرحمت فرمایا۔ علامہ ابن جریر[۲] طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت لی اور اجازت پانے پر مکے چلے گئے۔

اور روضۃ الاحباب[۳] میں ہے کہ جب طلحہ اور زبیر کوفے اور بصرے کی حکومت سے جس کے وہ خواہاں تھے مایوس ہوئے تو حضرت علیؑ سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی۔

حضرت علی نے فرمایا گو تمہارا مقصود اصلی زیارت خانہ کعبہ اور اس کی آستانہ بوسی نہیں ہے بلکہ تم فتنہ انگیزی کی غرض سے جا رہے ہو۔ مگر بہرکیف میں اجازت دیتا ہوں جہاں چاہو جاؤ۔ اور کنز[۴] العمال میں اُم راشد سے روایت ہے کہ میں نے طلحہ اور زبیر کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ہمارے ہاتھوں نے علیؑ کی بیعت کی ہے۔ ہمارے دلوں نے نہیں کی۔ اُم راشد کہتی ہیں کہ میں نے اس کی اطلاع حضرت علیؑ کو کی تو انہوں نے یہ آیت پڑھی من نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما ٭ یعنی جس نے نقض عہد کیا اس نے خود اپنے نفس کو ضرر پہنچایا اور جس نے ایفائے عہد کیا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

---

[۱] و در روضۃ الاحباب است کہ ولایت بحرین را بہ معبد بن عباس مخصوص ساخت و سماحہ بن عباس را بتاج امارت تہامہ بیاراست و پیشوائی اہل یمامہ بہ عون بن عباس تفویض فرمود و منصب سقایہ حرم محافظت چاہ زمزم بکف کفایت قثم بن عباس در آورد ۱۲ [۲] قال ابن جریر فی تاریخہ استاذن طلحہ والزبیر علیا فی العمرۃ فاذن لہما فلحقا بمکۃ [۳] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں طلحہ و زبیر از امارت بصرہ و کوفہ مایوس شدند۔ بملازمت جناب ولایت مآب شتافتند و استئذان گزاردن عمرہ نمودہ رخصت یافتند و روایتے آں کہ آں جناب بایشاں گفت بدرستے کہ مقصود کلی شما زیارت خانہ و تقبیل آستانہ نیست (الی ان قال) و اکنوں بہ فتنہ انگیزی می روید دستوری و آنچہ شما را بر جا کہ می خواہید بروید [۴] و فی کنز العمال عن ام راشد قالت سمعت طلحۃ والزبیر یقول احدہما لصاحبہ بایعتنا ایدینا ولو تبایع قلوبنا فقلت لعلی فقال علی من نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ ۲۳ فسیؤتیہ اجرا عظیما ٭

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ نعمان بن بشیر حضرت عثمان کا لباس خون آلود لے کر شام میں گئے جہاں معاویہ حضرت عثمان کا کرتہ منبر میں اس غرض سے لٹکاتے تھے کہ اہل شام کو حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ کے لئے جوش دلائیں۔ چنانچہ اس کرتے کو دیکھ کر اہل شام کا غیظ و غضب حضرت کی نسبت بڑھتا جاتا تھا۔

تاریخ کامل ابن اثیر[2] میں ہے کہ جس زمانے میں حضرت عثمان محصور تھے حضرت عائشہ مکے چلی گئیں تھیں جب وہاں سے پھر انہوں نے مدینے کی جانب معاودت کی تو مقام سرف قبیلہ بنی لیث کا ایک شخص عبید بن ابی سلمہ ملا اور اس نے حضرت عائشہ کے پوچھنے پر بیان کیا کہ عثمان مقتول ہوئے۔ حضرت عائشہ نے دریافت کیا کہ پھر کیا ہوا۔ عبید نے کہا کہ لوگوں نے علیؑ کی بیعت پر اجتماع کیا یہ سن کر حضرت عائشہ پھر مکے کی جانب واپس ہوئیں اور کہنے لگے کہ عثمان ظلم سے مقتول ہوئے واللہ میں ان کے خون کا بدلا لوں گی۔ عبیدہ بولا کہ یہ کیوں! خدا کی قسم تم تو پہلے ہی ان سے برگشتہ ہو کر کہتی تھیں کہ "قتل کرو نعثل کو یہ کافر ہو گیا ہے" حضرت عائشہ نے کہا کہ لوگوں نے حضرت عثمان سے توبہ بھی کرائی اور پھر انہیں قتل بھی کیا۔ اور یہ قول کہ قتل کرو نعثل کو صرف میرا ہی نہ تھا بلکہ اوروں کا بھی تھا۔ مگر جو بات میں اب کہہ رہی ہوں یہ قول اول سے بہتر ہے۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[3] میں ہے کہ پھر حضرت عائشہ مکے واپس گئیں اور جب باب المسجد

---

[1] قال ابوالفدا وسار النعمان بن البشیر الی الشام ومعه ثوب عثمان الملطخ بالدم وکان معاویة یعلق قمیص عثمان علی المنبر لیحرض اهل الشام علی قتال علی واصحابه وکلما راٰی اهل الشام ذلک ازدادوا غیظا [2] قال ابن الاثیر فی الکامل ان عائشة کانت خرجت الی مکة وعثمان محصور ثم خرجت من مکة ترید المدینة فلما کانت بسرف لقیها رجل کان یسرف لقیها رجل من بنی لیث یقال له عبید بن ابی سلمة فقالت له مهیم قال قتل عثمان قالت ثم صنعوا ماذا اماذا قالت اجتمعوا علی بیعة علی (الی ان قال) فقالت ردونی فانصرفت الی مکة وهی تقول قتل عثمان مظلوما والله لاطلبن بدمه فقال لها ولم والله ان اول من امال حرفه لانت ولقد کنت تقولین اقتلوا نعثلا فقد کفر قالت انهم استتابوه ثم قتلوه وقد قلت وقالوا وقولی الاخیر خیر من قولی الاول ۱۲ [3] قال ابن جریر الطبری فانصرفت الی مکة فنزلت علی باب المسجد (الی ان قال) واجتمع الیها الناس فقالت یا ایها الناس ان عثمان قتل مظلوما والله لاطلبن بدمه۔

کے پاس اتریں تو لوگ ان کے حضور میں جمع ہوئے حضرت عائشہ نے کہا ایہا الناس عثمان ظلم سے مقتول ہوئے اور خدا کی قسم ان کے خون کا بدلہ لوں گی۔

کتاب عقد الفرید[1] میں محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ جب تک حضرت کی بیعت منعقد نہ ہوئی ان پر خون حضرت عثمان کا اہتمام نہ کیا گیا تھا مگر بیعت کے بعد ہی لوگوں نے ان کو متہم کرنا شروع کیا۔

سیوطی[2] نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر مدینے سے نکل کر سیدھے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں حضرت عائشہ کے ساتھ ہو گئے۔

تاریخ ابوالفدا[3] میں ہے کہ جب عبداللہ بن عباس حضرت علیؑ کی جانب سے عامل مقرر ہو کر یمن کو گئے اور انہوں نے یعلی بن منیہ عامل سابق سے حکومت یمن سے چارج لیا تو یعلے بن منیہ محاصل یمن (جو کچھ اس کی تحویل میں تھا) لے کر مکہ معظمہ چلا آیا۔ اور وہاں اس نے حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر کی شرکت کر کے محاصل یمن انہیں کو سپرد کر دیا۔

مروج الذہب[4] مسعودی میں ہے کہ جب حضرت عثمان قتل ہوئے اور حضرت علیؑ کی بیعت کی گئی اس زمانے میں حذیفہ بن الیمان کوفے میں علیل تھے جس وقت انہوں نے

---

[1] روی فی عقد الفرید عن محمد بن سیرین قال ما علمت ان علیا اتہم فی دم عثمان حتی بویع فلما بویع اتہمہ الناس [2] وقال السیوطی فی تاریخ الخلفاء خرج طلحۃ والزبیر الی مکۃ وعائشۃ رضی اللہ عنہا بہا تاخذاہا [3] قال ابوالفداء ومضی عبداللہ بن عباس الی الیمن وکان العامل بہا من جہۃ عثمان یعلی بن منیہ فولیہا عبداللہ وخرج یعلی واخذ ما کان حاصل من المال والحق بمکۃ وسار مع عائشۃ وطلحۃ والزبیر وسلم الیہم المال [4] قال المسعودی فی مروج الذہب وقد کان حذیفۃ بن الیمان علیلا بالکوفۃ فی سنۃ ست وثلاثین فبلغہ قتل عثمان وبیعۃ الناس لعلی فقال اخرجونی وادعوا الصلوۃ جامعۃ فوضع علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی النبی والہ ثم قال ایہا الناس قد بایعوا علیا فعلیکم بتقوی اللہ وانصروا علیا ووازروہ فواللہ انہ لعلی الحق اولا واخرا وانہ لخیر من مضی بعد نبیکم ومن بقی الی یوم القیامۃ ثم اطبق یمینہ علی یسارہ ثم قال اللہم اشہد انی قد بایعت علیا والحمد للہ الذی ابقانی الی ہذا الیوم (الی ان قال) ومات حذیفۃ بعد ہذا الیوم بسبعۃ ایام وقیل باربعین۔

حضرت عثمان کے قتل اور حضرت علیؑ کی بیعت کی خبر سُنی تو کہا کہ مجھے مسجد میں لے چلو اور الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا کرو۔ پھر حذیفہ منبر پر بٹھا دئیے گئے۔ اور انہوں نے بعد حمد و صلوٰۃ کہا کہ ایہا الناس آگاہ ہو کہ علیؑ ابن ابی طالب کی بیعت کی گئی۔ پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ اختیار کرو اور حضرت علیؑ کی نصرت پر مستعد ہو جاؤ۔ کیوں کہ بخدا وہ اوّلاً اور آخراً حق پر ہیں اور تمہارے نبی کے بعد جو لوگ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے ان سب سے بہتر ہیں۔ بعدازاں خلیفہ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ خداوندا گواہ رہنا کہ میں نے علیؑ کی بیعت کی اور تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا۔ اس کے بعد ساتویں یا چالیسویں دن حذیفہ کا انتقال ہو گیا۔

کتاب استیعاب[1] میں ہے کہ حذیفہ بزرگ ترین اصحاب رسول میں سے تھے۔ اور اسد الغابہ[2] میں ہے کہ حذیفہ منافقوں کے جاننے میں رسول اللہ کے رازدار تھے۔ اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ[3] میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے حذیفہ کو نفاق کی پہچان بتا دی تھی اور منافقوں کے ناموں پر مطلع کر دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص منافق ہیں۔

احیا العلوم[4] غزالی میں ہے کہ حضرت عمر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ اے حذیفہ تم منافقوں کو جانتے ہو رسول اللہ کے رازدار ہو پس مجھ میں تو کوئی علامت نفاق کی نہیں پاتے۔

محدث جمال الدین کتاب روضۃ الاحباب[5] میں لکھتے ہیں کہ بحالت قیام مکہ ایک

---

[1] قال فی الاستیعاب کان حذیفۃ من کبار اصحاب رسول اللہ [2] وفی الاسد الغابۃ قال حذیفۃ صاحب سر رسول اللہ فی المنافقین [3] ومحدث دہلوی در مدارج النبوۃ می فرماید کہ تعلیم کردہ بود آں حضرت صلعم او را اصناف نفاق و دانا شدہ بود و دولت داشتہ بود شناختن اسماء ایشاں را کہ کدام اند [4] وفی الاحیاء العلوم للغزالی کان یسأل عمر رضی اللہ عنہ حذیفۃ ویقول انت صاحب سر رسول اللہ فی المنافقین فہل تری علیّ شیئاً من آثار النفاق [5] در روضۃ الاحباب است کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بکہ بخانہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا رفت چوں وے نیز از مدینہ بعزم حج گزاردن بمکہ رفتہ بود و بعد از تقدیم مراسم تسلیم و تحیت باو رسے گفت اے دختر ابو امیہ ہر آئینہ تو اوّل ظعینہ ہستی کہ در راہ خدا و رسول ہجرت کردی و بواسطہ شرف فراش حضرت رسالت علیہ السلام در فیع القدری و از میان امہات المومنین بخواص و مزایا ممتازے و بر تو پوشیدہ نباشد کہ جماعتے از غوغائیان و دامیہ مدینہ امیر المومنان عثمان بن عفان خون او را و ریختہ اند و ابتعلل آوردہ اند و اکنوں جمعے از ہوا داران آں خلیفہ مقتول و مظلوم کہ وآں را و در آمدہ اند۔ کہ از قاتلان او انتقام کشند و ایشاں را بہ قصاص رسانند و مرا اخبار کردند کہ عبداللہ بن عامر او در بصرہ صد ہزار شمشیر مہیا ساختہ ہمہ ایشاں برائے واقعہ عثمان غضبناک و جملہ طالب خون او گشتہ اند و من می ترسم کہ میان مسلمانان بر سر ایں قضیہ محاربہ و مقاتلہ واقع گردد چہ شود اگر در مسیر بجانب بصرہ با ما موافقت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳ پر)

دن حضرت عائشہ حضرت اُمِ سلمہ سے ملنے کو گئیں جو حج کے لیئے مکّے آئی تھیں اور بعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۲) فرمائی شاید کہ خداوند تعالیٰ بسبب با اصلاح این امر نماید و عقدہ تعویق از قصاص خون عثمان بن عفان
ازیں جہت کشاید راوی گوید پس ام سلمہ بسخن درآمد و گفت اے دختر ابوبکر تو بخون عثمان باز خواست می کنی و
بخدا سوگند کہ از اشد مردمان تو بودی از روئے قہر و غضب و او را ہیچ نام نمی خواندی مگر بہ نعثل و می گفتی لعن اللہ
نعثلاً قتل نعثلا۔ و می روز او را سب و شتم می کردی و بہ کفر منسوب می ساختی و امروز امیر المومنین و خلیفہ مقتول
و مظلوم می گوئی و خود را در قضیہ او بصورت اہل تعزیت و مصیبت می نمائی و موافقت می کنی با جماعتے کہ بر علی بن
ابی طالب خروج می کنند چہ مناسب با تو دارد و در طلب خون عثمان حالاں کہ وے مرد یست از بنی عبد مناف و
تو ضعیف از بنی تیم و یحک اے عائشہ متفق با طائفہ می شوی کہ خروج می کنند بر علی بن ابی طالب کہ میان او و
حضرت رسالت صلعم سلسلۂ اخوت متصلت بر محکم است و پسر عم رسول و زوج بتول است و مرتبہ خلافت و ریاست
و وراثت در میان اہل روزگار وے را مسلم جمہور مہاجر و انصار را از حضار اصحاب مدینہ با او بیعت نمودہ بخلافت
و حکومت عامۂ اہل اسلام او را قبول فرمودہ اند و شمّہ از فضائل و کمالات و خصائل و حالات علی بن ابی طالب
بر عائشہ خواند عبداللہ بن زبیر بر در سرائے ام سلمہ ایستادہ بود و جملہ سخنان او را کہ با عائشہ می گفت بہ تفصیل می
شنود از بیرون سرائے بانگ بر اُم سلمہ زد کہ اے دختر ابو اُمیہ ما ترا شناختہ بودیم عداوت ترا با آل زبیر (الی
ان قال) ام سلمہ از اندرون سرائے بجواب عبداللہ مشغول گشتہ گفت تو و پدر تو مرا و را می برید (الی ان قال)
گمان می بری مہاجر و انصار را کہ راضی و خوشنود شوند بہ پدر تو زبیر و مصاحب او طلحہ و علی در سلک احیاء باشد و
حالاں کہ وے بقول پیغمبر علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات ولی ہر مومن و مومنہ بود عبداللہ بن زبیر گفت ما ایں
حدیث را از زبان آں سرور در ہیچ ساعتے از ساعات نشنیدہ ایم۔ اُم سلمہ گفت اگر تو نشنیدہ خالۂ
تو کہ عائشہ است شنیدہ و اینک خالۂ تو حاضر است بپرس کہ شنیدہ یا نے بتحقیق کہ ما شنیدہ ام از پیغمبر صلعم
کہ می فرمود علیٌ خلیفتی علیکم فی حیاتی و بعد مماتی فمن عصاہ فقد عصانی اے عائشہ گواہی
مید ہی کہ از آں سرور چنیں شنیدہ عائشہ گفت آرے۔ آں گاہ ام سلمہ از روئے نصیحت و نیک خواہی گفت اے عائشہ
بپرہیز از خدائے و در نفس خود را مے کہ ترا رسول صلعم از آں ترسانیدہ و مباش صاحبہ سگان حوائب و گفت اے
عائشہ سوگند مید ہم ترا بخدا کہ از پیغمبر صلعم نشنیدی کہ می فرمود کہ بسے نگذرد از شب یا روز کہ سگان آب حوائب بر یکے از ازواج من صاحبا
کنند و آں زن کہ ایں واقعہ او را پیش آید در میان اہل بغی و فساد و فتنہ و عناد باشد و در آں زمان کہ حضرت ایں می فرمود
من آمدئے کوزہ در دست داشتم از نہایت اضطراب و قلق از دست من بیفتاد آں سرور بجانب من کرد و التفاتے فرمود موجب
اضطراب و افتادن آں آمدئے آب از من پرسید گفتم یا رسول اللہ اضطراب و قلق من از خوف آنست کہ مبادا آں زن
باشم آں سرور تبسمی فرمود و بجانب تو نگاہے کردہ گفت من گمان می برم کہ آں زن تو باشی اے حمیرا عائشہ ام سلمہ را در روایت ایں
حدیث تصدیق نمود آنگاہ ام سلمہ با عائشہ گفت باید کہ فریب نیابی از طلحہ و زبیر و گمان نبری کہ اگر وبال و نکال ارتکاب ایں کار از
خدائے عزوجل بہ تو رسد ایشاں در دفع آں نفعے بہ تو توانند رسانید پس عائشہ بسیار ملول پشیمان از مجلس ام سلمہ برخاست و از نفس

پایا تاہم اگر رہاش شکر بجانب بصرہ ... کی من محمود امقتول واز صف سپاہ معزول و بزرقا مات موصل می سازم یا آں کہ سر و کلیان ...

رسم سلام حضرت عائشہ نے حضرت اُم سلمہ سے کہا کہ اے بنت ابی امیہ تم اول وہ بی بی ہو جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اور بواسطہ شرف زوجیت نبی تمہاری شان و منزلت عظیم ہے اور تم امہات المومنین میں اپنے فضائل کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہو۔ غالباً تم پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ بلوائیوں کی ایک جماعت نے امیر المومنین عثمان کو ان کے گھر میں گھس کر قتل کیا۔ اب اس خلیفۂ مقتول کے ہواداریوں نے ارادہ کیا ہے کہ قاتلوں سے انتقام لیں اور مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ عبداللہ بن عامر نے بصرے میں ایک لاکھ فوج مسلح فراہم کی ہے۔ اور وہ سب حضرت عثمان کے واقعے پر غضبناک اور طالب قصاص ہیں۔ میں ڈرتی ہوں کہ قضیے کی وجہ سے مسلمانوں میں محاربہ اور مقاتلہ واقع ہوگا۔ کیا ہو اگر سفر بصرہ میں تم بھی میرے ساتھ موافقت کرو۔ شاید خدا ہم لوگوں کے سبب سے اس کی اصلاح کر دے اور خون عثمان کے قصاص کا عقدہ تعویق کھول دے۔ ام سلمہ نے کہا کہ اے دختر ابوبکر تم خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتی ہو حالاں کہ قسم بخدا تم ان پر سب سے زیادہ غضبناک تھیں اور ان کو نعثل کے نام سے یاد کر کے کہا کرتی تھیں کہ خدا لعنت کرے نعثل کو اور قتل کرے نعثل کو۔ پس یہ عجیب بات ہے کہ کل تو تم ان کو سب وشتم کے ساتھ یاد کر کے کفر سے منسوب کرتی تھیں اور آج ان کو امیر المومنین اور خلیفۂ مقتول و مظلوم کہتی ہو اور ان کے معاملے میں اہل تعزیت و مصیبت بن کر اس جماعت کا ساتھ دیتی ہو جس نے علیؑ پر خروج کیا ہے۔ سنو طلب خون عثمان کے متعلق تمہارا خیال بالکل نامناسب ہے کیوں کہ وہ بنی عبد مناف سے تھے اور تم بنی تیم ہو۔ اے عائشہ افسوس ہے کہ تم اس گروہ سے موافقت کرتی ہو جس نے علی بن ابی طالب پر لشکر کشی کی ہے۔ حالاں کہ علیؑ رسول مقبولؐ کے بھائی اور داماد اور فاطمہؑ زہرا کے شوہر ہیں (اے عائشہ) علیؑ کا مرتبہ خلافت ریاست و وراثت اہل روزگار کے نزدیک مسلم ہے اور اصحاب مہاجر و انصار نے ان کے مرتبہ خلافت کو قبول کر کے ان کی بیعت اختیار کی ہے۔ اس کے بعد حضرت اُم سلمہ نے حضرت علیؑ کے بعض فضائل و خصائل کا ذکر کیا۔ عبداللہ بن زبیر گھر کے بیرونی در پر کھڑے ہوئے یہ سب باتیں سن رہے تھے وہیں سے انہوں نے آواز دی کہ اے ام سلمہ تم کو آل زبیر سے جو عداوت ہے اس کو میں جانتا ہوں۔ اُم سلمہ نے اندر سے جواب دیا کہ تم ہی باپ بیٹے تو عائشہ کے لے جانے پہ تلے ہو۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ علیؑ کی زندگی میں مہاجرین و انصار تمہارے باپ زبیر اور ان کے مصاحب طلحہ کو اختیار کرنے پر راضی ہوں گے۔ حالاں کہ بقول پیغمبر علیہ السلام علیؑ ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ میں نے یہ حدیث رسول کی زبان سے کبھی نہیں سنی۔ ام سلمہ نے کہا کہ اگر تم نے نہیں سنی تو تمہاری خالہ عائشہ نے سنی ہے ان سے پوچھ

و اور میں نے تو رسول مقبولؐ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سُنا کہ علیؑ میری زندگی میں اور میرے بعد ترتیب پر میرے خلیفہ ہیں۔ جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اے عائشہ بولو تم نے یہ حدیث رسول اللہ سے سُنی ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ ہاں میں نے سنی ہے پیام سلمہ نے بطور نصیحت حضرت عائشہ سے کہا کہ اے عائشہ جب تم کو پیغمبر خدا نے خوف دلایا ہے اس سے ڈرو اور صاحبہ کلاب حوأب نہ ہو۔ اے عائشہ میں قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے رسول خداؐ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سُنا کہ عنقریب میری ایک بی بی پر حوأب کے کتے شور کریں گے جو شریک اہل بغاوت و فساد ہوگی اور جس وقت آنحضرتؐ یہ ارشاد کیا اس وقت جو ظرف میرے ہاتھ میں تھا غایت اضطراب کی وجہ سے گر گیا۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے سبب اضطراب دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس خیال سے مضطرب ہوئی کہ کہیں وہ بی بی میں نہ ہوں۔ آنحضرتؐ نے تبسم فرما کر اور تمہاری طرف دیکھ کر ارشاد کیا کہ اے حمیرا میرا گمان ہے کہ وہ بی بی تو ہے۔ حضرت عائشہ نے حضرت اُم سلمہ کے اس بیان کی تصدیق فرمائی۔ حضرت ام سلمہ نے کہا کہ اے عائشہ طلحہ اور زبیر کے فریب میں نہ آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ وہ تم کو اس فعل کے وبال سے بچالیں گے۔ حضرت ام سلمہ کی باتیں سُن کر حضرت عائشہ وہاں سے بادل ملول اٹھیں اور فسخ عزم بصرہ کا عذر و حیلہ سوچنے لگیں۔ عبداللہ بن زبیر نے یہ حال محسوس کر کے فریاد کی کہ اے خالہ اگر تم اس لشکر کے ساتھ بصرے کی جانب رُخ نہ کروں گی تو میں خود کشی کر لوں گا یا دیوانہ وار صحرا کی راہ لوں گا اور وہاں کے درندوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ لوگوں نے آکر حضرت عائشہ کو سمجھایا کہ وہ ابن زبیر کی خاطر شکنی نہ کریں پس حضرت عائشہ کا پہلا خیال پھر راسخ ہوگیا اور عزم سفر کا انھوں نے اعراض نہ فرمایا۔

اور عقد الفرید[1] میں ہے کہ جب حضرت عائشہ نے بصرے کا قصد کیا تو زید ابن صوحان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ عائشہ ام المومنین کی طرف سے فرزند مخلص زید بن صوحان کو بعد سلام کے

---

[1] وفی العقد الفرید قال کتبت عائشه الی زید بن صوحان اذ اقدمت البصرة من عائشة ام المومنین الی ابنها الخالص زید بن صوحان سلام علیك اما بعد فان اباك کان راساً فی الجاهلیة وسیداً فی الاسلام وانك من ابیك بمنزلة المصلی من السابق یقال کاد اولحق وقد بلغك الذی کان فی الاسلام من مصاب عثمان بن عفان و نحن قادمون علیك والعیان اشفی لك من الخبر فاذا اتاك کتابی هذا فثبط الناس عن علی بن ابیطالب وکن مکانك حتی یاتیك امری والسلام فکتب الیها من زید بن صوحان الی عائشة ام المومنین سلام علیك اما بعد فانك امرت بامر وامرنا بغیره امرت ان تقری فی بیتك وامرنا ان نقاتل الناس حتی لا تکون فتنة فترکت ما امرت به وکتبت تنهانا عما امرنا به والسلام۔

معلوم ہو کر تمہارے باپ زمانہ جاہلیت میں بھی سردار رہے اور عہد اسلام میں بھی اور تم اپنے باپ کے اسی طرح قدم بہ قدم ہو جس طرح گھوڑ دوڑ میں اسپ مصلی اسپ سابق سے نزدیک یا ملحق ہوتا ہے۔ تم نے حضرت عثمان کا وہ مصیبت خیز واقع سنا ہی ہوگا جو اسلام میں پیش آیا۔ اب ہم تمہاری طرف آرہے اور ہمارے آنے سے تمہاری پوری تشفی ہو جائے گی کیوں کہ مشاہدہ خبر سے زیادہ تشفی بخش ہوتا ہے پس جب یہ میرا خط تمہارے پاس پہنچے تو لوگوں کو علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ شریک ہونے سے روکو اور تاحکم ثانی اپنی جگہ پر موجود رہو۔ والسلام۔ زید بن صوحان نے اس کے جواب میں لکھا کہ زید بن صوحان کی جانب سے ام المومنین عائشہ کے بعد سلام کے معلوم ہو کہ ایک امر کا تم کو حکم دیا گیا ہے اور ایک امر کا ہم کو۔ تم کو تو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہو۔ اور ہم کو یہ حکم دیا گیا کہ مخالفین سے اس وقت تک قتال کریں کہ فتنہ فرو ہو جائے۔ پس تعجب ہے کہ جس بات کا تم کو حکم دیا گیا ہے اسے بھی تم نے ترک کیا اور جس بات کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اس سے بھی مانع ہوتی ہو۔ والسلام۔

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ یعلی بن منیہ نے اپنا اونٹ جس کا نام عسکر تھا اور جسے اس نے سو دینار یا اسی دینار کو خرید کیا تھا۔ حضرت عائشہ کی سواری کے لئے نذر کیا۔

کتاب حیاۃ[2] الحیوان دمیری میں ہے کہ جب حضرت عائشہ کا قافلہ بصرے کی جانب روانہ ہو کر چشمۂ حواب پر پہنچا تو وہاں کے کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ مضطرب ہو کر بولیں کہ مجھے واپس لے چلو میں نے رسول اللہ کو (اپنی بیبیوں سے) یہ کہتے ہوئے سُنا کہ تم میں سے اس بی بی کا کیا حال ہوگا جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔

اور مستدرک[3] حاکم میں قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ جب حضرت عائشہ دیار بنی عامر پہنچیں تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے۔

---

[1] قال ابوالفداء واعطی یعلی بن منیۃ عائشۃ الجمل المسمی بعسکر اشتراہ بمائۃ دینار وقیل بثمانین فرکبتہ [2] قال الدمیری فی حیوۃ الحیوان ولما خرجت عائشۃ مرت بماء یقال لہ الحواب فنبحتہا الکلاب فقالت ردونی ردونی سمعت رسول اللہ صلعم یقول کیف باحدٰکن اذا نبحتہا کلاب الحواب [3] واخرج الحاکم فی المستدرک عن قیس بن ابی حازم قال لما بلغت عائشۃ بعض دیار بنی عامر نبحت علیہا الکلاب فقالت ای ماء ھذا قالوا الحواب ما اظننی الا راجعۃ سمعت رسول اللہ صلعم یقول کیف باحدٰکن اذا نبحتہا کلاب الحواب۔

حضرت عائشہ نے پوچھا کہ اس چشمے کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا حواب حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اب سوا لوٹ چلنے کے اور کوئی بات میرے ذہن میں نہیں آتی۔ کیوں کہ میں نے رسول اللہ اپنی بیبیوں سے یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تم میں سے اس کا کیا حال ہوگا۔ جس پر حواٗب کے کتے بھونکیں گے۔

اور روضۃ الاحباب[1] سے ملخصاً منقول ہے کہ جب راہ میں کتے جمع ہو کر بھونکنے لگے تو حضرت عائشہ نے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے!

کہا گیا کہ حواٗب۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہ کہنے لگیں کہ مجھے یہاں سے لوٹاؤ۔ مجھے یہاں سے لوٹاؤ ——— میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ میری ایک بی بی پر حواٗب کے کتے شور کریں گے۔ اے حمیرا اس بات سے ڈر کہ وہ بی بی تو ہو۔ اور تاریخ کامل[2] میں ہے کہ (جب چشمہ حواٗب پر کتوں نے بھونکنا شروع کیا تو) حضرت عائشہ نے چلّا کر کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے رسول اللہ کو اپنی بیبیوں سے یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تم میں سے ایک بی بی پر حواٗب کے کتے بھونکیں گے۔ بعد ازاں حضرت عائشہ نے اونٹ کو مار کر بٹھا دیا۔ اتنے میں عبداللہ بن زبیر نے پہنچ کر ان کی تسلی دی اور کہا کہ جس نے اس مقام کا نام حواٗب بتایا وہ جھوٹا ہے۔ اور تاریخ مروج الذہب[3] مسعودی میں ہے کہ جب حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر کا قافلہ روانہ

---

[1] و از روضۃ الاحباب ملخصاً منقول است کہ چوں شتر عائشہ در گذر آمد سگان آں موضع جمل گشتہ نباح و صیاح آغاز کردند عائشہ پرسید کہ ایں چہ آب است مسئول گفت ایں آب حواٗب است عائشہ گفت باز گردانید مرا۔ باز گردانید مرا من شنیدہ ام از رسول خدا کہ می فرمود کہ می بینم زنے از زنان خود را کہ سگان حواب بر آں بانگ کنند اے حمیرا ترساں باش از خدائے ازاں کہ آں زن تو باشی ۱۲ [2] و فی الکامل فصرخت عائشۃ باعلی صوتہا و قالت انا للہ و انا الیہ راجعون انی سمعت رسول اللہ صلعم یقول و عندہ نسائہ لیت شعری ایتکن تنبحہا کلاب الحواٗب ثم ضربت عضد بعیرہا فاناخۃ (الی ان قال) فقال لہا عبد اللہ ابن الزبیر انہ کذب [3] و فی مروج الذہب للمسعودی سار القوم نحو البصرۃ فانتہوا فی اللیل الی ماء یعرف بالحواٗب علیہ ناس من بنی کلاب فبعث کلابہم علی الرکب فقالت عائشۃ ما اسم ھذا الموضع فقال لہا السائق لجملہا الحواٗب فاسترجعت وذکرت ما قیل لہا فی ذالک فقالت ردونی الی حرم رسول اللہ صلعم لا حاجۃ لی فی المسیر فقال ابن الزبیر باللہ ما ھذا الحواب ولقد غلط فیما اخبرک بہ وکان الطلحۃ فی ساقۃ الناس فلحقہا فاقسم انا لیس ذالک ۲

۲۲ بالحواٗب وشہد معہما خمسون رجلا ممن کان معہم فکان ذالک اول شہادۃ زور اقیمت فی الاسلام۔

ہو کر شب کو چشمۂ حواب پر پہنچا تو وہاں کچھ لوگ بنی کلاب کے جمع تھے۔ ان کے کُتّے سواروں کو دیکھ کر بھونکنے لگے۔

حضرت عائشہ نے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے؟ شتربان نے کہا کہ حواب یہ سنتے ہی حضرت عائشہ کی زبان سے کلمۂ انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا اور وہ کہنے لگیں کہ مجھے یہاں سے حرم رسول کی جانب واپس لے چلو مجھ کو اس سفر سے کچھ کام نہیں ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے حضرت عائشہ کا اضطراب دیکھ کر کہا کہ خدا کی قسم یہ حواب نہیں ہے۔ جس نے تم سے کہا غلط کہا۔ اس کے بعد طلحہ بھی آ گئے جو پیچھے تھے اور انہوں نے بھی قسم کھا کر کہا کہ یہ حوأب نہیں ہے۔ نیز طلحہ اور ابن زبیر کی موافقت میں ان کے پچاس ہم راہیوں نے گواہی دی کہ اس مقام کا نام حوأب نہیں ہے اور یہ پہلی شہادت زور یعنی جعلی گواہی تھی جو اسلام میں قائم کی گئی۔

نیز روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت تھی جو اسلام میں وقوع پذیر ہوئی۔

ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب[2] میں شعبی سے روایت کی ہے کہ جب طلحہ اور زبیر نے خروج کیا تو ام الفضل بنت حارث نے حضرت علیؑ کو ان کے خروج کا حال لکھ بھیجا۔ حضرت علیؑ نے اس تحریر کو دیکھ کر فرمایا کہ طلحہ اور زبیر کا یہ فعل تعجب خیز ہے۔ رسول مقبولؐ کے بعد ہم کو دعوٰے تھا کہ آنحضرتؐ کے اہل اور جانشین ہم ہیں" اور کوئی شخص آنحضرتؐ کی حجت اور عظمت کو ہم سے نہ چھینے گا۔ مگر ہماری قوم نے اس سے اعراض کیا اور ہمارے اغیار کو ولی امر قرار دیا۔ خدا کی قسم اگر تفرقے کا اندیشہ اور دین کے نابود ہو جانے کا خوف اور کفر کے عود کرنے کا خیال نہ ہوتا تو ہم قوم کی اس کارروائی کو پلٹ دیتے ناچار اپنی پُرسوز مصیبت پر ہم کو صبر کرنا پڑا۔

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ آں گواہی اول شہادت زورے بود کہ در اسلام بہ وقوع پیوست۔

[2] روی ابن البر فی الاستیعاب عن شعبی قال لما خرج طلحۃ والزبیر کتبت أم الفضل بنت الحارث الی علی رضی اللہ عنہ بخروجھم فقال علی العجب لطلحۃ والزبیر ان اللہ عزوجل لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلنا نحن اھلہ واولیاؤہ لا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لو لا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبوء الدین لغیرنا علی مضض ثم وثب الناس علی عثمان فقتلوہ ثم بایعونی وبایعنی طلحۃ والزبیر فلم یصبرا شھرا کاملا حتی خرج الی العراق ناکثین اللھم فخذھما بفتنتھما وفیہ ایضا قال علیؑ واللہ ان طلحۃ والزبیر وعائشۃ لیعلمون انی علی الحق وانھم مبطلون +

پھر ابنائے جنس عثمان پر ٹوٹ پڑے اور ان کے قتل کے مرتکب ہوئے بعد ازاں لوگوں نے میری بیعت کی اور ان بیعت کرنے والوں میں طلحہ وزبیر بھی تھے۔

جنہوں نے اب نکث بیعت کر کے عراق کی طرف خروج کیا ہے۔ الٰہی ان دونوں سے ان کی فتنہ انگیزی کا مواخذہ فرما۔ نیز کتاب موصوف میں ہے کہ حضرت علیؑ نے یہ بھی کہا کہ واللہ طلحہ اور زبیر اور عائشہ کو معلوم ہے کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب حضرت علیؑ نے ام الفضل کا عریضہ ملاحظہ فرمایا تو محمد بن ابی بکر کو بلا کر کہا کہ تمہاری بہن نے کیا آفت برپا کی ہے۔ خدا نے ان کو حکم دیا ہے کہ اپنے گھر میں رہیں باہر نہ نکلیں۔

لوگوں میں ظاہر نہ ہوں۔ اور عائشہ نے خلاف حکم خدا و رسول باہر نکل کر جماعت اہل شقاق کا ساتھ دیا۔ اور دو میرے مقابلہ میں ان مخالفین سے متفق ہو کر خون عثمان کا عوض لینے کے لئے مجھ پر لشکر کشی کی۔ محمد بن ابی بکر نے عرض کیا۔ کہ ان کے باہم متفق ہونے سے آپ کو کسی قسم کا آسیب و ضرر نہ پہنچے گا کیوں کہ پروردگار آپ کے ساتھ ہے نیز روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت عائشہؓ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ بعد حمد خدا و نعت محمد مصطفےٰ عائشہ کو معلوم ہو کہ تم خلاف حکم خدا اور رسول گھر سے نکلی ہو اور جس بات کی تم کو تکلیف نہیں دی گئی۔

اور تمہارے مناسب حال نہیں ہے اس کو تم نے اختیار کیا ہے تمہارا گمان ہے کہ تم مسلمانوں میں اصلاح پیدا کرتی ہوں حالاں کہ جو کچھ تم کر رہی ہو یہ بالکل فساد اور فساد ہے۔

---

[1] ودر روضۃ الاحباب است کہ چوں امیر المومنین علی مکتوب ام الفضل را دید) محمد بن ابی بکر را طلبید و گفت بیں کہ خواہرت چہ کار پیش گرفتہ۔ خدائے تعالےٰ او را امر فرمودہ کہ در خانۂ خویش بماند و از اں جا بیروں نیاید و خود را بہ مردم نہ نماید و او خلاف حکم خدا و رسول کردہ بیروں آمدہ و با جمعے از اہل شقاق النفاق نمودہ براقدام جماعت من یک کلمہ گشتہ۔ طلب بہائے خون عثمان از من می کند کہ محاربہ و مقاتلہ نماید محمد بن ابی بکر بعرض رسانید کہ ہیچ ضررے و آسیبے از اتفاق ایشاں بہ تو نہ خواہد رسید بدرستے کہ خداوند تعالیٰ با تست ۱۲

[2] و نیز در روضۃ الاحباب است کہ امیر المومنین علی مکتوبے بعائشہ رضی اللہ عنہا نوشت کہ بعد از حمد و ثنائے باری تعالیٰ و درود بر محمد مصطفےٰ صلعم اعلام بہ عائشہ آں کہ بیروں آمدۂ تو از منزل خود در حال عصیان تو نافرمانی خدا و رسول و طالب و متصدی امرے گشتۂ کہ آں را از تو برداشتہ اند و ہیچ گونہ مناسبتے بہ تو ندارد و مع ذلک گمان تو ایں است کہ اصلاح مسلمانان می کنی و حال آں کہ ایں فساد و است و خبر دہ مرا کہ زنان را کہ من عند اللہ و من عند رسول اللہ مامور باشند باآں کہ در خانہائے خود نشینند بالشکر چہ کار است (الی ان قال) اے عائشہ بترس از خدائے عزوجل و بخانۂ خویش باز گرد و دراں جا قرار گیر ۱۲

٢١ ذرا بتاؤ کہ عورتوں کو فوج و لشکر سے کام کیا ہے جنہیں خدا نے خانہ نشینی کا حکم دیا ہے اے عائشہ خدا سے ڈرو۔ اپنے گھر واپس جاؤ اور وہاں قرار پکڑو۔

تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر نے بصرے کی جانب خروج کیا تو وہ بھی مع چار ہزار اہل مدینہ کے اس طرف روانہ ہوئے ان چار ہزار آدمیوں میں آٹھ سو انصار اور چار سو وہ لوگ تھے جنہوں نے بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا تھا) حضرت علیؑ نے فوج کی ترتیب اس طرح فرمائی کہ علم لشکر محمد بن حنیفہ کو دیا۔ میمنہ لشکر کی افسری امام حسنؑ کو عطا کی۔ میسرہ لشکر کی سرداری امام حسینؑ کو بخشی۔ سواروں پر عمار بن یاسر کو اور پیادوں پر محمد بن ابی بکر کو امیر مقرر فرمایا اور مقدمۃ الجیش عبداللہ بن عباس کو کیا۔ حاکم نے مستدرک[2] میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی بصرے کی جانب جانے لگے تو وداع کے لئے حضرت ام سلمہ کے پاس گئے۔ ام سلمہ نے کہا کہ بسم اللہ و فی حفظ اللہ خدا کی قسم تم حق پر ہو اور حق تمہارے ساتھ ہے اگر خدا اور اس کا رسولؐ کا حکم یہ نہ ہوتا کہ ازواج نبی اپنے گھروں میں قرار پذیر رہیں تو یقیناً میں تمہارے ساتھ چلتی۔

تاریخ مروج الذہب[3] میں ہے کہ پھر حضرت علیؑ اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہو کر مقام ذیقار میں وارد ہوئے۔

---

[1] قال ابو الفداء ولما بلغ عليا مسير عائشة وطلحة والزبير الى البصرة سار نحوهم فى اربعة الاف من اهل المدينة فيهم اربعمائة ممن بايع تحت الشجرة وثمان مائة من الانصار ورايته مع ابنه محمد بن حنفية وعلى ميمنته الحسن وعلى ميسرة الحسين وعلى الخيل عمار بن ياسر وعلى الرجالة محمد بن ابى بكر الصديق وعلى مقدمته عبد الله ابن عباس

[2] اخرج الحاكم فى المستدرك عن عمرة بنت عبد الرحمن قالت لما سار علي الى البصرة دخل على ام سلمة زوج النبي صلى الله عليه واله وسلم يودعها فقالت سر فى حفظ الله وفى كنفه فوالله انك لعلى الحق والحق معك ولولا انى اكره ان اعصى الله ورسوله فانه امرنا صلى الله عليه وسلم ان نقر فى بيوتنا لسرت معك [3] قال فى

مروج الذهب فسار

على بمن معه حتى

نزل بذى قار

اور روضۃ الاحباب[1] میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ موضع ذیقار میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص ضعیف و نحیف زادہ راہ پیٹھ پر باندھے اور پانی کی چھاگل گلے میں لٹکائے ہوئے پیادہ آرہا ہے لوگ اس بزرگ کو حضرت علیؓ کے پاس لائے۔ جب جانبین سے رسم تحیت و سلام ادا ہو چکی ہے تو اس مرد بزرگ سے پوچھا گیا کہ تمہارا کیا نام ہے اور تم کس قبیلے سے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں اویس کرنی ہوں۔ اے امیر المومنین اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میں سعادت بیعت حاصل کروں حضرت علیؓ نے پوچھا کس بات پر میری بیعت کروگے اویس کرنی نے عرض کیا کہ اس بات پر بیعت کروں گا کہ تمہاری مدد و نصرت کر کے اپنا سر تمہارے قدموں پر نثار کروں۔ تاریخ ابو الفدا[2] میں ہے کہ کوفے کی ایک جماعت تو حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہو کر ان کے لشکر میں داخل ہوئی اور ایک گروہ اہل کوفہ کا حضرت عائشہؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کی فوج میں شامل و لاحق ہوا۔

اور دونوں فریق کی فوجیں مقام خریبہ میں بالکل باہم مقابل و صف آرا ہوئیں۔ اور مروج الذہب[3] میں ہے کہ دونوں لشکروں کے مقابل ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر اپنی فوج سے ارشاد فرمایا:"

ایہا الناس اگر تم فوج مخالف کو شکست دو تو زخمیوں اور قیدیوں کو نہ مارو۔ جو پیٹھ پھیر کر بھاگے اس کے تعاقب میں نہ جاؤ۔ کسی شخص کو برہنہ اور کسی مقتول کو مثلہ نہ کرو اور ان کے اموال کے قریب نہ جاؤ اس مال و متاع کے جو لشکر میں از قسم اسلحہ وغیرہ پڑا ہوا پاؤ اور

---

[1] و در روضۃ الاحباب از عبد اللہ ابن عباس مرویست کہ چوں بموضع ذیقار قرار گرفتم شخصے را دید کہ می آید پیادہ ایست زاد راہ خویش بر ظہر بستہ و رکوہ آب در گردن انداختہ ضعیف و رنگ زرد او را بحضرت امیر المومنین آوردند و بعد از ادائے سنت سنیہ تحیت و سلام و جواب یافتن از جانب خلیفۂ اسلام بہ تعظیم و اکرام و پرسیدن از قبیلہ و تعیین نام گفت من اویس قرنی ام یا امیر المومنین دست بکشائے تا با تو بیعت کنم امیر فرمود بر چہ چیز بیعت با من می کنی۔ گفت بر آں کہ در نصرت و یاری تو زور را فرد بگزارم و سرور قدمت چوں گوئے بے زندرم [2] قال ابو الفداء اجتمع الی علی من الکوفۃ جمع والی عائشۃ وطلحۃ و الزبیر جمع والتقوا بہ کان یقال لہ الخریبۃ [3] وقال المسعودی فی مروج الذہب تقام علی رضی اللہ عنہ فقال ایہا الناس اذا ہزمتموہم فلا تجہزوا علی جریح ولا تقتلوا اسیرا ولا تتبعوا مولیا ولا تکشفوا عورۃ ولا تمثلوا بقتیل ولا تقربوا من اموالہم الا

ما تجدونہ فی عسکرہم

من سلاح او کراع

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ پھر حضرت علیؓ نے زبیر کو بلا کر کہا۔ کہ زبیر تم کو یاد ہوگا۔ کہ ایک دن رسول مقبولؐ کے ساتھ میرا گذر بنی غنم میں ہوا۔

آنحضرتؐ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور میں بھی متبسم ہوا۔ تم نے میرے ہنسنے پر اعتراض کیا تو رسول مقبولؐ نے کہا کہ یہ تبسم بے جا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک روز تم علیؓ سے قتال کر کے ان کے حق میں ظلم کرو گے۔ زبیر نے کہا کہ بیشک مجھے وہ بات یاد آگئی۔ اگر پہلے سے اس کا خیال ہو جاتا تو میں ہرگز یہاں نہ آتا۔

مستدرک[2] حاکم میں حرزہ مازنی سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو زبیر سے یہ کہتے ہوئے سُنا۔ کہ اے زبیر تم کو خدا کی قسم سچ بتاؤ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کہا تھا کہ

"تم علی سے ظالمانہ قتال کرو گے۔ زبیر نے کہا کہ ہاں بالکل سچ ہے مگر میں اس بات کو بھول گیا تھا"

تاریخ[3] ابن جریر طبری میں ہے کہ حضرت علی زبیر سے یہ بھی کہا کہ تم مجھ سے خون عثمان کے طالب ہو حالانکہ خود تم نے ان کو قتل کیا۔ نیز طلحہ سے کہا کہ اے طلحہ تم رسول اللہ کی بی بی کو میدان جنگ میں لڑنے کو لائے ہو اور اپنی بی بی کو تم نے گھر میں پردہ نشین بنا رکھا ہے۔

تاریخ[4] ابن الوردی میں ہے کہ پھر دونوں لشکروں میں جنگ برپا ہوئی۔ حضرت عائشہؓ اس وقت اونٹ پر ہودج میں سوار تھیں اور اس قدر تیر اس ہودج میں لگے تھے کہ وہ خارپشت بن گیا تھا۔

---

[1] قال ابن الوردی و ابو الفدا و قال ودعا علی الزبیر وقال اتذکر یوما مررت مع رسول اللہ صلعم فی بنی غنم فنظر الی فضحکت و ضحک الی فقلت لا یدع ابن ابی طالب زہوہ فقال لک رسول اللہ صلعم انہ لیس بہ زہو و لتقاتلنہ وانت ظالم لہ فقال الزبیر اللھم نعم ولو ذکرۃ ما سرت مسیری ھذا [2] واخرج الحاکم فی المستدرک عن حرزۃ المازنی قال سمعت علیا وھو یناشد الزبیر قال انشدک اللہ یا زبیر اما سمعت رسول اللہ صلعم یقول انک لتقاتلنی وانت لی ظالم قال بلی ولکن نسیت

[3] قال ابن جریر فی تاریخہ وقال علی للزبیر اتطلب منی دم عثمان وقتلتہ وقال لطلحۃ جئت بعرس رسول اللہ صلعم تقاتل بھا وخبأت عرسک فی البیت

[4] قال ابن الوردی ووقع القتال وعائشۃ راکبۃ الجمل فی ھودج وقد صار کالقنفذ من النشاب۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ بالآخر مقاتلہ اور محاربہ اس حد تک پہنچا کہ جانبین کے سپاہیوں اور بہادروں کے سر تیغ بے دریغ سے کٹ رہے تھے اور دشت کارزار خون کا دریا معلوم ہوتا تھا۔

تاریخ ابوالفدا[2] میں کہ مروان بن حکم نے طلحہ کو ایسا تیر مارا کہ وہ بھی مقتول ہوئے۔ حالاں کہ طلحہ و مروان ایک ہی لشکر میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے۔ نیز حاکم نے مستدرک[3] میں۔ ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے روایت کی ہے۔ کہ

طلحہ کو بروز جنگ جمل مروان بن حکم نے قتل کیا۔ اور تاریخ ابن الوردی[4] میں ہے کہ زبیر نے میدان جنگ سے نکل کر مدینہ کی راہ لی۔

اور حبیب[5] السیر میں ہے کہ جب حضرت علیؑ نے یہ دیکھا کہ اہل بصرہ کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے اونٹ کو گھیرے ہوئے ہے اور جنگ سے کسی باز نہیں رہتی تو محمد ابن ابی بکر اور اشتر وغیرہ کو حکم دیا کہ اس اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے متواتر حملے کئے اور اونٹ تک پہنچ کر اس کو پے کیا۔

اور تاریخ ابوالفدا[6] میں ہے کہ حضرت علیؑ کے حکم دینے پر ایک شخص نے اونٹ کو پے کیا تو وہ گر پڑا۔ اور حضرت عائشہ ہودج میں رہیں۔ جب رات ہوئی تو ان کے بھائی محمد بن ابی بکر نے

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ تا مقاتلہ و محاربہ بجدے انجامید کہ سرہائے دلیران و شجاعان از جانبین بہ تیغ بے دریغ بر آں و جویہائے خون در صحرا و ہامون رواں گردید [2] وقال ابوالفداء رمی مروان بن الحکم طلحۃ بسہم فقتلہٗ کلاھما کان مع عائشۃ [3] و اخرجہ الحاکم فی المستدرک عن ابراھیم بن محمد بن طلحۃ قال قتل طلحۃ یوم الجمل قتل مروان بن الحکم [4] قال ابن الوردی وانصرف الزبیر طالبا المدینۃ [5] و در کتاب حبیب السیر منقول است کہ چوں جمعی از اہالیان بصرہ شتر عائشہ صدیقہ را احاطہ نمودہ دست از جنگ باز نمی داشتند بنابر آں شاہ مردان محمد بن ابی بکر و اشتر و جمعی دیگر بدلیران را فرمود کہ آں شتر را پے کنند ایشاں بر اہل بصرہ حالات متواتر نمودہ خود را بشتر رسانیدند و آں شتر بہ و ضرب پے در پے بجمل را پے کردند [6] و تاریخ ابوالفدا قال علی اعقروا الجمل فضربہ رجل فسقط فبقیت عائشۃ فی ھودجھا الی اللیل وادخلھا محمد بن ابی بکر اخوھا الی البصرۃ وانزلھا فی دار عبداللہ بن خلف (الی ان قال) ولما انصرف الزبیر من وقعۃ الجمل طالب المدینۃ مر بوادی بنی تمیم وبہ الاحنف بن قیس فقیل للاحنف ھذا الزبیر قد اقبل فقال قد جمع بین ھذین الغارین (یعنی العسکرین) وترکھم واقبل وفی مجلسہ عمرو بن الجرموز المجاشعی فلما

ان کو بصرے سے جا کر عبداللہ بن خلف کے گھر میں اتار دیا۔ اور مروی ہے کہ زبیر نے میدان جنگ
سے مدینے کی راہ لی تو ان کا گذر چشمۂ بنی تمیم پر ہوا۔ جہاں اخنف بن قیس مقیم تھا۔ لوگوں نے اخنف
سے کہا کہ زبیر یہی ہیں جو میدان جنگ سے چلے آئے۔ اخنف بولا یہی ہیں جو دونوں لشکروں
کے مجتمع اور متقابل ہونے کے باعث ہوئے اور پھر ان کو چھوڑ کر چلے آئے عمرو بن جرموز مجاشعی
جو وہاں بیٹھا ہوا تھا یہ باتیں سن رہا تھا۔ زبیر کے پیچھے ہو لیا اور جس وقت وہ دشت سباع میں
میں پہنچ کر سو گئے تو جرموز نے ان کو اسی حالت میں قتل کر دیا۔ روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ
بعد واقعہ جمل حضرت علیؑ حضرت عائشہؓ کی قیام گاہ پر گئے اس وقت وہ زنان بصرہ کے ساتھ بیٹھی
ہوئی رو رہی تھیں حضرت علیؑ نے بعد حصول اجازت اندر جا کر حضرت عائشہ سے کہا کہ رسول مقبولؐ

[1] در روضۃ الاحباب است کہ بعد از واقعہ جمل جناب ولایت مآب خود بمنزل عائشہ تشریف داد و بعد
از استیذان در آمدن ماذون گشت عائشہ با بعضے زنان اہل بصرہ نشستہ بود و می گریستند امیر المومنین گفت
خطاب ربانی در شان زنان پیغمبر آخر زمانی این است کہ وقرن فی بیوتکنّ و تو متمسک شدی بر خطائے کہ ترا ار و خود را
مرتکب امور گشتی کہ مناسب حال تو نبود و با وجود کہ نسبت قرب و قرابت مرا با حضرت رسالت پناہ صلعم
میدانستی و از آں سرور مکرر شنیدہ بودی کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من عاداہ
طریق موالات را با من مسلوک داشتی و با معاندان من علم مرافقت برداشتی اکنوں صواب آنست کہ بر خطائے
خویش اصرار ننمائی و بسوئے مدینہ در زمان روان گردی و بمنزل کہ حضرت مقدسہ نبویہ آں جا گذاشتہ بود بروے
تا اجل تو در آں خانہ بر تو رسد این بگفت و از نزد او برخاست و نیز در آں کتاب است کہ روز دیگر غنچۂ چمن
نبوت و رسالت و سرو بستان جلالت و بسالت یعنی امام حسین مجتبیٰ را برسم رسالت بخانہ عائشہ فرستاد حسین آمد و
گفت امیر المومنین می فرماید بداں خدائے کہ بشگافت دانہ را و بیافرید آدم زنانہ اگر در ساعت بتجہیز سفر نپردازی پیغامے بتو بگویم و
ترا بتیمہ کنم بر امرے کہ کیفیت آں را تو نیک دانی۔ راوی گوید کہ عائشہ در آں وقت سر خویش را شانہ می کردہ
جانب راست را یافتہ بود و می خواست کہ جانب چپ را بیافد چوں حسن مجتبیٰ این پیغام رسانید عائشہ گیسوئے
چپ را نا بافتہ در زمان از مکان برخاست و با خواص و خدم خویش گفت کہ بار مرا بر راحلہ من نہید و بکار سازی
سفر مدینہ مشغول شوید کہ ہیچ چارہ جز رفتن بمدینہ ندارم۔ و کمال اضطراب در بشرہ وے ظاہر شد زنے از قسام
بصرہ با عائشہ گفت یا ام المومنین عبداللہ بن عباس نزد تو آمد چنین پیام رسانید و تو سخن با او بلند گردانیدی کہ
با ہم آواز ترا در میان متقاعد و مجادلہ با او شنیدیم چنانچہ وے بغضب برخاست و از این خانہ بیرون رفت
و پدر این جوان یعنی امیر المومنین علی نزد تو آمد و با تو سخن راند ہیچ اقبال بقول او ننمودی اکنوں چہ افتاد کہ بقول
پسر او این ہمہ اضطراب است و او عائشہ در جواب و گفت کہ پدرش (علی) بدست او پیغامے فرستادہ و مرا
بر امرے اطلاع دادہ کہ بجز راہ مدینہ ہیچ درمان دوائے دیگر ندارم۔ آں زن از کیفیت آں امر استفسار نمودہ عائشہ
(بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو)

کی بیبیوں کو خدا کا حکم ہے کہ قرن فی بیوتکن یعنی اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ مگر تم نے اشد خطا کی اور ایسے امور کی مرتکب ہوئیں جو تمہارے مناسب حال نہ تھے۔ باوجودیکہ تم میرے اس قرب و قرابت کو جو رسولؐ مقبول سے ہے جانتی تھیں اور خود آنحضرتؐ کو مکرر یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔ الٰہی دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ لیکن پھر بھی تم نے میرے ساتھ دشمنی کا اور میرے دشمنوں کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کیا۔ خیر اب مناسب یہی ہے کہ اپنی خطا پر اصرار نہ کرو۔ اسی وقت مدینے لوٹ جاؤ اور جس مکان میں جناب رسالت مآبؐ نے تم کو چھوڑا تھا تادمِ مرگ اس میں قرار پذیر رہو۔ یہ کہہ کر حضرت علیؑ اٹھے اور وہاں سے چلے آئے۔ نیز کتاب موصوف میں ہے کہ پھر دوسرے دن حضرت علیؑ نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰؑ کو ایک پیام دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا۔ حضرت حسنؑ نے جاکر کہا کہ امیرالمومنینؑ نے تمہیں یہ پیام دیا ہے کہ اگر تم اسی وقت مدینے کی جانب نہ روانہ ہو گی تو بخدا میں تم کو ایک ایسے امر پر متنبہ کروں گی۔ جس کو تم خوب جانتی ہو۔ حضرت عائشہ اس وقت بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں۔ حضرت علیؑ کا پیام سنتے ہی کنگھی کرنا ملتوی کر کے انہیں اور حکم دیا کہ ابھی میرا اسباب راحلے پر بار کر کے سفر مدینہ کا سامان کرو اس وقت حضرت عائشہ کے چہرے سے کمال اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ بصرے کی ایک عورت نے کہا کہ اے امّ المومنین عبداللہ بن عباس نے جب تم کو علیؑ کا پیام پہنچایا تو تم نے کلہ لگا لیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴۔ گفتند حضرت رسالت روزے از غنائم کہ بدست علی رسیدہ بود میان ذوالقربے و یاران خود می فرمود ما نیز از اں نصاب حصہ و نصیبے طلبیدم و دراں طلب والحاح و مبالغہ برآں دسر و از حد اعتدال گذرانیدیم علی ابن ابی طالب زبان را بہ ملامت ما کشودہ و گفت بس است کہ مبالغہ گزدید و الحاح را از حد گزرانید و بد حضرت را طول ساختید و مارا توبیخ بسیار کرد تا نیز او را سخناں خشونت آمیز گفتم و سے ایں آیت را برخواند کہ عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن۔ یعنی شاید بود کہ اگر او دست از شما بردارد و شما را حوزہ مطلقات درآرد پروردگار او بہتر از شما بدل و عوض دہد او را ما نیز در خشونت و درشتی افزودیم رسول صلعم از درشتی و غلظت قول ما۔ کہ با علی ابن ابی طالب نمودیم در غضب و غصہ شد و نظر بجانب علی کرد و فرمود اے علی سن طلاق ایشان را در قبضہ اختیار تو در آوردم و ترا وکیل خود گردانیدم کہ ہر کدام از ایشان را کہ تو از قبل سن طلاق دہی نام او را از دفتر نساء النبی محو شود آنحضرت امر طلاق را طلاق فرمود و فرق میان وحیات و ممات نہ نمود پس علی بن ابی طالب ما را بر ایں معنی تنبیہ می کند و من می اندیشم کہ مبادا بر زبان او چیزے رود کہ تدارک آں تصور نتواں کرد الیٰ ان قال و منقول است کہ چوں ام المومنین بر سفر مدینہ عازم جازم گردید و خبر آں بسمع امیرالمومنین رسید عبداللہ بن جعفر را امر فرمود از بیت المال مسلمین دوازدہ ہزار درہم بنزد عائشہ برد تا در کارسازی سفر مدینہ صرف کند و محمد بن ابی بکر را فرمود تا در آں سفر ملازم خواہر باشد۔

جواب دیا کر وہ منغظ ہو کر چلے گئے ۔ بعد ازاں خود علیؑ نے آ کر تم سے جو کچھ کہا اس کو تم نے قبول نہ کیا ۔ اب یہ حسنؑ نے کون سا پیام پہنچایا ۔ جس پر تم اس قدر مضطرب ہوئیں ۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ علی نے حسن کے ذریعہ سے جو پیام بھیجا ہے اور جس امر پر متنبہ کیا ہے اس نے مجھے ایسا بے چین کر دیا ہے کہ بجز سفر مدینہ کوئی چارہ نہیں ہے ۔ اس عورت نے پوچھا وہ کیا پیام ہے اور کیا بات ہے جس سے تم کو اتنا تردد لاحق ہو گیا ۔

حضرت عائشہ نے کہا بات یہ ہے کہ ایک روز رسول خدا غنائم کو اپنے قرابت داروں اور دوستوں میں تقسیم فرما رہے تھے ۔ میں نے بھی اس میں سے حصہ مانگا اور مانگنے میں حد اعتدال سے زیادہ مبالغہ کیا ۔ اس بات پر علی بن ابی طالب نے مجھے ملامت کر کے کہا کہ بس اب خاموش رہو تم نے حصہ طلب کرنے میں الحاح اور مبالغہ کر کے رسول اللہ کو ملول کر دیا ۔ اس کے جواب میں ، میں نے بھی علیؑ کو خشونت آمیز باتیں کہیں تو علیؑ نے یہ آیت پڑھی عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ ۔ یعنی ممکن ہے کہ رسولؐ تم سے دوست کش ہو جائے اور تمہارے عوض میں خدا اس کو تم سے بہتر بی بیاں عطا فرمائے یہ سن کر میں نے گفتگو اور زیادہ درشتی اختیار کی رسول اللہؐ نے میری سخت کلامی پر غضب ناک ہو کر علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؑ میں نے ان بیبیوں کا طلاق تمہارے قبضہ اختیار میں دیا اور تم کو اپنا وکیل کیا ۔ ان میں سے جس کو میری طرف سے طلاق دو گے اس کا نام دفتر ازواج نبی سے محو ہو جائے گا ۔ نیز آنحضرتؐ نے امر طلاق کو مطلقاً فرمایا تھا ۔ حیات و ممات کا فرق نہیں کیا تھا ۔ چنانچہ علیؑ ابن ابی طالب نے مجھے اسی بات پر متنبہ کیا ہے ۔ جس کو سن کر میں خائف ہوں کہ مبادا ان کی زبان پر ایسا ناگوار یدہ لفظ آ جائے جس کا تدارک ممکن نہ ہو اور منقول ہے کہ جب ام المومنین عائشہ نے سفر مدینہ کا ارادہ فرمایا ۔ تو حضرت علیؑ نے بارہ ہزار درہم سامان سفر کے لئے حضرت عائشہ کے پاس عبد اللہ بن جعفر کے ہاتھ بھیج دیے اور محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ اپنی بہن کو مدینہ طیبہ پہنچا آئیں ۔

تاریخ ابو الفدا[۱] میں ہے کہ جنگ جمل میں فریقین کے دس ہزار آدمی قتل ہوئے اور بعد جنگ مذکور

---

[۱] قال ابو الفداء کانت عدة القتلی یوم الجمل من الفریقین عشرة آلاف واستعمل علی علی البصرة عبد اللہ بن العباس وسار علی الی الکوفة ونزلها و انتظم له الامر بالعراق ومصر والیمن والحرمین وخراسان ولم یبق خارج عنه غیر الشام وفیه معاویة واهل مطیعون له فارسل الیه جریر بن عبد اللہ البجلی لیاخذ البیعة علی معاویة ویطلب منه الدخول فیما (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷ پر)

حضرت علی علیہ السلام عبداللہ بن عباس کو بصرے کا حاکم مقرر کر کے خود کوفے تشریف لے گئے (راوی کہتا ہے کہ) حضرت علیؑ کو عراق، مصر، یمن، حرمین شریفین اور خراسان پر پورا تسلط حاصل ہو گیا صرف ملک شام باقی رہا جو معاویہ کے قبضہ میں تھا اور اہل شام کل ان کے مطیع تھے حضرت علی جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ ان سے بیعت لیں۔

اور کہیں کہ جس بات کو بات کو مہاجرین و انصار نے قبول کیا ہے اس کو وہ بھی اختیار کریں۔ جریر معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے جریر کو لیت ولعل میں لگا رکھا حتی کہ عمرو عاص معاویہ کے پاس وارد ہوئے اور انہوں نے شام کے لوگوں کو طلب خون عثمان میں کوشاں پاکر کہا کہ تم حق پر ہو:

اس کے بعد معاویہ اور عمرو عاص حضرت علیؑ سے جنگ کرنے پر متفق ہوئے اور یہ شرط قرار پائی کہ اگر معاویہ کی فتح ہو تو وہ عمرو عاص کو مصر کا والی کر دیں اور جب یہ امور معاویہ اور عمرو عاص میں طے ہو چکے تو جریر ابن عبداللہ نے شام سے واپس آکر حضرت علیؑ کو ان واقعات کی اطلاع دی۔

حضرت علی یہ حال سن کر کوفے سے معاویہ کی جانب روانہ ہوئے اور عبداللہ بن عباس بھی ان کے پاس مع جماعت اہل بصرہ کے حاضر ہو گئے۔ ادھر معاویہ اور عمرو عاص نے بھی دمشق سے مع گروہ اہل شام حضرت علیؑ کی جانب رُخ کیا اور تاریخ مروج الذہب[1] میں ہے کہ حضرت علی کی روانگی کوفے سے صفین کی طرف ۲۵ شوال ۳۶ھ کو ہوئی۔

مُلا جامی[2] شواہد النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ اثنائے صفین میں حضرت علیؑ کے ہمراہی پیاسے ہوئے

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۶) دخل فیہ المہاجرین والانصار فسار جریر الی معاویۃ فما طلہ معاویۃ حتی قدم عمرو بن العاص علی معاویۃ من فلسطین فوجد اہل الشام یحضون علی الطلب بدم عثمان فقال لہم انتم علی الحق فاتفق عمرو و معاویۃ علی قتال علی و شرط عمرو علی معاویۃ اذا ظفر ان یولیہ مصر فاجابہ الی ذالک (الی ان قال) و لما تم عمرو علی معاویۃ کما ذکرنا و اتفقا علی حرب علی قدم جریر بن عبد اللہ البجلی علی علی فاعلمہ بذالک و سار علی من الکوفۃ الی جہۃ معاویۃ و قدم علیہ عبد اللہ ابن عباس و من معہ من اہل البصرۃ (الی ان قال) و سار عمرو و معاویۃ من دمشق باہل الشام الی جہۃ علی[1] و قال المسعودی فی مروج الذہب سیر علی الی صفین لخمس خلون من شوال سنۃ ست و ثلاثین۔

[2] مولانا جامی در شواہد النبوۃ نوشتہ کہ در وقت توجہ بصفین اصحاب امیر المومنین محتاج باب شدند ہر چند از چپ و راست شافتند آب نیافتند حضرت امیر کرم اللہ وجہ ایشاں را اندکے از جادہ بگزارنید۔ دیرے ظاہر شد در میان بیابان از ساکن آں دیر سوال آب کردند گفت از یں جا تا آب دو فرسنگ است اصحاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۸)

اور ہر چند پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑے مگر کوئی سبیل پانی کی نظر نہ آئی۔

حضرت علی علیہ السلام ان سب کو اس راہ سے کسی قدر پھیر کر آگے بڑھے ناگہاں جنگل میں ایک دیر دکھائی دیا۔ جو شخص اس میں رہتا تھا اس سے لوگوں نے پانی کی درخواست کی اس نے کہا کہ پانی یہاں سے دو کوس پر مل سکتا ہے۔ حضرت علیؑ کے اصحاب نے وہاں جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زحمت اٹھانے کی حاجت نہیں یہ فرما کر آپ نے اپنی سواری کو جانب قبلہ موڑ اور ایک مقام پر پہنچ کر حکم دیا اس جگہ کی زمین کھودو ہنوز وہاں کی تھوڑی سی مٹی کھودی گئی تھی کہ ایک ایسا بڑا پتھر نظر آیا جو کسی آلے سے ٹوٹ نہ سکتا تھا حضرت علیؑ نے کہا کہ دیکھو اس پتھر کے نیچے چشمہ ہے تم لوگ کوشش کر کے کسی طرح اس کو ہٹاؤ۔ سب نے مل کر بہت کوشش کی مگر اس پتھر کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ حضرت علیؑ یہ حال مشاہدہ کر کے سواری سے اُتر پڑے اور آپ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷۔ گفتند اے امیرالمومنین اجازت دہ باآں جا رویم حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمود کہ حاجت ایں نیست وعنان بغلہ خود را بجانب قبلہ تافت پس بجائے رسیدہ اشارت کرد کہ آں را بکاوید چوں مقدارے خاک برداشت سنگے بزرگ پیدا آمد کہ ہیچ آلتے براں کارگر نمی کرد حضرت امیر کرم اللہ وجہہ گفت ایں سنگ بر بالائے آب است جہد کنید تا چند اصحاب۔ مجتمع شدند و جہد کردند نتوانستند کہ آں را از جائے بجنبانند حضرت امیر از بغلہ خود فرود آمدہ آستین را از ساعد بازو فرو شتند انگشت برآں سنگ درآوردہ زور کرد و آں سنگ را از بالائے آں چشمہ دور انداخت آبے ظاہر شد بغایت صافی و شیریں و خنک کہ در آں سفر بہتر از آں آب نخوردہ بودند جملہ آب خوردند و آں مقدار کہ خواستند برداشتند پس حضرت امیر کرم اللہ وجہہ آں سنگ را برداشت و بالائے چشمہ نہاد یک راہب آں چنیں حال مشاہدہ کرد از دیر فرود آمد پیش حضرت امیر ایستاد و پرسید کہ تو پیغمبر مرسلے فرمود کہ نے پس گفت کہ تو فرشتۂ مقربی فرمود کہ نے پس گفت کہ تو چہ کسی فرمود کہ من وصی پیغمبر محمد بن عبداللہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ راہب گفت دست بیار کہ من مسلمان می شوم حضرت امیر کرم اللہ وجہہ دست بوئے داد او گفت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد محمد رسول اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ و اشہد انک وصی رسول اللہ بعد ازاں حضرت امیر از وے پرسید سبب تراچہ بود کہ مدتے بر دین خود بودی و امروز ایمان آوردی۔ گفت اے امیرالمومنین بنائے ایں دیر از برائے کنندہ ایں سنگ است و بیش از من بسیار در ایں دیر بودہ اند زیرا کہ ما در کتب خود دیدہ ایم و از علمائے خویش شنیدہ کہ دریں موضع چشمہ ایست و بر بالائے آں سنگ کہ کسے آں را از جا نتواند کندن آں را نتواند مگر پیغمبرے یا وصی چوں دیدم کہ تو ایں را کردی بآرزوئے خود رسیدم زانچہ انتظار آں می بردم یافتم چوں حضرت امیر سخن آں بشنید چنداں بگریست کہ محاسن مبارک وے از آب دیدہ تر شد بعد ازاں گفت الحمد للہ الذی لم اکن عندہ منسیا و کنت فی کتبہ مذکورا۔

اس پتھر کو صرف انگلیوں کے زور سے ہٹا کر دور پھینک دیا۔ اس کے نیچے ایسا شیریں اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ ظاہر ہوا جس سے اچھا پانی اس سفر میں کہیں نہ ملا تھا۔ سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور حسب خواہش ساتھ بھی لے لیا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے اس پتھر کو پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ دیر والے راہب نے جب یہ واقعہ دیکھا تو اس نے حضرت علیؑ کی خدمت حاضر ہو کر پوچھا کہ تم پیغمبر مرسل ہو حضرت علیؑ نے کہا نہیں۔ پوچھا کہ فرشتہ مقرب ہو۔ فرمایا کہ نہیں راہب نے کہا کہ پھر کون ہو حضرت علیؑ نے کہا کہ میں محمدؐ بن عبداللہ خاتم المرسلین کا وصی ہوں۔ یہ سن کر وہ راہب حضرت علیؑ کی بیعت کا شرف حاصل کر کے کہنے لگا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ محمدؐ اس کے رسول ہیں اور تم وصی رسول ہو۔ حضرت علیؑ نے اس سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اتنی مدت تک تو اپنے دین پر رہا اور آج اسلام لایا۔ راہب نے جواب دیا کہ اس دیر کی بنا محض کندہ سنگ کے لئے ہے (جس کے مصداق تم ثابت ہوئے۔ مجھ سے پہلے اکثر راہب یہاں رہ چکے ہیں۔ ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا اور اپنے علماء سے سُنا تھا کہ اس مقام پر ایک چشمہ ہے جس کو سوا پیغمبر یا وصی کے نہ کوئی جانتا ہے نہ نکال سکتا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ باتیں تم سے ظہور پذیر ہوئیں (تو میں سمجھ گیا کہ تم پیغمبر یا وصی پیغمبر ہو) اور میری وہ آرزو پوری ہوئی جس کا مدت سے متر صد تھا۔ حضرت علیؑ راہب سے یہ سن کر اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور کہنے لگے کہ اس خدائے بزرگ کا شکر ہے جس نے مجھ کو یاد رکھا اور اپنی کتابوں میں میرا ذکر فرمایا اور سر الشہادتین[1] شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں بروایت ابو نعیم یحیٰی الحضری سے مروی ہے کہ میں سفر صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا جب ہم لوگ نینوا کے برابر پہنچے تو انھوں نے ندا کی کہ اے عبداللہ کنار فرات پر صبر کرنا۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا فرمایا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ جناب رسولؐ خدا نے بواسطہ جبرئیل خبر دی ہے کہ میرا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا۔ نیز کتاب موصوف میں بروایت حافظ ابو نعیم اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ جب ہم لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ مشہد حسین پر پہنچے تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ شہیدوں کے اونٹ بندھنے اور کجاوے رکھنے کی جگہ

[1] و فی سر الشہادتین للشاہ عبدالعزیز الدہلوی قال اخرج ابو نعیم عن یحیی الحضری انہ سار مع علی الی صفین فلما حاذی نینوا نادی صبرا ابا عبداللہ بشط الفرات قلت ماذا قال ان النبی صلعم قال حدثنی جبرئیل ان الحسین یقتل بشط الفرات واخرج ایضا عن اصبغ بن نباتہ قال اتینا مع علی علیہ السلام علی موضع قبر الحسین فقال ههنا مناخ رکابهم و موضع رحالهم و مهراق دمائهم فتیۃ من ال محمد تقتلون بهذہ العرصۃ تبکی علیهم السماء والارض

ہے یہ شہیدوں کے خون گرنے کا مقام ہے۔ ایک گروہ آل محمدؐ کا یہیں شہید ہوگا جن پر زمین و آسمان روئیں گے نیز صواعق محرقہ[۱] میں بروایت ابن سعد شعبی سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ صفین کو جاتے ہوئے کربلا میں پہنچے اور نینوا کے مقابل ہوئے تو ٹھہر کر پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے کہا کربلا۔ یہ سُن کر آپ رونے لگے اور اتنا روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی بعد ازاں آپ نے کہا کہ میں ایک دن رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو روتا ہوا پاکر میں نے سبب گریہ دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا لختِ جگر حسینؑ کربلا میں فرات کے کنارے شہید ہوگا۔

اور روضۃ الاحباب[۲] میں ہے کہ جب حضرت علیؑ نے دریائے فرات سے اترنے کا قصد کیا تو نماز عصر کا وقت آگیا تھا آپ نے ایک جماعت اصحاب کے ساتھ نماز عصر ادا کی مگر بعض اصحاب جو اپنی سواریوں کو دریا سے اوتار رہے تھے ان کی نماز فوت ہوگئی۔ جب حضرت علیؑ نے یہ حال اور اس کے متعلق اصحاب کا قیل وقال سُنا تو خدائے عزوجل سے دعا کی کہ خدایا آفتاب کو پھر طالع فرما۔ تاکہ یہ لوگ نماز ادا کرلیں۔ چنانچہ آپ کی دعا سے آفتاب دوبارہ طلوع ہوا اور جب سب لوگ نماز ادا کرچکے تب پھر غروب ہوگیا۔

تاریخ ابن واضح[۳] میں ہے کہ حضرت علیؑ فرات کے مشرقی جانب سے عبور فرماکر صفین کو روانہ ہوئے۔ اور حبیب السیر[۴] میں ہے کہ صفین میں حضرت علیؑ اور معاویہ کی فوجیں ماہ ذی الحجہ

---

۱ وفی الصواعق قال اخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی رضی اللہ عنہ بکربلاء عند مسیرہ الی صفین وحاذی نینوی (قریۃ علی الفرات) فوقف وسأل عن اسم ھذہ الارض فقیل کربلاء فبکی حتی بل الارض من دموعہ ثم قال دخلت علی رسول اللہ صلعم وھو یبکی فقلت ما یبکیک قال کان عندی جبرئیل آنفا واخبرنی ان ولدی الحسین یقتل بشاطئ الفرات بموضع یقال لہ کربلاء ۲ در روضۃ الاحباب است کہ از فرات بگذرد و وقت نماز عصر بود با طائفہ از اصحاب بگذرانیدن دواب خود مشغول بودند آفتاب غروب کرد و نماز عصر از ایشان فوت شد پس در آن باب مردمان سخنان گفتند چوں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ آن را شنید از خدائے تعالیٰ درخواست کرد کہ آفتاب را برگرداند تا اصحاب وے ہم نماز در وقت بگذارند پس خدائے تعالیٰ دعائے علی را اجابت کرد و آفتاب بجائے نماز دیگر آمد چوں قوم اسلام بازداز آفتاب ۳ قال ابن واضح فی تاریخہ ثم عبر (علی) الی الجانب الشرقی من الفرات حتی صار الی صفین ۴ در حبیب السیر است کہ علمائے متقدمین وفضلائے متاخرین چنین آوردہ اند کہ وصول امیر المؤمنین وشامیان ستمدین در صحرائے صفین در ذی الحجہ سنت ثلاثین بود۔

۳۶ھ میں وارد ہوئیں۔

تاریخ ابو الفداء میں ہے کہ پھر ۳۷ھ شروع ہوا اور ایک ماہ تک دونوں لشکروں میں قتال کی نوبت نہ آئی۔ بلکہ محرم کا پورا مہینہ محض نامہ و پیام میں ختم ہوگیا۔[1]

اور تاریخ مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو ایک خط اس مضمون کا[2]

---

[1] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة سبع و ثلاثين و جيشان بصفين و مضى المحرم و لم يكن بينهم قتال بل مراسلات [2] و قال المسعودی فی مروج الذهب كتب محمد بن ابی بكر الی معاوية كتابا فيه من محمد بن ابی بكر الی الغاوی معاوية بن صخر اما بعد فان الله بعظمته و سلطانه خلق خلقه بلا عبث منه و لا ضعف فی قوته و لا حاجة به الی خلقهم لكنه خلقهم عبيدا و جعل منهم غويا و رشيدا و شقيا و سعيدا ثم اختار على علم و اصطفى و انتخب منهم محمدا صلعم فانتخبه لعلمه و اصطفاه لرسالته و ائتمنه على وحيه و بعثه رسولا و مبشرا و نذيرا. فكان اول من اجاب و اناب و من و صدق و اسلم و سلم اخوه ابن عمه علی بن ابی طالب صدقه بالغيب المكتوم و اثره على كل حميم و وقاه بنفسه كل هول و حارب حربه و سالم مسلمه فلم يبرح مبتذلا لنفسه فی ساعات الليل و النهار و الخوف و الجوع و الخضوع حتى برز سابقا لا نظير له فيمن اتبعه و لا مقارب له فی فعله و قد رايتك تساميه و انت انت و هو هو اصدق الناس نية و افضل الناس ذرية و خير الناس زوجة و عمه سيد الشهداء يوم احد و عمه ذو الجناحين و ابن عمه و الذاب عن رسول الله صلى الله عليه و سلم و عن حوزته و انت اللعين ابن اللعين لم تزل انت و ابوك تبغيان لرسول الله صلى الله عليه و سلم الغوائل و تجهدان فی اطفاء نور الله تجمعان على ذالك الجموع و تبذلان فيه المال و تؤلبان عليه القبائل على ذالك مات ابوك و عليه خلفته و الشهيد عليك من تدنی و يلجا اليك من بقية الاحزاب و رؤساء النفاق و الشاهد لعلی مع فضله المبين القديم انصاره الذين معه الذين ذكرهم الله بفضلهم و اثنى عليهم من المهاجرين و الانصار و هم معه كتائب و عصائب يرون الحق فی اتباعه و الشقاء فی خلافه فكيف يا لك الويل تعدل نفسك بعلی و هو وارث رسول الله صلعم و وصيه و ابو ولده اول الناس له اتباعا و اقربهم به عهدا يخبره بسره و يطلعه على امره و انت عدوه (بقيه حاشيه ص۱۸۲)

لکھا ہوا کہ محمد ابن ابی بکر کی جانب سے گمراہ معاویہ بن صخر کو معلوم ہو کہ خدائے باعظمت وجبروت
نے اپنی مخلوق کو عبث پیدا نہیں کیا نہ خلقت عالم کی اس کو حاجت تھی نہ بغیر آفرینش مخلوق اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱) وابن عاده فتمتع فی دنیاك ما استطعت بباطلك
وليمددك ابن العاص فی غوايتك فكان اجلك قد انقضى و
كيدك قد وهی ثم تبين لك لمن تكون العاقبة العليا و
اعلم انك انما تكايد ربك الذی امنك كيده و يئست
من روحه فهو لك بالمرصاد وانت منه فی غرور والسلام
على من اتبع الهدى (فكتب اليه معاوية) من معاوية
بن صخر الی الزاری علی ابيه محمد بن ابی بكر اما بعد
فقد اتانی كتابك تذكر فيه ما الله اهله فی عظمة
وقدرته وسلطانه وما اصطفى به رسول الله صلعم
مع كلام كثير لك فيه تضعيف ولابيك فيه تعنيف ذكرت
فيه فضل ابن ابيطالب وقديم سوابقه وقرابته الی رسول
الله صلعم ومواساته اياه فی كل هول وخوف فكان
احتجاجك علی وعيبك لی بفضل غيرك لا بفضلك
فاحمد ربا صرف هذا الفضل عنك وجعله لغيرك فقد
كنا وابوك فينا تعرف فضل ابن ابی طالب وحقه لازما
لنا مبرورا علينا فلما اختار الله لنبيه عليه الصلوٰة و
السلام ما عنده اتم له ما وعده واظهر دعوته فابلج
حجته وقبضه الله عليه كان ابوك وفاروقه اول من
ابتزه حقه وخالفه علی امره علی ذالك اتفقا واتسقا ثم
انهما دعواه الی بيعتهما فابطأ عنهما فهما به الهموم واراد
به العظيم ثم انه بايع لهما وسلم لهما واقاما لا
يطلعانه علی سرهما حتى قبضهما الله ثم قام ثالثهما عثمان
فهدى بهديهما وسار بسيرهما فعبته انت وصاحبك حتى
طمع فيه الاقاصی من اهل المعاصی فطلبتما له الغوائل واظهرتما
عداوتكما حتى بلغتما فيه منا كما فخذ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۳ پر)

کی قوت میں کچھ ضعف ہو سکتا تھا بلکہ اس نے مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اپنے صانع حقیقی کی عبادت کریں چنانچہ مخلوقات گمراہ بھی ہیں۔ رشید بھی۔ شقی بھی۔ سعید بھی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے جناب رسالت مآبؐ کو اپنے علم کے مطابق رسالت و امانت وحی کے لئے منتخب فرما کر بطور بشیر و نذیر مبعوث فرمایا اور جس نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی تصدیق فرمائی وہ علی ابن ابیطالب ہیں جو ہر موقع خوف دہشت میں رسول مقبولؐ کے جانثار رہے۔ جس سے آنحضرتؐ نے جنگ کی اس سے انہوں نے جنگ کی اور جس سے آنحضرتؐ نے صلح کی اس سے انہوں نے بھی صلح کی۔ ہمیشہ شب و روز خوف و جزع کی حالت میں رسول مقبولؐ پر اپنی جان فدا کرنے کے لئے تیار رہے اور ان تمام باتوں میں ایسی سبقت لے گئے کہ نہ پیروان رسول میں کوئی ان کی نظیر ہو سکتا ہے نہ اعمال حسنہ میں کوئی ان کی برابری کر سکتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تو ان پر فوقیت ڈھونڈھتا ہے حالاں کہ تو تو ہی ہے اور وہ وہی ہے۔

وہ اپنی نیت کی بنا پر اصدق الناس اور اپنی ذریت کے اعتبار سے افضل الناس اور فاطمہ زہرا کے شوہر ہونے کی حیثیت سے خیر الناس ہیں ان کے چچا حمزہ سید الشہداء جنگ احد ہیں اور ان کے باپ وہ شخص ہیں جو پیغمبر خدا کی تکلیفوں کو دور کرتے رہے اور اے معاویہ تو خود بھی نفرین کردہ شدہ ہے اور تیرا باپ بھی۔ تم باپ بیٹے ہمیشہ رسول اللہ کی ایذا رسانی کے خواہاں اور نور خدا کے بجھانے میں کوشاں رہے۔ انہیں کاموں کے لیے جتھے بنایا کئے اور مال خرچ کر کے قبائل کو بھڑکایا کئے۔ اسی حالت تیرا باپ مرگیا اور تو اس کا قائم مقام ہوا۔ تیرے گواہ وہ لوگ ہیں جو بقیۂ احزاب و منافقین میں سے آہستہ آہستہ تیرے پاس پہنچ کر پناہ گزیں ہوئے اور علیؐ صاحب "فضل مبین" کے شاہد و عادل وہ انصار ہیں جن کی فضیلت کا ذکر قرآن میں ہے اور جن کی مدح و ثنا بہ حیثیت مہاجر و انصار ہونے کے خدا نے فرمائی ہے یہی لوگ علی کی فوج اور جماعت ہیں۔ اور علی کی پیروی کو حق اور ان کی مخالفت کو شقاوت جانتے ہیں۔ پس وائے ہو تجھ کو کہ علی کی برابری کرتا ہے۔ حالانکہ علیؐ وارث و وصی رسول ہیں۔ علیؑ اولاد رسول مقبولؐ کی

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۲) حزبك يا ابن ابي بكر و فس شبرك بفترك تقصر عن ان توازي او تساوي من يزن الجبال بحمله فان يك ما نحن فيه ثوابا فابوك استبد به و نحن شركاءه و لو لا ما فعل ابوك من قبل ما خالفنا ابن ابي طالب و لسلمنا اليه و لكنا رأينا اباك فعل ذلك به من قبلنا فاخذنا بمثله فعب اباك بما بدالك او دع ذلك والسلام على من اناب

اولاد ہے اور علیؑ بھی پیغمبر خدا کی پیروی کرنے میں اور آنحضرتؐ سے اقرب بعہد ہونے میں اول ان
ہیں جن کو آنحضرت نے اقرب تمام امور واسرار پر آگاہ و مطلع کیا اور تو خود بھی ان کا دشمن ہے اور
تیرا باپ بھی ان کا دشمن تھا۔ پس جس قدر تیرے امکان میں ہو باطل ذریعوں سے دنیوی تمتع حاصل
کر اور جتنا ابن العاص سے ہو سکتے تجھے تیری گمراہی میں مدد دے۔ مگر اے معاویہ یقین کرلے کہ تیری
میعاد ختم ہو چکی اور تیرا مکر سست ہو گیا اور بالآخر تجھ پر واضح ہو جائے گا کہ عاقبت علیا کس کے لئے
ہے۔ نیز یہ بھی سمجھ لے کہ تو اس خدا سے فریب کرتا ہے جس نے تیرے کید کی جزا سے تجھے اب
تک امن دے رکھا ہے اور جس کی رحمت سے تو دور ہو چکا ہے وہ تیری گھات میں ہے اور تو
اس سے بےخبر اور اسلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

جب یہ نامہ معاویہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا ”کہ اپنے پدر کو
عیب لگانے والے پسر محمد بن ابی بکر پر منجانب معاویہ بن صخر واضح ہو کہ تو نے اپنے خط میں خدا کی
اس عظمت وقدرت وحکومت کا ذکر کیا ہے جس کا وہ اہل ہے اور ان محامد کو بیان کیا ہے جن
کے ساتھ خدا نے اپنے رسول کو برگزیدہ کیا۔ نیز انہیں ذکروں کے ساتھ تو نے ایسا کلام کثیر بھی
قلمبند کیا ہے جو تیری تضعیف اور تیرے باپ کے لئے سرزنش اور ملامت کا باعث ہے۔
تو نے اپنے خط میں علی ابن ابی طالب کی فضیلت وسابقیت کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی دکھایا ہے
کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور انہوں نے ہول وخوف کے اوقات میں
آنحضرتؐ کے ساتھ کس قدر ہمدردی کی ہے۔ مگر میری نسبت تیری یہ حجت اور عیب گیری
بربنائے فضل غیر ہے۔ تیرے فضل پر مبنی نہیں ہے اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے تجھ
سے فضل کو پھیر کر تیرے غیر کو عطا کیا۔ ہم سب جن میں تیرے باپ بھی شامل ہیں علی ابن ابی
طالب کا فضل اور ان کے حقوق کا لازم وبرور ہونا اچھی طرح جانتے تھے۔ مگر جب خدا نے اپنے
رسول کو دین حجت کے کامل وآشکار ہونے کے بعد اپنے پاس بلا لیا تو تیرے باپ اور ان کے
فاروق ہی اول وہ شخص تھے جنہوں نے باہم اتفاق کر کے علیؑ کے حق کو چھین لیا اور امر خلافت
کے متعلق علیؑ کی مخالفت کی۔ پھر دونوں صاحبوں نے علیؑ کو اپنی بیعت کے لئے بلایا اگر وہ عرصہ
تک کنارہ کش رہے۔ چنانچہ اس کنارہ کشی پر دونوں صاحبوں نے علیؑ کی نسبت ایسے اہم اور
عظیم منصوبے قائم کئے کہ علیؑ کو ان کی بیعت کرلینی پڑی تاہم ان دونوں بزرگوں نے علیؑ کو نہ اپنے
کسی امر میں شریک کیا نہ اپنے بھیدوں پر اطلاع دی حتیٰ کہ ان دونوں صاحبوں نے دنیا سے رحلت
فرمائی اور عثمان ان کے قائم مقام ہوئے اور ان کی سیرت وطریقت پر پورا عمل کیا۔ پھر تو نے
اور علیؑ نے عثمان کی عیب گیری پر کمر باندھی حتیٰ کہ دور دور کے اہل معاصی اس کی بابت حرص میں

پڑ گئے اور تو نے اور علیؑ نے عثمان کے ساتھ دشمنی کا اظہار کر کے ان کو بلاؤں میں ڈالنا چاہا اور اس کے متعلق تیری اور علیؑ کی مراد پوری ہو گئی۔ اے ابوبکر کے بیٹے ہچ اور اپنے بالشت کو اپنی انگلیوں کی درمیانی وسعت پر قیاس کر۔ تو اس شخص کے مقابلے اور مساوات سے قاصر ہے جو پہاڑوں کو اپنی بردباری کے ساتھ وزن کرتا ہے۔ پس جس معاملے کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ اگر وہ ٹھیک ہے تو تیرے باپ ہی نے استبدادی طریقے سے اس کی ابتداء کی اور ہم سب ان کے اس فعل میں شریک رہے۔ اگر تیرے باپ قبل ازیں ایسا برتاؤ عمل میں لاتے تو ہم بھی عمل علیؑ کی مخالفت نہ کرتے بلکہ ان کے مطیع رہتے۔ لیکن جب ہم نے تیرے باپ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو انہیں کی مثال ہم نے بھی اختیار کی۔ اب اگر تو عیب والزام لگائے تو اپنے باپ کو لگائے یا اس خیال کو چھوڑ دے اور سلام ہو اس پر جو حق کی طرف رجوع کرے۔

مؤرخ ابن الوردیؒ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ ماہ صفر میں حضرت علیؑ اور معاویہ کے لشکروں میں بمقام صفین لڑائی شروع ہو گئی اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت علیؑ نے اپنے اصحاب کو بلا کر کہا کہ جب تک جنگ کی ابتدا فوج مخالف کی طرف سے نہ ہو تم لڑائی پر اقدام نہ کرو اور جو بھاگے اس کو نہ مارو اور مخالفین کے اموال میں سے کچھ نہ لو اور کسی کو برہنہ نہ کرو۔ اور تاریخ ابوالفداءؒ میں ہے کہ ماہ صفر کے شروع ہونے پر دونوں لشکروں میں کثرت سے لڑائیاں واقع ہوئیں۔ بعض کا قول ہے کہ نوے ۹۰ لڑائیاں واقع ہوئیں اور عمار بن یاسر نے حضرت علیؑ کی رفاقت میں قتال عظیم کیا۔ باوجود کہ ان کی عمر کچھ اوپر نوے ۹۰ برس کی تھی۔ وہ لڑائی کے وقت حربہ جنگ لئے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے کہ اسی نشان کے ساتھ رسول اللہ کی ہمراہی میں تین لڑائیاں لڑ چکا ہوں اور اب یہ چوتھی لڑائی ہے اس وقت عمار جو رجز پڑھ رہے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ قتال کر رہے ہیں ہم تم سے تاویل قرآن پر جس طرح قتال کر چکے ہیں تم سے تنزیل قرآن پر۔

لہ قال ابن الوردی فی صفر جرت بینہم وقعات بصفین (الی ان قال) وتقدم علی الی صحابہ ان لا یقاتلوھم حتی یبدؤھم بالقتال ولا تقتلوا مدبرا ولا یاخذوا شیئا من اموالھم ولا یکشفوا عورۃ۔
لہ وقال ابوالفداء لما دخلت صفر وقع بینھما القتال وکانت بینھم وقعات کثیرۃ بصفین قیل کانت تسعین وقعۃ (الی ان قال) عمار بن یاسر مع علی قتالا عظیما وکان قد نیف عمرہ علی تسعین سنۃ وکانت الحربۃ فی یدہ وقال ھذہ رایۃ قاتلت بھا مع رسول اللہ صلعم ثلاث مرات وھذہ الرابعۃ وھو ارتجز نحن قتلناکم علی تاویلہ کما قاتلنا کم علی تنزیلہ

مسند[1] احمد حنبل اور مستدرک حاکم میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ اے علی جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کفار سے قتال کیا ہے اسی طرح تم تاویل القرآن پر قتال کروگے۔

تاریخ[2] ابن الوردی میں ہے کہ اثنائے جنگ میں عمار نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ایک عورت نے دودھ لاکر پیش کیا جس کو پی کر عمار نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول سچا ہے۔ آج میں اپنے احباب یعنی رسول مقبولؐ اور ان کے گروہ حق پرور سے ملاقات کروں گا۔ رسول اللہ نے ارشاد کیا تھا کہ دنیا میں میرا آخری رزق پانی ملا ہوا دودھ ہوگا۔ پھر عمار نے جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

تاریخ[3] ابوالفداء میں بموجب حدیث صحیح متفق علیہ مذکور ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے "عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا" نیز صحیح بخاری[4] میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ وآلہ وسلم نے کہ افسوس عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ عمار اس گروہ کو جنت کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ گروہ عمار کو جہنم کی طرف بلاتا ہوگا۔

تاریخ[5] کامل ابن اثیر میں ہے کہ حذیفہ بن الیمان کے دو بیٹے سعید اور صفوان اپنے باپ کی وصیت کے موافق بمقام صفین حضرت علیؑ کی رفاقت میں لڑکر مقتول ہوئے اور روضۃ الاحباب[6] میں ہے کہ اویس قرنی بھی جناب امیرؑ کی رفاقت میں گروہ باغی کے ہاتھ سے قتل ہوکر راہی خلد بریں ہوئے

---

[1] واخرج احمد فی المسند والحاکم فی المستدرک عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلعم قال لعلی انک تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ [2] قال ابن الوردی ودعی بماء یشرب فجاءتہ امرأۃ بقدح من لبن فشرب منہ ثم قال صدق اللہ ورسولہ الیوم القی الاحبۃ محمدا وحزبہ قال رسول اللہ صلی اللہ صلعم ان آخر رزق من الدنیا نصیحۃ لبن والی ان قال حتی استشہد رضی اللہ عنہ [3] و قال ابوالفداؤ فی الصحیح المتفق علیہ ان رسول اللہ صلعم قال یقتل عمار الفئۃ الباغیۃ [4] واخرج البخاری عن ابی سعید الخدری قال قال رسول صلعم ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار [5] و قال ابن الاثیر فی الکامل قتل ابنا حذیفۃ بن الیمان صفوان و سعید مع علی الصفین بوصیۃ ابیہما [6] ودر روضۃ الاحباب است واویس قرنی درجنگ صفین از زخم تیغ اہل عدوان وطغیان بریاض رضوان خرامیدہ۔

نیز تاریخ[1] خمیس میں ہے کہ حضرت علیؑ کی رفاقت میں خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین اور اویس قرنی زاہد التابعین مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

اور ریاض مستطابہ[2] یحیٰی عامری میں ہے کہ عبیداللہ بن عمر بن الخطاب بر رفاقت معاویہ جنگ صفین میں مارے گئے۔

خلاصۃ الوفا اور تاریخ خمیس[3] میں ہے کہ جب عمار بن یاسر قتل ہوئے تو عمرو بن عاص نے قتال سے ہاتھ روک لیا۔ اور اس باب میں جماعت کثیر نے عمرو بن عاص کا اتباع کیا۔ معاویہ نے عمرو بن عاص سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہؐ سے سُن چکے ہیں کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم لوگ باغی ہیں۔ معاویہ نے کہا۔ چپ رہو۔ عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علی ہیں جنہوں نے عمار کو لا کر ہم میں ڈال دیا۔ حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ جو شخص مجھے عمار کا قاتل کہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کے قاتل رسول مقبولؐ ہیں۔ کیوں کہ آنحضرتؐ ہی نے حمزہ سید الشہداء کو کفار سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔

اور تاریخ[4] ابن الوردی میں ہے کہ جب عمار قتل ہوئے تو حضرت علیؑ نے بیس ہزار فوج سے ایسا شدید حملہ کیا کہ لشکر شام کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

---

[1] وفی الخمیس قال وقتل مع علی خزیمۃ بن ثابت الانصاری ذو الشہادتین واویس القرنی زاہد التابعین [2] وقال یحیٰی العامری فی الریاض المستطابۃ ان عبید اللہ بن عمر بن الخطاب قتل یوم صفین مع معاویۃ [3] وفی خلاصۃ الوفاء وتاریخ الخمیس لما قتل عمار بن یاسر امسک عمرو بن یاسر امسک عمرو بن العاص عن القتال وتابعہ علی ذالک خلق کثیر فقال معاویۃ لم لا تقاتلو قال قتلنا ھذا الرجل وقد سمعت رسول اللہ صلعم یقول تقتلہ الفئۃ الباغیۃ فدل علی انا نحن بغاۃ فقال معاویۃ اسکت انحن قتلناہ وانما قتلہ علی واصحابہ جاؤابہ حتی القوہ بیننا فبلغ ذالک علیاً فقال ان کنت انا قتلتہ فالنبی صلعم قتل حمزۃ حین ارسلہ الی القتال الکفار

[4] وقال ابن الوردی وقتل عمار انتدب
علی علی عشرین الفاً وحمل بھم
فلم یبق لاھل الشام صف
الا انتقض۔

اور تاریخ ابوالفداء[1] میں ہے کہ پھر حضرت علیؑ نے ندا کی کہ اے معاویہ ہمارے تمہارے بیچ میں لوگ کیوں قتل ہوں۔ آؤ ہم تم لڑیں تاکہ جو شخص اپنے مقابل کو قتل کرے امر متنازعہ فیہ اسی کے لئے مستقیم ہو جائے۔ یہ سُن کر عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ نے بہت انصاف کی بات کہی ہے معاویہ نے جواب دیا کہ واہ کیا انصاف کی بات کہی ہے۔ تو جانتا ہے کہ جو شخص علیؑ سے لڑتا ہے وہ قتل ہوتا ہے۔ عمرو عاص نے کہا۔ مگر اس وقت ان کا مقابلہ نہ کرنا تمہارے لئے بہت ہی نازیبا ہے معاویہ بولے کہ بجا ہے تو چاہتا ہے کہ میں قتل ہوں اور میرے بعد تو حکومت کرے۔
اور تاریخ مروج الذہب مسعودی[2] میں ہے کہ جب معاویہ حضرت علیؑ سے لڑنے کو نہ نکلے اور عمرو عاص نے ان کو اس بات پر ملامت کی تو انہوں نے خود عمرو عاص کو مجبور کیا کہ تم علیؑ سے لڑنے کو جاؤ حتیٰ کہ عمرو عاص نے تعمیل حکم کے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھا اور بمقتضائے بندگی بیچارگی لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آئے۔ حضرت علیؑ نے عمرو عاص کو دیکھتے ہی تلوار اٹھائی اور چاہا کہ ان پر وار کریں عمرو عاص جھٹ ننگے ہو گئے اور بولے کہ بھائی میں سپہ گری کے جوش میں نہیں آیا بلکہ مجبوراً آیا ہوں۔ حضرت علیؑ نے اپنا منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ جا تو نے اپنا مخلصی کا بُرا حیلہ اختیار کیا۔ عمرو عاص فوراً اپنے لشکر میں بھاگ گئے اور روضۃ الصفا[3] میں ہے کہ جب حضرت علیؑ نے میان سے تلوار گھسیٹ

---

[1] قال ابو الفداء ثم نادی علی یا معاویۃ علام تقتل الناس ما بیننا اهلم احاکمك الی الله فاینا قتل صاحبه استقامت له الامور فقال عمرو انصفك ابن عمك فقال معاویۃ ما انصف انك تعلم انه لم یبرز الیه احد الا قتله فقال عمرو ما یحسن بك ترك مبارزته فقال معاویۃ طمعت فی الامر بعدی [2] و فی مروج الذهب وقد قیل فی بعض الروایات ان معاویۃ اقسم علی عمرو لما اشار علیه بهذا ان یبرز الی علی فلم یجد عمرو من ذالك بدا فبرز ومن ذالك بدا فبرز فلما التقیا عرفه علی وشال السیف لیضربه فکشف عمرو عن عورته وقال مکره اخوك لا بطل فحول علی وجهه و قال قبحت و رجع عمرو الی مصافه [3] در روضۃ الصفا آورده که چون حضرت امیر ذوالفقار از نیام بر آورده بعمرو حمله کرد عمرو از نہیب تیغ آبدار خود را از اسپ انداخته و یک پائے خود را بالا گرفته عورتش منکشف شده امیر المومنین علی روبجانب دیگر آورده عمرو گریخته نزد معاویہ رفت گفت اے پہلوان پردل واے رزم آزمائے جوش گسل برا اسم شکر حق عز وجلا قیام نمائے و از عورت خویش ممنون باش و پیوسته در رعایت او مساعی جمیله مبذول دار که سبب رستگاری تو گشت و ازیں مقوله بنیاد ضحک کرده عمرو خجل و شرمسار شده۔

کہ عمرو پر حملے کا ارادہ کیا تو عمرو نے مارے وحشت کے گھوڑے سے گر کر اپنی ایک ٹانگ اٹھا دی اور ننگے ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا اور عمرو عاص بچ کر معاویہ کے پاس بھاگ گئے معاویہ نے کہا کہ اے پہلوان دلاور جنگجو خدا کا شکر کر اور اپنی شرمگاہ کا ممنون ہو جس نے تجھے بچا دیا۔ یہ کہہ کر معاویہ ہنسے اور عمرو عاص خجل و شرمندہ ہوئے۔

اسد الغابہ ابن اثیر میں ہے کہ معاویہ کے ایک لشکری مخنف بن سلیم ابو ایوب انصاری سے (جو حضرت علیؑ کی فوج میں تھے) کہا کہ تم نے رسول اللہ کی ہمراہی میں مشرکین سے قتال کیا تھا۔ اور آج مسلمانوں کو قتل کرنے آئے ہو۔ ابو ایوب نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے مجھے ناکثین و قاسطین و مارقین کے قتال پر مامور فرمایا ہے۔ اور ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ہم کو رسول اللہ نے ناکثین قاسطین و مارقین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا تو ہم نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ہم کس کے ساتھ ناکثین و قاسطین و مارقین سے قتال کریں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ ابن ابیطالب کے ساتھ جن کی رفاقت میں عمار بن یاسر شہید ہوں گے۔

علامہؒ ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ ناکثین سے اہل جمل اور قاسطین سے اہل صفین اور مارقین سے خارج مراد ہیں۔

مورخ مسعودی مروج الذہبؒ میں لکھتا ہے کہ جب وہ شب جمعہ ہوئی جس کو لیلۃ الہریر

لہ وفی اسد الغابہ عن مخنف بن سلیم قال اتینا ابا ایوب الانصاری فقلنا قاتلت بسیفک المشرکین مع رسول اللہ ثم جئت تقاتل المسلمین قال امرنی رسول اللہ بقتل الناکثین و القاسطین و المارقین و عن ابی سعید الخدری قال امرنا رسول اللہ صلعم بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین فقلنا یا رسول اللہ امرتنا بقتال ھؤلاء فمع من فقال علی بن ابی طالب معہ یقتل عمار بن یاسر ۲ قال ابن الاثیر فی النھایۃ الناکثین اصحاب الجمل والقاسطین اھل صفین والمارقین الخوارج ۳ قال المسعودی کانت لیلۃ الجمعۃ وھی لیلۃ الھریر فکان جملۃ من قتل علی بکفہ فی یومہ لیلۃ خمس مائۃ و ثلاثۃ و عشرین رجلا وکان الاشتر فی ھذا الیوم علی میمنۃ علی وقد اشرف علی الفتح ونادت مشیخۃ اھل الشام اللہ اللہ فی الحرمات والنساء والبنات فقال معاویۃ ھلم مخباتک یا ابن العاص فقد ھلکنا و تذکر ولایۃ مصر فقال عمرو ایھا الناس من کان معہ مصحف فلیرفعہ علی رمحہ فکثر فی الجیش رفع المصاحف ونادوا کتاب اللہ بیننا و بینکم

کہتے ہیں تو اس رات اور اس کی صبح کو حضرت علیؑ نے بنفس نفیس پانچسو تیئس [۵۲۳] آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کئے حضرت علیؑ کے میمنہ لشکر پر اشتر تھے۔ انہوں نے جنگ میں اس قدر کوشش اور بہادری کی کہ فتح کے آثار نمایاں ہو گئے اور قریب تھا کہ حضرت علیؑ کا لشکر مظفر و منصور ہو یہ حالت دیکھ کر بزرگان لشکر معاویہ چلا اٹھے کہ خدا ہی ہماری عورتوں اور لڑکیوں پر رحم کرے۔ پس معاویہ نے مضطرب ہو کر عمرو عاص سے کہا کہ اگر مصر کی حکومت مطلوب ہے تو اب جلد کوئی حیلہ مفر سوچو ورنہ ہم لوگ ہلاک ہوا چاہتے ہیں۔ عمرو عاص نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ ایہا الناس جس کے پاس قرآن ہو وہ اس کو اپنے نیزے پر بلند کرے یہ سنتے ہی اہل لشکر نے کثرت سے قرآن مجید نیزوں پر بلند کر کے ندا کی کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے۔

تاریخ ابو الفدا میں[1] ہے کہ جب لشکر شام نے قرآن بلند کئے تو اہل عراق نے (جو حضرت علیؑ کے لشکر میں تھے) کہا کہ اے علیؑ تم کتاب کو کیوں نہیں قبول کرتے حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ تم لوگ دشمن سے مقابلہ کرنے میں اپنے حق اور صدق پر ثابت قدم رہو۔ عمرو بن عاص و معاویہ و ابن ابی معیط و ابن ابی سرح و ضحاک بن قیس نہ اہل دین ہیں نہ اہل قرآن۔ میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ بخدا انہوں نے قرآن کو محض مکاری اور فریب سے بلند کیا ہے۔ اہل عراق بولے کہ تم ہم کو کتاب اللہ کی طرف جانے سے کیوں روکتے ہو جب کہ ہم اس کی جانب بلائے جا رہے ہیں حضرت علیؑ نے کہا کہ مخالفین کے مقابلہ میں میرا یہ مقاتلہ محض اس لئے ہے کہ وہ حکم خدا اور کتاب اللہ کے موافق عمل کریں۔ لیکن انہوں نے حکم خدا کی نافرمانی کی اور تاریخ ابن[2] واضح میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ معاویہ والوں کا فریب ہے جو انہوں نے قرآن بلند کئے ہیں حالانکہ وہ قرآن سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ یہ سن

[1] قال ابو الفداء ففعلوا ذالك فلما رأى اهل العراق ذالك قالوا لعلیؑ لا نجیب الی کتاب الله فقال علی لمضوا علی حقکم وصدقکم فی قتال عدوکم فان عمرا و معاویة و ابن ابی معیط و ابن ابی سرح والضحاك بن قیس لیسوا باصحاب دین ولا قرآن وانا اعرف بهم منکم و یحکم والله ما رفعوه الا خدیعة ومکیدة فقالوا تمنعنا ان ندعی الی کتاب الله فتابی فقال علی انی انما قاتلتهم لیدینوا بحکم کتاب الله فانهم قد عصوا الله فیما امرهم [2] وفی تاریخ ابن واضح فقال علی انها مکیدة ولیسوا باصحاب قرآن فاعترض اشعث بن قیس الکندی وقد کان معاویة استمالة فقال والله لئن لم تجبهم انصرفت عنك

کہ اشعث بن قیس کندی جو معاویہ سے درپردہ ملا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ اگر تم معاویہ والوں کی درخواست منظور نہ کروگے تو ابھی میں تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا اور روضۃ الاحباب[1] و حبیب السیر میں ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں تم سب سے زیادہ کتاب اللہ کو قبول کرنے کا سزاوار ہوں مگر جانتا ہوں کہ رفع مصاحف سے مخالفین کا مقصود عمل بکتاب اللہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ لڑائی سے عاجز آ گئے ہیں۔ اپنی کامیابی سے مایوس ہو چکے ہیں اور ہماری فتح کا ان کا یقین ہو گیا ہے لہذا اس حیلے سے اپنی جان بچانا چاہتے ہیں۔ میں ان سے قتال کروں گا تا اینکہ وہ حکم خدا پر راضی ہوں حضرت علیؑ کی سپاہ میں سے اکثر امراؤ اعیان جو معاویہ سے رشوت لے چکے تھے کہنے لگے کہ اے امیرالمومنین تم معاویہ کی درخواست قبول کرو کیوں کہ وہ کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہیں ورنہ ہم تم کو دشمن کے حوالے کر دیں گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور تاریخ[2] ابوالفدا میں ہے کہ مسعود تمیمی اور زید بن حصین طائی جو بالآخر خارجی ہو گئے۔ کہنے لگے کہ اے علی جب تم کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہو تو قبول کرو ورنہ ہم تم کو قوم کے حوالے کر دیں گے اور تمہارے ساتھ وہ برتاؤ کریں گے جو عثمان بن عفان کے ساتھ کر چکے ہیں حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر تم میرے مطیع ہو تو جنگ سے منہ نہ موڑو اور اگر نافرمان ہو تو جو مناسب سمجھو کرو۔ انہوں نے کہا کسی کو بھیج کر اشتر کو بلوایا۔ حضرت علیؑ نے ان کے کہنے کے موافق اشتر کو بلوایا تو انہوں نے

---

[1] و در روضۃ الاحباب و حبیب السیر است کہ حضرت علی فرمود کہ من سزاوار دارم از ہمہ کس باجابت کتاب خدائے تعالیٰ اما ان این حیلہ ایست کہ اندیشہ اند و مکہ بسبب کہ پیش آوردہ اند مقصود مخالف از رفع مصاحف عمل بمضمون کتاب خدا نیست بلکہ چوں از حرب دل تنگ آمدہ اند و از نصرت مایوس شدہ و فتح و ظفر بعین الیقین دیدہ اند میخواہند کہ باین کید ازیں مہلکہ جان بیروں برند من بایشاں مقاتلہ خواہم کرد تا بحکم باری سبحانہ و تعالےٰ راضی گردند چوں اکثر امراء و اعیان سپاہ امیرالمومنین علی رشوتہا از معاویہ گرفتہ بودند گفتند کہ اے امیرالمومنین دعوت معاویہ را اجابت کن کہ ترا بکتاب الٰہی میخوانند ورنہ ترا گرفتہ بخصم سپاریم فرمود انا للہ و انا الیہ راجعون۔

[2] وقال ابوالفدا فی تاریخہ فقال لہ مسعود التمیمی و زید بن حصین الطائی فی عصابۃ من الذین صاروا خوارج یا علی اجب الی کتاب اللہ اذ دعیت الیہ والا دفعناک برمتک الی القوم و نفعل بک ما فعلنا یابن عفان فقال علی ان تطیعونی فقاتلوا و ان تعصونی فافعلوا ما بدالکم قالوا فابعث الی الاشتر فلیاتک فبعث الیہ یدعوہ فقال الاشتر لیس ھذہ الساعۃ التی ینبغی لک ان تزیلنی عن موقفی فرجع الرسول و اخبرہ بالخبر فارتفعت الاصوات وکثر الرھج من جھۃ الاشتر فقالوا لعلی ما نراک امرتہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۲ پر)

کہلا بھیجا کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ میں اپنی جگہ سے ہٹایا جاؤں۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۹۱) الا بالقتال فقال هل رایتمونی ساررت الرسول الیه الیس کلمة وانتم تسمعون فقالوا فابعث الیه فلیاتک والا اعتزلناک فرجع الرسول الی الاشتر واعلمه فقال قد علمت والله ان رفع المصاحف یوقع اختلافا وانما مشورة ابن العاهرة فرجع ابی الاشتر الی علی فقال خدعهم فانها فانخدعتم وکان غالب تلک لعصابة الذین نهوا عن القتال ولما کفوا عن القتال سالوا معاویة لای شیء رفعت المصاحف فقال تنصبوا حکما منکم وحکما منا وتاخذ علیهما ان یعملا بما فی کتاب الله ثم نتبع ما اتفقنا علیه فوقعت الاجابة من الفریقین الی ذالک فقال الاشعث بن قیس وهو من اکبر الخوارج انا قد رضینا بابی موسی الاشعری فقال علی قد عصیتمونی فی اول الامر فلا تعصونی الآن لا اری ان اولی اباموسی فقالوا الا نرضی الا به فقال علی انه لیس بثقة (الی ان قال) الکن ابن عباس اولی منه فقالوا ابن عباس اولی منه فقالوا ابن عباس ابن عمک ولا نرید الا رجل هو منک ومن معاویة سواء فقال علی فالاشتر قالوا وقالوا اهل اسرها الا الاشتر فاضطر علی الی اجابتهم واخرج ابو موسیٰ واخرج معاویة عمرو بن العاص بن وائل واجتمع الحکمان عند علیؓ وکتب بحضورؓ کتاب القصه وهو بسم الله الرحمٰن الرحیم هذا ما تقاضی امیر المومنین علی لقال هو امیرکم واما امیرنا فلا فقال الاحنف لا تمح اسم امیر المومنین فقال الاشعث بن قیس امح هذا الاسم فاجاب علی ومحاه وقال علی الله اکبر مثبه السنته والله انی لکاتب رسول الله یوم الحدیبیه فکتبت محمد رسول الله فقالوا الست برسول الله ولکن اکتب اسمک واسم ابیک وفامرنی رسول الله بمحوه فقلت لا استطیع فقال فارینی فاریته فمحاه بیده وقال لی انک ستدعی الی مثلها فتجیب فقال عمرو سبحان الله اتشبهنا بالکفار فقال علی یا ابن الباغیة ومتی لم تکن للفاسقین ولیا وللمومنین عدوا فقال عمرو والله لا یجمع بینی وبینک مجلس بعد الیوم فقال علی انی لارجوان یطهر الله مجلسی منک ومن اشباهک وکتب الکتاب ۱۲۔

اس اثنا میں جہاں اشتر لڑ رہے تھے شوروغل بڑھا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے قتال ہی کا حکم دیا ہے روکا نہیں حضرت علیؓ نے کہا کہ کیا تم نے پیامبر سے مجھے سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا اور کیا میں نے جو بات اس سے کہی تھی وہ تم نے نہیں سنی۔ انہوں نے کہا کہ اچھا پھر کسی کو بھیج کر اشتر کو بلواؤ۔ ورنہ ہم تم سے منحرف ہو جائیں گے۔

حضرت علیؓ نے اشتر سے دوبارہ کہلا بھیجا کہ چلے آؤ۔ یہ سن کر اشتر کہنے لگے کہ میں سمجھ گیا بیشک عمرو بن عاص نے قرآن بلند کرا کے اختلاف ڈال دیا۔ پس اشتر نے میدان جنگ سے واپس آکر کہا کہ افسوس تم دشمنوں کے فریب میں آگئے ورنہ جو فوج اس وقت قتال سے روک دی گئی وہ ہر طرح غالب آگئی تھی۔ الغرض جب حضرت علیؓ سے لشکر والوں نے قتال سے ہاتھ روک لیا تو معاویہ سے رفع مصاحف کا سبب پوچھا۔ معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ فریقین کی جانب سے حکم مقرر ہو جائیں اور ان سے عہد کرا لیا جائے کہ موافق حکم کتاب اللہ عمل کریں گے پس جس امر پر وہ اتفاق کریں ہم اور تم اسی کے پابند رہیں۔ فریقین نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اشعث بن قیس جو اکابر خوارج سے تھا کہنے لگا کہ ہم ابو موسےٰ اشعری کو حکم تجویز کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا دیکھو امر اوّل میں تم میری نافرمانی کرتے ہو۔ اب نہ کرو۔ میری رائے میں ابو موسےٰ کو حکم قرار دینا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہم سوا ابو موسےٰ کے اور کسی کے حکم ہونے پر راضی نہیں ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں ابو موسےٰ کو ثقہ نہیں جانتا۔ ابن عباس ان سے بہتر ہیں۔ اصحاب معاویہ نے علیؓ کی اس تجویز کو تسلیم نہ کیا اور کہا کہ ابن عباس ان کے چچیرے بھائی ہیں۔ حکم ایسا ہونا چاہیئے۔ جس کا تعلق تمہارے معاویہ کے ساتھ برابر ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اچھا اشتر کو حکم قرار دو۔ مخالفین نے اس تجویز کو بھی منظور نہ کیا۔ اور کہا کہ اشتر ہی نے تو آگ بھڑکائی ہے۔ پس حضرت علیؓ مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ان کی طرف سے ابو موسےٰ اور معاویہ کی جانب سے عمرو عاص حکم قرار پائے۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ کے پاس مجتمع ہو کر کتبہ لکھنا شروع کیا یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ اقرار نامہ ہے جس کو امیر المومنین علیؓ ہنوز اتنا ہی لکھا تھا کہ عمرو عاص بولا۔ علیؓ تمہارے امیر ہیں۔ ہمارے امیر نہیں ہیں۔ اس لفظ کو مٹا دو۔ احنف نے کہا کہ امیر المومنین کا لفظ محو نہیں کیا جا سکتا۔ اشعث بن قیس نے کہا کہ ضرور محو کرنا چاہیئے۔ حضرت علیؓ نے کتبہ لے کر اپنے ہاتھ سے لفظ امیر المومنین کاٹ دیا۔ اور کہا کہ اللہ اکبر یہ معاملہ مطابق سنت نبوی ہے۔ بخدا جب بروز حدیبیہ میں نے صلح نامہ میں محمدؐ رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے لفظ رسول اللہ کے متعلق ایسا ہی قیل وقال کیا تھا جیسا کہ تم کرتے ہو چنانچہ رسول اللہؐ نے کاغذ خود اپنے ہاتھ میں لے کر لفظ رسول اللہ کو محو کر دیا تھا اور

مجھ سے فرمایا تھا کہ اے علی تم کو بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا اور تم کو قبول کرنا ہوگا۔ یہ سن کر عمرو عاص نے کہا۔ سبحان اللہ تم ہم کو کفار سے تشبیہ دیتے ہو۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اے ابن باغیہ تو فاسقین کا دوست اور مومنین کا دشمن کب نہ تھا۔ عمرو عاص نے کہا کہ اب آئندہ میں تمہارے ساتھ کبھی یک نہ ہوں گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں بھی خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری مجلس کو تجھ سے اور تیرے ایسے لوگوں سے پاک رکھے گا۔

اس کے بعد اقرار نامہ تحریر کیا گیا۔

حبیب[۱] السیر میں ہے کہ جو اقرار نامہ لکھا گیا اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ "علیؑ اور ان کے متبعین اور معاویہ اور ان کے موافقین نے قبول کیا کہ حکم کتاب اللہ کے موافق عمل کریں گے اور احکام خداوندی سے تجاوز روا نہ رکھیں گے۔ نیز علیؑ اور (ان کے ساتھ والے) اس بات پر راضی ہوئے کہ ان کی جانب سے ابو موسیٰ اشعری حکم ہوں اور معاویہ اور ان کے گروہ نے اپنی طرف سے عمرو عاص کا حکم ہونا منظور کیا۔

اور تاریخ[۲] ابن الوردی میں ہے کہ ابو موسےٰ اور عمرو عاص نے فیصلے کا زمانہ ماہ رمضان سنہ رواں مقرر کیا۔ نیز اس کے ساتھ یہ شرط بھی قرار دی کہ اگر دونوں حکم چاہیں تو میعاد معین میں تاخیر کر سکتے ہیں" اور جب یہ معاملہ ختم ہو چکا تو حضرت علی مع ہمراہیوں کے کوفے چلے گئے۔ البتہ خوارج حضرت علیؑ رفاقت ترک کر کے ان سے کنارہ کش ہو گئے اور تاریخ الخلفا[۳] سیوطی میں ہے کہ ان خوارج نے کہا کہ خدا کے سوا دوسرے کا حکم کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر انہوں نے حضرت علیؑ پر خروج کر کے مقام حروراء میں بغرض قتال لشکر جمع کیا۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو پہنچی تو انہوں نے ابن عباس کو خوارج کے افہام و تفہیم کے لئے بھیجا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک جماعت کثیر اپنے

---

[۱] در حبیب السیر است کہ ملخص مضمون آں وثیقہ آں کہ علی و اتباع او و معاویہ و اشیاع او قبول نمودند کہ بحکم کتاب الٰہی قیام نمائند و از مضمون آیات بینات در نگذرند و علی و شیعہ او راضی شدند کہ عبداللہ بن قیس یعنی ابو موسیٰ اشعری دریں باب حکم باشد و معاویہ و معاونان او رضا دادند کہ از قبل ایشاں عمرو بن العاص حکم کند ۱۲ [۲] و فی تاریخ ابن الوردی (وقال) واجلا القضاء الی رمضان من هذه السنة وان احبا ان یوخرا ذالك اخراه (الی ان قال) ثم سار علی الی العراق وقدم الی الکوفة ولم تدخل الخوارج معه الی الکوفة واعتزلوا عنه ۱۲ [۳] وفی تاریخ الخلفا للسیوطی قالوا لاحکم الا لله وعسکروا بحروراء فبعث الیهم ابن عباس فخاصمهم وحججهم فرجع منهم قوم کثیر وثبت قوم وساروا الی النهروان فسار الیهم علی وقتلهم بالنهروان وقتل منهم ذو الثدیة ۱۲۔

ارادے سے باز رہی اور باقی گروہ خوارج کا نہروان کو چلا گیا۔ حضرت علیؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے نہروان پہنچ کر خوارج کو قتل کیا۔ اور ان میں ذوالثدیہ بھی مارا گیا (جس کا ایک بازو پستان زن سے مشابہ تھا۔)

نسائی نے خصائص[1] میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک گروہ کے خروج کا ذکر کر کے فرمایا تھا کہ اس گروہ والے دین سے اس طرح نکل گئے ہوں گے جس طرح نشانے سے تیر نکل جاتا ہے اور وہ بدترین خلق ہوں گے۔ نیز ارشاد کیا تھا کہ اگرچہ وہ لوگ بڑے نمازی، روزہ دار۔ اور زکوٰۃ دینے والے ہوں گے۔ مگر وہ دین سے ایسے نکل گئے ہوں گے جیسا کہ نشانے سے تیر نکل جاتا ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے کے نیچے نہ اترے گا۔ اور ان لوگوں سے وہ شخص قتال کرے گا جو سراسر حق پر ہوگا۔ اس فرقہ باطلہ میں ایک سیاہ فام شخص اس علامت کا پایا جائے گا۔ کہ اس کا ایک بازو پستان زن سے مشابہ ہوگا اور وہ فرقہ بہترین گروہ پر خروج کرے گا۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی اس پیشین گوئی کا گواہ ہوں اور اس بات کا بھی شاہد ہوں کہ جب حضرت علیؓ نے گروہ خوارج سے قتال کیا تو اس شخص (ذوالثدیہ) کے تلاش کا حکم دیا چنانچہ وہ تلاش کیا گیا تو خوارج کے کشتوں میں ملا۔ جس کا ایک بازو درحقیقت پستان زن کی طرح تھا۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔

تاریخ ابن خلدون[2] میں ہے کہ جب میعاد منقضی ہوئی اور محاکمہ کا زمانہ آیا تو حضرت علیؓ

---

[1] اخرج النسائی فی الخصائص عن ابی سعید الخدری عن النبی صلعم انہ ذکر اناسا انہ یخرجون فی فرقۃ من الناس یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ ھم اشر الخلق (وفی حدیث اخر) فذکر من صلواتہم وزکواتہم وصومہم (وقال) یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ لا تجاوز القران من تراقیہم لقاتلھم اقرب الناس الی الحق (وفی حدیث اخر) اتیہم رجل اسود احدی عضدیہ مثل ثدی المرأۃ یخرجون علی خیر فرقۃ من الناس قال ابوسعید فاشہد انی سمعت ھذا من رسول اللہ صلعم واشہد ان علی بن ابی طالب قاتلھم وانا معہ فامر بذالک الرجل فالتمس فوجد فاتی بہ حتی نظرت الیہ علی النعت الذی نعت بہ رسول اللہ صلعم

[2] قال ابن خلدون فلما انقضی الاجل وحان وقت الحکمین بعث علی ابا موسی الاشعری فی اربعمائۃ رجل (الی ان قال) وبعث معاویۃ عمرو بن العاص فی اربعمائۃ من اھل الشام والتقوا باذرح من دومۃ الجندل۔۱۲

کی جانب سے ابوموسٰے اشعری مع چار سَو ہمراہیوں کے اور معاویہ کی طرف سے عمرو عاص مع چار سو شامیوں کے بمقام اذرح واقع دومۃ الجندل میں وارد ہوئے۔

اور تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ جب دونوں گروہ ملاقی ہوئے۔ تو ابن العاص نے ابو ابوموسٰے اشعری سے استدعا کی کہ وہ معاویہ کو خلیفہ تجویز کریں۔ مگر ابوموسٰے نے انکار کیا۔ اسی طرح ابوموسٰے نے عمرو عاص سے استدعا کی کہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب خلیفہ مقرر کئے جائیں۔ لیکن عمرو عاص نے اس کو نہ مانا۔ بعدازاں ابوموسٰے سے پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے۔ ابوموسٰے نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ علیؑ اور معاویہ دونوں معزول کر دیئے جائیں اور خلافت کا معاملہ مسلمانوں کی باہمی مشاورت پر محول کیا جائے۔ عمرو نے اس رائے کی تحسین کی اور

---

[1] قال ابو الفداو التقی الحکمان فدعی عمرو ابا موسیٰ ان یجعل الامر الی معاویۃ فابی ودعا ابو موسیٰ عمرو ان یجعل الامر الی عبد اللہ ابن عمر بن الخطاب فابی ثم قال وما تری انت فقال نری ان نخلع علیاً ومعاویۃ ونجعل الامر شوری بین المسلمین فاظھر لہ عمرو ان ھذا ھو الرای ووفقہ علیہ ثم اقبلا الی الناس فقد اجتمعوا وقال ابو موسیٰ ان رأینا قد اتفق علی امر نرجو صلاح ھذہ الامۃ فقال عمرو صدق تقدم فتکلم یا ابا موسیٰ فلما تقدم لحقہ عبد اللہ بن عباس فقال لہ ویحک واللہ لقد اظن انہ خدعک ان کنتما قد اتفقتما علی امر فقدمہ قبلک فانی لا آمن ان یخالفک فقال ابو موسیٰ انا قد اتفقنا فحمد اللہ واثنی علیہ وقال یا ایھا الناس انا لم نر اصلح لامر ھذہ الامۃ ۱۲ من امر قد اجتمع علیہ رأئی ورأی عمرو وھو ان نخلع علیاً ومعاویۃ وتستقبل ھذہ الامۃ فیولوا منھم من احبوا وانی قد خلعت علیاً ومعاویۃ فاستقبلوا امرکم وولوا علیکم من رأیتموہ لھذا الامر اھلاً ثم تنحیٰ واقبل عمرو فقام مقامہ وحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان ھذا قد قال ما سمعتم وخلع صاحبہ کما خلعہ واثبت صاحبی فانہ ولی عثمان والطالب بدمہ واحق الناس بمقامہ فقال لہ ابو موسیٰ مالک لا وفقک اللہ غدرت وفجرت فرکب ابو موسیٰ ولحق بمکۃ حیاءً من الناس وانصرف عمرو واھل الشام الی معاویۃ فسلموا الیہ بالخلافۃ ومن من ذالک الوقت فصار امر علی فی الضعف وامر معاویۃ فی القوۃ۔

کہا کہ مجھ کو تمہاری رائے سے اتفاق ہے۔ یہ گفتگو کر کے دونوں شخص فریقین کے مجمع میں آئے۔ ابو موسیٰ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ہم دونوں آدمیوں کی رائیں ایک ایسے امر پر متفق ہوئی ہیں جو صلاحیت امت پر مبنی ہے عمرو عاص نے اس کی تصدیق کر کے ابو موسیٰ سے کہا کہ جو رائے تم نے قائم کی ہے۔ سب کے سامنے بیان کرو۔ ابو موسیٰ آگے بڑھے تو عبد اللہ بن عباس نے ان سے کہا کہ اگر عمرو عاص نے تم پر یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کو تمہاری رائے سے اتفاق ہے تو واللہ میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے تم کو دھوکا دیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عمرو عاص ہی کو تقریر کرنے کا موقع دو۔ ابو موسے نے کچھ اس بات پر اعتنا نہ کی اور کھڑے ہو کر بعد حمد و ثنائے الٰہی کہا کہ ایہا الناس میں مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ اصلح کوئی بات نہیں سمجھتا۔ جس پر میری اور عمرو عاص کی رائے متفق ہو چکی ہے وہ یہ کہ علیؑ اور معاویہ دونوں علیحدہ کر دیئے جائیں اور مسلمانوں کا گروہ غور کرنے کے بعد جس کو چاہے اپنا خلیفہ مقرر کرے۔ لہٰذا میں نے علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کیا۔ اب تم لوگ غور کر کے جس کو امر خلافت کے لئے موزوں سمجھو، خلیفہ مقرر کرو۔ یہ کہہ کر ابو موسیٰ پیچھے ہٹے اور عمرو بن عاص سے روبروئے حضار کھڑے ہو کر بعد حمد و ثنائے ایزدی کہا کہ جو کچھ ابو موسے نے کہا تم لوگوں نے سن لیا۔ پس چونکہ ابو موسے نے علیؑ کو امر خلافت سے علیحدہ کر دیا۔ جس سے مجھے بھی اتفاق ہے لہٰذا میں بھی علیؑ کو علیحدہ کرتا ہوں اور معاویہ کو خلیفہ قرار دیتا ہوں کہ وہ عثمان کے ولی اور ان کے خون کے طالب اور دوسروں سے زیادہ ان کی قائم مقامی کے مستحق ہیں۔

یہ سن کر ابو موسے نے عمرو عاص سے کہا کہ خدا تجھ کو توفیق نہ دے۔ تو نے سخت غداری اور بدعملی کی۔ یہ کہہ کر ابو موسے اسی وقت سوار ہوئے۔ اور شرم کے مارے جانب مکہ چلے گئے اور عمرو بن عاص نے مع اہل شام معاویہ کے پاس جا کر امر خلافت کا مژدہ پیش کیا۔

(مؤرخ ابو الفدا لکھتا ہے) کہ اسی وقت سے حضرت علیؑ کے امر میں ضعف اور معاویہ کے امر میں قوت پیدا ہو گئی۔

علامہ[1] راغب کتاب المحاضرات میں لکھتے ہیں کہ معاویہ کو حضرت علیؑ پر اس وجہ سے غلبہ حاصل ہو گیا کہ معاویہ ہر حیلے سے اپنا کام نکال لیتے تھے چاہے وہ حیلہ حلال ہو یا حرام کیوں کہ معاویہ کو نہ دین کی پرواہ تھی نہ خدا کا خوف تھا اور حضرت علیؑ کسی حیلہ ناجائز کو کام میں نہ لاتے تھے

---

[1] قال العلامة الراغب فی المحاضرات انما غلب معاویه علیا لانه لم یکن غایته الادراک الحاجة بالحیلة حل او حرم ثم لم یکن یبالی بالدین ولا ینفکر فی سخط رب العالمین وعلی لم یستعمل من الحیل الا ما حل۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[1] میں ہے کہ عراق میں حضرت علیؑ امیر المومنین کہے جاتے تھے اور شام میں امیر معاویہ کے ملقب کئے جاتے تھے۔

ماوردی اپنی کتاب ادب[2] الدنیا والدین میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے عرض کیا کہ میں تم کو بھی دوست رکھتا ہوں اور معاویہ کو بھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تو بالفعل کانا ہے۔ پس یا تو اس عیب سے برأت حاصل کر یا اندھا ہو جا اور استیعاب[3] ابن عبد البر میں ابو قیس ازدی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے لوگوں کو تین طرح کا پایا۔ ایک اہل دین جو حضرت علیؑ کو دوست رکھتے ہیں دوسرے اہل دنیا جو معاویہ کو چاہتے ہیں۔ تیسرے خوارج۔

تاریخ الفداء[4] میں ہے کہ پھر ۳۸ھ کے شروع ہونے پر معاویہ نے عمرو عاص کو لشکر لے کر مصر بھیجا۔ جہاں کے عامل حضرت علیؑ کی جانب سے محمد بن ابی بکر تھے۔ جب محمد بن ابی بکر کو عمرو عاص کی لشکر کشی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت علیؑ کو اطلاع دی اور ان سے مدد مانگی۔ حضرت علیؑ نے اشتر کو محمد بن ابی بکر کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اشتر قلزم تک پہنچے پائے تھے کہ ان کو کسی نے شہد میں زہر ملا کر پلا دیا اور اسی مقام پر اشتر نے وفات پائی۔

تاریخ ابن[5] جریر طبری میں ہے کہ جس شخص نے اشتر کو زہر دیا تھا اس نے معاویہ کو اشتر کے انتقال کی خبر دی تو نے معاویہ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اور کہا کہ علی ابن ابی طالب کے دو داہنے ہاتھ تھے۔ ایک بروز صفین کٹ گیا یعنی عمار دوسرا آج قطع ہوا یعنی اشتر۔

---

[1] وقال ابن جریر فی تاریخه الکبیر کان علی علیه السلام یدعی بالعراق امیر المومنین وکان معاویة یدعی بالشام الامیر [2] حکی الماوردی فی کتابه ادب الدنیا والدین ان رجلا قال لعلی کرم الله وجهه انی احبك واحب معاویة فقال رضی الله عنه اما الآن فانت اعور فاما ان تبرأ واما ان تعمی [3] وذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب عن ابی قیس الازدی قال ادرکت الناس وهم ثلاث طبقات اهل دین یحبون علیا واهل دنیا یحبون معاویة وخوارج [4] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة ثمان وثلثین فیها جهز معاویة عمرو بن العاص بعسکر الی مصر وکتب محمد ابن ابی بکر یستنجد علیا فارسل الیه الاشتر فلما وصل الاشتر الی القلزم سقاه رجل عسلا مسموما فمات منه [5] وقال ابن جریر فی تاریخه فاقبل الذی سقاه الی معاویة فاخبره بهلك الاشتر فقام معاویة فی الناس خطیبا فحمد الله واثنی علیه وقال اما بعد فانه کانت لعلی بن ابی طالب یدان یمینان قطعت احداهما یوم صفین یعنی عمار بن یاسر وقطعت الاخری الیوم یعنی الاشتر۔

تاریخ ابن الوردی[1] میں ہے کہ جب عمرو عاص نے مصر پہنچ کر محمد بن ابی بکر سے جنگ کی تو محمد بن ابی بکر کا لشکر شکست کھا کر منتشر ہوگیا۔ محمد بن ابی بکر گرتے پڑتے ایک خرابے تک پہنچے تھے کہ لوگ انہیں پکڑ کر معاویہ بن خدیج کے پاس لے گئے۔ معاویہ بن خدیج نے ان کو قتل کر ڈالا۔

تاریخ مروج الذہب[2] میں ہے کہ جب معاویہ کو محمد بن ابی بکر کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو وہ بہت خوش و مسرور ہوئے اور تاریخ ابو الفدا[3] میں ہے کہ جب حضرت عائشہ کو محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ نہایت رنجیدہ ہوئیں اور ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو عاص کو بد دعا اور نفرین کرتی تھیں۔ نیز جب حضرت علیؑ کو محمد بن ابی بکر کے مظلومانہ قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی بہت ہی غمگین ہوئے۔

تاریخ کامل ابن اثیر[4] میں ہے کہ ۳۹ھ میں معاویہ نے ملک عراق میں جابجا اپنی فوجیں روانہ کیں۔ اور تاریخ ابو الفدا[5] میں ہے کہ پھر ۴۰ھ میں معاویہ نے بسر بن ارطات کو لشکر لے کر حجاز کی طرف روانہ کیا۔ بسر بن ارطات نے پہلے مدینہ پر چڑھائی کی جہاں کے عامل حضرت علیؑ کی طرف سے ابو ایوب انصاری تھے وہ اس لشکر کشی کا حال سن کر حضرت علیؑ کے پاس چلے گئے اور بسر نے مدینے میں داخل ہو کر خون ریزی شروع کر دی۔ اور اہل مدینہ کو معاویہ کی بیعت کرنے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد بسر بن ارطات نے یمن پہنچ کر [illegible] ہزار آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔

[1] قال ابن الوردی ووصل عمرو بن العاص مصر وقاتله اصحاب محمد بن ابی بکر فهزمهم عمرو فتفرق عن محمد اصحابه فمشی محمد یمشی حتی انتهی الی خربة فقبض علیه واتوا به الی معاویه بن خدیج فقتله [2] قال المسعودی فی مروج الذهب وبلغ معاویة ابن ابی سفیان قتل محمد واصحابه فاظهر الفرح والسرور [3] وقال ابو الفداء ولما بلغ عائشة قتل اخیها محمد جزعت علیه وقنتت في دبر كل صلوة تدعوا علی معاویة وعمرو بن العاص ولما بلغ علیاً مقتله جزع علیه [4] قال ابن الاثیر فی الکامل ثم دخلت سنة تسع وثلاثین وفی هذه السنة فرق معاویة جیوشه فی العراق [5] وقال ابو الفداء ثم دخلت سنة اربعین وفی هذه السنة سیر معاویة بسر بن ارطاة بعسکر الی الحجاز فاتی المدینة وبها ابو ایوب الانصاری عاملا لعلی فهرب ولحق بعلی ودخل بسر المدینة وسفك فیها واستكره الناس علی البیعة لمعاوية ثم سار الی الیمن وقتل الوفا من الناس فهرب منه عبید بن عباس عامل علی بالیمن فوجد لعبید الله ابنین صبیین فذبحهما۔

عبیداللہ بن عباس جو یمن میں حضرت علیؓ کی جانب سے عامل مقرر تھے۔ بسُر کے اچانک حملے کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے اور بسُر نے عبیداللہ بن عباس کے دو معصوم بچوں کو بے رحمی سے ذبح کر ڈالا۔ اور تاریخ کامل ابن[1] اثیر میں ہے کہ عبیداللہ بن عباس یمن سے جاتے وقت اپنے دونوں بچوں کو ایک مرد کنانی کے یہاں چھوڑ گئے تھے۔ جب بسُر نے ان بچوں کو ہلاک کرنا چاہا تو مرد کنانی کہنے لگا۔ کہ ان بے گناہوں کو کیوں قتل کرتا ہے۔ اور اگر یہی منظور ہے تو مجھے بھی انہیں کے ساتھ قتل کر۔ بسُر نے ان دونوں بچوں کے ساتھ اس شخص کنانی کو بھی قتل کر ڈالا۔

مورخ ابن[2] اثیر لکھتا ہے کہ اسی سال ماہ رمضان میں حضرت علیؓ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک بار زمانۂ رسالت مآبؐ میں حضرت علیؓ بیمار ہوئے تو میں عیادت کو گیا۔ اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی وہاں موجود تھے۔ اس اثناء میں جناب رسول مقبولؐ حضرت علیؓ کو دیکھنے آئے حضرت عمر اور حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ ہم لوگوں کو یہ جاں بر ہوتے نظر نہیں آتے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ ابھی نہ مریں گے اور اس تک وقت نہ مریں گے جب تک کہ غیظ سے پُر نہ ہو جائیں گے اور نہ مریں گے جب تک مقتول نہ ہوں اور استیعاب[3] ابن عبدالبر میں صہیب سے مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اے علی بتاؤ امم سابقہ میں سب سے زیادہ شقی کون تھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ جس ناقہ صالح کی کوچیں کاٹی تھیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم نے سچ کہا اچھا یہ بتاؤ کہ اس امت میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہے حضرت علیؓ نے کہا مجھے اس کا علم نہیں ہے رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ اس امت میں سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہوگا جو تمہارے سر پر ضرب

---

[1] وفی الکامل لابن الاثیر وکانا عند رجل من کنانۃ فلما اراد قتلہما قال لہ الکنانی لم تقتل ہذین ولا ذنب لہما فان کنت قاتلہما فاقتلنی معہما فقتلہ وقتلہما [2] قال ابن الاثیر فی الکامل وفی ہذہ السنۃ وقتل علی فی شہر رمضان (الی ان قال) قال انس بن مالک ومرض علی فدخلت علیہ وعندہ ابوبکر وعمر فجلست عندہ فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنظر فی وجہہ فقال لہ ابوبکر وعمر یا نبی اللہ ما نراہ الا میتا فقال لن یموت ہذا الآن ولن یموت حتی یملأ غیظا ولن یموت الا مقتولا [3] وروی ابن عبدالبر فی الاستیعاب عن صہیب ان رسول اللہ صلعم قال لعلی من اشقی الاولین قال الذی عقر الناقۃ یعنی ناقۃ صالح قال صدقت فمن اشقی الآخرین قال لا ادری قال الذی یضربک علی ہذا یعنی یافوخہ ویخضب ہذہ یعنی لحیتہ۔

لگائے گا۔ اور تمہاری داڑھی کو تمہارے خون سے خضاب کرے گا۔

اور خصائص[۱] نسائی کی ایک حدیث میں عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علی کیا میں تم کو ان دو آدمیوں کا حال بتاؤں جو بدبخت ترین مردم ہیں حضرت علیؑ نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ آنحضرتؐ نے کہا کہ ایک تو قوم ثمود کا سرخ رنگ والا آدمی جس نے ناقۂ صالح کو پے کیا۔ دوسرا وہ شخص جو تمہارے سر پر ضرب لگا کر تمہاری داڑھی کو خون سے خضاب کرے گا۔

مؤرخ ابن اثیر[۲] نے تاریخ کامل میں روایت کی ہے کہ جب ماہ رمضان شروع ہوا تو حضرت علی باری باری کسی شب کو امام حسن کے یہاں کھانا کھاتے تھے اور کسی شب کو امام حسین کے یہاں، مگر تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ بحالت گرسنگی دنیا سے جاؤں اور حسن بن کثیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نماز صبح کے لئے آخر شب کو مکان سے باہر برآمد ہوئے تو گھر کی پلی ہوئی بطوں نے حضرت علیؑ کے روبرو آکر چلّانا شروع کیا لوگوں نے ان کو ہٹانا چاہا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ان سے مزاحمت نہ کرو۔ یہ نوحہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ اسی شب کو حضرت علی ابن ملجم کی ضربت سے زخمی ہوئے۔

روضۃ الاحباب[۳] میں بعض کتب سیر سے منقول ہے کہ جب وقت خروج خوارج

---

[۱] واخرج النسائی فی الخصائص عن عمار بن یاسر (فی حدیث) ان رسول اللہ صلعم قال لعلی رضی اللہ عنہ الا احدثک باشقی الناس رجلین قال بلی یا رسول اللہ قال احیمر ثمود الذی عقر الناقۃ والذی یضربک علی هذا ووضع یدہ علی قرنہ حتی تبل منہ هذہ واخذ لحیتہ [۲] وفی الکامل قال عثمان بن المغیرۃ کان علی لما دخل رمضان یتعشی لیلۃ عند الحسین ولیلۃ عند الحسین لا یزید علی ثلاث لقم یقول احب ان یاتینی امر اللہ وانا خمیص (الی ان قال) وقال الحسین بن کثیر عن ابیہ قال خرج علی من الفجر فاقبل الاوز یصحن فی وجہہ فطردهن عنہ فقال ذرهن فانهن نوائح فضربہ ابن ملجم فی لیلۃ [۳] در روضۃ الاحباب از بعض کتب سیر منقول است کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ در وقت خروج خوارج رسولان باطراف بلدان فرستادہ مدد طلبید بودند چنانچہ از یمن دہ تن بہ ملازمت آں حضرت آمدند وعبدالرحمٰن بن ملجم داخل ایشان بود و ہر یک ازاں دہ نفر تحفہ امیر المومنین حیدر رسانیدند از ہمہ قبول نمودہ مگر تحفہ ابن ملجم را کہ درجۂ قبول نیفتادہ و آں شمشیرے بغایت قیمتی بودہ ابن ملجم ازیں جہت، مغموم شدہ او در خلوتے بمسجد ہمایوں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۲ پر)

حضرت علیؓ نے مدد کے لئے دوسرے بلاد کے لوگوں کو طلب کیا۔ تو دس آدمی یمن سے بھی آئے جن میں عبدالرحمن بن ملجم بھی تھا۔ ان لوگوں نے وقت ملاقات حضرت علیؓ کی خدمت میں تحائف پیش کئے۔ حضرت علیؓ نے سب کے تحفے قبول کر لیئے، مگر ابن ملجم نے جو ایک نہایت قیمتی تلوار پیش کی تھی نہ لی۔ ابن ملجم کو اس کا رنج ہوا۔ اور اس نے مسجد میں آکر بوقت خلوت حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ یا امیر المومنین کیا بات ہے کہ میرے رفقاء کے تحائف تو آپ نے قبول کئے۔ مگر جو عدیم المثال تلوار میں نے پیش کی اس کو آپ نے قبول نہ فرمایا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اے عبدالرحمن میں تجھ سے کس طرح اس تلوار کو لوں۔ حالاں کہ تیری مراد اسی تلوار سے حاصل ہو گی۔ ابن ملجم رو کر کہنے لگا۔ کہ اے امیر المومنین خدا نہ کرے کہ ایسا خیال بھی میرے دل میں گزرے میں محض بمقتضائے حسن ارادت اپنا وطن چھوڑ کر حاضر ہوا ہوں اور اس خاندان کا نقش محبت میرے دل پر منقوش ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے کہا وہ شدنی ہے اور عنقریب تو طریق وفا سے مڑ کر راہ نفاق کی طرف گریز کرے گا۔ ابن ملجم نے کہا۔ اے امیر المومنین میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ کسی کا حکم دیجیئے کہ میرے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ جس حالت میں کہ ہنوز مجھ سے کوئی جرم ایسا سرزد نہیں ہوا۔ جو مستوجب عقوبت ہو تو میں تجھ سے کیوں کر قصاص لے سکتا ہوں۔ لیکن جو بات میں نے کہی اس کی خبر مجھے پیغمبر خدا نے دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا ارشاد غلط نہیں ہو سکتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ نے ابن ملجم کو متردد دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تجھے قسم خدا کی سچ بتا زمانہ طفولیت میں تیری پرورش ایک یہودیہ نے کی تھی؟ ابن ملجم نے کہا ہاں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے اس کی جناب

(بقیہ حاشیہ صفحہ۲۰۱) در آمدہ گفت یا امیر المومنین سبب چیست کہ از رفقائے من قبول ہدیہ نمودی و شمشیر مرا کہ در عرب شبیہ ندارد نمی ستانی حضرت امیر فرمود کہ اے عبدالرحمن ایں تیغ را چگونہ از تو بستانم و حالاں کہ مراد تو از من بدیں شمشیر حاصل خواہد شد۔ ابن ملجم از شنیدن ایں سخن اظہار جزع نمودہ بر زمین افتاد و گفت یا امیر المومنین ہیہات ہرگز مباد کہ ایں صورت در خیال من بگذرد و ایں فکر محال در خاطر من خطور کند من بعشق ملازمت ایں آستانہ دل از وطن برداشتہ ام و نقش محبت ایں خاندان بر صفحۂ ضمیر نگاشتہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ فرمود کہ ایں امریست بودنی و صورتیست روے نمودنی و تو عنقریب از جادۂ وفاق بوادیۂ نفاق خواہی گریخت و خاک بیمروتی و شقاوت بر فرق دولت خواہی ریخت ابن ملجم گفت یا امیر المومنین اینک من در نظر تو ایستادہ ام اشارت فرمائے تا دستہائے مرا قطع نمائند حضرت امیر کبیر صلوات اللہ علی نبینا و علیہ فرمود چوں ہنوز از تو فعلے صدور نہ یافتہ کہ مستحق عقوبت باشی چگونہ ترا اقتصاص نمایم امام مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم مرا ازیں کار اخبار کردہ است صید اغم کہ قول وے بصدق اقتران دارد و در روایتے آنکہ عبدالرحمن ہمچناں در مقام استبعاد بود تا شاہ مردان گفت کہ ترا بخدا سوگند میدہم راست بگو کہ تربیت کنندہ در طفولیت یہودیہ بود گفت

سے منہ پھیر لیا۔ اور شواہد[1] النبوۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ابن ملجم سے پوچھا کہ تیری کوئی دایہ یہودیہ تھی جو تجھے کبھی کبھی اے شقی اے عاقر ناقہ صالح کہا کرتی تھی۔

ابن ملجم نے کہا کہ ہاں۔

روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ملجم کوفے میں آیا تو ایک عورت پر فریفتہ

---

[1] در شواہد النبوۃ است کہ از ابن ملجم فرمود کہ ترا ہیچ دایہ یہودیہ بود کہ ترا اے شقی و اے عاقر ناقہ صالح می گفت۔ گفت بلے بود۔

[2] و نیز در روضۃ الاحباب است کہ چوں عبدالرحمٰن بکوفہ رسید قطامہ را کہ در عرب بکمال حسن و جمال ضرب المثل بود طالب وگردید قطامہ آں تزویج را بہ قتل علی ابن ابی طالب تعلق نمود عبدالرحمٰن گفت من خود جہت ایں امر بکوفہ آمدہ ام (الی ان قال) و بہ ثبوت پیوستہ کہ در آں ایام کہ شہادت حضرت شاہ ولایت نزدیک رسید چند بار بہ کنایہ صریح ازیں معنی اخبار نمود (الی ان قال) و نقل است کہ در ماہ رمضان سنہ اربعین در روزے حضرت امیر المومنین بر تصعب خلائق بر منبر اشتغال می فرمود در امام حسن رضی اللہ عنہ نظر کردہ گفت اے پسر من از ماہ چند روز گزشتہ اند جواب داد کہ سیزدہ روز پس در امام حسین نگریست فرمود کہ یا بنی ازیں ماہ چند روز باقی ماندہ اند گفت ہفتدہ روز شاہ ولایت ماٰب دست بمحاسن مبارک فرود آمد آورد و گفت در ہمیں ماہ بدبخت ترین مردم آخر زماں لحیہ مرا از خون سر من خضاب کنندہ بیتے چند بر زبان الہام بیان راند مضمون آں کہ قتل من می خواہد مردے از قبلہ مراد دمن باو نکو می خواہم (الی ان قال) و بہ صحت پیوستہ کہ در ماہ مذکور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شبے درخانہ امام حسن و شبے در خانہ امام حسین رضی اللہ عنہما افطار می نمود و زیادہ از لقمہ تناول نمی فرمود و می گفت کہ من بیش از شبے چند مہمان شما نیستم (الی ان قال) و مرویست کہ در آں شہر کہ شہادت امیر المومنین علی مقدر بود آنحضرت دختر خود ام کلثوم را گفت کہ اے فرزند من می بینم کہ ایں صحبت روح پرور من قریب میاں منقضی میگردد و طاہر نفس نفیس قالب ماشکستہ۔ بہ مرافقت متوطنان علاء مراعلی می پیوند و ام کلثوم قطرات اشک از سحاب دیدہ فرو باریدہ گفت اے پدر من ایں چہ خبر محنت اثر است و ایں چہ کلام برشور و شر ایں نہ قصہ ایست کہ گوش تواں شنید و نہ غصہ ایست کہ از شکایت او ایمن تواں بود حضرت امیر فرمود۔ اے فرزند بجاں پیوندم ام دل است کہ ازیں اندوہ پارہ نیست و کدام جان است کہ در وقت قضائے ایزدی بے چارہ نہ دوش حضرت رسالت را در رویا مشاہدہ نمودم کہ بدست مبارک غبار از روی من می افشاند و مرا نزدیک خود طلبیدہ می گفت کہ اے علی بجانب من بیا کہ ترا ہیچ باکے نیست و آنچہ بر تو واجب بود ادا نمودی و در روایتے آنکہ حضرت ولایت ماٰب خواب خود را باحسن مجتبےٰ علیہ السلام تقریر فرمود حضرت امام حسن متاثر گشتہ اظہار گریہ زاری نمود و اتفاق جمہور است کہ در آں شب حضرت ولایت تا سحر بطاعت مشغول بود و مطلقاً خواب نہ فرمود و ساعت بساعت بیروں آمدہ در آسمان نگریست و میگفت صدق رسول اللہ واللہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروغ نہ گفت پس چہ چیز باز می دارد و گشندہ مرا از کشتن من و

ہو گیا جس کا نام قطامہ تھا اور جو حسن و جمال میں ضرب المثل تھی۔ اس نے ابن ملجم سے کہا کہ میری تزویج قتل علیؑ کے ساتھ مشروط ہے (ابن ملجم بولا کہ میں خود اسی فکر میں یہاں آیا ہوں۔)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہوں کہ یہ روایت پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ جب حضرت علیؑ کی شہادت کا زمانہ قریب ہوا تو بارہا انہوں نے کنایہ صریح کے ساتھ اس واقعہ ہائلہ کی خبر دی۔ اور منقول ہے کہ رمضان میں ایک دن حضرت علیؑ منبر پر واعظ فرما رہے تھے۔ ناگہاں امام حسنؑ کی جانب دیکھ کر پوچھا کہ اے فرزند اس مہینے میں کتنے دن گزرے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تیرہ دن۔ اس کے بعد امام حسینؑ کی طرف نظر کر کے دریافت کیا کہ اے فرزند اس مہینے میں کتنے دن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۳) ہمیں منوال می گزرانید تا وقت آں آمد کہ بہ مسجد رود تجدید وضو کردہ میان ہمایوں بست و چوں از خانہ بیروں آمد بمیان سرائے رسید بطے چند کہ در آں جا بودہ در روئے حضرت امیر بانگ می کردند و بقولے دامن آں حضرت را گرفتند یکے از خادمان چوبے بر آں مرغان زد حضرت امیر فرمود کہ دست از آنہا باز دار کہ نوحہ کنندگان اند بر من انگاہ حضرت ولایت پناہ مسجد شتافت چنانچہ شیوہ ستودہ اش بود بانگ گفت (الی ان قال) و چوں آوازۂ اذان بگوشش قطامہ ملعونہ رسید (ابن ملجم لعین را) گفت اینک علی بانگ نماز می گوید آں بدبخت بمسجد شتافت (الی ان قال) و چوں حضرت امیر المومنین علی ادای اذان فارغ گشت و قدم در مسجد نہاد ابن ملجم تیغ بر فرق ہمایوں زدہ گفت الحکم للہ و در روایتے آں کہ ابن ملجم صبر کرد تا حضرت امیر بہ محراب ایستادہ و احرام نماز بست و سجدہ اول بجا آوردہ چوں سر از سجدہ برداشت آں شقی شمشیر فرود آوردہ و باتفاق مورخاں آں تیغ تیز بہ ہماں موضع آمد کہ روز حرب خندق عمرو بن عبدود زخم زدہ بود تا مغز سر آں سرور شگافت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرمود کہ فزت برب الکعبۃ یعنی سوگند بہ پروردگار کعبہ کہ بہ مطلوب خویش فائز شوم و امام حسن را گفت کہ شرائط امامت بجا آور و در مردم جمع آمدہ از حضرت امیر پرسیدہ کہ ضارب ایں زخم کیست فرمود کہ خدائے تعالیٰ او را ظاہر گرداند (الی ان قال) ابن ملجم در آں صباح شمشیر خون آلود در دست گرفتہ در کوچہ ہائے کوفہ میدوید مردے از بنی عبدقیس پیش آمد گفت تو کیستی گفت عبدالرحمان بن ملجم گفت اے لعین امیر المومنین را تو زخم زدہ باشی خواست کہ انکار کند خدائے تعالیٰ در زبانش انداخت کہ اے آں شخص فریاد بر آوردہ مردمان را خبر کرد تا ابن ملجم را گرفتند (الی ان قال) و شاہ ولایت پناہ را بخانہ بردند اولاد امجاد و بنات مکرمات و زوجات مطہرات چوں آں حضرت را بہ آں حال دیدند و مشاہدہ کردند فریاد و زاری و نالہ و بے قراری باوج فلک رسانیدہ و جیب شکیبائی بدست اضطراب چاک زدہ و ضعف آں حضرت ساعت بساعت سمت تزاید می گرفت والم زخم لحظہ بلحظہ تضاعف می پذیرفت و چوں زمان رحلت نزدیک آمد امام حسنؑ و امام حسینؑ را نصائح سودمند بتقدیم رسانیدہ و در بارۂ ایشاں دعوات اجابت آیات بر زبان آوردہ بعد ازاں مرغ روح مطہرش

بجانب عالم بالا پرواز نمود۔

باقی رہ گئے انھوں نے کہا سترہ دن۔ حضرت علیؑ نے ریش مبارک پر ہاتھ لے جا کر فرمایا کہ اسی مہینے میں اس امت کا بدبخت ترین مردم میری داڑھی کو میرے خون سر سے خضاب کرے گا۔ یہ کہہ کر انھوں نے چند شعر پڑھے۔ جن کا مضمون یہ تھا کہ قبیلۂ مراد کا ایک شخص میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے باوجودیکہ میں اس کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہوں۔ اور اخبار صحیح میں وارد ہوا ہے کہ اس زمانے میں حضرت علیؑ ایک شب امام حسنؑ کے یہاں افطار کرتے تھے اور ایک شب امام حسینؑ کے یہاں مگر ایک لقمے سے زیادہ نہ کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں چند شبوں کا مہمان ہوں۔ نیز مروی ہے کہ اسی زمانے میں ایک روز حضرت علیؑ نے صاحب زادی اُم کلثوم سے کہا کہ اے فرزند قریب ہے کہ اس صحبت روح پرور کا دَور ختم ہو جائے اور میں دنیا فانی کو چھوڑ دوں۔ یہ سُن کر اُم کلثوم رونے لگیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے جان پدر کسی ذی روح کو موت سے چارہ نہیں ہے۔

رات میں نے جناب رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا اور آنحضرتؐ نے اسی عالم رویا میں اپنے دست مبارک سے میرے چہرے کا غبار صاف کر کے فرمایا اے علیؑ جو کچھ تم پر واجب تھا اس کو تم ادا کر چکے۔ اب میرے پاس چلے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے جب اس خواب کی کیفیت امام حسنؑ سے بیان کی تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ رونے لگے اور جمہور مورخین کا اتفاق ہے کہ جس شب کو آپ زخمی ہوئے۔ رات بھر عبادت خدا میں مشغول رہے اور گھڑی گھڑی مکان سے نکل کر آسمان کی جانب نگاہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سچ فرمایا رسول اللہ نے قسم خدا کی آنحضرتؐ نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ پس کون امر میرے قاتل کے لئے مانع ہے میرے قتل سے۔ اسی حالت میں نماز صبح کا وقت قریب ہوا اور حضرت علیؑ تجدید وضو کر کے گھر سے باہر نکلے۔ چند بطیں جو وہاں موجود تھیں۔ آپ کو دیکھ کر شور کرنے لگیں اور بقولے ان بطوں نے حضرت علیؑ کا دامن پکڑ لیا ایک شخص نے چاہا کہ بطوں کو ہٹائے۔ حضرت علیؑ نے منع کیا اور کہا کہ یہ بطیں مجھ پر نوحہ کر رہی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے مسجد میں تشریف لے جا کر حسب معمول اذان کہی۔ جب اذان کی آواز قطامہ کے کان میں پہنچی تو اس نے ابن ملجم سے کہا کہ سُن علیؑ اذان کہہ رہے ہیں۔

پس وہ بدبخت مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور جب حضرت علیؑ اذان کہہ کر مسجد کے اندر پہنچے تو ابن ملجم نے ان کے سر پر تلوار لگائی اور کہا "الحکم للہ" اور بعض روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؑ نماز میں مصروف ہوئے اور سجدہ اولیٰ ادا کر کے سر اٹھایا۔ تب ابن ملجم بدبخت نے ضرب لگائی۔ مورخین کا متفق علیہ قول ہے کہ وہ ضرب اسی مقام پر لگی جہاں جنگ خندق کے دن عمرو بن عبدود کی تلوار لگی تھی اور اس ضرب سے حضرت علیؑ کا سر مبارک شق ہو گیا اس وقت

آپ نے فرمایا کہ فزت برب الکعبۃ یعنی قسم ہے پروردگار کعبہ کی کہ میں فائز المرام ہوا پھر امام حسنؑ کو بلا کر ارشاد کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حاضرین نے پوچھا کہ یہ ضرب کس نے لگائی ہے آپ نے کہا خدا اس کو ظاہر کر دے گا۔ منقول ہے کہ جب ابن ملجم بدبخت ضرب لگا کر مسجد سے نکلا تو کوفے کی گلی کوچوں میں تیغ خون آلود لئے ہوئے دوڑتا پھرتا تھا قبیلۂ بنی عبد قیس کے ایک شخص نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ عبد الرحمٰن بن ملجم وہ شخص بولا کہ اے لعین تو ہی نے امیر المومنین کو زخمی کیا ہے! ابن ملجم چاہتا تھا کہ انکار کرے مگر بقدرت ربانی اس کی زبان سے نکل گیا کہ ہاں پس لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ پھر لوگ حضرت علیؑ کو ان کے گھر میں لے گئے۔ جب حضرت علیؑ کی اولاد اور ازواج نے ان کا یہ حال مشاہدہ کیا تو سب بے اختیار رونے لگے۔ حضرت علیؑ کا ضعف اور درد زخم لحظہ بلحظہ زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جب زمانہ رحلت کا قریب آیا تو حضرت علیؑ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلا کر ضروری نصیحتیں اور وصیتیں کیں اور ان کے لئے دعائے خیر فرماتے ہوئے راہی خلد بریں ہوئے۔

اور تاریخ کامل ابن اثیر[1] میں ہے کہ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو دربارِ پرہیزگاری، عبادت صلۂ رحم۔ غم خواری۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر وغیرہا موعظت فرمائی اور ایک وصیت نامہ لکھ کر دیا اور سوا کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے تا زمان وفات کوئی بات زبان پر نہیں لائے۔

ابن عبد ربہ[2] عقد الفرید میں لکھتے ہیں کہ ہیثم بن عدی نے اکثر مشائخ حدیث سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے امر امامت و خلافت امام حسنؑ کو تفویض فرمایا۔

اور کتاب[3] وسیلۃ النجاۃ مُلا مبین لکھنوی فرنگی محلی میں ہے کہ امام حسنؑ حضرت علیؑ کے بعد ان کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوئے۔

---

[1] وفی الکامل قال الحسن اوصیک یا بنی بتقوی اللہ واقام الصلوٰۃ لوقتہا وایتاء الزکوٰۃ عند محلہا وحسن الوضوء فانہ لا صلوٰۃ الا بطہور واوصیک بغفر الذنب وکظم الغیظ وصلۃ الرحم والحلم عن الجاہل والتفقہ فی الدین والتثبت فی الامر والتعاہد القرآن حسن الجوار والامر بالمعروف والنہی عن المنکر واجتناب الفواحش ثم کتب وصیۃ ولم ینطق الا بلا الٰہ الا اللہ حتی مات رضی اللہ عنہ [2] قال ابن عبد ربہ فی عقد الفرید قال ہیثم بن عدی حدثنی غیر واحد ممن ادرکت من الشائخ ان علیاً اصار الامر الی الحسن [3] وملا محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی در کتاب وسیلۃ النجات می نویسد کہ امام حسن بعد از وفات پدر خود علی مرتضیٰ بوصیت آں حضرت بر سریر خلافت نشست۔

تاریخ کامل[1] ابن اثیر میں ہے کہ حضرت علیؑ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ جب کہ انہوں نے اس دنیا ناپائدار سے انتقال فرمایا اور مسجد جامع کے قریب یا بقول بعض دوسری جگہ مدفون ہوئے مگر صحیح ترین روایت یہ ہے کہ ان کی قبر شریف اسی جگہ ہے جہاں کی زیارت سے لوگ فیض یاب اور برکت اندوز ہوتے ہیں اور

اور تاریخ ابوالفدا[2] میں ہے کہ حضرت علیؑ کی قبر نجف میں ہے جس کی زیارت کو لوگ اب تک جاتے ہیں اور کتاب[3] ریاض النضرہ مستدرک حاکم میں ہے کہ جس صبح کو حضرت علی شہید ہوئے۔ بیت المقدس کا جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون نکلتا تھا۔

تاریخ ابوالفدا[4] میں ہے کہ جب حضرت علیؑ نے وفات پائی تو عبداللہ بن جعفر نے ابن ملجم کو قید خانے سے نکال کر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اس کی آنکھوں میں سلائی گرم کرکے پھیر دی۔ اس کی زبان قطع کی پھر اس کو آگ میں جلا دیا۔

مؤرخ ابوالفدا[5] لکھتا ہے کہ عمران بن حطان خارجی نے ابن ملجم کے مرثیے میں اس مضمون کے شعر موزوں کئے ہیں کہ "کیا اچھی ضرب تھی اس ولی (ابن ملجم) کی جس نے محض خوشنودی خدا کے ارادے سے وہ ضرب لگائی۔ میں جس وقت ابن ملجم کو یاد کرتا ہوں تو گمان کرتا ہوں کہ اس کا میزان عمل خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پورا ہے"

علامہ[6] ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں کہ عمران بن حطان خارجی حضرت عائشہ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ محدث عجلی کا قول ہے کہ عمران مذکور تابعی اور ثقہ ہے۔

---

[1] وفي الكامل قال كان عمر علي عليه السلام ثلاثا وستين سنة ودفن عند مسجد الجماعة وقيل غير ذلك والاصح ان قبره هو الموضع الذي يزار ويتبرك [2] وفي تاريخ ابي الفدا قال ان قبره هو المشهور بالنجف وهو الذي يزار اليوم۔

[3] وفي الرياض النضرة والمستدرك عن ابن شهاب قال لم يرفع حجر في بيت المقدس الا وجد تحته دم صباح قتل علي بن ابي طالب [4] قال ابوالفدا لما مات علي اخرج عبد الرحمن ابن ملجم من الحبس فقطع عبدالله بن جعفر يده ثم رجله وكحلت عيناه بمسمار محمي وقطع لسانه واحرق لعنة الله [5] قال ابوالفدا والعمران ابن حطان الخارجي يرثي ابن ملجم يا ضربة من ولي ما اراد بها الا ليبلغ من ذي العرش رضوانا اني لاذكره يوما فاظنه اوفى البرية عند الله ميزانا [6] قال الذهبي في الميزان عمران بن حطان البصري الخارجي عن عائشة قال العجلي تابعي ثقة۔

اور کتاب[1] الاصابہ یہ حافظ ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ عمران بن حطان سرگروہ خوارج مشہور تابعی ہے۔ اس کا ذکر طبقہ صحابہ میں سوائے قاضی حسین بن محمد شافعی کے اور کسی نے نہیں کیا۔ چنانچہ قاضی موصوف اپنے تعلیقات میں عمران بن حطان کے اشعار نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ان ابیات کو ابو الطیب طبری نے سنا تو جواب میں اس مضمون کے شعر موزوں کئے کہ "میں عمران بن حطان کے اشعار سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں جو اس نے ابن ملجم ملعون کی مدح میں بطور بہتان کے کہے ہیں۔ میں جب ابن ملجم کو یاد کرتا ہوں تو اس پر بھی لعنت کرتا ہوں اور عمران بن حطان پر بھی" اس کے بعد قاضی حسین بن محمد فرماتے ہیں کہ قاضی ابو الطیب نے خطا کی جو عمران بن حطان کی نسبت لعنت کے الفاظ استعمال کئے کیوں کہ عمران بن حطان صحابی ہے اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے انتہی حافظ ابن حجر کتاب[2] الاصابہ میں یہ بھی ارشاد کرتے ہیں کہ عمران بن حطان سے بخاری اور ابو داؤد نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور محدث عثمان البنی نے کہا ہے کہ عمران بن حطان اہلسنت سے اور کتاب تلخیص[3] الجبیر ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ ابن حزم ظاہری نے مبالغے کے ساتھ کہا ہے کہ ائمہ مجتہدین میں اس کے متعلق کچھ اختلاف نہیں ہے کہ ابن ملجم نے علی ابن ابیطالب کو تاویل اجتہاد کی بناء پر قتل کیا۔ کیونکہ ابن ملجم مذکور سمجھتا تھا کہ اس باب اس کی رائے خطا پر نہیں بلکہ صواب پر ہے نسائی نے خصائص[4] نص ہبیرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے قتل کے بعد امام حسنؑ نے

---

[1] وقال الحافظ فی الاصابة عمران بن حطان یکنی ابا شهاب تابعی مشهور وکان من رؤس الخوارج + لم یذکره احد فی الصحابة الا ما وقع فی تعلیقات القاضی حسین بن محمد الشافعی فانه ذکر ابیات عمران ابن حطان التی رثی بها عبدالرحمان ابن ملجم قاتل علی + + وقال فعارضه الامام ابو الطیب الطبری فقال انی ابرء مما انت تذکره عن ابن ملجم الملعون بهتانا + انی لاذکره یوما فالعنه دینا والعن عمران ابن حطانا + قال القاضی حسین بن محمد هذا الذی قاله القاضی الطیب الطبری خطاء فان عمران صحابی لا تجوز لعنة [2] قال ابن حجر وقد اخرج البخاری وابو داؤد لعمران بن حطان (الی ان قال) وعن عثمان البتی قال کان عمران من اهل السنة [3] وفی تلخیص الجبیر لابن حجر العسقلانی قال وبالغ ابن حزمه فقال لاخلاف بین احد من الائمة فی ان ابن ملجم قتل علیا متاولا مجتهدا مقدرا انه علی الصواب [4] اخرج النسائی فی الخصائص عن هبیرة قال جمع الناس الحسن بن علی وعلیه عمامة سوداء لما قتل ابوه فقال لقد قتلتم بالامس رجلا ما سبقه الاولون

لوگوں کو مجتمع کر کے کہا کہ تم نے کل ایسے شخص کو قتل کیا۔ جس پر نہ اولین سبقت لے گئے نہ آخرین اس کو پا سکتے ہیں۔[1]

اور تاریخ کامل میں ہے کہ حضرت علی کے قتل کے بعد ان کے فرزند امام حسن نے کھڑے ہو کر اس مضمون کا خطبہ پڑھا کہ تم نے ایسے شخص کو قتل کیا کہ نہ اس سے قبل کوئی اس پر سبقت لے جا سکا۔ اور نہ اس کے بعد کوئی اس کا ہم سر ہوگا اور جس رات میں تم نے اس کو قتل کیا وہ وہی رات تھی جس میں قرآن نازل ہو۔ حضرت عیسیٰ آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور حضرت یوشع مقتول ہوئے۔ واللہ جب رسول مقبول ان کو کسی سریہ میں بھیجتے تھے تو ان کی داہنی جانب جبرئیل اور بائیں جانب میکائیل ہوتے تھے۔

اور مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ امام حسن کے ایک خطبہ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ ہم حزب اللہ ہیں۔ جس کے بارے میں اللہ نے اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ فرمایا ہے اور ہم رسول مقبول کی عترت طیبہ اور اہلبیت طاہرہ ہیں اور آنحضرتؐ وجود عظیم چیزیں امت میں چھوڑی ہیں ان میں سے ایک ہم ہیں اور ایک قرآن مجید جس میں ہر شے کی تفصیل ہے اور وہ ہم ہیں جو قرآن مجید کی تاویل میں خطا نہیں کرتے بلکہ اس کے حقائق کو عین الیقین سے دیکھتے ہیں۔ پس تم لوگ ہماری اطاعت کرو جو تم پر فرض ہے کیوں کہ ہماری اطاعت خدا اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ مقرون فرمائی گئی ہے اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے

---

[1] وفی الکامل لابن اثیر الجزری لما قتل علی علیه السلام قال ابنه الحسن خطیبا فقال لقد قتلتم اللیلة رجلاً فی لیلة نزل فیها القران وفیها رفع عیسیٰ وفیها قتل یوشع بن نون واللہ ما سبقه احد کان قبله ولا یدرکه احد یکون بعده واللہ ان کان رسول اللہ صلعم یبعثه فی السریة وجبرئیل عن یمینه ومیکائیل عن یساره [2] وقال المسعودی فی مروج الذهب ومن خطب الحسن رضی اللہ عنه انه قال نحن حزب اللہ المفلحون وعترة رسول اللہ صلعم واهل بیته الطاهرون والطیبون واحد الثقلین الذین خلفهما رسول اللہ صلعم والثانی کتاب اللہ فیه تفصیل کل شی لا یخطئنا تاویله بل نتیقن حقائقه فاطیعونا فاطاعتنا مفروضة اذ کانت بطاعة اللہ والرسول مقرونة [3] ودر روضة الاحباب است که آن گاه عبداللہ بن عباس رضی اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ برخاست در پیش وے وگفت

اے معاشر مردماں ایں پسر پیغمبر شما و وصی امام شما است

بوسے بیعت کنید پس مردم مبادرت نمودند بر بیعت ۱۲

کہ اس وقت عبداللہ بن عباس نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایہا الناس یہ تمہارے پیغمبرؐ کے فرزند اور تمہارے امام کے وصی ہیں ان کی بیعت کرو۔ پس لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ علامہ دمیری[1] حیواۃ الحیوان میں لکھتے ہیں۔ کہ پھر امام حسنؑ نے مدائن جاکر وہاں قیام فرمایا۔ تاریخ ابوالفدا[2] میں ہے کہ بعد از ان ۴۱ھ شروع ہوا اور تاریخ ابن واضح[3] میں ہے۔ کہ اسی زمانے میں معاویہ نے یہ خفیہ کارروائی کی کہ ایک شخص کو مدائن بھیج کر یہ مشہور کرایا کہ امام حسنؑ کے سپہ سالار قیس بن سعد نے معاویہ سے صلح کر لی۔ اور اسی طرح دوسرے شخص کو قیس کے لشکر میں بھیج کر یہ شہرت دلائی کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی۔ پس جب یہ خبر وحشت اثر شائع ہوئی تو امام حسنؑ کے لشکروں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا۔ اور تاریخ کامل[4] میں ہے کہ مدائن میں ایک منادی نے ندا کی کہ قیس بن سعد قتل کیا گیا۔ اب تم کو لازم ہے کہ یہاں سے بھاگو یہ سنتے ہی لوگوں نے امام حسنؑ کا کل اسباب لوٹ لیا۔ اور خیمے کی قناتیں وغیرہ بلکہ بستر تک لے کر بھاگ گئے۔ اور

تاریخ الخمیس[5] علامہ حسین دیار بکری میں ہے۔ کہ جب امام حسنؑ نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو قتال کرنا خلاف مصلحت سمجھ کر معاویہ کو یہ لکھ بھیجا کہ زمام حکومت میں تمہارے ہاتھوں دیتا ہوں اور خود کنارہ کش ہوتا ہوں۔ اور حبیب[6] السیر وغیرہ میں ہے کہ امام حسنؑ نے اپنی تحریر میں یہ شرط بھی قرار دی کہ معاویہ کسی کو اپنا ولی عہد مقرر نہ کریں۔ اور استیعاب[7] میں ہے کہ معاویہ نے کل باتوں کو منظور کر لیا۔

---

[1] وفی حیوۃ الحیوان الدمیری ثم سار الحسن الی المدائن واستقربها [2] قال ابوالفداء ثم دخلت سنة احدی واربعین [3] وفی تاریخ ابن واضح قال کان معاویة یدس الی عسکر الحسن من یتحدث ان قیس بن سعد قد صالح معاویة ویوجه الی عسکر قیس من یتحدث ان الحسن قد صالح معاویة والی ان قال فاضطرب العسکر [4] وفی الکامل قال فنادی مناد فی العسکر الا ان قیس بن سعد قتل فنفروا والعدو الحسن فنهبوا متاعه حتی نازعوه بسلطا کان تحته۔

[5] وفی تاریخ الخمیس للعلامة الدیار بکری قال فرائی الحسنؑ ان المصلحة فی ترک القتال فکتب الی معاویة یخبره بانه یصیر الامر الیه وینزل عنه۔
[6] فی حبیب السیر وغیره قال واشترط بان لیس معاویة ان یعهد الی احد من بعده [7] وفی الاستیعاب قال فالتزم کل ذلک معاویة۔

اور تاریخ[۱] ابوالفدا اور تاریخ کامل میں ہے کہ امام حسن نے معاویہ سے یہ بھی درخواست کی کہ جو کچھ کوفے کے بیت المال میں ہے ان کو ملے اور خراج دار آب گرد فارس بھی انہیں کو دیا جائے۔ نیز یہ کہ حضرت علی کی نسبت الفاظ سب وشتم نہ استعمال کئے جائیں۔ لیکن معاویہ نے حضرت علی کے سب وشتم سے باز رہنا منظور نہ کیا۔ تب امام حسن نے یہ درخواست کی کہ کم ازکم ان کے سامنے یا ان کو سنا کر کوئی شخص حضرت علی کو برا نہ کہے۔ معاویہ نے اس کو مان تو لیا مگر اس پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور روضۃ[۲] المناظر ابن شحنہ میں ہے کہ معاویہ نے جو معاہدہ کئے تھے ان میں سے ایک کو بھی وفا نہیں کیا۔

علامہ عینی کتاب[۳] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس کے بعد معاویہ نے لوگوں سے اپنے لئے بیعت لی اور اس سال کا نام سال جماعت رکھا گیا۔ نیز معاویہ کی بیعت سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمرو غیرہما نے بھی کر لی اور تاریخ خمیس[۴] و تاریخ الخلفا سے سیوطی و عقد الفرید ابن عبدربہ و کامل ابن اثیر و استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ جس سال معاویہ کی بیعت کی گئی اس کا نام "سال جماعت" رکھا گیا۔

تاریخ[۵] ابوالفدا میں ہے کہ پھر ۴۲ھ اور ۴۳ھ ہجری کا دور ہوا اور سال آخر الذکر میں عمرو عاص نے انتقال

---

[۱] قال ابو الفداء فی تاریخه و ابن الاثیر فی الکامل وکان الذی طلبه الحسن من معاویة ان یعطیه ما فی بیت مال الکوفة و خراج دارابجرد من فارس و ان لا یسب علیا فلم یجبه الی الکف عن سب علی فطلب الحسن ان لا یشتم علیا وهو یسمع فاجابه الی ذلک ثم لم یف له به [۲] و فی روضة المناظر لابن شحنه قال ولم یف له معاویة بشیء مما عاهد علیه [۳] قال العلامة العینی فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری فاخذ المعاویه البیعة لنفسه فکانت تلک السنة سنة الجماعة قال و بایعه سعد بن ابی وقاص و عبد الله بن عمر وغیرهما [۴] و تاریخ الخمیس و تاریخ الخلفاء للسیوطی و العقد الفرید لابن عبد ربه و الکامل لابن الاثیر و الاستیعاب لابن عبد البر سُمّی ذلک العام عام الجماعة [۵] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة اثنین و اربعین و سنة ثلث و اربعین فیها توفی عمرو بن العاص (الی ان قال) و فی سنة اربع و اربعین توفیت ام حبیبة بنت ابی سفیان ثم دخلت سنة خمس و اربعین فیها توفی عبد الرحمن بن خالد بن الولید (الی ان قال) ثم دخلت سنة ست و اربعین و سنة سبع و اربعین فیها توفی قیس بن عاصم × × وکان قیس موصوفاً بمکارم الاخلاق ثم دخلت سنة ثمان و اربعین و فی هذه السنة سیر معاویة جیشا کثیرا (الی ان قال) ثم دخلت سنة تسع و اربعین

کیا اور ۴۴ھ ہجری میں ام حبیبہ بنت ابو سفیان نے وفات پائی۔ اور ۴۵ھ ہجری میں عبدالرحمٰن بن خالد ولید مرے۔ پھر ۴۶ھ اور ۴۷ھ کے دوران میں قیس بن عاصم نے رحلت کی جو صفات مکارم الاخلاق سے متصف تھے۔ اور ۴۸ھ میں معاویہ نے فوج کثیر قسطنطنیہ کی جانب روانہ کی حتی کہ ۴۹ھ شروع ہوا۔ روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب قضیہ صلح کو ایک مدت گزر گئی تو معاویہ کو اس بات کا خیال ہوا کہ یزید کو اپنا ولی عہد قرار دیں اور مشاہیر زمانہ سے اس کے لئے بیعت لیں مگر چونکہ وہ یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ امام حسن کی موجودگی میں یہ معاملہ خاطر خواہ طے نہ ہوگا۔ لہذا اس کوشش میں مصروف ہو گئے کہ کسی طرح امام حسنؑ کے وجود ذی جود سے میدان مقصود خالی ہو جائے اور مروج الذہب[2] مسعودی میں ہے کہ معاویہ نے خفیہ طور پر جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسن سے کہلا بھیجا کہ اگر حسن کے قتل میں تیرا کوئی حیلہ کارگر ہو جائے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم انعام میں دوں گا اور تیرا نکاح یزید کے ساتھ کر دوں گا۔ چنانچہ جعدہ نے امام حسن کو زہر دیدیا۔ نیز استیعاب[3] ابن عبدالبر میں ہے کہ امام حسن کو ان کی بی بی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیدیا اور محققین کے ایک گروہ کا قول ہے کہ معاویہ نے جعدہ سے خفیہ سازش کر کے امام حسن کو زہر دلوادیا۔

حیوٰۃ الحیوان[4] دمیری اور اسد الغابہ ابن اثیر میں ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسین کو اپنا وصی کیا۔ اور حبیب[5] السیر میں ہے کہ امام حسن نے امام حسین کو وصیت کر کے امر امامت ان کو تفویض فرمایا۔

---

[1] در روضۃ الاحباب است۔ چوں چند گاہ از قضیۂ صلح بگذشت معاویہ را خاطر برآں قرار گرفت کہ یزید را ولی عہد گرداند و مشاہیر آفاق را بہ بیعت او دعوت کند وچوں بہ تحقیق میدانست کہ ایں قضیہ با وجود امیر المومنین حسن پیش نخواہد رفت لاجرم در دفع آں حضرت کوشید۔ [2] وقال المسعودی فی مروج الذہب ان امرأتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی سقتہ السم وقد کان معاویۃ دس الیہا انک ان احتلت فی قتل الحسن وجہت الیک بمائۃ الف درہم وزوجتک یزید۔
[3] وقال ابن عبدالبر فی الاستیعاب سم الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سمتہ امرأتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی وقالت طائفۃ کان ذلک منہا بتدسیس معاویۃ الیہا [4] فی حیوۃ الحیوان و اسد الغابۃ کان قد اوصٰی الی اخیہ الحسین
[5] و در حبیب السیر فرمودہ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حسین را وصیت کردہ امر امامت بہ آں حضرت تفویض نمود۔

فرمایا۔ تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ پھر امام حسن نے اسی زہر کے سبب سے وفات پائی جو ان کو جعدہ نے پلایا تھا نیز امام حسن نے وصیت کی تھی کہ اپنے جد رسول اللہ کے پاس دفن کئے جائیں۔ لیکن جب دفن کا ارادہ کیا گیا تو مروان نے جو معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا دفن ہونے سے روکا جس کی وجہ سے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں نزاع واقع ہوئی۔ پس حضرت عائشہ نے کہا کہ روضہ رسول میرا گھر ہے میں اجازت نہیں دیتی کہ حسن اس میں دفن ہوں چنانچہ امام حسن بقیع میں دفن ہوئے اور روضۃ المناظر[2] ابن شحنہ حنفی میں ہے کہ امام حسن نے وصیت کی تھی کہ اپنے جد رسول اللہ کے پاس دفن کئے جائیں۔ لیکن حضرت عائشہ نے دفن نہ ہونے دیا۔ تاریخ ابوالفدا[3] میں ہے کہ جب معاویہ کو امام حسن کی وفات کا حال معلوم ہوا تو وہ سجدہ شکر میں گر پڑے اور عقد الفرید[4] میں ہے کہ معاویہ نے امام حسن کی خبر وفات سن کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا اور مروج الذہب[5] مسعودی میں ہے کہ معاویہ نے امام حسن کی خبر وفات سن کر محل خضراء میں تکبیر کہی تو ان کی آواز تکبیر سن کر اہل خضراء نے تکبیر کہی اور اہل خضراء کی آواز تکبیر سن کر اہل مسجد نے تکبیر کہی۔ جب ان تکبیروں کی آواز فاطمہ بنت قرظہ نے سنی تو انہوں نے اپنی

---

[1] قال ابو الفداء توفی الحسین من سم سقتہ امرأتہ جعدۃ (الی ان قال) و کان قد اوصی ان یدفن عند جدہ رسول اللہ صلعم فلو توفی ارادوا ذلک و کان علی المدینۃ مروان بن الحکم من قبل معاویۃ فمنع من ذلک وکان یقع بین بنی امیہ وبنی ہاشم بسبب ذلک فتنۃ فقالت عائشۃ البیت بیتی ولا اذن ان یدفن فیہ فدفن بالبقیع [2] وقال ابن شحنۃ الحنفی فی روضۃ المناظر کان اوصی ان یدفن عند جدہ فمنعت من ذلک عائشۃ [3] قال ابو الفداء ولما بلغ معاویۃ موت الحسن بن علی خر ساجدا للہ [4] وفی العقد الفرید قال لما بلغ معاویۃ موت الحسن بن علی خر ساجدا للہ [5] وفی مروج الذہب المسعودی قال کبر معاویہ فی الخضراء فکبر اہل الخضراء ثم کبر اہل المسجد بتکبیر اہل الخضراء فخرجت فاختہ بنت قریظۃ من خوخۃ لہا فقالت سرک اللہ یا امیر المؤمنین ما ہذا الذی بلغک فسررت بہ قال موت الحسن بن علی فقالت انا للہ وانا الیہ راجعون ثم بکت وقالت مات سید المسلمین وابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (الی ان قال) ثم بلغ الخبر ابن عباس رضی اللہ عنہما فدخل علی معاویہ فقال (معاویۃ) علمت یا ابن عباس ان الحسین توفی قال لذلک کبرت قال نعم قال واللہ ما موتہ بالذی یؤخر اجلک ولا حفرتہ بسادۃ حفرتک

کھڑکی سے نکل کر معاویہ سے پوچھا کہ اے امیر المومنین خدا تمہیں مسرور رکھے کیا خوشخبری سن گئی۔ جس پر تم نے تکبیر کہی۔ فاختہ نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر رو کر کہنے لگیں کہ آہ سید المسلمین و ابن بنت خاتم المرسلین نے رحلت فرمائی۔ اور جب یہ خبر عبداللہ بن عباس کو پہنچی تو وہ معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے ان سے کہا کہ (اے) ابن عباس حسن نے وفات پائی۔

عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہ کیا تم نے اسی خبر کو سن کر تکبیر کہی ہے۔ معاویہ بولے کہ ہاں عبداللہ بن عباس نے کہا کہ واللہ نہ ان کی موت کو روک دے گی نہ ان کی قبر تمہاری قبر کو اور تاریخ خمیس[1] وحیواۃ الحیوان میں ہے کہ جب معاویہ کو امام حسنؑ کی خبر وفات پہنچی تو محل خضراء سے تکبیر کی آواز سنی گئی۔ جس کو سن کر اہل شام نے تکبیر کہی۔ فاختہ بنت قریظہ نے معاویہ سے کہا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ تم نے کس پر تکبیر کہی معاویہ نے کہا کہ حسن کا انتقال ہوا فاختہ کہنے لگی کہ کیا تم نے فرزند فاطمہ کی خبر وفات سن کر تکبیر کہی ہے۔ معاویہ نے کہا کہ ہاں میں نے شماتت کی راہ سے تکبیر نہیں کی۔ بلکہ اس وجہ سے کہ حسنؑ کی خبر موت سے میرے قلب نے راحت پائی۔ اتنے میں عبداللہ ابن عباس وہاں آئے تو معاویہ نے کہا تمہیں معلوم ہے۔ کہ تمہارے اہل بیت میں کیا حادثہ پیش آیا۔ عبداللہ نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ مگر تم کو اس وقت خوش دیکھتا ہوں اور تمہاری تکبیر کی آواز بھی میں نے سنی۔ معاویہ نے کہا کہ حسن کا انتقال ہوگیا۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ خدا رحم کرے۔ ابو محمد پر۔ واللہ اے معاویہ نہ ان کی قبر تمہاری قبر کو روک دے گی۔ نہ ان کی موت تمہاری عمر کو زیادہ کر دے گی۔ عقد الفرید[2] میں ہے کہ حضرت

---

[1] وفی تاریخ الخمیس للدیار بکری وحیوۃ الحیوان للدمیری قال لما بلغ معاویۃ موتہ سمع تکبیرین الخضراء فکبر اھل الشام لذلک التکبیر فقالت فاختۃ بنت قریظۃ لمعاویۃ اقر اللہ عینک ما الذی کبرت لاجلہ فقال مات الحسن فقالت اعلی موت ابن فاطمۃ تکبرت فقال ما کبرت شماتۃ ولکن استراح قلبی ودخل علیہ ابن عباس فقال یا ابن عباس ھل تدری ما حدث فی اھل بیتک قال لا ادری ما حدث الا انی اراک مستبشرا وقد بلغنی تکبیرک فقال مات الحسن فقال ابن عباس رحمہ اللہ ابا محمد ثلاثا واللہ یا معاویۃ لا تسد حفرتہ حفرتک ولا یزید عمرہ فی عمرک [2] قال ابن عبد ربہ الاندلسی فی العقد الفرید لما مات الحسن بن علی حج معاویۃ فدخل المدینۃ واراد ان یلعن علیا علی منبر رسول اللہ صلعم فقیل لہ ان ھھنا سعد بن ابی وقاص ولا نراہ یرضی بھذا فابعث الیہ وخذ رایہ فارسل الیہ وذکر لہ ذلک فقال ان فعلت لاخرجن من المسجد ثم لا اعود الیہ فامسک معاویۃ عن لعنۃ حتی مات (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۵)

امام حسن کی وفات کے بعد معاویہ نے حج کیا۔ اور جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو ارادہ کیا کہ رسول اللہ کے منبر پر حضرت علی کی نسبت کلمات لعن استعمال کریں۔

لوگوں نے کہا کہ یہاں سعد بن ابی وقاص مقیم ہیں وہ اس کو پسند نہ کریں گے لہذا ان کی رائے لے لو۔ معاویہ نے کسی کو بھیج کر سعد سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو میں مسجد نکل جاؤں گا۔ اور پھر نہ آؤں گا یہ سُن کر معاویہ نے سعد کی زندگی بھر تامل کیا اور جب سعد فوت ہو گئے تو معاویہ نے رسُول اللہ کے منبر پہ حضرت علی کی نسبت کلمات لعن استعمال کئے۔ اور ہر طرف اپنے عمال کو لکھ بھیجا کہ منبروں پر حضرت علی کو بُرا کہا کریں۔ چنانچہ یہ عمل تمام ممالک محروسہ میں جاری ہو گیا اور تاریخ ابو الفدا[له] میں ہے کہ اسی زمانے میں معاویہ نے زیاد

(بقیہ حاشیہ ص۲۱۴) سعد فلما لعنه على المنبر وكتب الى عماله ان يلعنونه على المنابر ففعلوا [له] قال ابو الفداء استلحق معاوية زياد بن سمية وكانت سمية جارية للحارث بن كلدة الثقفى فزوجها لعبد له رومى يقال له عبيد فولدت سمية زيادا على فراشه ... وكان ابو سفيان قد سار فى الجاهلية الى الطائف فنزل على انسان يبيع الخمر يقال له ابو مريم ... فقال له ابو سفيان قد اشتهيت النساء فقال ابو مريم هل لك فى سمية فقال ابو سفيان هاتها على طول ثديها و فرطنها فوقع عليها فيقال انها علقت منه بزياد (الى ان قال) فاستلحق معاوية زيادا فاحضر الناس وحضر من يشهد لزياد بالنسب وكان ممن حضر لذلك ابو مريم الخمار الذى احضر سمية الى ابى سفيان بالطائف وشهد بنسب زياد من ابى سفيان وقال رأيت اسكتى سمية يقطران من منى ابى سفيان فاستلحقه معاوية وهذه اول واقعة خولفت فيها الشريعة علانية (الى ان قال) وكان معاوية و عماله يدعون لعثمان فى الخطبة يوم الجمعة ويسبون عليا ويقعون فيه ولما كان المغيرة متولى الكوفة كان يفعل ذلك طاعة لمعاوية فكان يقوم حجر وجماعة معه فيردون عليه سبه لعلى وكان المغيرة يتجاوز عنهم فلما ولى زياد دعى لعثمان وسب عليا فقام حجر وقال كما كان يقول من الثناء على على فغضب زياد وامسكه واوثقه بالحديد وثلاثة عشر نفرا معه وارسلهم الى معاوية من قتلهم بعذراء ... وكان حجرا اعظم الناس دينا وصلوة (الى ان قال) روى عن الشافعى انه اسرّ الى الربيع انه لا يقبل شهادة اربعة من الصحابة وهم معاوية وعمرو بن عاص والمغيرة وزياد۔

بن سمیہ کو اپنے نسب میں داخل کر کے اس کو اپنا بھائی بنا لیا۔
سمیہ مذکورہ حارث بن کلدہ ثقفی کی لونڈی تھی۔ اور حارث نے اس کی تزویج اپنے ایک رومی غلام عبید نام سے کردی تھی۔ جس سے زیاد پیدا ہوا زمانہ جاہلیت میں ابوسفیان طائف کو گئے تو ابو مریم شراب فروش کے یہاں اُترے اور ابو مریم سے کہنے لگے کہ میں اس وقت عورت کی خواہش میں بے چین ہوں۔ ابو مریم نے کہا کہ اگر تم سمیہ کو پسند کرو تو میں اس کو بلا دوں ابوسفیان نے ہیجان خواہش میں کہا کہ اسی کو بلا دو باوجودیکہ وہ دراز پستان اور قبیح البطن ہے ابو مریم نے سمیہ کو بلا دیا۔ ابوسفیان اس سے ہم بستر ہوئے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سمیہ حاملہ ہو گئی اور بعد انقضائے مدت حمل زیادہ پیدا ہوا پس جب معاویہ نے زیادہ کو اپنے سلسلۂ نسب میں شامل کرنا چاہا تو لوگوں کو اس بات میں گواہی دینے کے لئے طلب کیا۔ من جملہ ان گواہوں کے ابو مریم شراب فروش نے بھی گواہی دی جو سمیہ کو طائف میں ابوسفیان کے لئے بلا کر لایا تھا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے بچشم خود سمیہ کے اندام نہانی سے ابوسفیان کا مادہ حیوانی ٹپکتے ہوئے دیکھا ہے۔ پس معاویہ نے زیاد کو اپنے نسب میں شامل کر لیا۔ اور یہ پہلا واقعہ ہے جس میں علانیہ طور پر شریعت کی مخالفت کی گئی۔ مورخ ابوالفدا لکھتا ہے کہ معاویہ اور ان کے اعمال جمعہ کے دن خطبہ میں حضرت عثمان کو دعائیں دیتے تھے۔ اور حضرت علی کو بُرا کہتے تھے۔ چنانچہ جب مغیرہ والی کوفہ معاویہ کے حکم سے حضرت علیؑ کو بُرا کہتا تھا تو حجر بن عدی (صحابی رسول) مع اپنی جماعت کے کھڑے ہو کر اس کی رد کیا کرتے تھے اور مغیرہ حجر کی کچھ مزاحمت نہ کرتا تھا۔ مگر جب زیاد نے عامل کوفہ ہو کر حضرت علی کو منبر پر بُرا کہا اور حجر بن عدی نے حسب معمول اس کے مقابلہ میں حضرت علی کی مدح و ثنا کی تو زیاد نے غضبناک ہو کر حجر بن عدی کو ان کو تیرہ رفیقوں کے گرفتار کر لیا اور معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ معاویہ نے ان سب کو مقام عذار میں بھیج کر قتل کر ڈالا حالانکہ حجر بن عدی بزرگان اسلام میں بڑے دین دار اور نماز گزار شخص تھے مجتہد زمانہ حضرت شافعی سے مروی ہے کہ انہوں نے ربیع سے کہا معاویہ اور عمرو عاص اور مغیرہ اور زیاد کی شہادت قابل قبول نہیں سمجھی جاتی نیز تاریخ روضۃ المناظر[1]

[1] وفی روضۃ المناظرہ بن شحنہ وکان معاویۃ وعمالہ یسبون علیاً علی المنابر وکان من عادۃ حجر بن عدی اذا سبوا علیاً عارضہم وفی امارۃ زیاد بالکوفۃ ذلک وارسل بہ مع جماعۃ من اصحابہ الی معاویۃ فامر بقتلہ وثمانیۃ من جماعۃ فقتلوا بقریۃ عذراء رحمہم اللہ وعظم ذلک علی المسلمین وروی من الشافعی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۷ پر)

ابن شحنہ میں ہے کہ معاویہ اور ان کے اعمال منبروں پر حضرت علی کی شان میں کلمات ناشائستہ بکتے تھے - اور حجر بن عدی ان کلمات کے جواب میں حضرت علی کی مدح کیا کرتے تھے جب زیاد کے زمانہ حکومت میں حجر بن عدی نے حسب عادت سب علی کا معاوضہ کیا تو زیاد نے ان کو اور ان کے آٹھ ساتھیوں کو پکڑ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا - اور معاویہ نے ان سب کو قریہ عذرا میں بھیج کر قتل کر ڈالا - خدا ان سب پر رحمت نازل فرمائے - اور ان کا قتل مسلمانوں پر بہت شاق گزرا شافعی کا قول ہے - کہ معاویہ - عمرعاص - مغیرہ اور زیاد ایسے لوگ ہیں - جن کی گواہی قابل قبول نہیں ہو سکتی اور کتاب[له] استیعاب میں مبارک ابن فضالہ سے مروی ہے کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا وائے ہو حجر کے قاتلوں پر اور احمد بن حنبل کا قول ہے کہ میں نے یحییٰ بن سلیمان سے پوچھا تو معلوم ہوا - کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات اور فاضل ترین صحابہ سے تھے اور کنز[که] العمال میں حضرت سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عن قریب ایسے لوگ مقام عذرا میں قتل کئے جائیں گے - جن کے قاتلین پر خدا اور اہل سماوات کا غضب نازل ہوگا -

(بقیہ حاشیہ ص۲۱۶) انه سر الى الربيع ان اربعة من الصحابة لا تقبل لهم شهادة معاوية وعمرو بن العاص والمغيرة وزياد [له] وفي الاستيعاب لابن عبد البر عن مبارك بن فضالة قال سمعت الحسن (البصري) يقول ويل لمن قتل حجرا واصحاب حجر وقال احمد قلت ليحيي بن سليمان ابلغك ان حجرا كان مستجاب الدعوات قال نعم وكان من افضل اصحاب النبي صلعم [كه] وفي كنز العمال عن عائشة قالت سمعت رسول الله يقول سيقتل بعذراء يغضب الله لهم واهل السماء

تاریخ ابوالفدا[1] اور روضۃ المناظر ابن شحنہ میں ہے کہ اروے بنت حارث بن عبدالمطلب جو بہت بوڑھی ہو گئی تھیں، معاویہ کے پاس آئیں۔ معاویہ نے کہا کہ مرحبا اے خالہ کہو کیسی ہو اروے نے کہا کہ اچھی ہوں۔ اے بھانجے تو نے کفران نعمت کیے اپنے ابن عم کیساتھ بدی کی۔ اپنے لئے وہ لقب اختیار کیا جس کا تو اہل نہیں ہو سکتا اور ہم سے وہ شے لے لی جس کا تو حق دار نہ تھا۔ اے معاویہ اس دین میں بڑوے ابتلا ہم اہل بیت اعظم الناس تھے۔ جب خدا نے رسول مقبول کو اپنے پاس بلا لیا تو ان کے بعد ہی بنی تیم اور بنی عدی اور بنی امیہ نے جھپٹ کر ہمارا حق ہم سے چھین لیا اور تم لوگ ہم پر حاکم بن بیٹھے۔ حالاں کہ ہمارا مرتبہ تم سب میں ایسا تھا۔ جیسا بنی اسرائیل کا رتبہ زیادہ

---

[1] قال ابو الفداء ابن شحنه اروی بنت الحارث بن عبد المطلب بن هاشم دخلت على معاوية وهي عجوز كبيرة فقال لها معاوية مرحبا بك يا خالة كيف انت فقالت بخير يا ابن اختي لقد كفرت النعمة واسأت لابن عمك الصحبة وتسمت بغير اسمك واخذت غير حقك وكنا اهل بيت اعظم الناس في هذا الدين بلاء حتى قبض الله نبيه مشكورا سعيه مرفوعا منزلته وثبت علينا بعده تيم وعدي وامية فابتزونا حقنا ووليتم علينا وكنا فيكم بمنزلة بني اسرائيل في آل فرعون وكان علي بن ابي طالب بعد نبينا بمنزلة هارون من موسى فقال لها عمرو بن العاص كفي ايتها العجوز الضالة واقصري عن قولك مع ذهاب عقلك فقالت وانت يا ابن الباغية تتكلم وامك كانت اشهر بغي بمكة وارخصهن اجرة وادعاك خمسة من قريش كل يقول هو ابني فسألت امك عنهم فقالت كلهم اتوني فانظروا اشبههم به فالحقوه به فغلب عليك شبه العاص بن وائل فالحقوك به فقال معاويه عفى الله

عما سلف۔

آل فرعون میں اور نبی کریم کے ساتھ علی بن ابی طالب کی وہ منزلت تھی جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی۔ یہ سن کر عمرو عاص نے کہا کہ اے گمراہ ضعیفہ چپ رہ اور بے ہودہ گوئی ختم کر تیری عقل سلب ہو گئی ہے۔

اروی نے جواب دیا کہ اے ابن باغیہ تو مجھ سے بات کرنے کی جرأت کرتا ہے اور اپنی حقیقت کو نہیں دیکھتا کہ تیری ماں مکہ میں مشہور زانیہ تھی اور سستی اجرت پر اپنی عصمت بیچا کرتی تھی، چنانچہ تجھ پر پانچ مردوں نے دعوے کیا تھا اور ان میں سے ہر ایک شخص تجھے اپنا بیٹا کہتا تھا۔

آخر کو تیری ماں سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے پانچ آدمی تعلق رکھتے تھے۔ لہذا پانچ آدمیوں کی صورت سے اس لڑکے کی صورت کو ملاؤ اور جس سے مشابہ پاؤ اس کا بیٹا قرار دو پس تو عاص بن وائل کے ساتھ زیادہ مشابہ ہونے کے سبب سے اس کا لڑکا قرار دیا گیا۔ اروی کا یہ کلام سن کر معاویہ نے کہا کہ امر گزشتہ کا ذکر نہ کرو اللہ نے اسکو معاف کر دیا۔

تاریخ ابن جریر اور تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ ایک روز عبد اللہ بن جعفر بدیح مغنی کو ساتھ لے کر معاویہ کے پاس آئے بدیح نے ابن جعفر کی درخواست پر ایک شعر جو معاویہ کو بہت پسند تھا ایسا گایا کہ معاویہ وجد میں آ کر تھرکنے لگے ابن جعفر نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کیا ہے۔ معاویہ بولے کہ مرد کریم کثیر الطرب ہوتے ہیں۔

ابو حاتم سجستانی[2] نے کتاب المعمرین میں ذکر کیا ہے کہ معاویہ کو ایک ایسے شخص سے ملنے کا

---

[1] و فی تاریخ ابن جریر و تاریخ ابی الفداء قال دخل ابن جعفر یوما علی معاویة و معه بدیح المغنی فقال ابن جعفر لبدیح غن فغنی بشعر کان یحبه معاویة الی ان قال؛ فطرب معاویة و تحرک و ضرب برجله الارض فقال له ابن جعفر مه یا امیر المومنین؟ فقال ان الکریم طروب [2] اذا ابو حاتم السجستانی فی کتاب المعمرین قال قال معاویة لاحب ان القی رجلا قد انت علیه سن و قد رای الناس یخبرنا عما رای فقال بعض جلسائه ذاک رجل بحضرموت فارسل الیه فاتی به فقال له ما اسمک قال امد قال ابن من قال ابد قال ما اتی علیک من السن قال ستون و ثلثمائة سنة، قال معاویة فاخبرنی هل رایت هاشما قال نعم رایته طوالا حسن الوجه یقال بین عینیه برکة قال رایت امیة قال نعم رایته رجلا قصیرا اعمی یقال ان فی وجهه لشرا و شرما قال افرایت محمدا قال و من محمدا قال رسول اللہ قال و یحک افلا فخمت کما فخمه اسه تم نقلت رسول اللہ الخ

شوق ہوا جو بہت معمر ہو تاکہ وہ اُس سے زمانۂ سابقہ کے حالات دریافت کریں۔ لوگوں نے حضرموت کے ایک شخص کو حاضر کیا۔ معاویہ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے آمد۔ پھر باپ کا نام دریافت کیا تو کہا ابد۔ پوچھا کہ عمر کتنی ہے کہا کہ ۳۶۰ برس کی پھر بعد قیل وقال معاویہ نے دریافت کیا کہ تو نے ہاشم کو دیکھا ہے اس نے کہا کہ ہاں وہ بلند قامت خوش رو اور روشن جبیں شخص تھے۔

معاویہ نے پوچھا تو نے اُمیہ کو بھی دیکھا ہے اس نے کہا کہ ہاں پست قامت اور اندھا آدمی تھا۔ جس کے چہرے سے شرارت اور شومی ظاہر ہوتی تھی۔ معاویہ نے کہا کیا تو نے محمد کو بھی دیکھا ہے۔ اس نے کہا کون محمدؐ۔ معاویہ نے کہا۔ رسول اللہ یہ سن کر اس سے کہا وائے ہو تم پر تم نے اس بزرگی کے ساتھ نہ لیا جو خدا نے ان کو دی ہے اور یوں پوچھا کہ تیرے نے رسول اللہ کو دیکھا ہے۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ ۵۰ھ میں معاویہ نے حکم دیا کہ رسول مقبول کا منبر مدینہ سے شام میں منگا لیا جائے مگر جب منبر کو جنبش دی گئی تو ایسا سورج گہن واقع ہوا کہ دن کو تارے نظر آنے لگے[1]۔ اس واقعہ کو دیکھ کر لوگ ڈرے، اور منبر کے لے جانے باز رہے۔

تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ ۵۱ھ میں سعید بن زید نے انتقال کیا اور ۵۲ھ کا دور ختم ہونے کے بعد ۵۳ھ میں زیاد مرا پھر ۵۴، ۵۵ھ کا زمانہ منقضی ہوا اور ۵۶ھ میں معاویہ نے شام و عراق کے لوگوں سے یزید کے ولی عہد خلافت ہونے کی بیعت لی۔ تاریخ کامل[3] میں ہے

---

[1] نقال ابن الاثیر فی الکامل و فی سنة خمسین امر معاویة بمنبر النبی صلعم ان یحمل من المدینة الی الشام (الی ان قال) فحرك المنبر فکسفت الشمس حتی رویت النجوم فاعظم الناس ذلك فتركه [2] وقال ابو الفداء ثم دخلت سنة احدی وخمسین و فیها توفی سعید بن زید ثم دخلت سنة اثنین وخمسین و سنة ثلاثة وخمسین فیها هلك زیاد ثم دخلت سنة اربع وخمسین و سنة خمس وخمسین (الی ان قال) و فی سنة ست وخمسین بایع معاویة الناس لابنه یزید بولایة العهد بعده و بایعه اهل الشام والعراق [3] وفی الکامل قال سار المغیرة حتی قدم الکوفة (الی ان قال) فاجابوا الی بیعة یزید فوفد منهم عشرة (الی ان قال) واعطاهم ثلاثین الف درهم وجعل علیهم ابنه موسی بن مغیرة و قدموا علی معاویة

لا تعجلوا باظهار هذا و کونوا علی رائکم ثم قال لموسی

بکم اشتری ابوك من هؤلاء دینهم

قال بثلاثین الف درهم

کر (حسب ایمائے معاویہ) مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ جاکر وہاں کی ایک جماعت کو خزانہ امارت سے تیس ہزار درہم انعام دیا اور جو کو بیعت یزید پر راضی کرکے اپنے بیٹے کے ساتھ معاویہ کے پاس روانہ کیا۔ معاویہ نے (خوش ہوکر) ان لوگوں سے کہا کہ اچھا تم بیعت یزید پر آمادہ رہو لیکن ابھی اس کا ذکر کسی سے نہ کرو۔ بعدازاں موسیٰ بن مغیرہ سے پوچھا کہ تیرے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے کو مول لیا ہے؟ اس نے کہا تیس ہزار درہم کو۔

نیز تاریخ موصوف[۱] میں ہے کہ جب اہل عراق وشام نے یزید کی بیعت کرلی تو معاویہ ہزار سواروں کی جمعیت سے حجاز کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینے کے قریب پہنچے تو اتفاقاً پہلے امام حسین سے ملاقات ہوئی۔ ان کو دیکھ کر معاویہ کہنے لگے کہ خوشی اور بہتری نہ ہو شتر قربانی کو جس کا خون چھڑک رہا ہے اور اللہ اس کا خون گرانے والا ہے۔ امام حسین نے کہا کہ اے معاویہ خدا کی قسم میں ایسے کلمات کا سزوار نہیں ہوں معاویہ نے کہا بلکہ اس سے بدتر کلمات کے سزوار ہو۔ بعدازاں معاویہ نے مدینے میں جاکر خطبہ پڑھا اور یزید کی مدح بیان کرکے کہا کہ اس سے زیادہ کون شخص خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

تاریخ خمیس[۲] میں ہے کہ ۵۷ھ میں تیسری صفر روز جمعہ کو امام محمد باقر بن امام زین العابدین پیدا ہوئے اور معارف ابن قتیبہ[۳] میں ہے کہ ۵۸ھ میں حضرت عائشہ کا انتقال ہوا اور جب وقت وفات لوگوں نے ان سے پوچھا کہ ہم تم کو رسولؐ کے پاس دفن کریں تو حضرت عائشہ نے کہا کہ چونکہ رسول اللہ کے بعد مجھ سے ایسی باتیں حادث ہوئی ہیں جو مناسب نہ تھیں۔ لہٰذا مجھے آنحضرتؐ کے قریب دفن نہ کرنا بلکہ میری بہنوں کے پاس بقیع میں دفن کرنا

---

[۱] وفیہ ایضاً ان فلما بایعہ اهل العراق والشام سار معاویة الی الحجاز فی الف فارس فلما دنا من المدینة لقیه الحسین بن علی اول الناس فلما نظر الیه قال لا مرحبا ولا اهلا بدنة یترقرق دمها والله مهریقه قال مهلا فانی والله لست باهل هذه المقالة قال بلی ولشر منها الی ان قال وخطب معاویة بالمدینة فذکر یزید فمدحه وقال من احق منه بالخلافة [۲] وفی الخمیس قال ولد محمد الباقر بن علی بن الحسین بالمدینة یوم الجمعة ثالث صفر سنة سبع وخمسین من الهجرة [۳] وفی المعارف لابن قتیبة قال توفیت عائشة رضی الله عنها سنة ثمان وخمسین فقیل لها ندفنك عند رسول الله صلعم فقالت انی قد احدثت بعده فادفنونی مع اخواتی فدفنت بالبقیع

اور عقد الفرید[1] میں ہے کہ حضرت عائشہ نے زمانہ معاویہ میں وفات پائی۔ اور جب انتقال
کے وقت لوگوں نے ان سے پوچھا کہ ہم تم کو رسول اللہ کے پاس دفن کریں تو حضرت عائشہ
نے کہا کہ نہیں بلکہ مجھے میری بہنوں کے پاس بقیع میں دفن کرنا کیوں کہ رسول اللہ کے بعد مجھ
سے ایسے امور سرزد ہوئے ہیں جو مناسب نہ تھے۔ اور مستدرک حاکم میں بسند صحیح قیس بن
ابی حازم سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ بعد رسول اللہ کے مجھ سے بعض امور
نامناسب سرزد ہوئے ہیں۔ لہٰذا مجھے ازواج آں حضرت کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ بقیع
میں مدفون ہوئیں۔ تاریخ ابن واضح[2] میں ہے کہ ۵۹ھ میں ابوہریرہ نے وفات پائی۔
اور تاریخ[3] ابو الفدا میں ہے کہ ۵۹ھ میں سعید بن عاص بن امیہ کا انتقال ہوا۔ اور ماہ رجب
۶۰ھ میں معاویہ بن ابی سفیان نے رحلت کی۔ علامہ راغب[4] اصفہانی کتاب
محاضرات میں لکھتے ہیں کہ جب معاویہ بیمار ہوئے تو ایک طبیب نے ان کو دیکھ کر تسکین دی۔
اور کہا کہ تم اچھے ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ اچھے ہو گئے پھر دوبارہ علیل ہوئے تو ایک نصرانی ان کے
پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس ایسا تعویذ ہے کہ جو شخص پہن لے اس کو شفا ہو جاتی ہے
معاویہ نے وہ تعویذ لے کر گلے میں لٹکا لیا۔ اتفاقاً اسی طبیب کو پھر گئے۔ تو جو پہلے آیا تھا
اس نے معاویہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ یقیناً مر جائیں گے۔ چنانچہ اسی رات کو ان کا انتقال ہو گیا۔
لوگوں نے طبیب مذکور سے پوچھا کہ تم نے کیوں کر جانا کہ یہ مر جائیں گے۔ اس نے کہا کہ
حضرت امیر المومنین علی سے روایت کی گئی ہے کہ معاویہ اس وقت تک نہ مریں گے جب تک

---

[1] وقال ابن عبد ربه فی العقد ماتت عائشة فی ایام معاویة فقیل لها ندفنك
مع رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم قال لا انی احدثت بعده حدثا فادفنونی
مع اخواتی بالبقیع وفی المستدرك بسند صحیح عن قیس بن ابی حازم قال انی
احدثت بعد رسول الله صلعم حدثا ادفنونی مع ازواجه فدفنت بقیع [2] قال
ابن واضح توفی ابوهریرة فی سنة تسع وخمسین [3] وقال ابو الفداء ثم دخلت تسع و
خمسین فیها توفی سعید بن العاص ابن امیة (الی ان قال) ثم دخلت سنة ستین وفیها فی
رجب توفی معاویة بن ابی سفیان [4] قال العلامة الراغب فی کتاب المحاضرات
مرض معاویة فدخل الیه طبیب فقال لا باس علیك انك تبرئ فبرئ ثم مرض
فدخل الیه نصرانی وقال عندنا تعویذ من علق علیه یبرأ من علته فأخذه وعلق
فدخل علیه الطبیب فخرج وقال انه میت لا محالة فمات من لیلة فقیل للطبیب فی ذالك
فقال روی عن امیر المومنین (علی) ان معاویة لایموت حتی یعلق فی عنقه صلیبا و تعویذ الذی کان ۴۴

۴۴ علیه مصلب فعلمت انه
ت

ان کے گلے میں صلیب نہ لٹکائی جائے گی، چنانچہ جو تعویذ وہ پہنے ہوئے تھے اس میں صلیب بنی ہوئی ہے اس لئے میں نے یقین کیا کہ وہ ضرور مر جائیں گے۔

تاریخ الخلفاء[1] سیوطی میں ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان فتح مکہ کے ان اپنے باپ کے ساتھ اسلام لائے تھے اور استیعاب[2] ابن عبدالبر میں ہے کہ معاویہ اور ان کے والد مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں یعنی تالیف قلوب کے ذریعے سے اسلام لائے اور معاویہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ظلم سے قتل کیا یعنی حجر بن عدی اور ان کے رفقاء کو اور کتاب الاوائل[3] سیوطی میں ہے کہ معاویہ اول وہ شخص ہیں جنہوں نے نماز صبح میں قنوت کا پڑھنا ترک کیا اور محاضرات الاوائل[4] میں ہے کہ معاویہ اول وہ شخص ہیں جنہوں نے دونوں خطبوں کے بیچ میں بیٹھنا سنت قرار دیا۔

تاریخ ابوالفدا[5] میں ہے کہ رجب سنہ ۶۰ھ میں معاویہ کے مرنے پر لوگوں نے یزید کی بیعت کی اور جب یزید خلیفہ ہوا تو اس نے عامل مدینہ کو نامہ لکھا کہ حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر سے میری بیعت لے، چنانچہ عبداللہ بن عمر نے تو بیعت کر لی اور کہا کہ اگر لوگوں نے یزید کی بیعت پر اجتماع کیا ہے تو میں بھی اس کی بیعت کرتا ہوں لیکن امام حسین اور عبداللہ بن زبیر نے بیعت نہ کی اور تاریخ ابن جریر طبری[6] میں ہے کہ جب امام حسین اور عبداللہ بن زبیر نے یزید کی بیعت نہ کی تو عبداللہ بن عمر نے ان دونوں صاحبوں سے کہا کہ تم لوگ خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔

---

[1] قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیۃ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی اسلم هو وابوه یوم فتح مکۃ [2] وقال ابن عبد البر فی الاستیعاب ان معاویۃ وابوه من المؤلفۃ قلوبهم وهو اول من قتل مسلما صبرا حجرا واصحابه [3] وفی کتاب الاوائل للسیوطی اول من ترک القنوت فی الفجر معاویۃ [4] وفی محاضرۃ الاوائل قال اول من جلس بین الخطبتین اذ سن ذلک معاویۃ [5] قال ابو الفداء بویع یزید بالخلافۃ لما مات ابوه فی رجب سنۃ ستین ولما استقر یزید فی الخلافۃ ارسل الی عامله بالمدینۃ بالزام حسین وعبد الله بن زبیر وابن عمر بالبیعۃ فاما ابن عمر فقال ان اجتمع الناس علی بیعته فبایعته واما الحسین وابن الزبیر فلم یبایعا [6] وفی تاریخ ابن جریر فقال لهما ابن عمر اتقیا الله ولا تفرقا جماعۃ المسلمین۔

روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب یزید نے عامل مدینہ ولید کو اخذ بیعت کے لئے نامہ بھیجا تو ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے ذریعہ سے امام حسین اور عبداللہ بن زبیر کو طلب کیا۔ یہ دونوں شخص اس وقت مسجد میں تھے۔ عبداللہ بن عمرو نے ولید کا پیام پہنچایا تو امام حسین نے کہا کہ چلو ہم آتے ہیں۔ فرستادۂ ولید کے واپس جانے پر عبداللہ بن زبیر نے امام حسین سے کہا کہ معلوم نہیں ولید نے کیوں بلایا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ولید نے ہم لوگوں کو بیعت یزید کے لئے طلب کیا ہے اور تاریخ کامل[2] میں ہے کہ امام حسین نے فرمایا کہ میرے خیال میں ان کا طاغی مرگیا اور اس خبر کے فاش ہونے سے پہلے ہم لوگ بیعت یزید کے لئے بلائے جارہے ہیں۔

اور حبیب[3] السیر میں ہے کہ ابن زبیر نے کہا کہ پھر اگر ایسا ہے تو آپ کیا کریں گے۔ امام حسین نے فرمایا کہ میں ہرگز یزید کی بیعت نہ کروں گا۔

اور تحریر الشہادتین شرح[4] سر الشہادتین میں ہے کہ ولید کے طلب کرنے پر امام حسین مع چند خدام ولید کے گھر تشریف لے گئے اور خدام کو دروازے پر چھوڑ کر تنہا اندر گئے، ولید نے بعد تعظیم و تکریم نامہ یزید کا مضمون پڑھ کر آپ سے بیعت کی درخواست کی امام حسین نے کہا کہ میں یزید کی بیعت نہ کروں گا۔ اور ملا حسین[5] واعظ کاشفی روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ پھر ولید نے کسی کو عبداللہ بن زبیر کے بلانے کے لئے بھیجا انہوں نے اس وقت حیلہ حوالہ

---

[1] در روضۃ الاحباب است کہ ولید بن عقبہ بن ابو سفیان (حاکم مدینہ) عبداللہ بن عمرو بن عثمان را بطلب امیر مومنین حسین و عبداللہ بن زبیر فرستاد وے ایشاں را در مسجد مدینہ یافت عبداللہ گفت امیر شما را می طلبد و می خواند اجابت کنید ایشاں گفتند کہ تو برو از عقب تو می رسیم و چوں فرستادہ ولید بازگشت عبداللہ ابن زبیر با امام حسین باز گفت کہ آیا ولید با ما چہ مہم دارد آں جناب جواب داد کہ ظاہرا معاویہ مردہ است ولید مارا بجہت یزید می طلبد۔ [2] و فی الکامل فقال الحسین اظن ان طاغیتهم قد هلك فبعث الینا لیاخذنا بالبیعة قبل ان یفشوا فی الناس الخبر۔ [3] و در حبیب السیر است کہ ابن زبیر گفت کہ اگر حال بریں منوال باشد خواہی کرد امام حسین رضی اللہ عنہ فرمود کہ من ہرگز با یزید بیعت نہ نمایم۔ [4] در تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین مذکور است کہ چوں ولید ابن عقبہ حضرت امام حسین را طلبید آں جناب جماعۃ غلاماں و موالیاں خود را ہمراہ گرفتہ ہمراہ برد در سرائے ولید گزاشتہ تنہا پیش او رفتند ولید براہ تعظیم در آمدہ عرض مضمون نامۂ یزید نمودہ درخواست بیعت کرد آں حضرت در جواب ارشاد کردند کہ من بیعت یزید نہ خواہم کرد۔ [5] و ملا حسین واعظ کاشفی در روضۃ الشہداء می نویسد کسی را بطلب عبداللہ ابن زبیر فرستاد و در آمدن تعلل نمود و شب در آمد با جمعے از خواص خود از راہے کہ شارع عام نہ بود راہ مکہ نہاد

کر کے ٹال دیا اور جب رات ہوئی تو مع اپنے مخصوصین کے ایک ایسی خفیہ راہ سے مکہ معظمہ کی جانب چل دیئے جو راہ راست اور شارع عام نہ تھی اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ دوسرے دن ولید نے مکرر ابن زبیر کے بلانے کو آدمی بھیجا تو ان کو گھر میں نہ پایا نیز کتاب موصوف میں ہے کہ اسی روز امام حسینؑ تفتیش حالات کی غرض سے باہر نکلے تو راہ میں مروان ملا اس نے کہا کہ اے عبداللہ بہتر ہوگا کہ تم یزید کی بیعت کر لو، تاکہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے اور آتش فتنہ سرد ہو جائے۔ یزید کو اس بات کی اطلاع ہوگی تو تمہارے ساتھ انعام اکرام کا برتاؤ کرے گا اور اگر میری بات پر عمل نہ کروگے تو اس کا نتیجہ دیکھ لوگے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ اے مروان افسوس کہ جان بوجھ کر مجھے فاسق اور ظالم کی بیعت کا مشورہ دیتا ہے اور بھلا تجھ سے کیا توقع رکھی جائے کہ رسول اللہؐ نے تیری پیدائش سے پہلے تجھ پر لعنت کی ہے نیز امام حسینؑ نے اسی طرح کے درشت الفاظ معاویہ اور یزید کی نسبت بھی کہے مروان بولا۔ جب تک خواری کے ساتھ یزید کی بیعت نہ کروگے چھوڑے نہ جاؤگے۔ امام حسینؑ نے کہا میرے پاس سے دور ہو جا کہ تو پلید اور کجا ہم اہل بیت طہارت۔ مروان نے کچھ جواب نہ دیا۔ امام حسینؑ نے پھر کہا کہ اے پسر زن کبود چشم قیامت کے دن حق تعالےٰ تجھ سے اور یزید سے مواخذہ کرے گا کہ تم لوگ مابین حسینؑ وحق تعالیٰ کیوں حائل ہوئے۔ مروان نے جا کر یہ حال ولید سے بیان کیا اور ولید نے اسی وقت یزید کو اس بات کی اطلاع دی۔ یزید نے مطلع ہو کر بجالت

سلہ و در روضۃ الاحباب است کہ روز دیگر چوں ولید اورا طلبید نیافت نیز در کتاب موصوف است کہ روز دیگر امیر المومنین حسین جہت تفتیش اخبار از خانہ بیروں آمد مروان بن حکم در راہ ملاقات کردہ گفت یا ابا عبداللہ صلاح درآں است کہ با یزید بیعت کنی تا ضررے بتو نرسد آتش بلا فتنہ فرو نشیند وچوں یزید ازیں معنی خبر یابد در باب تو انعام و احسان مبذول دارد و اگر تو بہ سخن من عمل نہ نمائی آثار آں بر صفحات احوال تو ظاہر ولائح گردد امیر المومنین حسین گفت ویحک یا مروان مرا بہ مبایعت کے دعوت می کنی کہ فسق و فساد و ظلم بعیاد او را میدانی وازتو چہ توقع تواں داشت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش ازاں کہ متولد گردی ترا لعنت کردہ است وبہ نسبت یزید و معاویہ نیز سخناں خشونت آمیز گفتہ مروان گفت تا بہ خواری با یزید بیعت نہ کنی دست از تو باز ندارم امیر المومنین حسین گفت دور شو از نزدیک من کہ تو پلیدی وما اہل بیت طہارت مروان ہیچ جواب نداد باز حسین رضی اللہ عنہ گفت اے پسر زن زرقاء فردا خدائے تعالیٰ تو و یزید را مواخذہ خواہد کرد کہ چرا میان حسین وحق او حائل شدید مروان درخشم شدہ بدارالامارت رفت وآنچہ از حسین علیہ السلام شنیدہ بود عرض ولید گردانید و ولید شمہ از امتناع حسین رضی اللہ عنہ و رفتن عبداللہ بن زبیر بجانب مکہ بر صفحہ رقم کردہ بدمشق فرستادہ یزید از اطلاع ایں اخبار در غضب رفتہ نامہ بولید نوشت مضمونش (ملخصاً) آنکہ دست از طلب عبداللہ زبیر باز دارد کہ ہر کجا باشد آخر خطا با او خواہد رسید و سر حسین را بجہ

غضب ولید کو فرمان بھیجا کہ ابن زبیر کی فکر نہ کرو کیوں کہ وہ بھاگ کر میرے غضب سے بچ نہیں سکتا البتہ حسینؑ بن علی کا سر جواب نامہ کے ساتھ میرے پاس بھیج دے اور میری عنایت کا امیدوار رہ کہ تجھ کو منصب عالی عطا کروں گا۔

ملا حسین واعظ روضۃ الشہداء[1] میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کو ان حالات سے آگاہی ہوئی تو شام تک آپ نے صبر فرمایا اور جب رات ہوئی تو روضۂ رسولؐ پر جا کر بعد سلام عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپؐ کا نواسہ ہوں اور وہ شخص ہوں جس کی رعایت کے باب میں آپ نے امت کو وصیت فرمائی تھی لیکن لوگوں نے اس وصیت کو کالعدم سمجھا اور مجھے ضائع و محروم کر دیا۔ اس قسم کی باتیں کہہ کر امام حسینؑ بہت روئے اور وہیں پھر نماز میں مشغول رہے جب صبح ہوئی تو مکان واپس آئے اور دوسری رات کو پھر روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر بعد مناجات بچشم گریاں قبر مبارک پر سر رکھ کر سو گئے خواب میں دیکھا کہ رسول مقبولؐ نے مع جماعت ملائکہ تشریف لا کر امام حسینؑ کا سر اپنے سینے پر رکھ کر پیشانی کو بوسہ دیکر فرمایا کہ اے فرزند میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب میری امت تجھ کو کربلا میں قتل کرے گی اور تو اس وقت پیاسا ہو گا مگر وہ لوگ تجھے پانی نہ دیں گے۔

اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ امام حسینؑ خواب سے بیدار ہو کر بحزن و ملال دولتسرا تشریف لے گئے اور جب آپ کے اقرباء و موالی نے خواب کا واقعہ سنا تو اس قدر مغموم

---

[1] ملا حسین واعظ کاشفی در کتاب روضۃ الشہداء می نویسد کہ چوں امام حسین ازیں صورت آگاہی یافت صبر فرمود تا شب در آمد بسر روضۂ مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ رفتہ سلام کرد و گفت یا رسول اللہ منم فرزند فاطمہ و پسر دختر تو منم آں کس کہ در وقت رحلت امت را برعایت من وصیت فرمودی و شر را۔ او خود را در نکتہ اذکر کم اللہ فی اہل بیتی باز نمودی ایشاں فرمان ترا کان لم یکن انگاشتند و مرا ضائع و محروم و بے بہرہ مہجور بگذاشتند ایں گلہ بود از بے وفائی جفا کاران گزتم و چوں با تو ملاقات کنم صورت وقائع را بہ تفصیل باز گویم پس بسیار بگریست و بعد ازاں بہ نماز اشتغال نمود پس از طلوع صبح بہ منزل خود مراجعت فرمود شبے باز دیگر بر سر تربت مقدس و مشہد مطہر منور آں حضرت حاضر شد بعد از ادای مناجات و رفع حاجات گریاں سر خود را بر قبر آں سرور نہادہ بخواب رفت چناں دید کہ حضرت رسالت صلعم با فوج عظیم از ملائکہ ظاہر گشت سر حسین را با سینۂ خود منضم ساختہ بمیان دو چشمش بوسہ داد و گفت اے حسین گویا می بینم کہ عنقریب و امت من در کربلا ترا بکشد و تو دراں حالت تشنہ باشی و ترا آب ندہند

[2] و در روضۃ الاحباب است کہ امام حسین بیدار شد اندیشہ و ملال تمام بمنزل خود شتافت و اہل بیت و خویش را جمع کردہ صورت واقع را تقریر نمود اقربا و موالی آنحضرت چناں نمودند کہ حزین کشید کہ از مشرق تا مغرب ایشاں غمناک تر کے نبود آنجناب عزیمت مکہ را مصمم کردہ در چوقت لیل بر مشہد حضرت مقدسہ نبوی رحمت و فرمود وداع بجا آورد دیدہ حاشیہ صفحہ ۲۳۰

ہوئے کہ اس وقت مشرق سے مغرب تک ان سے زیادہ غمگین کوئی نہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر امام حسینؑ نے ارادۂ سفرِ مکہ راسخ فرمایا اور مرقدِ مقدس نبوی سے رخصت ہو کر شب چہارم ماہ شعبان کو مدینے سے براہِ شارعِ عام بجانب مکہ روانہ ہوئے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اور مقتل ابومخنف[۱] میں ہے کہ جب امام حسینؑ مدینے سے نکلے تو اولاً قبر رسولؐ پر حاضر ہوئے اور بعد گریۂ بسیار فرمانے لگے کہ بابی انت وامی یا رسول اللہ میں آپ کے جوار سے مجبوراً نکل رہا ہوں میرا سلام آخری قبول ہو۔ ناگہاں آپ نے نیند کا اثر ظاہر ہوا اور آپ نے خواب میں جناب رسالت مآبؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اے فرزند تمہارے والدین اور بھائی میرے پاس پہنچ گئے ہیں اب تم بھی آنے میں جلدی کرو۔ تمہارے لئے جنت میں ایک درجۂ نورانی تیار ہے۔ لیکن جب تک رتبۂ شہادت حاصل نہ کرو گے اس کو نہیں پا سکتے۔ امام حسینؑ خواب سے بیدار ہو کر گھر گئے اور وہاں سے مع قافلۂ اعزا و رفقا اسی طرح باہر نکلے جس طرح حضرت موسیٰ بحالت خوف یہ کہتے ہوئے نکلے تھے کہ خدایا ظالموں کے شر سے نجات دے۔

تاریخ ابن جریر طبری[۲] میں ہے کہ جب امام حسینؑ کے گھر والوں نے عرض کیا کہ اگر آپ شارعِ عام کو چھوڑ کر اس راستے سے چلتے جس سے عبداللہ بن زبیر گئے ہیں تو مخالفین بحالت تعاقب آپ کو نہ پا سکتے امام حسینؑ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں شارعِ عام کو نہ چھوڑوں گا تا اینکہ خدا اس امر کو پورا کرے جو اس کے نزدیک محبوب تر ہے۔ اور تاریخ کامل[۳] میں

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲۶ (الی ان قال) در شب چہارم شعبان از مدینہ بیروں آمد از راہ راست شارعِ اعظم متوجہ مکہ گشت و ایں آیت میخواند فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين [۱] وفي المقتل لابي مخنف ان الحسين لما خرج من المدينة اتى الى قبر رسول الله فلزمه وبكى بكاء شديدا وقال بابي انت وامي يا رسول الله لقد خرجت من جوارك كرها وعليك مني السلام ثم غمض عليه الكرى ساعة فرأى رسول الله في منامه وقد وقف به وسلم عليه فقال رسول الله يا بني قد الحق بي ابوك فعجل بالقدوم الينا واعلم يا بني ان لك في الجنة درجة مغشاة بنور الله فلست تنالها الا بالشهادة (الى ان قال) وخرج الحسين كما خرج موسى بن عمران خائفا يترقب يقول رب نجني من القوم الظالمين۔

[۲] روى ابن جرير في تاريخه قال للحسين اهل بيته لو تنكبت الطريق الاعظم كما فعل ابن الزبير لا يلحقك الطلب قال والله لا افارقه حتى يقضي الله ما هو احب اليه۔

[۳] وفي الكامل قال فلما دخل تراه فلما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل

ہے کہ جب امام حسین مکہ پہنچے تو آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب امام حسینؑ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ نے ان کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا۔ امام حسینؑ محلہ شعب علیؑ میں مقیم ہوئے اور خلائق لے عبداللہ بن زبیر کی مجالست ترک کر کے جوق جوق امام حسینؑ کی خدمت میں آنا شروع کیا نیز ابن زبیر بھی یہ سمجھ کر امام حسینؑ کے پاس ہر صبح و شام آنے لگے کہ جب تک حسینؑ مکے میں قیام کریں گے لوگ خواہ مخواہ ان کے مطیع رہیں گے۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[2] میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر پر امام حسینؑ کی ذات ثقیل ترین خلق اللہ تھی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ جب تک امام حسینؑ مکے میں رہیں گے کوئی شخص نہ میری بیعت کرے گا نہ میرا تابع ہوگا اس لئے کہ لوگوں کی نگاہوں میں اور دلوں میں مجھ سے زیادہ حسینؑ کی عظمت ہے۔

اور تاریخ کامل ابن اثیر[3] میں ہے کہ امام حسینؑ کی ذات عبداللہ بن زبیر پر تمام مخلوق سے زیادہ گراں تھی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ جب تک حسینؑ مکہ میں رہیں گے لوگ میری بیعت نہ کریں گے۔ تاریخ ابوالفدا[4] میں ہے کہ امام حسینؑ کے پاس اہل کوفہ کے خطوط بایں مضمون موصول ہوئے کہ آپ اگر کوفہ آئیں تو ہم لوگ آپ کی بیعت کریں اور نور العین[5] فی مشہد الحسین مؤلفہ علامہ ابواسحق اسفرائنی میں ہے کہ اہل کوفہ نے امام حسینؑ کی خدمت

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں امام حسین بمکہ رسید کبار بقدوم او استبشار نمودہ اظہار مسرت کردند و آں جناب در شعب علی فرود آمدہ خلائق ترک مجالست عبداللہ بن زبیر کردہ فوج فوج پیش او آمدن آغاز نمود و چوں ابن زبیر دانست کہ تا حسین در مکہ مقیم باشد مردم مطیع او نخواہند گشت لاجرم او نیز ہر صبح و شام بملازمت امیر المومنین حسین قیام می نمود

[2] تاریخ ابن جریر قال و هو اثقل خلق الله على ابن الزبير قد عرف ان اهل الحجاز لا يبايعونه ولا يبايعونه ابدا مادام الحسين بالبلد وان حسينا اعظم في اعينهم و انفسهم منه

[3] و في الكامل قال و هو اثقل خلق الله على ابن الزبير كان اهل الحجاز لا يبايعونه مادام الحسين باقيا بالبلد

[4] قال ابو الفداء و ورد على الحسين مكاتبات اهل الكوفة يحثوم على المسير اليهم ليبايعوه

[5] و في نور العين في مشهد الحسين لابي اسحق الاسفرائني كتبوا للحسين كتابا و ذكروا فيه اعلم يا ابا عبد الله ان اليزيد جار علينا × × × و ان الخلافة ليست لليزيد ولا لابيه بل هي لك ولابيك فنرجو حين وصول الكتاب اليك ان تحضر و تاخذ الخلافة علينا و نحن نركب معك و نساعدك (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۹)

میں جو خطوط بھیجے ان میں لکھا کہ اے ابو عبد اللہ یزید نے ہم پر ظلم برپا کر رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ خلافت یزید اور اس کے باپ کی نہیں ہے بلکہ آپ اور آپ کے باپ کی ہے لہٰذا ہم لوگ منتظر ہیں کہ ہماری تحریر کے پہنچتے ہی آپ یہاں تشریف لائیں تاکہ ہم لوگ آپ کی بیعت کر کے آپ کے ساتھ یزید اور اس کے لشکر سے جنگ کریں۔ بعد ازاں اس عرضداشت کو بند کر کے ایک شخص کے ہاتھ روانہ کیا۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۲۸) علی حرب الیزید وجنودہ ×× ثم انهم طووا الکتاب وارسلوهم صحبة رجلا من اهل الکوفة فاخذه وسار به الی ان دخل مکة المشرفة الی دار الحسین فاستاذنه فی الدخول فاذن له وسلم علیه وقبل یدیه واخرج الکتاب وناوله له فاخذه وفلما عرف ما فیه رماه من یده ×× ولم یرد یه جوابا فذهب رسول اهل الکوفة خائبا الی ان اتی اهل الکوفة وحکی ماجری له مع الحسین ×× فارسلوا له ثانیا وثالثا ورابعا وهو لا یلتفت الی ذلك ×× اجتمع عنده من اهل العراق والکوفة تحو الف کتاب ×× وقال الراوی فبینما الحسین رضی الله عنه جالس فی بیته یوما من ایام اذا بفارس من الکوفة اتی الی بابه وطرقه فقال الحسین رضی الله عنه من بالباب فقال له رسول یا ابا عبد الله فاذن له بالدخول فدخل علیه وسلم وقبل یدیه واخرج الکتاب وناوله له فاخذه وقرأه وفهم معناه فاذا هو من اهل الکوفة یقولون فیه ویکون علمك یا حسین یا حسین یا ابن بنت رسول الله ان یزید بن معاویة ظلم وجار وقتل الرجال ونهب الاموال وطغی وتمرد (الی ان قال) وانا قد ارسلنا الیك یا ابا عبد الله سابقا نحو الف کتاب نطلبك ان تحضر عندنا ونحن نساعدك علی الیزید ×× فنسلك بحق جدك المصطفیٰ صلی الله علیه واله وسلم ان تحضر عندنا وان لم تحضر ففی غد بین یدی الله سبحانه وتعالیٰ خاصمنك ونقول یا ربنا ظلمنا الحسین ورضینا بالظلم والجور فی القضاء فماذا تقول وما جوابك الذی تقوله الله (قال الراوی) فلما قرأ الحسین رضی الله عنه المکتوب اقشعر جلده خوفا من الله وتقطعت احشاؤه علی ظلم خلق الله واقبالهم علیه بعده رسول الله فقام من وقته وساعته قائما علی قدمیه ودموعه تجری علی خدیه واتی بدواة ورق طاس وقلم من نحاس وکتب الی اهل الکوفة والعراق بسم الله الرحمٰن الرحیم من عند الحسین بن علی بن ابیطالب الی اهل الکوفة والعراق اعلمکم انکم ارسلتم الینا الف کتاب ×× والان ظهر منکم الشکوی من ظلم الیزید وغیره وانی حاضر الیکم عن قریب انشاء الله والواصل لکم مسلم بن عقیل بکتابی وهو یصلی بکم فی المسجد الکوفة ویقضی بینکم والنوانی یحکم بینکم الی ان احضر لکم۔

چنانچہ اس نے مکہ معظمہ پہنچ کر دولت خانہ امام حسینؑ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی اور اجازت ملنے پر اندر جا کر بعد سلام و دست بوسی اہل کوفہ کا مراسلہ پیش کیا امام حسینؑ نے اس کو پڑھ کر پھینک دیا اور اس کے جواب لکھنے پر مطلق التفات نہ فرمائی۔ اس شخص نے بے نیل مرام کوفہ واپس جا کر سارا حال بیان کیا۔

اہل کوفہ کو سکون نہ ہوا۔ اور انہوں نے مکرر متواتر چار بار اسی طرح کی عرضداشتیں امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیں۔ راوی کہتا ہے کہ ایک روز امام حسینؑ اپنے گھر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سوار کوفہ سے آیا اور اس نے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بعد سلام دست بوسی ایک عرضداشت کوفیوں کی نکال کر ان کے ملاحظہ میں پیش کی اس کا مضمون یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ یزید بن معاویہ نے ہم پر ظلم و جور برپا کر رکھا ہے۔ اور قتل و غارت و طغیان و تمرد پر کمر باندھی ہے ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں صدہا خطوط بھیجے کہ آپ آئیے۔ ہم یزید کے مقابلہ میں آپ کی مدد کریں گے (لیکن آپ نہ آئے، اب ہم آپ کو آپ کے جد کی قسم دیتے ہیں کہ تشریف لائیے اور اگر آپ نہ آئیں گے تو کل خدا کے سامنے ہم آپ سے خصومت کریں گے اور کہیں کہ خداوندا حسینؑ نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری مظلومی گوارا کی بس معلوم نہیں آپ اس کا کیا جواب دیں گے راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے یہ مکتوب پڑھا تو خوف خدا سے آپ کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور خلق اللہ کی مظلومی اور اپنے جد کی قسم کا خیال کر کے آپ بچشم گریاں فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ بعد ازاں اہل کوفہ کی عرضداشت کا جواب لکھا کہ بے شک تمہارے مراسلات بکثرت پہنچے اور چوں کہ اب تمہاری مظلومی کا یقین ہو گیا لہٰذا انشاء اللہ جلد آتا ہوں اور مسلم بن عقیل کو یہ خط دے کر تمہارے پاس بھیجتا ہوں تاکہ جب تک میں نہ آؤں وہ تم کو مسجد کوفہ میں نماز پڑھائیں اور تم میں عدالت کریں اور عنان حکومت بدستور نعمان کے ہاتھ میں رہے۔

اور تاریخ ابوالفداء[1] میں ہے کہ امام حسینؑ نے حضرت مسلم کو بجانب کوفہ روانہ فرمایا۔ کتاب[2] روضۃ الشہداء میں ہے کہ مسلم مکے سے اولاً مدینہ کو گئے اور رات کے

---

[1] وقال ابوالفداء فارسل حسین علیہ السلام الی الکوفۃ ابن عمہ مسلم بن عقیل بن ابیطالب

[2] در کتاب روضۃ الشہداء است کہ اولاً مسلم بمدینہ شد و در شب بشہر در آمدہ بروضہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفت و نماز و زیارت گزارد و شرائط بجائے آوردہ روی بمنزل خود نہاد و دو فرزند خرد بود کہ ایشان را بسیار دوست داشتے و بر مفارقت ایشان صبر نتوانستی کرد با خود ہمراہ ساخت سامان بیت و (بقیہ حاشیہ ص ۲۳۱ پر)

وقت رسول مقبولؐ کے روضہ پر حاضر ہو کر نماز و زیارت و طواف بجا لائے پھر اپنے گھر جا کر اہل و عیال سے رخصت ہوئے اور دو صغیر سن بچوں کو جو ان میدانی گوارہ ذکر تے تھے۔ ساتھ لے کر دو راہبروں کی معیت میں کوفہ کی جانب روانہ ہوئے قضا را دونوں راہبر راہ بھول کر تشنگی سے ہلاک ہو گئے اور مسلم اپنے لڑکوں کے ساتھ بہزار محنت و مصیبت کوفہ پہنچ کر ایک مکان میں جس کو در مختار کہتے تھے ٹھہرے۔ جب لوگوں نے ان کے آنے کی خبر پائی تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے مسلم نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر ان کو سنایا جس کو سن کر سب نے واشوقا کے نعرے بلند کئے۔ جب ایک جم غفیر نے اظہار اطاعت کیا اور کوفیوں کی جماعت کثیرہ دائرہ بیعت میں داخل ہوئی تو مسلم نے امام حسینؑ کو لکھ کر بھیجا کہ اب تک اٹھارہ ہزار[۱۸۰۰۰] جنگی جوان بیعت کر چکے ہیں۔ اور اہل کوفہ کی رغبت بڑھتی جاتی ہے لہذا جس وقت خاطر مبارک میں آئے۔ یہاں تشریف لائیے۔ اور تاریخ کامل[۱] میں ہے کہ اہل کوفہ کی یہ حالت دیکھ کر عبداللہ بن مسلم حضرمی اور عمارہ بن ولید اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے یکے بعد دیگرے یزید کو ورود مسلم و مبایعت اہل کوفہ کے واقعات لکھ کر بھیجے۔

حبیب السیر[۲] میں ہے کہ یزید نے ان حالات سے مطلع ہو کر اپنے وزیر سرجون رومی کی رائے سے عبیداللہ بن زیادہ حاکم بصرہ کو لکھا کہ فوراً اپنی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کر کے کوفہ جائے اور وہاں کی حکومت کا چارج لینے کے بعد مسلم بن عقیل کو جنہیں حسینؑ بن علیؑ نے کوفہ بھیجا ہے۔ قتل کر کے ان کا سر دمشق بھیج دے۔ جب یہ نامہ عبیداللہ کو پہنچا تو وہ حکومت کوفہ کی خوشخبری پر مسرور ہو کر تہیہ سامان سفر میں مشغول ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۰) عیال خود را وداع کردہ دو دلیل ہمراہ گرفت و از راہ بادیہ بکوفہ ساختند قضا را دو دلال راہ گم کردند واز تشنگی ہلاک گشتند و مسلم با فرزنداں بہزار محنت بکوفہ رسید و در سرائے کہ بدار مختار مشہور بود فرود آمد دوستاں خبر یافتہ نزد وے مجتمع گشتند و وی امام حسین برایشاں خواند و آں جماعت بآواز بلند گریستہ فریاد و آشوقا بر کشیدند و روز بروز مردم کوفہ بخدمت او می رفتند و اظہار اطاعت و انقیاد می کردند تا جمع کثیر بدائرہ بیعت در آمدند پس مسلم نامہ نوشت بحسین کہ یا ابن رسول اللہ اہل کوفہ رغبت بسیاری نمایند بہ بیعت و ہژدہ ہزار مرد جنگی بیعت کردند و ایں کار رونقی تمام دارد و ہر گاہ کہ خاطر مبارک خواہد بدیں صوب توجہ نمایند (حاشیہ صفحہ ۲۳۲)[۱] وفی الکامل لابن الاثیر فکتب عبد اللّٰہ بن مسلم بن سعید الحضرمی الی یزید یخبرہ بقدوم مسلم بن عقیل الکوفۃ ومبایعۃ الناس لہ ثم کتب الیہ عمارۃ بن الولید بن عقبہ و عمر بن سعد بن ابی وقاص بنحو ذالک [۲] و در حبیب السیر است کہ چوں یزید معلون ازیں نوشتہ مطلع گردید باستصواب سرجون رومی وزیرش بود نامہ بعبید اللہ بن زیاد کہ دراں زماں بحکومت بصرہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۲)

اور تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ پھر عبید اللہ بن زیاد بصرے میں اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو چھوڑ کر مع مسلم بن عمرو باہلی و شریک بن اعور حارثی و دیگر خدم و حشم کوفے کی راہ لی اور سیاہ عمامہ باندھے ہوئے (رات کے وقت) کوفے میں داخل ہوا جو لوگ امام حسینؑ کی تشریف آوری کے منتظر تھے وہ زیاد کو امام حسینؑ سمجھ کر سلام کرتے تھے۔ اور بطور خیر مقدم کہتے تھے کہ مرحبا اے فرزند رسول اللہ خوب آئے۔

اور سر الشہادتین میں ہے کہ ابن زیاد بلباس اہل حجاز جنگل کی جانب سے رات کے وقت کوفے میں داخل ہوا تاکہ اس پر امام حسینؑ کا دھوکا ہو چنانچہ جب وہ اندھیری رات میں شہر کے اندر ہو کر گزرا تو لوگ امام حسینؑ کے دھوکے میں اس کا استقبال کر کے سلام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مرحبا اے فرزند رسول اللہ آپ خوب آئے۔ اور حبیب السیر میں ہے کہ عبید اللہ بن زیاد بجز جواب سلام اور زبان سے کچھ نہ کہتا تھا حتیٰ کہ دار الامارہ تک پہنچ گیا۔ نعمان بن بشیر حاکم کوفہ فوراً دروازے کو بند کر کے کوٹھے پر چڑھ گئے اور ابن زیاد کو امام حسینؑ سمجھ کر وہیں سے کہنے لگے کہ اے فرزند رسول اللہ لوٹ جائیے فتنہ نہ برپا کیجئے یہ سمجھ لیجئے کہ آپ اس شہر کو یزید سے نہیں لے سکتے اس وقت آپ کسی دوسری جگہ قیام کریں صبح کو جو کچھ ہونا ہو گا ہو جائے گا۔ کوفے کے لوگ نعمان بن بشیر کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۱) احتمال داشت نوشت مضمون آں کہ چوں ایں نامہ بتو رسد کسی را از قبل خود بایالت بصرہ نصب کردہ فی الحال بکوفہ توجہ نمائے کہ زمام حل و عقد آں دیار را نیز در قبضہ اقتدار تو نہادیم باید کہ پس از وصول بداں بلدہ مسلم بن عقیل را کہ از قبل حسین بن علی بداں جا در آمدہ بقتل رسانی و سرش بدمشق رواں گردانی۔ و چوں ایں کتاب بعبید اللہ بن زیاد رسید فرحناک شدہ بتہیہ اسباب سفر مشغول گردید (حاشیہ صفحہ) فی تاریخ ابن جریر ثم خرج عبید اللہ من البصرۃ × × و استخلف اخاہ عثمان بن زیاد و اقبل الی الکوفۃ و معہ مسلم بن عمرو الباہلی و شریک بن اعور الحارثی و حشمہ حتی دخل الکوفۃ و علیہ عمامۃ سوداء و الناس قد بلغھم اقبال حسین الیھم فھم ینتظرون قدومہ فظنوا حسین قدم عبید اللہ انہ الحسین فھو الا یمر علی جماعۃ من الناس الا سلموا علیہ و قالوا مرحبا بک یا ابن رسول قدمت خیر مقدم ۱ھ و فی السر الشہادتین قال فتوجہ ابن زیاد من البصرۃ الی الکوفۃ دخلھا لیلاً من جھۃ البادیۃ فی لباس اہل الحجاز واوھم انہ الحسین علیہ السلام فاستقبلہ الناس فی ظلام اللیل و سلموا علیہ و قالوا مرحبا بک یا ابن رسول اللہ قدمت خیر مقدم ۱ھ و در حبیب السیر است کہ عبید اللہ بن زیاد بجز جواب سلام دیگر سخن نمی گفت و چوں بدار الامارہ رسید نعمان بن بشیر در را فرو بستہ ببام در آمد و بگمان آں کہ حضور گفت یا ابن رسول اللہ باز گرد و در فتنہ مگشا کہ یزید ایں بلدہ را بتو نگزارد امشب بر و در منزل دیگر نزول فرما تا فردا بہ بینم کہ بہم بکجا می رسد (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۳ پر)

دشنام دے کر کہنے لگے کہ فرزندِ پیغمبرؐ کے لئے دروازہ کھول دے۔ لیکن نعمان نے نہ کھولا بالآخر ابن زیاد کے رفیق مسلم بن عمرو باہلی نے بآواز بلند پکار کر کہا کہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے حسینؑ بن علیؑ نہیں ہے۔ یہ سن کر کوفیوں کی جماعت تتر بتر ہو گئی اور نعمان نے دروازہ کھول دیا۔ جب عبیداللہ قصر میں داخل ہوا تو اس رات بھر بوجہ فرط غضب کسی سے کوئی بات نہ کی دوسرے دن لوگوں کو مسجد میں طلب کر کے ان کو اپنی حکومت کا فرمان سنایا اور انصاف کا امیدوار بنایا پھر اس کے دوسرے دن جمع کر کے سب کو اپنی مخالفت سے ڈرایا۔

اور سِرُّ الشہادتین میں ہے کہ صبح ہوئی تو ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی حکومت کا فرمان سنا کر یزید کی مخالفت سے ڈرایا اور جو جماعت حضرت مسلمؑ سے موافق تھی اس کو منتشر کر دیا۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت مسلمؑ کو ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو خائف ہو کر سرائے مختار سے باہر نکلے اور ہانی بن عروہ کے پاس جا کر کہنے لگے۔ کہ اے ہانی میں غریب الوطن ہوں کوفیوں کی بے اعتنائی کا خیال کر کے تمہاری پناہ میں آیا ہوں تاکہ تم دشمنوں کے شر سے مجھے بچاؤ اور میری حمایت کرو۔

ہانی نے قبول کر کے اپنے گھر میں ان کے لئے ایک حجرہ مرتب کر دیا اور کہا کہ آپ اس میں بسلامت وعافیت قیام فرمائیں اور تاریخ کامل میں ہے کہ ابن زیاد مسلم بن عقیل کی فکر دامنگیر ہوئی تو اس نے اپنے ایک غلام کو تین ہزار درہم دئے اور کہا کہ مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھیوں کو ڈھونڈھ اور یہ درہم پیش کر کے ان سے مل اور ظاہر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۲) مردم کوفہ زبان بدشنام نعمان کشادہ گفتند در باز کن کہ فرزند پیغمبر است وا و در باب فتح باب تامل می نمود بالآخر مسلم بن عمرو باہلی بآواز بلند گفت ایں امیر عبیداللہ بن زیاد است نہ حسین بن علی لاجرم کوفیان متفرق گشتند و نعمان در قصر را بکشاد تا عبیداللہ نزول نمود و آں شب از غایت خشم کہ بر باطن ناپاک استیلا یافتہ بود ہیچ کس سخن نگفت و روز دیگر مردم بمسجد جیدہ منشور ایالت خود بعدالت امیدوار ساخت و در روز دوم با جمیع بہم رسانیدہ بہ تہدید مراسم تہدید پرداخت (رحانیہ صفحہ ۲۵) سے وفی السر الشہادتین قال فلما اصبح جمع الناس وقرء علیہم منشورا لا بالۃ وھددھم وحذدھم عن مخالفۃ یزید وفرق جماعۃ مسلم۔

سے در روضۃ الشہداء است کہ چوں مسلم بن عقیل از آمدن پسر زیاد خبر یافت خوفے عظیم بر دل او مستولی گشت و در جب از سرائے مختار بیروں آمدہ بخانہ ہانی بن عروہ رفت و گفت اے ہانی من دریں شہر غریبم و نو مردم کوفہ را می دانی پناہ بہ تو آوردہ ام تا مرا حمایت کردہ از شر دشمناں نگاہ داری ہانی قبول فرمودہ حجرہ در حرم خود (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۴ پر)

کر کہ تو ان کے موافقین میں سے ہے بعدہٗ ان کے حالات پر اطلاع حاصل کر۔ چنانچہ وہ غلام فکر کرتے کرتے ایک دن مسلم بن عوسجہؓ اسدی کے پاس پہنچا جو مسجد میں تھے اور لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ مسلم بن عوسجہ امام حسینؑ کے لئے بیعت لیتے ہیں اس وقت مسلم بن عوسجہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب فارغ ہوئے تو اس غلام نے ان سے کہا کہ میں شام کا رہنے والا ہوں مجھے خدا نے حب اہلبیت کی نعمت عطا فرمائی ہے چونکہ میں نے سُنا ہے کہ ایک صاحب کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور فرزند رسولؐ کی جانب سے بیعت لیتے ہیں لہٰذا میں یہاں اس ارادے سے آیا ہوں کہ ان سے مل کر تین ہزار درہم نذر کروں۔ میں نے بعض لوگوں سے یہ بھی سُنا ہے کہ تم اس امر کو جانتے ہو اس لئے تمہارے پاس حاضر ہوا ہوں کہ مجھ سے یہ مال لے لو اور ان صاحب کے یہاں مجھے لے چلو تاکہ ان کی بیعت کروں اور اگر تم چاہو تو مجھ سے یہیں بیعت لے لو۔ مسلم بن عوسجہ نے کہا کہ تجھ سے مل کر میں خوش ہوا تو جن سے ملنا چاہتا ہے بلا دوں گا۔ خدا تجھ کو توفیق نصرت اہل بیت عطا کرے۔

البتہ جب تک اس طاغی (ابن زیاد) کا خوف باقی ہے اس وقت تک میں لوگوں کو اس امر سے واقف کرنا پسند نہیں کرتا اس کے بعد مسلم بن عوسجہ نے اس غلام سے بیعت لی اور مستحکم عہد لیا کہ اس بات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ وہ غلام اقرار کر کے چند روز مسلم بن عوسجہ کی حضوری کا شرف حاصل کرتا رہا تاکہ مسلم بن عوسجہ اس کو کسی دن مسلم بن عقیل سے ملاقی کرائیں۔

اور روضۃ الاحبابؒ میں ہے کہ مسلم بن عوسجہ نے ابن زیاد کے غلام سے جس کا نام معقل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٣٣) برائے او مرتب داشت وگفت بسعادت درآے وبسلامت قرار گیرید (حاشیہ صفحہ ہٰذا) وفی الکامل قال دعا ابن زیاد مولی لہ واعطاہ ثلاثۃ الاف درھم وقال لہ اطلب مسلم بن عقیل واصحابہ والقھم واعطھم ھذا المال واعلمھم انک منھم واعلم اخبارھم ففعل ذلک واتی مسلم بن عوسجۃ الاسدی بالمسجد فسمع الناس یقولون ھذا یبایع للحسین وھو یصلی فلما فرغ من صلوٰتہ قال لہ عبد اللہ انی امرؤ من اھل الشام انعم اللہ علی بحب اھل البیت وھذہ ثلاثۃ الاف درھم اردت بھا لقاء رجل منھم بلغنی انہ قدم الکوفۃ یبایع لابن بنت رسول اللہ صلعم قد سمعت نفرا یقولون انک تعلم امر ھذا البیت وانی اتیتک لتقبض المال وتدخلنی علی صاحبک ابایعہ وان شئت اخذت بیعتی لہ قبل لقائی ایاہ فقال لقد سرنی لقاؤک ایای لتنال الذی تحب وینصرک اللہ بک اھل بیت نبیہ وقد ساءنی معرفۃ الناس ھذا الامر منی قبل ان یتم

تھا کہا کہ آج تامل کر کل تجھ کو مسلم بن عقیل کے پاس لے چلوں گا چنانچہ دوسرے روز مسلم بن عوسجہ معقل کو حضرت مسلمؑ کی خدمت میں لے گئے اور معقل تین ہزار درہم پیش کر کے داخل اہل بیعت ہوا۔ اور حبیب السیر[1] میں ہے کہ معقل نے حضرت مسلمؑ سے ملاقات کرنے کے بعد ابن زیاد کو اطلاع دی کہ مسلم ابن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر میں ہیں۔ اتفاقاً اس روز محمد ابن اشعث اور اسما بن خارجہ عبید اللہ کے دربار میں گئے تو اس نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ ہانی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بیمار ہے ابن زیاد کہنے لگا کہ میں تو سنتا ہوں وہ اچھا ہے اور اپنے دروازے پر نشست رکھتا ہے پھر معلوم نہیں میرے سلام کو کیوں نہیں آتا۔ محمد بن اشعث اور اسماء نے کہا کہ آج ہم دریافت کر کے تم کو اطلاع دیں گے۔ یہ کہہ کر دونوں شخص ہانی کے یہاں گئے اور جو کچھ ابن زیاد نے کہا تھا۔ ہانی سے بیان کر کے ان کو سواری پر ابن زیاد کے پاس لائے۔ ابن زیاد نے ہانی کو دیکھ کر کہا کہ میں تو تیری حیات چاہتا ہوں اور تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے ہانی بولے کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ ابن زیاد نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کیا خطا ہوگی کہ تو نے مسلم بن عقیل کو اپنے یہاں ٹھہرایا ہے، ہانی کہنے لگے کہ یہ غلط ہے ابن زیاد نے اسی وقت معقل غلام کو پیش

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۴) مخافة هذه الطاغية فاخذ بيعة والمواثيق العظيمة ليكتمن واختلف اليه اياماً ليدخله على مسلم بن عقيل

[1] در روضة الاحباب است کہ مسلم بن عوسجہ گفت امروز برو و فردا بیا تا ترا نزد صاحب خویش یعنی مسلم بن عقیل برم روز دیگر معقل بخانہ او رفتہ مسلم بن عوسجہ معقل را بمنزل مسلم بن عقیل برد و معقل سہ ہزار درہم را تسلیم نمودہ داخل اہل بیعت گشت [2] و در حبیب السیر است کہ معقل بوجب فرمودہ بدیں حیلہ با مسلم رضی اللہ عنہ ملاقات کردہ با عبید اللہ گفت کہ او در خانہ ہانی بن عروہ است و دراں روز محمد بن اشعث و اسماء بن خارجہ بمجلس ابن زیاد رفتہ بودند آں لعین از ایشاں پرسید کہ ہانی بن عروہ کجا است کہ او را نمی بینم جواب دادند کہ بیمار است ابن زیاد گفت کہ می شنوم کہ بہتر شدہ است و بر در سرائے خود می نشیند آیا بچہ جہت بسلام ما نمی آید ایشاں گفتند شرط تفتیش آنجائے آوردہ امیر را خبر دہیم و از دار الامارہ بیروں رفتہ با ہانی ملاقی شدند و آنچہ ابن زیاد گفتہ بود با وے در میاں نمودند و او را سوار ساختہ نزد عبید اللہ بردند چوں چشم ابن زیاد بر ہانی افتاد گفت ارید حیوٰتك و ترید قتلی ہانی گفت ایہا الامیر چہ واقع شد عبید اللہ گفت ازیں بدتر چہ تواند بود کہ مسلم بن عقیل را بو ثاق خود راہ دادہ ہانی گفت ایں سخن غیر واقع است ابن زیاد معقل را حاضر ساختہ چوں ہانی او را دید دانست کہ حال چیست لاجرم بزبان آورد کہ ایہا الامیر من مسلم را بخانہ خود طلب نداشتم او بے نیم شب بے دستوری بمنزل من در آمدہ مرحبا مانع شدا زاں کہ او را اخراج ام و اکنوں قبول نمودم و عہد کردم کہ بعد از انکہ از خدمت تو مراجعت نمایم او را از وثاق خود اخراج کنم عبید اللہ گفت ہیہات ہیہات تو از پیش من بیروں سروی تا مسلم را حاضر نگردانی ہانی گفت من ہرگز ایں کار نکنم و کسی را کہ (باقی حاشیہ ص ۲۳۶ پر)

کر دیا۔ جب ہانی نے اس کو دیکھا تب سمجھے کہ اسی نے راز افشا کیا۔ کہنے لگے کہ اے امیر میں نے مسلم کو نہیں بلایا بلکہ وہ خود بلا اطلاع آدھی رات کو میرے یہاں آئے اور میری حیا اس بات سے مانع ہوئی کہ ان کو اپنے یہاں نہ رہنے دوں۔ اب میں یہاں سے واپس جا کر ان کو نکال دوں گا۔ عبید اللہ بولا جب تک تو مسلم کو حاضر نہ کرے گا میرے پاس سے نہیں جا سکتا۔ ہانی نے کہا کہ مجھ سے یہ نہ ہو گا۔ کہ جس کو میں نے پناہ دی ہے اسے دشمن کو سپرد کر دوں۔ الغرض اس کے متعلق ہانی اور ابن زیاد میں ایسی گفتگو پڑی اور درشت کلامی کی نوبت پہنچی کہ ابن زیاد نے ہانی پر چھڑی کا وار کیا ہانی کی ناک ٹوٹ گئی اور خون بہنے لگا اور روضۃ الشہداء[1] میں ہے کہ جب ہانی مجروح ہوئے تو اسماء بن خارجہ نے ابن زیاد سے کہا کہ اے غدار ہم تیرے کہنے سے ہانی کو لائے اور تو اُن کے ساتھ بایں خواری پیش آیا تیری یہ کیا حرکت ہے۔ ابن زیاد نے غضب میں آ کر اسماء کو ایسا پٹوایا کہ ان کی زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ اس کے بعد ہانی کو بلا کر کہا کہ اپنی جان کو دوست رکھتا ہے یا مسلم کی زندگی کو ہانی بولے کہ میری ہزار جانیں مسلم پر فدا ہیں۔ اے ابن زیاد تو اگر میرا در باختیار ہے مسلم کو خود ڈھونڈھ لے ابن زیاد نے کہا کہ میں نے ڈھونڈھ لیا اور تیرے گھر میں پا لیا یہ کہہ کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو برہنہ کر کے تازیانے لگائیں۔ پس ہانی جن کی عمر نواسی برس کی تھی اور وہ رسول صلعم اور علی مرتضےٰ کی صحبت کا شرف حاصل کر چکے تھے دو چوبوں میں باندھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵) پناہ داده باشیم بدست خصم زچارم ودریں باب میاں ابن زیاد وہانی گفت وشنید بسیار واقع شد آخر الامر بغلظت وخشونت انجامید وعبید اللہ چوبے بر ہانی زد چنانچہ بینی او شکست وخوں بر روئے وے فرو دوید۔

[1] ودر روضۃ الشہداء اوست کہ اسماء بن خارجہ روئے بہ پسر زیاد کرد وگفت کہ اے غدار ناکس بایں مرد را باشارت تو آوردیم وتو درادل سخنان نیکو می کفتی وچوں پیش تو آمد ہانی خواری کردی ایں چہ کردار ناصواب است کہ از تو صادر گردد پسر زیاد در غضب شد وفرمود تا اسماء را چنداں بزدند کہ از حیات مایوس شد۔ پس ابن زیاد دیگر بارہ ہانی را طلبید گفت اے ہانی جان خود را دوست میداری یا جان مسلم بن عقیل را ہانی گفت ہزار جان من فدائے مسلم اے پسر زیاد تو امیری ودکتا اختیار مسلم را طلب کن ونا یابی از من چہ می طلبی گفت من مسلم را جستم ودر خانہ تو یافتم (الی ان قال) پس فرمود تا تازیانہ عقابیں بیاوردند وجامہ از تن وے بیروں کردند وہانی ہشتاد ونہ سالہ بود وبصحبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسیدہ ومدتہا بامرتضیٰ علی مصاحب بودہ ورا عقابیں کشیدند وگفتند مسلم را بیاز بازدہی جواب داد کہ سیجما اگر ہر عقوبتے کہ ازاں بدتر نباشد بامن بکنی ترا بدو نشاں ندہم تو ندانستہ کہ ما سر از اول کہ قدم در راہ محبت اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افادہ ایم مخفتہائے عالم را بانجود راست کردہ ایم پسر زیاد بفرمود ہانی را پانصد تازیانہ زدند ہانی بیہوش شد ودرخواست کردند کہ ایں پیر گوار از اصحاب سید کائنات است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفرمائے تا او را از عقوبت عفو کنند پسر زیاد قہر نمود تا او را فرود آوردند وفی الحال برحمت خدا پیوست

گئے۔ ابن زیاد نے ان سے پھر کہا کہ مسلم کو لاؤ تو چھوڑ دئے جاؤ۔ ہانی نے جواب دیا کہ بخدا اگر تو مجھ پر بدترین عقوبت روا رکھے تب بھی میں مسلم کا پتہ نہ دوں گا تو نہیں جانتا کہ جب سے میں نے محبت اہل بیت محمدؐ کی راہ میں قدم رکھا تمام دنیا کی تکلیفوں کو اپنے اوپر گوارا کر لیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو پانچ سو کوڑے مارے جائیں پس ہانی کو اس قدر تازیانے لگائے گئے کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ حاضرین نے ابن زیاد سے کہا کہ یہ شخص اصحاب رسولؐ سے ہے اس کو لکڑیوں سے کھول کر نیچے اتارنے کا حکم دے چنانچہ ہانی نیچے اتارے گئے اور اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ اور روضۃ[1] الاحباب میں (بخلاف روایت سابق) مذکور ہے کہ ابن زیاد نے ہانی کو ایک مکان میں قید کر دیا۔

اور صاحب[2] روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جب یہ خبر مسلم بن عقیل کو پہنچی تو ان کی رگ حمیت جنبش میں آئی اور انہوں نے اپنے دونوں لڑکوں کو قاضی شریح کے یہاں بھیج کر اپنے ہوا خواہوں میں منادی کرائی کہ سب لوگ جمع ہو جائیں چنانچہ قریب بیس ہزار آدمیوں کے مجتمع ہو گئے اور مسلم بن عقیل کے ساتھ قصر امارت کی جانب روانہ ہوئے ابن زیاد یہ حال سنکر مع اپنی جماعت کے قصر میں محصور ہو گیا اور مسلم بن عقیل کے لشکر نے قصر کو گھیر لیا فریقین میں جنگ ہونے لگی۔ قریب تھا کہ مسلم کا لشکر قصر پر قبضہ کر لے ابن زیاد نے ڈر کر کثیر بن شہاب

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ او را بجائے محبوس گردانید۔ [2] و صاحب روضۃ الشہداء می نویسد کہ چوں ایں خبر بہ مسلم رسید عرق حمیتش در حرکت آمد و گفت ہر دو پسر خورد را بخانہ شریح قاضی فرستادہ ملازماں را فرمود تا ندا کردند کہ اے دوستداراں اہل بیت ہمہ جمع شوید قریب بست ہزار مرد مسلح مجتمع شدند و مسلم سوار شد و ایں جماعت در رکاب دولت او رواں گشتہ روئے بقصر امارت نہادند پسر زیاد با طائفہ از اشراف کوفہ کہ در مجلس وے بودند و با جمعے از ملازماں و لشکریاں کہ داشت در کوشک تحصن شد و مسلم با لشکر خود گرداگرد قصر در آمد و بین الفریقین جنگ و جدال دست داد و نزدیک بداں رسید کہ قصر را بگیرند ابن زیاد بترسید و حکم کرد تا رو سائے کوفہ مثل کثیر ابن شہاب و محمد بن اشعث و شمر ذی الجوشن و شیث بن ربعی بیام کوشک برآمدہ اہل کوفہ را تخویف نمودند کثیر گفت اے کوفیاں وائے بر شما اینک لشکر شام دمبدم میرسد و امیر سوگند خوردہ کہ اگر ہم چنیں بر محاربت خود ثابت باشید روزے کہ دست یابم بے گناہ را بجائے گنہگار بگیرم پس اے مرداں بر عیال و اطفال خود رحم کنید کوفیاں کہ ایں کلمات شنودند خوف عظیم و ہراسے بزرگ بر دلہای ایشاں مستولی شد و بنا بر عادت قدیم رسم بے وفائی پیش آوردند و از عہد او رسول او شرم نداشتہ روئے بمنازل خود آوردہ ہم را تنہا گذاشتند و ہنوز آفتاب غروب نکردہ بود کہ ہمہ برفتند و با مسلم سی کس بروایتے دہ کس ماندہ بودند پس مسلم بازگشت و برائے ادائے نماز بمسجد در آمد چوں نماز گذاردہ بیروں آمد آں جماعت قلیل ہم رفتہ بود و مسلم حیراں بماند و گفت ایں چہ حال است کہ من مشاہدہ می کنم۔

اور محمد بن اشعث اور شمر ذی الجوشن اور شیث بن ربعی وغیرہم کو حکم دیا کہ قصر پر چڑھ کر اہل کوفہ کو ڈرائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بالائے بام جا کر پکارا کہ اے کوفیو! دیکھو شام کا لشکر دمبدم پہنچا جاتا ہے اور امیر نے حکم دیا کہ اگر تم لڑائی سے باز نہ رہوگے تو جس دن قابو پاؤں گا۔ تم میں سے کسی کو نہ چھوڑوں گا بلکہ بے گناہ تو بھی بجائے گنہگار کے قتل کروں گا۔ اے کوفیو! اپنے عیال و اطفال پر رحم کرو۔ یہ سنکر وہ لوگ ڈرے اور عادت قدیم کے موافق بے وفائی گوارا کر کے اپنے گھروں کو بھاگ گئے اور حضرت مسلم کے ساتھ صرف تیس یا دس آدمی باقی رہے۔ جب مسلم نے یہ حالت دیکھی تو وہاں سے لوٹ کر مسجد میں نماز پڑھی اور جب نماز پڑھ کر باہر نکلے تو اس باقی ماندہ جماعت کا بھی پتہ نہ تھا۔ مسلم کوفیوں کی بے وفائی مشاہدہ کر کے حیران ہو گئے۔ سرّ الشہادتین[1] میں ہے کہ جب حضرت مسلم تنہا رہ گئے تو پھرتے پھرتے ایک عورت کے مکان پر وارد ہوئے اور پانی مانگا۔ اس ضعیفہ نے مسلم کو پانی پلایا اور اپنے مکان میں جگہ دی۔

اور تاریخ کامل[2] میں ہے کہ جب مسلم تنہا رہ گئے تو کوفے کی کسی گلی میں ہو کر گزرے لیکن یہ نہ جانتے تھے کہ کہاں جا رہے ہیں آخر ایک ضعیفہ کے مکان پر وارد ہوئے جس کا نام طوعہ تھا۔ مسلم نے اس کو سلام کر کے پانی مانگا اس نے پانی لا کر پلایا۔

اور حبیب السیر[3] میں ہے کہ حضرت مسلم پانی پی کر اس ضعیفہ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ ضعیفہ نے کہا کہ یہ شہر پُر آشوب ہو رہا ہے اور رات زیادہ گزر گئی ہے اب تم اپنے گھر کیوں نہیں چلے جاتے۔ مسلم نے جواب دیا کہ میں مرد غریب الوطن شریف خاندان سے ہوں اگر تجھے اپنے گھر میں جگہ دے تو خدا تجھے اس کی جزا دنیا اور آخرت میں عطا کرے گا۔ ضعیفہ نے نام و نسب پوچھا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ مسلم بن عقیل ہیں تو اس نے نہایت خوشی سے ان کو گھر میں ٹھہرایا۔

---

[1] وفی السر الشہادتین قال فتردد فی الطریق فاتے منزل امراۃ فاستسقاھا فسقتہ وادخلتہ فی منزلھا [2] وفی الکامل قال مضی فی ازقۃ الکوفۃ لا یدری این یذھب فانتھی الی باب امراۃ من کندۃ یقال لھا طوعۃ (الی ان قال) فسلم علیھا ابن عقیل وطلب الماء فسقتہ

[3] و در حبیب السیر است کہ مسلم بعد آشامیدن آب بر در آں سرا بنشست عورت گفت شہریست پر آشوب شب بیگاہ است چرا بخانۂ خود نمیروی مسلم جواب داد کہ مردے غریبم از خاندان عز و شرف و منزلے ندارم اگر درخانۂ خویش مرا جائے دہی امیدا ست کہ جزائے آں در دنیا و عقبیٰ بتو رسد آں ضعیفہ از نام و نسب مسلم پرسید چوں حقیقت حال بروے ظاہر گشت گفت اہلاً و مرحبا برخیز و قدم رنجہ فرمائے۔

اور روضۃ الشہداء[1] میں ہے کہ جب تھوڑی رات گزری تو اس ضعیفہ کا لڑکا گھر میں آیا اور اس نے اپنی ماں کو دیکھا کہ کبھی باہر آتی ہے کبھی اندر جاتی ہے کبھی روتی ہے کبھی ہنستی ہے کہنے لگا اے ماں خیر تو ہے یہ تجھ کو آج عجیب حال میں دیکھتا ہوں ضعیفہ نے کہا سب خیریت ہے لڑکے نے اصرار کیا کہ مجھے ضرور بتادے کہ یہ تجھ کو کیا ہوگیا ہے۔ ضعیفہ نے کہا اگر تو قسم کھائے کہ اس بات کو کسی سے نہ کہے گا تو بتادوں۔ لڑکے نے قسم کھائی کہ نہ کہوں گا۔ ضعیفہ بولی کہ مسلم بن عقیل نے میرے گھر میں پناہ لی ہے میں اُن کی خدمت کے بجالانے میں مصروف ہوں اور خدا سے اجر عظیم کی امید رکھتی ہوں۔ یہ سُن کر لڑکا خاموش ہوگیا اور سو رہا جب صبح ہوئی تو سیدھا ابن زیادہ کے یہاں پہنچا ابن زیاد اس وقت حصین بن نمیر سے منادی کرا رہا تھا کہ جو شخص مسلم کی خبر لائے گا۔ اس کو دس ہزار درہم انعام دئے جائیں گے اور اس کی حاجتیں پوری کی جائیں گی اور جو شخص مسلم کو اپنے گھر چھپائے گا وہ قتل کیا جائے گا طوعہ کے لڑکے نے یہ منادی سنی تو محمد بن اشعث سے بیان کیا کہ مسلم میرے گھر میں چھپے ہوئے ہیں۔ ابن اشعث نے فوراً ابن زیاد کو اطلاع کی اس نے اسی وقت عمر بن حریث کو حکم دیا کہ تین سو سپاہی محمد بن اشعث کو دے تاکہ وہ مسلم کو گرفتار کر لائے چنانچہ محمد بن اشعث نے تین سو آدمیوں کی جماعت ساتھ لے جاکر طوعہ کا گھر گھیر لیا۔

---

[1] در روضۃ الشہداء است کہ اما چوں پارۂ از شب گزشت پسرآں پیرزن بخانہ درآمد مادر را دید کہ درآں خانہ درون میرفت و بروں می آمد و می گریست و می خندید او گفت اے مادر امشب ترا حال عجب است و درآں خانہ تردد بسیار می کنی خیر است او گفت آرے خیر است تو بہ خود مشغول باش پسر ابرام نمود کہ البتہ مرا بریں قصہ اطلاع می باید داد مادر گفت بگویم با تو بشرط آنکہ سوگند خوری کہ ایں راز با کسے نہ گوئی پسر سوگند خورد و قبول کرد کہ ایں سر با کس نگوید مادر گفت اے پسر مسلم بن عقیل است کہ پناہ بما آوردہ و او را دریں خانہ نشاندہ ام و مراسم خدمت و لوازم ملازمت او بجا می آورم و بداں از خدائے تعالیٰ ثواب جزیل طمع میدارم پسر خاموش شد و بخواب رفت (الیٰ ان قال) اما چوں روز شد پسر پیرزن روئے بدر خانہ پسر زیاد نہاد و در وقتے رسید کہ ابن زیاد با حصین بن نمیر می گفت کہ گرد محلات کوفہ برائے او منادی کن کہ امیر می گوید کہ ہر کہ خبر مسلم بہ نزد من آورد وہ ہزار درہم یا دو ہم و مرادات و حاجات آں بہ کس نزدیک من بہ اجابت اقتراں یابد و اگر کسے پنہاں سازد و در خانہ بیابند آں خانہ را غارت کنند و صاحب خانہ را بہ قتل رسانند چوں پسر پیرزن وعدہ و درم و وعید قتل شنود پیش دوید و صورت واقعہ با محمد اشعث تقریر کرد و ابن اشعث نزدیک پسر زیاد رفتہ تمامی حال باز نمود و ابن زیاد خوشدل شدہ عمرو بن حریث مخزومی را گفت کہ سی صد مرد از سر ہنگان خاص من بہ محمد اشعث دہ کہ آں سرائے را امید اند تا بروند و مسلم را گرفتہ بیارند و محمد اشعث سوار شدہ آں سپاہ روی ہمراہے طوعہ نہاد و در نیکبار در
و بام او را فرو گرفت۔

اور تاریخ ابن جریر[1] میں ہے کہ جب ابن اشعث نے طوعہ کا گھر گھیر لیا۔ تو حضرت مسلم تلوار لے کر باہر نکل آئے اور انہوں نے حملہ کر کے محمد بن اشعث کی جماعت کو وہاں سے ہٹا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ مکرر حملہ آور ہوئے اور حضرت مسلم نے پھر ان کو بھگا دیا ناگہاں اسی حرب و ضرب میں بکیر بن حمران نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ حضرت مسلم کا بالائی ہونٹ کٹ کر آگے کے دانت گر گئے۔ حضرت نے اس حالت میں بھی بکیر کو نہ جانے دیا۔ اور دو ہاتھ تلوار کے ایسے لگائے کہ بکیر کٹ کر فی النار ہو گیا۔ سپاہ مخالفت کے بعض جوان یہ حال دیکھ کر کوٹھے کی چھت پر چڑھ گئے اور وہاں سے پتھروں کا مینہ برسانے اور آگ جلا کر حضرت مسلم پر ڈالنے لگے۔ جب حضرت مسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو پھر تلوار گھسیٹ کر صف مخالفین میں گھس پڑے محمد ابن اشعث نے حضرت مسلم سے کہا کہ اچھا میں تم کو امان دیتا ہوں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اور روضۃ الشہداء[2] میں یہ واقعہ بایں تفصیل مذکور ہے کہ حضرت مسلم طوعہ کے گھر میں نماز صبح پڑھ کر جانماز پر بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر

---

[1] وفی تاریخ الخمیس جریر قال فخرج الیہم بسیفہ حتی اخرجہم من الدار ثم عادوا الیہ فحمل علیہم فاخرجہم مرارًا وضرب بکیر بن حمران فم مسلم فقطع شفتہ العلیا و سقط ثنیتاہ وضربہ مسلم علی راسہ ثم علی حبل العاتق کادت تطلع علی جوفہ فلما رأوا ذلک اشرفوا علی سطح البیت وجعلوا یرمونہ بالحجارۃ و یلہبون النار فی القصب و یلقونہا علیہ فلما رای ذلک خرج علیہم بسیفہ فقاتلہم فقال محمد بن الاشعث لک الامان فلا تقتل نفسک۔

[2] و در روضۃ الشہداء چنیں است کہ مسلم نماز بامداد گزاردہ بود و بر جائے نماز نشستہ کہ آواز سم اسپاں بگوش شے رسید دانست کہ بطلب وی آمدہ اند برخاست و سلاح بر خود راست کرد و شمشیر کشیدہ از خانہ بیروں آمد آں گروہ یک بارگی روئے بہ نہادند و مسلم چوں شیر خشم ناک برآں قوم حملہ کرد و دراں حملہ چند کس را بیفگند و ایں خبر پیش پسر ابن زیاد بردند روئے بہ محمد بن اشعث پیغام داد کہ ترا با سی صد کس فرستادم تا یک کس را گرفتہ پیش من آرے ایں چہ عجز و ضعف است کہ تو دارے اگرچہ مرد دلیر است آخر یک تن بیش نیست ابن اشعث جواب فرستاد کہ ترا تصور آنست مرا بہ گرفتن علاجہ پا حالتے فرستادہ داشتہ کہ مرا بجنگ شیر ژیاں و پسر ماں فرستادہ ایں دلاوریست کہ بحسام انتقام خون مبارزاں بہ خاک ہلاک فیریزد و دستبرد است کہ بضربت خنجر خاک معرکہ را با سر دلیراں قدری آمیزد عبید اللہ خبر فرستاد کہ او را امان دادہ نزدیک من رساں کہ جز بہ امان بر مسلم دست نتواں یافت و چوں حدیث امان مسلم باین اشعث رسید با مسلم خطاب کرد کہ اے مسلم خود را در مہلکہ میفگن و دست از شمشیر باز دار و بہ نزد من آئے کہ ایں ترا امان داد است مسلم گفت (بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٤١)

سمجھ گئے کہ دشمن آپہونچے فوراً ہتھیار لگا کر باہر نکل آئے اور مثل شیر اس قوم پر حملہ آور ہو کر قتل کرنے لگے۔ یہ خبر ابن زیاد کو پہونچی تو اس نے محمد بن اشعث کے پاس بھیجا کہ میں نے تجھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۰) مرا بایاں شما احتیاج نیست چہ قول شما اعتماد را نشاید واز کوفیاں رسم وفا نیاید ایں بگفت و بار دیگر بر ایشاں حملہ کرد و چند کس دیگر مجروح و مقتول ساخت لشکریاں در ماندند بعضے پیادہ شدہ بر بام برآمدند و سنگ بجانب مسلم انداختن گرفتند و تن نازنین او را بسنگ کوفتہ مجروح گردانیدند و او با خود می گفت اے نفس مرگ را آمادہ باش کہ در دفع اعدا کوشیدن و شربت ہلاک نوشیدن و خلعت شہادت پوشیدن دولتے است جاوید و سعادتے ابدی ناگاہ حرامزادہ سنگے چند انداخت بر پیشانی مسلم آمدہ و خون بر روئے مبارکش فرود ید پس روئے بجانب مکہ کرد و گفت یا ابن رسول اللہ خبر دارے کہ با پسر عمت چہ می رود و من در راہ حق از باک ندارم ناگاہ سنگے دیگر بیفگندند و بر لب و دنداں مبارکش آمد و خون بمحاسن شریف فرود ید پس مسلم از بسیارے زخم کہ یافتہ بود پشت بر دیوار بازئے بکیر بن حمران نہاد و از سرائے بروں آمدہ شمشیرے حوالہ فرق مسلم کرد شمشیر فرود آمد و لب بالائے او را ببرید مسلم در ہم گشتہ تیغ بر بکیر براند و سرش را دہ قدم دور انداخت و باز پشت بداں دیوار بود و آورد و می گفت بار خدایا مرا یک شربت آب آرزو است کوفیاں بہ نظارہ استادہ بودند می شنودند و ہیچ کس بارایے آں نداشت کہ او را آب دہد آخر پیرزنے از خانہ بروں آمد و قدحی از آبگینہ پر آب کردہ بدست وے داد چوں مسلم آں قدح را بر لب نہاد خوں شد بریخت باز پر آب کردہ بدو داد دیگر بارہ پر خوں گشت آں را نیز بریخت و گفت آب خوردن من با قیامت افتاد پس یکے از عقب مسلم در آمد و نیزہ بر پشت مسلم زد کہ وے بر روئے در افتاد و مردماں از اطراف و جوانب در آمدہ او را بگرفتند و پیش پسر زیاد بردند و دراں محل او در کوشک امارت بر سر بالات نشستہ بود چوں مسلم را در آوردند سلام نکرد گفتند چرا بامیر سلام نکردے گفت زیرا کہ دریں سلام و سلامت دنیا می بینم و سلامت عقبے مشاہدہ کنم اما چوں مسلم را در آوردند پسر زیاد مدتی سر در پیش انداختہ بود آنگاہ سر برآوردہ گفت چرا بر امام زماں یاغی برآمدی و ایں ہمہ فتنہ انگیختی مسلم گفت امام زماں حسین بن علی است و من بفرمان او بدیں شہر آمدم و آنچہ کردم دراں رضائے حق جستم الا اہل شقاوت نگذاشتند کہ حق بہ مستحق رسد (الی ان قال) ابن زیاد آواز دہ کہ از اہل مجلس من کیست کہ مسلم را بر سر بام کوشک بردہ سرش از تن جدا کند پس بکیر بن حمران گفت با امیر ایں کار نیست کہ امروز پدرم را کشتہ پس دست مسلم گرفت و او را بالائے بام کوشک برآوردہ مسلم چنداں کہ می رفت بر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود می فرستادہ می گفت اللہم احکم بیننا و بین قومنا بالحق بار خدایا حکم کن در میان ما و میان قوم ما براستی کہ ما را بخواندند چوں بیامدیم فرو گذاشتند و با ایشاں راستی سخن گفتیم و ایشاں ما را دروغگو پنداشتند پس چوں بالائے بام رسید بجانب مکہ نظر کرد و گفت السلام علیک یا ابن رسول اللہ آیا از حال مسلم بن عقیل ہیچ خبری داری پس گفت یا رسول اللہ آرزوئے من آں بود کہ بپایے دیگرم

کو تین سو آدمیوں کے ساتھ ایک شخص کے گرفتار کرنے کو بھیجا اور تو اس کی گرفتاری سے بھی عاجز ہے۔ ابن اشعث نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تو نے مجھے کسی ڈھیلے جولاہے کے پکڑنے کو نہیں بھیجا بلکہ بخدا ایسے شیر ببر کے مقابلہ کو بھیجا ہے جو اپنی تیغ انتقام سے بڑے بڑے بہادروں کا خون گراتا ہے عبیداللہ نے ابن اشعث سے کہلا بھیجا کہ مسلم کو امان دے کر میرے پاس لا۔ کیوں کہ سوا اس کے اور کوئی تدبیر مسلم پر قابو پانے کی نہیں ہے۔

چنانچہ ابن اشعث نے حضرت مسلم سے کہا کہ تم لڑائی سے باز آؤ تم کو حاکم نے امان دی ہے۔ مسلم نے کہا کہ مجھ کو تمہاری امان کی احتیاج نہیں ہے اور میں کوفیوں کی بات کا اعتبار نہیں کرتا۔ یہ فرما کر آپ نے بار دگر ان پر ایسا حملہ کیا کہ چند آدمی پھر قتل و مجروح ہوئے۔ ابن اشعث کے سپاہی عاجز آ کر کوٹھے پر چڑھ گئے اور وہاں سے حضرت مسلم کو پتھر مارنے لگے جس کی وجہ سے ان کا جسم بالکل مجروح ہو گیا۔ حضرت مسلم دل میں کہنے لگے کہ اے نفس موت پر آمادہ ہو جا اور یقین کر کہ دفع اعدا کی کوشش کرنا اور خلعت شہادت پہننا دولت جاوید اور سعادت ابدی ہے۔ ناگہاں کسی بدبخت نے ایسا پتھر مارا۔ کہ حضرت مسلم کی پیشانی پر پڑا اور ان کا چہرہ خون سے تر ہو گیا۔

حضرت مسلم نے رُخ بجانب مکہ کر کے کہا کہ یا ابن رسول اللہ کچھ آپ کو اپنے پسر عم کی بھی خبر ہے۔ کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ خیر راہ حق میں یہ سب گوارا ہے اتنے میں پھر ایک پتھر مسلم کے لب و دنداں پر لگا اور ان کی داڑھی خون سے تر ہو گئی حضرت مسلم زخموں کی زیادتی سے تاب نہ لا سکے اور بکیر کے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ بکیر نے گھر سے نکل کر ایسی تلوار ماری کہ حضرت کا بالائی ہونٹ کٹ گیا۔

حضرت مسلم نے اسی حالت میں تلوار گھسیٹ کر ایسی ضرب لگائی کہ بکیر کا سر کٹ کر دس قدم پر جا گرا۔ اور پھر اسی دیوار کی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ خدایا میں اس وقت پیاسا ہوں، کوفیوں نے اس بات کو سنا مگر کسی نے ان کو پانی نہ دیا آخر ایک ضعیفہ کو رحم آیا۔ اور اس نے پانی لا کر دیا۔ مسلم نے جام آب کو منہ سے لگایا تو سارا پانی پُر خون ہو گیا۔ آپ نے اس کو پھینک دیا۔ ضعیفہ نے دوسرا پانی دیا وہ بھی منہ سے لگاتے ہی خون سے مخلوط ہو گیا۔ حضرت مسلم بولے کہ اب میرا پانی پینا روز قیامت پر موقوف ہے۔ اسی اثنا میں ایک بے رحم نے ایسا نیزہ مارا کہ حضرت مسلم منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ اور ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گئے وہ اس وقت تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ مسلم نے اس کو سلام نہ کیا۔ درباریوں نے مسلم سے

کہا کہ تم نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا۔ مسلم نے کہا کہ اس سلام میں نہ دنیا کی سلامتی ہے نہ عقبیٰ کی۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم نے امام زماں پر کیوں خروج کیا۔ مسلم نے جواب دیا کہ امام زماں حسینؑ بن علیؑ ہیں۔ میں ان کے حکم سے اس شہر میں آیا ہوں اور جو کچھ میں نے کیا رضائے حق کے لئے کیا۔ مگر افسوس اہل شقاوت نے حقدار کو اس کا حق پہنچنے نہ دیا۔ ابن زیاد نے آواز دی کہ کون ہے جو مسلم کو بالائے بام لے جا کر ان کا سر تن سے جدا کرے، بکیر کے لڑکے نے کہا کہ یہ میرا کام ہے کیوں کہ مسلم نے آج ہی میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ یہ کہا اور مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے چلا۔ حضرت مسلم جناب رسالت مآبؐ پر درود بھیجتے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ اللھم احکم بیننا و بین قومنا بالحق جب بالائے بام پہنچے تو بجانب مکہ منہ کر کے کہنے لگے۔ کہ اے فرزند رسول میرا اسلام آخری قبول ہو، کیا آپ کو مسلم بن عقیل کے حال کی بھی خبر ہے، اے ابن رسول اللہ آرزو تھی کہ ایک بار اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا مگر موت نے موقع نہ دیا اور اب وعدۂ دیدار قیامت پر اُٹھا رہا اور تاریخ کامل[۱] میں ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل سے کہا کہ اے پسر عقیل کیا تم یہاں اس لئے آئے تھے کہ لوگوں کی جمعیت میں پراگندگی اور ان کے معاملات میں افتراق پیدا کرو۔ حضرت مسلم نے کہا کہ ہرگز نہیں بلکہ اہل کوفہ شاکی ہیں کہ تیرے باپ نے یہاں کے بہترین اشخاص کو قتل کر ڈالا اور قیصر و کسریٰ کا عمل جاری کیا لہٰذا ہم اس لئے آئے کہ لوگوں میں عدل کے ساتھ حکم دیں اور ان کو کتاب و سنت کی جانب توجہ دلائیں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے امام حسینؑ اور حضرت علیؑ اور عقیل بن ابی طالب کی شان میں کلمات ناشائستہ کہے اور حکم دیا کہ مسلم کو قصر پر لے جا کر قتل کریں۔ جلاد ان کو بالائے بام لے گیا۔ حضرت مسلم اس وقت تسبیح و استغفار میں مشغول تھے اور اسی حالت میں شہید کئے گئے اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو سر بازار قتل کرایا۔

اور سر الشہادتین[۲] میں ہے کہ پہلے حضرت مسلم شہید کئے گئے اور ان کا دھڑ کوٹھے سے نیچے ڈال

---

[۱] و فی الکامل قال ابن زیاد لمسلم یا ابن عقیل اتیت الناس و امرھم جمیع وکلمتھم واحدۃ لتشتت بینھم و تفرق کلمتھم فقال مسلم کلا و لکن اھل ھذا المصر زعموا ان اباک قتل خیارھم و سفک دماءھم و عمل فیھم اعمال کسریٰ و قیصر فاتینا ھم لنامر بالعدل و ندعوا الیٰ حکم حکم الکتاب والسنۃ (الیٰ ان قال) فشتمہ ابن زیاد و شتم الحسین و علیا و عقیلا ۔ ثم امر بہ فاصعد فوق القصر لتضرب رقبتہ (الیٰ ان قال) فاصعد مسلم فوق القصر و ھو یستغفر و یسبح فضرب عنقہ (الیٰ ان قال) فامر بھانی حین قتل مسلم فاخرج الی السوق فضربت عنقہ [۲] و فی السر الشہادتین قال فضرب عنقہ و القی جثتہ الی الناس و صلب ھانیا و قتل محمد و ابراھیم ابنی مسلم ایضا معہ۔

دیا گیا۔ پھر ہانی کو سولی دی گئی۔ بعد ازاں حضرت مسلم کے دونوں بچے محمد اور ابراہیم قتل ہوئے۔ اور حبیب السیر[1] میں ہے کہ حضرت مسلم کے قتل کے بعد اُن کے دو کم سن لڑکے محمد بن ابراہیم جو کوفے میں قاضی شریح کے یہاں مخفی تھے حارث بن عروہ ملازم ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ جب بمقام مکہ امام حسینؓ کی خدمت میں مسلم بن عقیل کا خط باستدعائے تشریف آوری موصول ہوئے امام حسینؓ روانگی عراق کا ارادہ کرکے تہیۂ سامان سفر میں مصروف ہوئے۔

اور اسد الغابہ[3] و تاریخ خمیس میں ہے کہ جب امام حسینؓ نے سفر عراق کا قصد کیا اور اکثر اشخاص مانع ہوئے اور امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا اور آں حضرتؐ نے مجھے ایک ایسے امر کا حکم دیا جس کی تعمیل مجھ پر واجب ہے۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[4] میں ہے کہ امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں نے رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا اور آں حضرت نے ایک امر کے لئے مجھے مامور کیا جس کی تعمیل میرے لئے اولیٰ ہے اور میں اس کو انجام دینے والا ہوں۔ یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن جعفر نے پوچھا کہ وہ کیا امر ہے جس کی بجا آوری کا آپ کو حکم دیا گیا ہے امام حسینؓ نے کہا کہ اس امر کا ذکر نہ میں نے کسی سے کیا ہے نہ زندگی بھر کروں گا۔ نیز کتب موصوفہ میں ہے کہ امام حسینؓ نے عبداللہ بن زبیر سے فرمایا کہ واللہ میں ایک بالشت مکے سے باہر قتل کیا جاؤں گا مجھے یہ امر بہ نسبت اس بات کے گوارہ ہے کہ بقدر یک بالشت مکہ کے اندر قتل کیا جاؤں گا بخدا اگر میں کسی جانور کے سوراخ میں چھپوں تو بھی لوگ مجھے اس سے نکال کر قتل کریں گے اور واللہ مجھ پر ویسی ہی ظالمانہ تعدی کریں گے۔ جیسی یہود نے سبت میں کی تھی۔

اور تاریخ کامل[5] میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر حضرت امام حسینؓ سے کہا کہ تم نے حجاز سے عزم روانگی

---

[1] و در حبیب السیر است کہ دو پسر صغیر مسلم بن عقیل محمد و ابراہیم کہ در کوفہ بخانۂ قاضی شریح مختفی بودند بعد از واقعہ مسلم ایشان نیز بروحشت بعضی از نوکران ابن زیاد موسوم بہ حارث بن عروہ قتل شدند [2] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں مکتوب مسلم بن عقیل بحسین بن علی رضی اللہ عنہما رسید آہنگ رفتن عراق نمودہ بہ تہیۂ اسباب سفر مشغول شدہ [3] و فی الاسد الغابہ لابن الاثیر و تاریخ الخمیس قال منہا و جماعۃ فقال رایت رسول اللہ صلعم فی المنام و امرنی بامر نا فانا فاعل ما امر۔ [4] و فی تاریخ ابن جریر الطبری و الکامل لابن الاثیر قال الحسین لیحیی بن سعید و عبد اللہ بن جعفر انی رویا فیہا رسول اللہ صلعم و امرنی فیہا بامر انا ماض لہ علی کان اولی فقال لہ فما تلک الرؤیا قال ما حدثت احدا بہا و ما انا محدث بہا حتی القی ربی و فیہما ایضا ثم قال الحسین لابن الزبیر واللہ کان اقتل خارجا منہا بشبر احب الی من ان اقتل داخلا منہا بشبر و ایم اللہ لو کنت فی جحر ہامۃ من ہذہ الہوام لاستخرجونی حتی یقضوا فی حاجتہم و واللہ لیعتدن علی کما اعتدت الیہود فی السبت [5] و فی الکامل قال لہ ابن عباس لقد اقررت عین ابن الزبیر بخروجک من الحجاز (الی ان قال) ثم خرج ابن عباس من عندہ فمر بابن الزبیر فقال قرت عینک یا ابن الزبیر ۔۔ و ہذا الحسین یخرج الی العراق و یخلیک و الحجاز

کرکے عبداللہ بن زبیر کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا یہ کہہ کر امام حسینؑ کے پاس سے چلے گئے۔ اتفاقاً راہ میں عبداللہ بن زبیر ملے۔ ابن عباس نے ان سے کہا کہ اے ابن زبیر اب تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں دیکھو یہ حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور اب حجاز میں تم ہی تم ہو۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے قصد سفر کیا اور اپنے موالی کو جمع کرکے ان میں سے ہر ایک کو اس کی ضرورت کے موافق مال و زر دیا اور اپنے عورات و اطفال کے لیے محملیں تیار کرائیں بعدہ تیسری ذی الحجہ کو اسی دن کوفے میں مسلم بن عقیل شہید ہوئے تھے مکہ سے باہر نکلے اور بعض مورخین کا قول ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو روانہ ہوئے۔

ابن جریر طبری[2] نے اپنی تاریخ میں فرزدق سے روایت کی ہے کہ میں ۶۰ھ میں بزمانہ حج اپنی ماں کے ساتھ مکے میں داخل ہوا تو امام حسینؑ مع مسلح رفقاء کے مکے سے باہر نکل رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ قافلہ کس کا ہے۔ لوگوں نے کہا حسینؑ ابن علیؑ کا ہے۔ میں نے انکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابن رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کس چیز نے آپ کو عجلت دلائی جو حج سے پہلے جا رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے فرزدق اگر میں جانے میں عجلت نہ کروں تو دشمن مجھے گرفتار کرکے لے جائیں گے۔

اور تاریخ کامل[3] میں ہے کہ جب امام حسینؑ مقام حاجز میں پہنچے تو قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ

---

[1] زر در روضۃ الاحباب است کہ بعد ازاں امام حسین موالی خود را جمع کردہ ہر یک را فراخور حال او عطائے داد و محبت اطفال عورات خویش محملہا راست کردہ در روز سوم ذی الحجہ کہ روز قتل مسلم بن عقیل بود از مکہ بیرون آمد بعضے گفتہ اند کہ در روز سہ شنبہ ہشتم ذی الحجہ متوجہ شد [2] روی ابن جریر فی تاریخہ عن فرزدق قال حججت بامی فانا اسوق بعیرہا حین دخلت الحرم فی ایام الحج وذلک فی سنۃ ۶۰ اذ لقیت الحسین بن علی خارجا من مکۃ مع اسیافہ وتراسہ فقلت لمن ہذا القطار فقیل للحسین بن علی فاتیتہ فقلت بابی وامی یا ابن رسول اللہ ما اعجلک عن الحج فقال لو لم اعجل لاخذت [3] وفی الکامل لما بلغ الحسین الحاجز کتب الی اہل الکوفۃ مع قیس بن مسہر الصیداوی یعرفہم قدومہ ویامرہم بالجد فی امرہم فلما انتہی قیس الی القادسیۃ اخذہ حصین بن نمیر فبعث بہ الی ابن زیاد فقال لہ ابن زیاد اصعد القصر فسب الکذاب ابن الکذاب الحسین بن علی فاصعد قیس فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان ہذا الحسین بن علی خیر خلق اللہ ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم انا رسولہ الیکم وقد فارقتہ بالحاجز فاجیبوہ ثم لعن ابن زیاد واباہ واستغفر لعلی فامر بہ ابن زیاد فرمی من اعلی القصر فتقطع فمات۔

کے پاس اس سے روانہ کیا کہ ان کو آپ کے آنے سے مطلع کریں اور کہیں کہ وہ لوگ اپنے ارادے پر ثابت قدم رہیں۔ قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر نے ان کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا ابن زیاد نے قیس سے کہا کہ تو کوٹھے پر چڑھ کر کذاب بن کذاب، حسینؑ ابن علی کو برا کہہ۔ قیس نے بالائے قصر جا کر خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ حسینؑ بن علیؑ رسول اللہ کے نواسے اور بہترین مخلوق خدا ہیں۔ انہوں نے مجھ کو تمہارے پاس منزل حاجز سے بھیجا ہے کہ تم لوگوں کو چاہیئے کہ ان کی قبول کرو۔ یہ کہہ کر قیس نے عبید اللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علیؑ کے حق میں مغفرت چاہی۔ ابن زیاد نے غضب ناک ہو کر قیس کو کوٹھے سے نیچے گروادیا۔ قیس کی ہڈیاں اور پسلیاں چور ہو گئیں اور وہ اسی وقت مر گئے۔ روضۃ الاحباب[۱] میں ہے کہ جب امام حسینؑ مقام حاجز سے آگے بڑھے تو راہ میں عبد اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ عبد اللہ نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مکہ سے آپ کے نکلنے کا کیا سبب ہے! حسینؑ نے کہا کہ کوفیوں نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے۔ عبد اللہ بن مطیع نے عرض کیا کہ بخدا آپ وہاں جانے کا ارادہ نہ کریں امام حسینؑ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی کہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔

یعنی جو امر ہمارے لئے مقدر ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ تاریخ کامل[۲] میں ہے کہ امام حسینؑ مقام ثعلبیہ پہنچے تو مسلم بن عقیل کے قتل ہونے کی خبر معلوم ہوئی اور روضۃ الشہداء[۳] میں ہے کہ کوفے سے ایک شخص آرہا تھا امام حسینؑ نے اس کو بلا کر وہاں کا حال دریافت کیا اس نے کہا کہ بخدا میں نے کوفے میں دیکھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی شہید ہوئے اور ان کے تن دار پر کھینچ کر ان کے سر دمشق بھیجے گئے۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اور تاریخ ابو الفداء[۴] میں ہے کہ جب امام حسینؑ کو مسلم بن عقیل کی خبر شہادت پہنچی تو آپ اپنے

---

[۱] ودر روضۃ الاحباب است کہ عبد اللہ بن مطیع (در راہ) پیش امام حسین آمدہ گفت پدر و مادرم فدائے تو باد یا ابن رسول اللہ نمی دانم کہ سبب خروج تو از حرم چہ بود امام حسین گفت مکاتیب کوفیاں وطلب ایشاں ابن مطیع گفت ترا بخدا سوگند کہ ترک رفتن کنی۔ امام حسین گفت لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔

[۲] قال ابن الاثیر فی الکامل واتاہ خبر قتل مسلم بن عقیل بالثعلبیۃ۔

[۳] ودر روضۃ الشہداء است کہ شخصے از کوفہ می آمد امام حسین او طلبید واز احوال آں طرف استفسار نمود آں شخص گفت بخدا کہ از کوفہ بیروں نیامدم تا دیدم مسلم بن عقیل وہانی بن عروہ را بکشتند وتنہائے ایشاں را بدمشق فرستادند حسین گر ایں خبر بشنود گفت انا للہ وانا الیہ راجعون [۴] وقال ابو الفداء لما بلغہ مقتل ابن عمہ مسلم بن عقیل اعلم الحسین من معہ بذلک من احب ان ینصرف فلینصرف فتفرق الناس عنہ یمینا وشمالا۔

ساتھیوں سے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ یہاں سے واپس جائے وہ بلا تامل جا سکتا ہے یہ سنتے ہی اکثر لوگ داہنے بائیں متفرق ہو گئے۔

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ سواروں اصحاب کے جو امام حسینؑ کے ساتھ مکہ سے آئے تھے اور سب لوگ ادھر ادھر چلے گئے۔

اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ جب امام حسینؑ منزل زبالہ میں پہنچے تو وہاں آپ کو ایک شخص نے قیس بن مسہر کے قتل کی خبر دی۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[3] میں ہے کہ امام حسینؑ نے قیس کی خبر قتل سنی تو آب دیدہ ہو کر یہ آیت پڑھی فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ یعنی ان میں سے بعض تو ایسے تھے جن کا وقت آگیا تھا اور بعض ایسے ہیں جو شہادت کے منتظر ہیں اور انہوں نے اپنی بات میں ذرا بھی ردّ و بدل نہیں کیا۔" پھر فرمایا کہ خدایا ہمارے اور ان کے لئے جنت کو فرودگاہ قرار دے اور ان کو اور ہم کو اپنے مستقر رحمت میں یک جا کر۔

اور سر الشہادتین[4] میں ہے کہ جب امام حسینؑ وہاں سے روانہ ہوئے اور کوفہ دو منزل باقی رہ گیا تو حُر بن یزید ریاحی مُلاقی ہوا جس کے ساتھ ایک ہزار مسلح سوار ابن زیاد کے تھے۔

اور تاریخ ابو الفدا[5] میں ہے کہ حُر دو ہزار سواروں کے ساتھ پہنچ کر امام حسینؑ کے مقابل خیمہ زن ہوا۔ امام حسینؑ نے حُر سے کہا کہ میں تم لوگوں کی درخواست پر یہاں آیا ہوں اگر واپس جاؤ تو میں بھی یہاں سے لوٹ جاؤں۔

حُر نے کہا کہ مجھے ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ آپ کو نہ چھوڑوں اور کوفہ میں اس کے پاس لے

---

[1] وفی الکامل قال فتفرقوا یمینا و شمالا حتی بقی فی اصحابہ الذین جاؤا معہ من مکۃ

[2] و در روضۃ الاحباب ذکر کردہ چوں امام حسین بمنزل زبالہ رسید شخصی از قتل قیس بن مسہر اعلام کردہ [3] وفی تاریخ ابن جریر قال فترقرقت عیناہ ثم قرأ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظروما بدلوا تبدیلا وقال اللھم اجعل لنا ولھم الجنۃ نزلا واجمع بیننا و بینھم فی مستقر من رحمتک [4] وفی السر الشہادتین ثم سار نحو العراق حتی اذا کان علی مرحلتین من الکوفۃ فلقیہ الحر بن یزید الریاحی ومعہ الف فارس من اصحاب ابن زیاد شاکی السلاح [5] وقال ابو الفداء وصل الیہ الحر بالفی فارس حتی قال الحسین ما اتیت الا بکتبکم فان رجعتم رجعت من ھنا فقال لہ الحر انا امرنا ان لا نفارقک حتی نوصلک الکوفۃ بین یدی ابن زیاد فقال الحسین الموت اھون من ذلک۔

چلوں۔ امام حسینؑ نے کہا کہ ابن زیاد کے پاس چلنے سے موت آسان تر ہے۔
تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ پھر امام حسینؑ آگے بڑھے اور جب قصر بنی مقاتل کے برابر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ ایک خیمہ نصب ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عبید اللہ بن حر جعفی کا خیمہ ہے۔ امام حسینؑ نے ایک شخص کو عبید اللہ کے بلانے کو بھیجا۔ عبید اللہ نے کہا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون واللہ میں نے اسی کراہت سے کوفہ چھوڑا کہ ایسا نہ ہو حسینؑ میری موجودگی میں وہاں پہنچیں۔ بخدا میں نہیں چاہتا کہ حسینؑ کو دیکھوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے دیکھیں۔ پس جس شخص کو امام حسینؑ نے عبید اللہ کے پاس بھیجا تھا اس نے آکر جو کچھ عبید اللہ نے کہا تھا بیان کیا۔ امام حسینؑ خود عبید اللہ کے پاس چلے گئے اور بعد رسم سلام عبید اللہ سے اپنی نصرت چاہی عبید اللہ نے وہی جواب دیا جو فرستادہ امام حسینؑ کو دیا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم میری نصرت نہیں کرتے تو میرے مخالفین کا بھی ساتھ نہ دو اور مجھ سے قتال نہ کرو کیوں کہ واللہ جو شخص میرا استغاثہ سن کر میری مدد نہ کریگا وہ ہلاکت میں پڑے گا یعنی جہنمی ہوگا۔ عبید اللہ نے کہا میں انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کے مخالفین کا ساتھ نہ دوں گا اور آپ سے قتال نہ کروں گا اس کے بعد امام حسینؑ وہاں سے واپس آئے اور شب کو پھر روانہ ہوئے تھوڑی دور گئے تھے کہ آپ کو نیند کی ایک جھپک آگئی اور جب جاگے تو آپ نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت علی

ﻟﻪ قال ابن الاثیر فی الکامل ثم سار الحسین حتی بلغ بنی مقاتل فرای فسطاطا مضروبا فقال لمن ھذا فقیل بعبید اللہ ابن الحر الجعفی فقال ادعوہ لی فلما اتاہ الرسول یدعوہ قال انا للہ وانا الیہ راجعون واللہ ما خرجت من الکوفۃ الا کراھتہ ان یدخلھا الحسین وانا بھا واللہ ما ارید ان اراہ ولا یرانی فعاد الرسول الی الحسین فاخبرہ فلبس الحسین نعلیہ ثم جاء فسلم علیہ ودعاہ الی نصرہ فاعادہ علیہ ابن الحر تلک المقالۃ فقال فان لا تنصرنی فاتق اللہ ان تکون ممن یقاتلنا فواللہ لا یسمع داعینا احد ثم لا ینصرنا الا ھلک فقال لہ اما ھذا فلا یکون ابدا انشاء اللہ تعالیٰ ثم قام الحسین فخرج الی رحلہ ثم سار لیلا ساعۃ فخفق براسہ خفقۃ ثم انتبہ وھو یقول انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین فاقبل الیہ ابنہ علی بن الحسین فقال یا ابت جعلت فداک مم حمدت واسترجعت فقال یا بنی انی خفقت خفقۃ فعن لی فارس علی فرس فقال القوم یسیرون والمنایا تسیر الیھم فعلمت ان انفسنا نعیت الینا فقال یا ابت لا اراک اللہ سوءا السنا علی الحق قال بلی والذی یرجع الیہ

بن حسینؓ (یعنی علی اکبرؓ) نے سامنے آکر عرض کیا کہ اے پدر بزرگوار فدایت شوم آپ نے اس وقت کس وجہ سے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ ارشاد فرمایا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اے فرزند مجھے ابھی نیند آگئی تھی۔ میں نے خواب میں ایک اسپ سوار کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ لوگ چلے جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف چلی آرہی ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ ہم کو ہماری خبر مرگ پہنچائی گئی ہے۔ حضرت علی اکبرؓ نے عرض کیا کہ خدا آپ کو امر ناگوار سے محفوظ رکھے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امام حسینؓ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس کی طرف بندوں کی بازگشت ہے۔ ہم ضرور حق پر ہیں۔

حضرت علی اکبرؓ نے کہا کہ اگر ہم حق پر ہیں تو محق ہو کر موت سے کیوں ڈریں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ جزاک اللہ اے فرزند۔

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ پھر امام حسینؓ حر کے ساتھ آگے بڑھے تو اثنائے راہ میں حر کے نام عبیداللہ ابن زیاد کا خط بایں مضمون پہنچا کہ حسینؓ اور ان کے رفقا کو ایسی جگہ ٹھہراؤ جہاں پانی نہ ہو۔ چنانچہ حر نے ابن زیاد کی تحریر کے موافق امام حسینؓ کو مقام کربلا میں اتارا اور یہ واقعہ دوسری محرم ۶۱ھ روز پنجشنبہ کا ہے۔

صاحب[2] حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؓ صحرائے کربلا میں پہنچے تو ان کا گھوڑا چلنے سے رکا۔ آپ نے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ ماریہ۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام کا نام کچھ اور بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں کربلا بھی کہتے ہیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ جگہ کرب و بلا کی ہے اور یہ مقام ہمارے خون بہنے کا ہے۔ پھر آپ نے وہاں اتر کر خیمہ نصب کرائے۔

---

[1] قال ابو الفداء ولما سار الحسين مع الحر ورد كتاب من عبيد الله بن زياد الى الحر يامره ان ينزل الحسين ومن معه على غير ماء فانزلهم في الموضع المعروف بكربلاء وذالك يوم الخميس ثاني المحرم سنة احدى وستين۔

[2] و در حبیب السیر است کہ چوں آں شہسوار قضائے امامت بکربلا رسید اسپ آں حضرت از رفتار باز ایستاد امام حسین رضی اللہ عنہ پرسید کہ ایں زمین چہ نام دارد شخصے گفت ماریہ فرمود کہ شاید نام دیگر داشتہ باشد گفتند آرے ایں موضع را کربلا نیز می گویند امام حسین رضی اللہ عنہ گفت ایں زمین کرب و بلا است و مکان ریختن خوں ہائے ایست و ہم آں جا فرود آمدہ فرمود تا خیام را برافراشتند۔

اور سِرّ الشہادتین[1] میں ہے کہ جب امام حسینؑ زمین کربلا میں وارد ہوئے تو پوچھا کہ اس مقام کا نام ہے۔ لوگوں نے کہا کربلا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کرب وبلا کا مقام ہے۔

اور حیوۃ الحیوان[2] دمیری میں ہے کہ امام حسینؑ نے مقام کا نام پوچھا لوگوں نے کہا کربلا آپ نے فرمایا کہ یہ کرب وبلا کی جگہ ہے۔ میرے پدر بزرگوار صفین جاتے وقت اسی طرف سے گزرے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہاں ٹھہر کر انہوں نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں یہ سُن کر میرے پدر عالی قدر نے فرمایا کہ یہ ان کے اسباب اور کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خون بہنے کا مقام ہے لوگوں نے اس ارشاد کا مطلب کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں ایک جماعت آل محمدؐ کی وارد ہوگی اور روضۃ الشہدا[3] میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے زمین کربلا میں قدم رکھا تو وہاں کی خاک کا رنگ زرد ہوگیا اور اس میں سے ایک ایسا غبار اٹھا کہ امام حسینؑ کے گیسو گرد آلود ہوگئے۔ یہ حال مشاہدہ کرکے حضرت اُم کلثومؑ نے عرض کیا کہ اے بھائی میں یہاں کی عجیب حالت دیکھ رہی ہوں اور اس دشت کو دیکھ کر میرے دل پر ہول طاری ہوگیا۔

اور تاریخ کامل[4] میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے دشت کربلا میں قیام فرمایا تو زہیر بن قین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قسم ہے خدا کی دشمنوں کا جو برتاؤ آپ اس وقت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ آئندہ اس سے زیادہ شدید ہوگا اور ان موجودہ مخالفین سے قتال کرنا بہ نسبت ان لوگوں سے قتال کرنے کے آسان ہے جو ان کے بعد آئیں گے کیوں کہ اپنی جان کی قسم جو فوج کثیر اب آئے گی اس کے مقابلہ سے ہم عاجز ہوں گے۔ امام حسینؑ نے جواب دیا کہ ہاں یہ سچ ہے مگر میں لڑائی

[1] وفی السر الشہادتین قال ولما نزل سئال عن اسمھا فقیل ھذا موضع کربلا فقال موضع کرب وبلاء [2] وفی حیوۃ الحیوان الکبری للدمیری ان الحسین رضی اللہ عنہ لما وصل الی کربلا سأل عن اسم المکان فقیل لہ کربلا فقال ذات کرب وبلاء لقد مرابی ھذا المکان عند مسیرہ الی صفین وانا معہ فوقف فسأل عنہ فاخبرہ باسمہ فقال ھھنا محط رحالھم وھھنا مھراق دمائھم فسئال عن ذلک فقال نفر من آل محمد ینزلون ھھنا [3] و در روضۃ الشہداء است کہ چوں قدم حسین بخاک کربلا رسید خاک آں زمین زرد شد و از غبار برخاست کہ گیسوئے امام پر گرد شد ام کلثوم گفت کہ اے برادر عجب حالے مشاہدہ می کنم وازیں بادیہ ہولے عظیم بدل من رسد [4] وفی الکامل قال زھیر بن القین للحسین انہ لا یکون واللہ بعد ما ترون الا ما ھو اشد منہ یا ابن رسول اللہ وان قتال ھؤلاء الساعۃ اھون علینا من قتال من یاتینا من بعدھم فلعمری لیاتینا من بعدھم ما لا قبل لنا بہ فقال الحسین ما کنت لابدأھم بالقتال۔

میں اپنی جانب سے ابتداء کروں گا۔ مؤرخ ابن جریر طبری[1] اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفے سے مع چار ہزار فوج کے وہاں داخل ہوا۔

اور تاریخ کامل[2] میں ہے کہ عمر بن سعد کربلا پہنچ کر خیام امام حسینؑ کے مقابل خیمہ زن ہوا۔ بعد ازاں امام حسینؑ سے دریافت کرایا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے ہیں۔ امام حسینؑ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اہل کوفہ نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے لیکن وہ اب میرے آنے کو پسند نہ کرتے ہوں تو میں واپس جاؤں۔

اور روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ عمر بن سعد نے امام حسینؑ کا ارشاد ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ حسینؑ سے بیعت یزید کی درخواست کر اگر وہ منظور کرلیں تو مجھے اطلاع دے اور میرے حکم کا منتظر رہ۔

اور تاریخ کامل[4] میں ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو لکھا کہ حسینؑ سے بیعت یزید کی درخواست کر نیز حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کردے چنانچہ عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو مع پانچ سو سواروں کے گھاٹ پر اس غرض سے مقرر کیا کہ وہ لوگ قافلہ امام حسینؑ اور دریا کے بیچ میں حائل ہوکر حسینؑ اور ان کے ساتھ والوں کو پانی لے جانے سے روکیں اور یہ واقعہ امام حسینؑ کی شہادت سے تین۳ دن پہلے کا ہے۔

تاریخ ابن جریر طبری[5] سے ملخصاً منقول ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو اس مضمون کی تحریر بھیجی

---

[1] قال ابن جرير فى تاريخه فلما كان الغد قدم عليهم عمر بن سعد بن ابى وقاص من الكوفة فى اربعة الاف [2] فى الكامل قال حتى نزل بالحسين فلما نزل به بعث اليه رسولا يسئله ما الذى جاء به فقال الحسين كتب الى اهل مصركم هذا ان اقدم عليه فاما اذ كرهونى فانى انصرف عنهم [3] ودر روضۃ الاحباب است کہ عمر بن سعد مکتوبی بابن زیاد فرستادہ از ملتمس امام حسین اورا آگاہی داد عبیداللہ بن زیاد در جواب از نوشت کہ بیعت یزید با امام حسین عرض کن اگر قبول نماید مرا اعلام نمائے و منتظر حکم باش [4] وفى الكامل قال كتب الى عمر يامره ان يعرض على الحسين بيعة يزيد ×× وان يمنعه ومن معه الماء فارسل عمرو بن الحجاج على خمس مائة فارس فنزلوا على الشريعة وحالوا بين الحسين وبين الماء وذلك قبل قتل الحسين ثلاثة ايام [5] وفى تاريخ ابن جرير (كتب ابن الزياد الى عمر بن سعد) اما بعد فحل بين الحسين واصحابه وبين الماء ولا يذوقوا منه قطرة كما صنع بالتقى الزكى المظلوم عثمان بن عفان (الى ان قال) ونادى عبد الله ابن ابى الحصين الازدى يا حسين اما تنظر الى الماء كانه كبد السماء والله لا تذوق منه قطرة (بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٥٢ پر)

کہ جماعت حسینؑ اور پانی کے بیچ میں سدِ راہ ہو جاؤ تاکہ حسینؑ اور ان کے ساتھی پانی کا ایک قطرہ چکھنے کو بھی نہ پائیں۔ جیسا کہ تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ برتاؤ کیا گیا تھا۔ مورخ ابن جریر لکھتا ہے کہ پھر عبد اللہ بن ابی حصین ازدی نے پکار کر کہا کہ "اے حسینؑ کیا تم اس دریا کو نہیں دیکھتے جو کہ آسمان کی طرح نظر آ رہا ہے مگر یہ سمجھ لو واللہ اس کا ایک قطرہ پانی نہ پاؤ گے چاہے پیاس کی شدت سے مر جاؤ" یہ سُن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدایا اس شخص کو پیاسا ہلاک کر اور اس کی مغفرت کبھی نہ فرما۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد جب وہ بیمار ہوا تو گھڑوں پانی پیتا چلا جاتا تھا مگر پیاس نہ بجھتی تھی اور جو وہ پانی پیتا تھا قے کر دیتا تھا آخر اسی حال میں مر گیا۔

روضۃ الاحباب[۱] میں ہے کہ ابن زیاد نے عمر سعد کے پاس شمر کے ذریعہ سے ایک خط بایں مضمون روانہ کیا "کہ میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا کہ حسینؑ کے ساتھ رعایت اور صلح سے پیش آئے بلکہ اس لئے بھیجا ہے اگر حسینؑ میرا حکم مان لیں تو ان کو میرے پاس بھیج دے ورنہ ان کو قتل کر اگر تو میرے اس حکم کی تعمیل کرے تو میرے مراحم و عواطف کے ساتھ اختصاص پائے گا اور اگر حسینؑ سے لڑنے کو مکروہ سمجھے تو منصب امارت شمر ذی الجوشن کو سپرد کر دے جب شمر نے ابن زیاد کا نامہ ابن سعد کو پہنچایا تو اس نے کہا کہ بخدا مجھے گمان ہوتا ہے کہ یہ خط تو ہی نے لکھوایا ہے۔

اور تاریخ کامل میں ہے کہ شمر نے کربلا پہنچ کر حضرت عباسؑ بن علیؑ اور ان کے بھائیوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۱) حتی تموت عطشاً فقال الحسین اللهم اقتله عطشاً ولا تغفر له ابدا قال فمرض فیما بعد فکان یشرب الماء القلة ثم یقئ فیشرب ثم یقئ ثم یشرب فما یروی فما زال کذلک حتی مات ۱۲ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۴)

[۱] و در روضۃ الاحباب است کہ ابن زیاد مکتوبی مصحوب شمر لعین بہ عمر بن سعد فرستاد و مضمونش آں کہ من ترا بجہت آں نہ فرستادہ ام کہ با حسین مدارا و مواسا کنی اگر بحکم من رضا دہد او را بمن فرست والا ہمہ را بکش × × و تو اگر بہ فرمان من عمل کنی بعواطف و مراحم ما اختصاص یابی و اگر با و امتناع نمودہ محاربہ حسین را مکروہ شماری منصب امارت بہ شمر بن ذی الجوشن گذار و چوں شمر مکتوب ابن زیاد رسانید عمر گفت بخدا سوگند کہ من آنست کردی امر کہ شیدہ ۱۲ و قال ابن الاثیر فی الکامل و جاء شمر فدعا العباس بن علی واخوته فخرجوا الیه فقال انتم یا بنی اختی آمنون فقالوا له لعنک الله ولعن امانک × × اتؤمننا وابن رسول الله لا امان له۔

بلا بھیجا اور کہا کہ اے بھانجو میں تم کو امان دیتا ہوں۔ حضرت عباسؑ وغیرہ نے فرمایا کہ خدا تجھ پر اور تیری امان پر لعنت کرے اے بے حیا تو ہم کو امان دیتا ہے اور فرزند رسول کے لئے امان نہیں ہے۔

حبیب[1] السیر اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ عمر بن سعد نویں محرم کو اپنا کل لشکر لے کر امام حسینؑ سے قتال کرنے کے لئے سوار ہوا۔ امام حسینؑ اس وقت سر بزانو بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھ لگ گئی تھی۔

اور مؤرخ ابن[2] اثیر تاریخ کامل میں لکھتا ہے کہ جس وقت عمر بن سعد بغرض قتال مع اپنے لشکر کے سوار ہوا اس وقت امام حسینؑ اپنے خیمے کے آگے سر بزانو بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھ جھپک گئی تھی۔ حضرت زینبؑ نے لشکر مخالف کی آوازیں سُن کر امام حسینؑ کو جگا دیا۔ آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ اے بہن اس وقت رسول اللہؐ نے مجھ سے خواب میں فرمایا کہ تو ہمارے پاس آرہا ہے۔ یہ سنتے ہی زینب نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا کہ ہائے یہ کیا مصیبت ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن کچھ مصیبت نہیں ہے۔ چُپ رہو خدا تم پر رحم کرے۔

تاریخ طبری[3] میں ہے کہ پھر حضرت عباسؑ بن علیؑ نے امام حسینؑ سے عرض کی کہ اے بھائی

---

[1] ودر حبیب السیر و روضۃ الاحباب است کہ عمر سعد در ہماں روز کہ نہم محرم بود بہ تمام لشکر سوار گشتہ متوجہ قتال سرور ابرار شد و دراں زماں امام حسین سر بزانو نہادہ بخواب رفتہ بود [2] وفی الکامل قال ثم رکب عمرو الناس معہ والحسین جالس امام بیتہ اذ خفق برأسہ علی رکبتہ فسمعت اختہ زینب الضجۃ فدنت منہ فایقظتہ فرفع رأسہ فقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی المنام فقال انک تروح الینا قال فلطمت اختہ قال لیس لک الویل یا اخیۃ اسکتی رحمک اللہ [3] وقال ابن جریر فی تاریخہ فقال لہ العباس اخوہ یا اخی اتاک القوم فنھض ثم قال یا عباس ارکب بنفسی فقال لہ العباس بل اروح انا فقال ارکب انت حتی تلقاھم و تسألھم عما جاء بھم فاتاھم فی نحو عشرین فارسا فیھم زھیر بن القین و حبیب بن مظاھر فقال لھم العباس ما بدا لکم و ما تریدون قالوا جاء امر الامیر بان نعرض علیکم ان تنزلوا علی حکمہ اونناجزکم قال فلا تعجلوا حتی ارجع الی ابی عبد اللہ فاعرض علیہ ما ذکرتم فوقفوا ×× فانصرف العباس راجعا یرکض الی الحسین یخبرہ بالخبر۔

دشمن آپہنچے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں سوار ہوتا ہوں یہ کہہ کر اٹھے حضرت عباسؑ نے کہا کہ آپ زحمت نہ کریں میں جاتا ہوں۔ امام حسینؑ نے کہا کہ اچھا سوار ہو اور مخالفین کے پاس دریافت کرو کہ تم کیوں آئے ہو۔ حضرت عباسؑ مع بیس سواروں کے جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے۔ گروہ اعدا کی طرف گئے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا مقصود اور ارادہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد نے لکھا ہے کہ یا تم اس کا حکم مانو اور بیعت کرو یا ہم تم سے لڑیں گے۔ حضرت عباسؑ نے کہا کہ جلدی نہ کرو۔ میں امام حسینؑ کی خدمت میں جاکر تمہارا مقصود عرض کرتا ہوں۔ وہ لوگ رُک گئے اور حضرت عباسؑ نے واپس آکر جو گفتگو لشکر مخالف سے ہوئی امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کی۔

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ جب حضرت عباسؑ نے امام حسینؑ کو مخالفین کا پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو پھر جاکر ان لوگوں سے کل صبح تک مہلت مانگو تاکہ ہم آج شب عبادت الٰہی اور دعا و استغفار میں بسر کریں۔ حضرت عباسؑ نے مکرر لشکر اعدا کی طرف جاکر ان سے کہا کہ اس وقت تم لوٹ جاؤ اور شب بھر کی مہلت دو کل صبح انشاءاللہ تعالیٰ غور کرنے کے بعد جو امر ہم کو منظور ہوگا اسے ظاہر کریں گے یہ سن کر عمر بن سعد نے شمر سے پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ تو امیر ہے جو مناسب سمجھ کو وہ کر۔ عمر بن سعد نے اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر ان کی رائے دریافت کی۔ عمرو بن الحجاج نے کہا کہ بخدا اگر کفار دیلم بھی یہ درخواست کریں جو امام حسینؑ نے کی تو تم کو لازم ہے کہ قبول کرو نیز حبیب[2] السیر میں ہے کہ جب عمرو بن سعد نے اپنے رفقاء سے مشورہ لیا۔ تو

---

[1] وفی الکامل فلما اخبرہ العباس بقولھم قال لہ الحسین ارجع الیھم فان استطعت ان تؤخرھم الی غدوۃ لعلنا نصلی لربنا ھذہ اللیلۃ وندعوہ ونستغفرہ فرجع الیھم العباس وقال لھم انصرفوا عنا العشیۃ حتی ننظر فی ھذا الامر فاذا اصبحنا التقینا انشاءاللہ فاما رضیناہ وامّا رددناہ فقال عمر بن سعد ما تری یا شمر قال انت الامیر فالقیل ما تری فقال لہ عمرو بن الحجاج الزبیدی سبحان اللہ واللہ لو کان من الدیلم ثم سالکم ھذہ المسئلہ لکان ینبغی ان تجیبوھم

[2] ودر حبیب السیر است کہ چون عمر بن سعد دریں باب با اصحاب شقاوت انتساب مشاورت نمودہ عمرو بن حجاج الزبیدی گفت کہ اگر کفار دیلم ایں التماس کنند باید کہ بہ اجازت کہ بہ اجازت اقتران باید تکلیف کہ ایں جماعت اہل بیت حضرت رسالت اند لاجرم عمر بازگشتہ مقرر شد کہ روز دیگر بامر حرب قیام نمایند۔

عمرو بن الحجاج نے کہا۔ کہ اگر کفار دیلم بھی اس قسم کی درخواست کریں تو منظور کرنا چاہیئے۔ نہ یہ کہ اہل بیت رسالت ایک شب کی مہلت چاہیں اور ہم منظور نہ کریں۔ یہ سن کر عمر بن سعد مع اپنے لشکر کے واپس گیا اور لڑائی کو اس نے دوسرے دن پر موقوف رکھا۔

ابن جریر طبری[1] نے اپنی تاریخ میں حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) سے روایت کی ہے کہ جب عمر بن سعد قریب شام واپس گیا تو امام حسینؑ نے اپنے اصحاب اور اعزا کو جمع کیا میں بھی بحالت بیماری کسی نہ کسی طرح ان کے قریب پہنچا۔ امام حسینؑ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں خدا کی مدح وثنا بجالاتا ہوں جو بہترین ستائش ہے اور ہر حال میں اس کا شکر کرتا ہوں خواہ راحت ہو یا تکلیف اے میرے معبود تیرا شکر ہے کہ تو نے ہم کو نبوت کے ساتھ بزرگی دی۔ علم قرآن عطا کیا۔ مسائل دین کے سمجھنے کی قوت بخشی۔ ہمارے لئے گوش شنوا چشم بینا اور قلب مطمئن کی دولت کرامت فرمائی اور ہم کو شرک سے محفوظ رکھا۔'

اب بعد حمد وثنا کے واضح ہو کہ میں اپنے رفقا اور اعزا سے زیادہ وفادار اور پرہیزگار

---

[1] وروی ابن جریر الطبری عن علی بن الحسین قال جمع الحسین اصحابه بعد ما رجع عمر بن سعد وذلك عند قرب المساء فدنوت منه لاسمع وانا مریض فسمعت ابی وهو یقول لاصحابه اثنی علی الله تبارك وتعالیٰ احسن الثناء واحمده علی السراء والضراء اللّٰهم انی احمدك علی ان اکرمتنا بالنبوة وعلمتنا القرآن وفقهتنا فی الدین وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدة ولم تجعلنا من المشرکین اما بعد فانی لا اعلم اصحابا اوفی ولا اخیر من اصحابی ولا اهل بیت ابر ولا اوصل من اهل بیتی فجزاکم الله علی جمیعا خیرا × × الا وانی قد اذنت لکم جمیعا فانطلقوا لیس علیکم منی ذمام هذا اللیل قد غشیکم فاتخذوه جملا (الی ان قال) ثم تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم حتی یفرج الله فان القوم انما یطلبونی ولو قد اصابونی لهوا عن طلب غیری فقال له اخوته وابناؤه وبنو اخیه وابنا عبد الله بن جعفر لم نفعل ذلك لنبقی بعدك لا ارانا الله ذلك ابدا بدأهم بهذا القول العباس بن علی ثم تکلموا بهذا ونحوه فقال الحسین یا بنی عقیل حسبکم من القتل بمسلم اذهبوا قد اذنت لکم قالوا فما یقولون الناس یقولون انا ترکنا شیخنا وسیدنا وبنی عمومتنا خیر الاعمام ولم نرم معهم بسهم ولم نطعن معهم برمح ولم نضرب معهم بسیف لا والله لا نفعل ولکن نفدیك انفسنا واموالنا واهلونا ونقاتل معك حتی نرد موردك فقبح الله العیش بعدك۔

کسی دوسرے کے رفقا اور اعزا کو نہیں پاتا (اے میرے رفقا و اعزا) خدا تم کو میری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آگاہ ہو کہ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تم کو بری الذمہ کرتا ہوں۔

رات کی تاریکی تمہارے لئے پردہ ہے۔ تمام شب رہروی اختیار کرو۔ بعدازاں اپنے جوار اور شہروں میں متفرق ہو جاؤ تاکہ اس تکلیف سے تمہاری مخلصی ہو۔ دشمنوں کا مطلب ضروری مجھی سے ہے جب پا جائیں، مجھ کو پا جائیں گے تو پھر اور کسی کو تلاش نہ کریں گے۔ امام حسینؑ کی یہ تقریر سن کر آپ کے بھائی بیٹے، بھتیجے اور عبداللہ بن جعفر کے دونوں لڑکے کہنے لگے کہ ہم کیوں ایسا کریں! کیا اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہم کو وہ وقت نہ دکھا۔ راوی کہتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عباسؑ نے یہ تقریر کی ان کے بعد دوسرے اعزا نے بھی مثل اس کے عرض کیا۔ پھر امام حسینؑ نے اولاد عقیل کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ مسلم کی جان نثاری تمہارے لئے کافی ہے اور میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایسا کریں تو لوگ کیا کہیں گے۔ یہی کہیں کہ یہ لوگ اپنے بزرگ آقا اور بہترین بنی عم کو چھوڑ کر چلے آئے نہ ان کے ساتھ ایک تیر چلایا نہ ایک نیزہ مارا اور نہ ایک ہاتھ تلوار کا لگایا۔ خدا کی قسم ہم سے یہ نہ ہو گا کہ آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں بلکہ آپ کی رفاقت میں دشمنوں سے قتال کر کے اپنی جان اور مال اور اہل کو آپ پر فدا کریں گے اور مرتے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے کیوں کہ آپ کے بعد ہماری زندگی بدتر از مرگ ناگہانی ہے۔

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ جب بنی عقیل یہ کہہ چکے تو مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا کہ میں ہرگز آپ کی مفارقت گوارا نہ کروں گا بلکہ جب تک دم میں دم ہے آپ کے دشمنوں کے سینۂ پر کینہ کو اپنے نیزے سے زخمی کروں گا اور ان پر اپنی تلوار کی ضرب لگاؤں گا اور اگر میرے ہاتھ میں کوئی ہتھیار بھی نہ ہو گا تو دشمنوں کو پتھروں سے مار کر آپ کے پاس سے ہٹاتا رہوں گا۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[2] میں ہے کہ پھر سعد بن عبداللہ حنفی نے عرض کیا کہ واللہ ہم آپ سے جدا

---

[1] وفی الکامل قال مسلم بن عوسجۃ لا افارقک حتی اکسر فی صدورھم رمحی واضربھم بسیفی ولو لم یکن معی سلاحی لقذفتھم بالحجارۃ دونک حتی اموت۔

[2] وفی تاریخ ابن جریر قال سعد بن عبد اللہ الحنفی واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبۃ رسول صلعم فیک واللہ لو علمت انی اقتل ثم احیی ثم احرق حیا یفعل ذلک بی سبعین مرۃ ما فارقتک حتی القی حمامی دونک فکیف لا افعل ذلک وانما ھی قتلۃ واحدۃ ثم ھی الکرامۃ التی لا انقضاء لھا (بقیہ حاشیہ ۲۵۷ پر)

نہ ہوں گے جب تک کہ خدا نے علیم پر اس بات کو ظاہر نہ کر دیں۔ کہ ہم نے رسول اللہؐ کے بعد آپ کی حفاظت کے لیئے سعی کی۔ خدا کی قسم اگر میں یہ جان لوں کہ آپ کی رفاقت میں قتل ہونے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا اور زندہ ہونے کے بعد جلا کر خاک کر دیا جاؤں گا اور اسی طرح ستر بار میرے ساتھ کیا جائے گا۔ تب بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ حتےٰ کہ آپ کی حمایت کرتے ہوئے اپنی موت سے ملاقی ہوں اور جب یہ جانتا ہوں کہ ایک ہی بار مرنا ہے۔ اور اس طرح کا مرنا ہو جب کرامت ابدی ہے تو پھر کیوں اپنے قصد سے باز رہوں۔ سعد بن عبد اللہ کے بعد زہیر بن قین نے عرض کیا کہ واللہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں۔ اور قتل کیا جاؤں حتےٰ کہ اسی طرح ہزار مرتبہ قتل ہوں اور اللہ تعالےٰ میرے قتل ہونے سے آپ کی اور جوانان اہل بیت کی مصیبت کو دور کر دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان حضرات کے بعد سارے اصحاب نے اسی قسم کی تقریریں کیں۔ اور سب نے عرض کیا کہ واللہ ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے بلکہ اپنی جانوں کو آپ پر فدا کریں گے اور جب قتل ہوں گے تو یہ یقین کریں گے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

روضۃ الاحباب[۱] میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنے رفقا اور اعزا کی یہ وفاداری اور ثابت قدمی دیکھی تو ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

اور حبیب[۲] السیر میں ہے کہ پھر امام حسینؑ کی ہدایت کے موافق ان کے اصحاب نے خیموں کو ملا کر نصب کیا اور خیام کے پیچھے ایک خندق کھود کر لکڑی بھر دی تاکہ لڑائی کے وقت وہ جلا دی جائے اور اس تدبیر سے دشمن خیمہ گاہ تک نہ پہنچ سکیں۔

تاریخ الرسل[۳] والملوک طبری اور تاریخ ابن واضح میں حضرت زین العابدینؑ سے مروی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶) ابدا و قال زھیر بن القین واللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی اقتل کذی الف قتلۃ وان اللہ یدفع بذلک القتل عن نفسک وعن انفس ھولاء الفتیۃ من اھل بیتک وتکلم جماعۃ اصحابہ بکلام یشبہ بعضہ بعضا فی وجہ واحد فقالوا واللہ لا نفارقک ولکن انفسنا لک الفداء نقیک بنحورنا وجباھنا وایدینا فاذا انحن قتلنا کنا وفینا وقضینا ما علینا[۱] ۔ (حاشیہ صفحہ ھذا) (۱) در روضۃ الاحباب است کہ امام حسین چوں دید کہ ایشان بازرحسد صدق وصفا صافی دم اند ودر راہ مہر ووفا ثابت قدم دعائے خیر در حق ایشان بر زبان راند[۲] ۔ (۲) ودر حبیب السیر است کہ فرمود کہ خیام را بیک دیگر نصب نمودہ در عقب معسکر خندقے کندند وآن را از چوب ونے پر ساختند تا بہ ہنگام قتال آتش در آن زنند ودشمنان را از آن مر موصول بدیشان میسر نہ گردد[۳] ۔ (۳) وروی ابن جریر الطبری ونقل عنہ ابن الاثیر وابن الواضح عن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۸ پر)

ہے کہ شب عاشورہ کو میں بیٹھا ہوا تھا اور پھوپھی زینبؑ میری تیمارداری میں مصروف تھیں اتنے میں میرے پدر بزرگوار امام حسینؑ مع اپنے بعض رفقا کے خیمہ میں آئے اور انہوں نے چند شعروں کی تکرار فرمائی جن کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ، اے دہر تجھ پر تف ہے کہ اپنے طالبوں اور دوستوں سے بے وفائی کر کے انہیں ہر صبح و شام قتل کرتا ہے اور کسی ایسے عوض پر بھی راضی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ قتل ہونے سے بچ جائیں۔ خیر ہر امر کی بازگشت خدا ہی کی جانب سے اور ہر ذی حیات یہی راہ اختیار کرنے والا ہے" اس مضمون کو سن کر جوش غم سے مجھ پر رقت طاری ہوئی اور گریہ گلوگیر ہو گیا۔ میں نے مصلحت وقت کے لحاظ سے ضبط کیا اور سمجھ لیا۔ کہ بلا نازل ہوا چاہتی ہے۔ مگر پھوپھی زینبؑ ان اشعار کا مطلب سمجھ کر بے تاب ہو گئیں اور برہنہ سر چادر گھسیٹتی ہوئی امام حسینؑ کے پاس جا کر کہنے لگیں کہ واثکلاہ کاش آج مجھے موت آجاتی اور میرے نقش کو مٹا ڈالتی۔ ہائے اے بھائی میرے باپ علیؑ اور ماں فاطمہؑ اور بھائی حسنؑ تو اس جہاں سے چل بسے اب تم ہی ان لوگوں کی یادگار اور ہمارے سرپرست ہو۔ یہ کلمات حسرت آیات سن کر امام حسینؑ نے حضرت زینبؑ کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ اے بہن صبر کرو اور حلم سے کام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۷) قال انی جالس فی تلک العشیۃ التی قتل ابی صبیحتہا وعمتی زینب عندی تمرضنی اذا اعتزل ابی باصحابہ فی خباء لہ ××× وھو یقول یا دھر أف لک من خلیل ×× کم لک بالاشراق والاصیل × من صاحب او طالب قتیل × وانما الامر الی الجلیل والدھر لا یقنع بالبدیل وکل حی سالک السبیل × قال فاعادھا مرتین او ثلاثا حتی فہمتہا فعرفت ما اراد فخنقتنی عبرتی فرددت دمعی ولزمت السکوت تعلمت ان البلاء قد نزل فاما عمتی فسمعت × × فلم تملک نفسہا ان وثبت تجر ثوبہا وانہا لحاسرۃ حتی انتہت الیہ فقالت واثکلاہ لیت الموت اعدمنی الحیاۃ الیوم ماتت فاطمہ امی وعلی ابی وحسن اخی یا خلیفۃ الماضی وثمال الباقی فنظر الیہا الحسین فقال یا اخیۃ لا یذھبن حلمک الشیطان قالت بابی انت وامی یا ابا عبد اللہ استقتلت نفسی فداک فردد غصتہ ترقرقت علیناہ وقال لو ترک القطا لیلا لنام قالت یا ویلتا اتغتصب نفسک اغتصابا × × ثم لطمت وجہہا واھوت الی جیبہا وشقتہ وخرت مغشیہا علیہا فقام الیہا الحسین ×× وقال لہا یا اخیۃ اتقی اللہ وتعزی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون وان اھل السماء لا یبقون وان کل شیء ھالک الا وجہ اللہ (الی ان قال) ثم جاء بہا اجلسہا عندی وخرج الی اصحابہ۔

تو حضرت زینبؑ بولیں کہ اے عبداللہ میری جان تم پر قربان کیا تم مرنے پر آمادہ ہو۔ اس کلمے نے امام حسینؑ کو باوجود ضبط بے چین کر دیا۔ چشم پُر آب ہو کر کہنے لگے کہ بہن کیا کروں۔ چین لینے بھی تو پاؤں۔ اگر مرغ قطا کسی رات اندیشۂ صیاد سے خالی ہو تو سو رہے" یہ سننا تھا کہ حضرت زینبؑ پہلے سے زیادہ بے قرار ہو گئیں اور بولیں کہ ہائے اے بھائی آپ کی جان عزیز پر اس طرح کے ستم ہیں یہ کہہ کر انہوں نے اپنا منہ پیٹ لیا۔ جیب و گریبان چاک کر ڈالا۔ اور شدت غم سے غش کھا کر گر پڑیں۔

جب ہوش میں آئیں تو امام حسینؑ نے فرمایا، کہ اے بہن خدا کو یاد کرو اس کی مشیت پر صابر رہو اور سمجھ لو کہ نہ کوئی اہل زمین موت سے بچے گا نہ کوئی اہل سما باقی رہے گا۔ ذات باری کے سوا ہر شے نیست ہونے والی ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے پھوپھی زینبؑ کو میرے پاس لا کر بٹھا دیا اور خود اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے۔

اور تاریخ کامل میں ہے کہ پھر امام حسینؑ اور ان کے اصحاب تمام رات نماز و استغفار و دعا و تضرع میں مشغول رہے۔[1]

حبیب السیر[2] میں ہے کہ جب آفتاب عالم تاب اس واقعہ ہائلہ کی دہشت سے کانپتا ہوا بام فلک پر منزل گزیں ہوا اور دست قدرت نے جیب افق آسمان کو ماتم شہدائے کربلا میں چاک کیا تو عمر بن سعد مع اپنی فوج شقاوت موج کے سوار ہوا۔ اور فوج کی ترتیب یوں کی کہ عمرو بن الحجاج کو میمنہ لشکر اور شمر ذی الجوشن کو میسرہ لشکر پر مقرر کیا اور عروہ بن قیس کو سواروں کا سردار اور شبث بن ربعی کو پیادوں کا افسر قرار دے کر علم لشکر اپنے غلام درید کو دیا اور اس ہیئت سے معرکہ قتال میں آیا۔ لشکر ابن سعد کی تعداد ستر ہزار سے تیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے لیکن اکثر مورخین کا قول ہے کہ لشکر مخالف کی صحیح تعداد بائیس ہزار تھی۔

---

[1] و فی الکامل قال فلما امسوا قاموا اللیل کلہ یصلون و یستغفرون و یدعون و یتضرعون۔

[2] و در حبیب السیر است کہ چوں آفتاب عالمتاب از ہیبت آں واقعہ ہائلہ لرزاں شد بر بام ایں حصار نیلی فام منزل گزید و دست تقدیر ایزدی جیب افق را در ماتم شہدائے کربلا چاک گردانید عمر سعد بہ جمعیت سپاہ شقاوت دستگاہ پر ساختہ عمرو بن الحجاج را در میمنہ باز داشت و شمر بن ذی الجوشن را بر میسرہ گماشت و عروہ بن قیس را سر خیل سواران و شبث بن ربعی را سردار پیادگان کرد و علم را بغلام خود درید سپردہ روی بہ معرکہ قتال آورد و عدد لشکر آں بد اختر از ہفتاد ہزار تا سی ہزار گفتہ اند اما اکثر اہل خبر برانند کہ عدد آں گمراہان بست و دو ہزار بود۔

تاریخ ابن جریر طبری[1] میں ہے کہ جب عاشورائے محرم روز شنبہ یا جمعہ کو عمر بن سعد نماز صبح کے بعد مع اپنے لشکر کے سوار ہوا اور امام حسینؑ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا کر کے آمادۂ جنگ ہوئے امام حسین کے لشکر میں صرف بتیس ۳۲ سوار اور چالیس پیادے تھے۔ آپ نے زہیر بن القین کو میمنہ فوج پر اور حبیب بن مظاہر کو میسرہ لشکر پر مقرر کیا اور علم لشکر اپنے بھائی عباسؑ بن علیؑ کو عطا فرمایا۔ نیز حکم دیا کہ خیامگاہ کے پیچھے جو خندق پر از چوب دنئے تیار کی گئی ہے اس میں آگ جلا دی جائے تاکہ دشمن خیامگاہ کی جانب حملہ نہ کر سکیں۔ بعدازاں امام حسینؑ مرکب پر سوار ہوئے اور قرآن مجید منگا کر انہوں نے اپنے آگے رکھ لیا۔

مؤرخ ابن اثیر[2] تاریخ کامل میں لکھتا ہے کہ لشکر مخالف قریب آ گیا تو امام حسینؑ سوار ہو کر صف اعدا کے مقابل آئے اور انہوں نے باآواز بلند بطور خطبہ ارشاد فرمایا کہ "ایہا الناس میری بات سنو اور میرے قتل میں جلدی نہ کرو۔ تاوقتیکہ جو حق نصیحت مجھ پر واجب ہے اس کو ادا نہ کر دوں۔ اگر تم نے میرا عذر قبول کیا اور میرے قول کی تصدیق کر کے داد انصاف دی تو سعادت اندوز ہو گے اور مجھ پر ظلم کرنے کے مرتکب نہ ہو گے اور اگر تم میری نصیحت کو قبول نہ کرو اور انصاف سے کام نہ لو تو (بقول خدائے بزرگ) اپنے شرکا کو جمع کر کے اپنے کام کو انجام دو تاکہ تم پر تمہارے کام کی حقیقت پوشیدہ نہ رہ جائے بعدازاں جو برتاؤ میرے ساتھ کرنا ہو کرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میرا ولی خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور جو صالحین کو دوست رکھتا ہے۔ ہنوز امام حسینؑ

---

[1] قال ابن جریر فی تاریخہ فلما صلی عمر بن سعد الغداۃ یوم السبت وقیل الجمعۃ یوم عاشوراء خرج فیمن معہ من الناس وعباء الحسین اصحابہ وصلی بہم صلاۃ الغداۃ وکان معہ اثنان وثلاثون فارسا واربعون راجلا فجعل زہیر ابن القین فی میمنۃ اصحابہ وحبیب ابن مظاہر فی میسرۃ اصحابہ واعطی رایتہ العباس بن علی اخاہ ××× وامر بحطب وقصب کان من وراء البیوت تحرق بالنار مخافۃ ان یأتوھم من ورائھم (الی ان قال) ثم ان الحسین رکب دابتہ ودعا بمصحف فوضعہ امامہ۔

[2] وفی الکامل قال فلما دنا منہ القوم دعا براحلتہ فرکبہا ثم نادی باعلی صوتہ یسمعہ کل الناس فقال ایہا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلونی حتی اعظکم بما یجب لکم علی ××× فان قبلتم عذری وصدقتم قولی وانصفتمونی کنتم بذلک اسعد ولم یکن لکم علی سبیل وان لم تقبلوا منی العذر ولم تعطوا النصف من انفسکم فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین فلما سمع اخواتہ کلامہ ھذا بکین وصحن فارتفعت اصواتھن فارسل الیھن اخاہ العباس وابنہ علیا لیسکتاھن وفیہ۔

نے اسی قدر ارشاد کیا تھا کہ خیمہ اقدس میں کہرام مچ گیا۔ اور امام حسینؑ کے اس کلام کو سن کر ان کی
بہنوں نے ایسا نوحہ جگر خراش کیا۔ کہ امام حسینؑ نے بے تاب ہو کر عباسؑ علمبردار اور حضرت علی اکبرؑ
سے فرمایا کہ خیمے میں جا کر عورتوں کو سمجھاؤ۔ اور رونے سے منع کرو۔ نیز تاریخ موصوف اور تاریخ
ابن جریر طبری[له] میں وارد ہے کہ وہ مخدرات خاموش ہوئیں تو بارودگر امام حسینؑ نے تقریر شروع
فرمائی اور حمد و ثنائے الٰہی اس طرح ادا کی جو اس کی شان عظیم کے لئے شایاں ہے پھر حضرت
خاتم النبیین اور ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین کے محامد بیان کر کے ان پر درود نا محدود بھیجا
اور حمد و نعت کے ذکر میں وہ معارف و نکات بیان فرمائے جنہیں خدا ہی جانتا ہے اور جن کا احصا
خارج از امکان ہے (چنانچہ) راوی حدیث کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے حسینؑ سے پہلے یا ان کے
بعد کسی خطیب اور متکلم کو ایسی تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا جو حسینؑ کی تقریر سے زیادہ فصیح و بلیغ
ہو۔ الغرض امام حسینؑ نے بعد حمد و نعت فرمایا کہ اے گروہ مخالف تم لوگ میرے نسب پر لحاظ
کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں پھر دل میں غور کر کے اپنے نفوس کو ملامت کرو اور سوچو کہ مجھے قتل
کرنا اور میری ہتک حرمت تمہارے لئے حلال ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی دختر کا فرزند نہیں
ہوں! کیا میں تمہارے نبی کے وصی اور برادر کا پسر نہیں ہوں جو سب سے پہلے نبی پر ایمان لایا اور
جس نے سب سے پہلے دعوت رسالت اور احکام خداوندی کی تصدیق کی۔ کیا حمزہ سید الشہداءؑ
میرے باپ کے چچا نہیں ہیں۔ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں اور کیا میرے اور میرے بھائی کے
حق میں رسول اللہؐ نے ارشاد نہیں کیا۔ کہ یہ دونوں جوانان اہل جنت کے سردار ہیں؟ سنو! اگر میری

له وفی تاریخ ابن جریر قال فلما اسکتن حمد الله واثنی علیه وذکر الله بما هو اهله وصلی علی
محمد وعلی الملٰئکة والانبیاء فذکر من ذالك ما الله اعلم وما لا یحصی ذکره قال فوالله
ما سمعت متکلما قط قبله ولا بعده ابلغ فی منطق منه ثم قال اما بعد فانسبونی فانظروا من
انا ثم ارجعوا الی انفسکم وعاتبوها فانظروا هل یحل لکم قتلی وانتهاك حرمتی الست ابن
بنت نبیکم وابن وصیه وابن عمه واول المومنین بالله
والمصدق لرسوله بما جاء به من عند ربه اولیس حمزة سید الشهداء عم ابی او
لیس جعفر الشهید الطیار ذو الجناحین عمی اولم یبلغکم قول مستفیض فیکم ان رسول الله
صلعم قال لی ولاخی هذان سیدا شباب اهل الجنة فان صدقتمونی بما اقول وهو الحق و
ان کذبتمونی فان فیکم من ان سألتموه عن ذلك اخبرکم سلوا جابر بن عبد الله الانصاری و
ابا سعید الخدری وسهل بن سعد الساعدی وزید بن ارقم وانس ابن مالك یخبروکم انهم
سمعوا هذه المقالة من رسول الله صلی الله علیه لی ولاخی۔

حق کی بات تصدیق کرتے ہو تو خیر ورنہ تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تم میرے قول کی تصدیق کر سکتے ہو۔ دیکھو! میں جابر بن عبد اللہ انصاری۔ ابو سعید خدری سہل بن سعد زید بن ارقم۔ انس بن مالک موجود ہیں۔ ان سے پوچھو۔ ضرور بیان کریں گے کہ انہوں نے اس حدیث کو میرے اور میرے بھائی کے حق میں رسول مقبولؐ کی زبان سے سُنا ہے

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے گروہ ابن سعد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایہا الناس اگر تم کو میرے قول کی صداقت میں اور نیز اس باب میں کہ میں تمہارے نبی کی دختر کا فرزند ہوں شک ہو تو میں خدائے عزوجل کی قسم کھاتا ہوں کہ مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی دوسرا شخص تمہارے نبیؐ کی دختر کا فرزند نہیں ہے۔ اے گروہ اشقیا تم کیوں میرے قتل کے درپے ہو؟ کیا میں نے تم میں سے کسی شخص کو قتل کیا ہے یا تمہارا کوئی مال ضائع کیا ہے۔ کیا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا عوض مجھ سے لینا چاہتے ہو؟ (راوی کہتا ہے کہ) امام حسینؑ کی اس تقریر کو سُن کر سب خاموش رہے کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور تاریخ ابن جریر طبری[2] میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے گروہ اعدا کی انتہائی شقاوت و قساوت دیکھی تو قرآن کی یہ آیت پڑھی انی عذت بربی و ربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب ...... یعنی خدا کی پناہ ہر ایسے متکبر سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور تاریخ کامل[3] میں ہے کہ پھر زہیر بن القین اپنے گھوڑے پر سوار

---

[1] وفی الکامل ثم قال لھم الحسین فان کنتم فی شک مما اقول او تشکون فی انی ابن بنت نبیکم فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیری منکم ولا من غیرکم اخبرونی اتطلبونی بقتیل منکم قتلتہ او بمال لکم استھلکتہ او بقصاص من جراحۃ فلم یکلموہ

[2] وفی تاریخ ابن جریر قال (فقال الحسینؑ) انی عذت بربی وربکم من متکبر لا یؤمن بیوم الحساب [3] وفی الکامل قال وخرج زھیر بن القین علی فرس لہ فی السلاح فقال یا اھل الکوفۃ ان حقا علی المسلم نصیحۃ المسلم ونحن حتی الآن اخوۃ علی دین واحد ما لم یقع بیننا وبینکم السیف فاذا وقع السیف انقطعت العصمۃ وکنا نحن امۃ وانتم امۃ ان اللہ قد ابتلانا وایاکم بذریۃ نبیہ محمد صلعم لینظر ما نحن وانتم عاملون انا ندعوکم الی نصرہ وخذلان الطاغیۃ عبید اللہ بن زیاد فانکم لا تدرکون منہ ومن عمر بن سعد الا سوء ایقطعان ایدیکم وارجلکم ویمثلان بکم یرفعانکم علی جذوع النخل ویقتلان امثالکم امثال حجر بن عدی وصحابہ وھانی عروۃ اشباھت قال فسبوہ واثنوا علی ابن زیاد وقالوا لا نبرح حتی تقتل صاحبک ومن معہ ۔۔ فقال لھم یا عباد اللہ ولد فاطمہ (بقیہ حاشیہ ص ۲۶۳ پر)

ہو کر ہتیار لگائے ہوئے صف لشکر سے آگے بڑھے اور انہوں نے گروہ مخالف کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ "اے اہل کوفہ ہر مسلمان کو حق حاصل ہے کہ دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے ہم اور تم ایک دین پر ہونے کی وجہ سے اس وقت تک بھائی بھائی ہیں۔ جب تک کہ ہم میں اور تم میں تلوار نہ چلے ورنہ پھر ہمارا گروہ جدا ہے اور تمہارا جدا۔ سنو! خدا اور ہماری تمہاری آزمائش اپنے نبی کی ذریت کے ساتھ کرنا چاہتا ہے تاکہ اس بات پر نظر کرے۔ کہ ہم دونوں فریق کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ پس میں تم کو ذریت نبی کی نصرت پر آمادہ کرتا ہوں اور نیز اس بات پر کہ عبید اللہ بن زیاد طاغی کو چھوڑ دو کیوں کہ تم کو اس سے اور ابن سعد سے برائی کے سوا بھلائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ دونوں ایسے ہیں کہ تمہارے دست و پا کاٹ ڈالیں گے تم کو مثلہ کریں گے۔ تمہیں سولی دیں گے اور تم کو اسی طرح قتل کریں گے جس طرح انہوں نے حجر بن عدی اور ہانی بن عروہ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا ہے"۔ یہ سن کر ابن سعد کے لشکر والوں نے زہیر بن القین کو کلمات ناشائستہ کہے اور ابن زیاد کی مدح و ثنا کر کے کہا کہ واللہ جب تک ہم تمہارے آقا اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں گے دم نہ لیں گے زہیر بن القین نے کہا کہ اے بندگان خدا دیکھو! فرزند فاطمہ بہ نسبت ابن سمیہ کے نصرت اور وفاداری کا زیادہ مستحق ہے لیکن اگر تم اس کی مدد نہیں کرتے تو اس کے قتل ہی سے باز رہو اور خدائے منتقم سے ڈرو۔ شمر نے زہیر بن القین کو تیر مار کر کہا کہ چپ رہ اور تاریخ طبری[1] میں ہے کہ زہیر بن القین نے شمر کو جواب دیا کہ اے پسر بوال تو نرا جانور معلوم ہوتا ہے۔ تجھے رسوائی روز قیامت اور عذاب الیم کی بشارت ہو۔ شمر بولا گھڑی ساعت میں تو بھی قتل ہوا چاہتا ہے اور تیرا آقا بھی۔ زہیر بن القین نے کہا کہ (اے احمق) تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ہم کو حسین کی رفاقت میں مرنا تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے زیادہ محبوب ہے مورخ[2] محدث ابن جریر طبری لکھتا ہے کہ اتنے میں حر بن یزید ریاحی گھوڑا بڑھا کر عمر بن سعد کے پاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳) (حاشیہ صفحہ ۲۶۴) احق بالود والنصر من ابن سمیة فان کنتم لم تنصروهم فاعیذكم بالله ان تقتلوهم (الی ان قال) فرماه شمر بسهم وقال اسكت [1] في تاريخ ابن جرير الطبري فقال زهير ابن القين يا ابن البوال انما انت بهيمة فابشر بالخزي يوم القيمة والعذاب الاليم فقال له شمر ان الله قاتلك وصاحبك من ساعة فقال فبالموت تخوفني فوالله الموت معه احب الي من الخلد معكم [2] قال ابن جرير ثم ان الحر ابن يزيد لما زحف عمر ابن سعد قال له اصلحك القاتل انت هذا الرجال قال اى والله قتالا ايسره ان تسقط الرؤس وتطيح الايدى قال افما لكم في واحدة من الخصال التي عرض عليكم رضى قال عمر سعد اما والله لو كان الامر الى لفعلت ولكن اميرك قد ابى ذلك۔

آیا اور کہنے لگا کہ خدا تجھ کو صلاحیت عطا کرے۔ کیا تو حسینؑ سے ضرور قتال کرے گا؟ عمر بن سعد نے کہا کہ خدا کی قسم ایسا قتال کروں گا کہ ان کے تن بے سر اور بے دست و پا ہو جائیں گے۔

حُر نے کہا کہ کیا جو باتیں حسینؑ نے اپنی تقریر میں تمہارے سامنے پیش کیں ان میں سے ایک بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی!

ابن سعد بولا کہ اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں ضرور ان باتوں پر نظر کرتا۔ لیکن ابن زیاد کے حکم کو کیا کروں۔

تاریخ کامل[1] میں ہے کہ ابن سعد کا جواب سُن کر آہستہ آہستہ امام حسینؑ کی جانب بڑھا۔ اس وقت اس کا بدن کانپ رہا تھا۔ حُر کے بدن میں رعشہ دیکھ کر ابن سعد کے لشکر کا ایک شخص مہاجر بن اوس بولا۔ کہ اے حُر واللہ تیری موجودہ حالت مجھے شک میں ڈالتی ہے۔ کیوں کہ جو کیفیت تیری اس وقت دیکھ رہا ہوں وہ میں نے کسی معرکے میں نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ کوفے میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو میں تیرا نام لیتا۔ حُر نے کہا کہ واللہ میں اس وقت اپنے نفس کو اس امر میں مخیر پاتا ہوں کہ چاہوں جنت کو اختیار کروں چاہوں دوزخ کو لیکن میں جنت ہی کو اختیار کروں گا۔ چاہے میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیا جائے۔ یہ کہہ کر حُر نے گھوڑے کو چابک لگایا۔ اور امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے اے ابن رسول اللہ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو راہ سے واپس نہ جانے دیا اور مجبور کر کے اپنی ساتھ یہاں لایا۔ خدا کی قسم میں نہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کسی طرح آپ کی نصیحت سے متاثر نہ ہوں گے اور آپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گے اب میں تائب ہو کر آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں

[1] وفی الکامل قال فاقبل یدنو نحو الحسین قلیلا قلیلا واخذته رعدة فقال له رجل من قومه یقال له مهاجر بن اوس والله ان امرك لمریب والله ما رایت منك فی موقف قط ما اراه الآن ولو قیل لی من اشجع اهل الکوفة لما عدوتك فقال له انی والله اخیر نفسی بین الجنة والنار ولا اختار علی الجنة شیئا ولو قطعت وحرقت ثم ضرب فرسه فلحق بالحسین فقال جعلنی الله فداك یا ابن رسول الله انا صاحبك الذی حبستك عن الرجوع وسایرتك فی الطریق وجعجعت فی المکان والله ما ظننت ان القوم یردون علیك ما عرضت علیهم ابدا ولا یبلغون منك هذه المنزلة ابدا (الی ان قال) وانی قد جئتك تائبا مما کان منی الی ربی مواسیا لك بنفسی حتی اموت بین یدیك افتری ذلك لی توبة قال نعم یتوب الله علیك ویغفر لك۔

کہ مرتے دم تک آپ کا ساتھ دوں اور آپ کے قدموں پر اپنی جان نثار کروں۔ کیا میری قبول ہو جائے گی! امام حسینؑ نے فرمایا کہ بے شک خدا تیری توبہ قبول کرے گا اور تیری مغفرت فرمائے گا۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب حُر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور امام حسینؑ کی رکاب کو بوسہ دے کر عرض کرنے لگا کہ اے فرزند رسول اللہؐ! مجھے گمان نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہو جائیں گے۔ بلکہ میں سمجھتا تھا کہ بالآخر آپ سے مصالحت کر لیں گے لیکن اب ان کا ظلم و تمرد دیکھ کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کیا خدا میری توبہ قبول فرمائے گا! امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھا کر حُرؑ کے چہرے پر پھیرا اور کہا کہ اے حُر بندۂ ناچیز خدا کا کیسا ہی گناہ کرے۔ لیکن جب توبہ و استغفار کرتا ہے تو خدائے کریم اس کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ چنانچہ اس نے قرآن مجید میں ارشاد کیا ہے کہ "خدا ایسا کریم ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے"۔

اے حُر اس سے پہلے جو فروگذاشت تجھ سے ہوئی میں نے اس کو معاف کیا۔ اب تو مردانہ وار جنگ کے لئے آمادہ ہو اور اس دن کو روز بازار سعادت اور اس میدان کو جلوہ گاہ اہل شہادت یقین کر۔

اور تاریخ ابن جریر[2] میں ہے کہ امام حسینؑ نے حر سے یہ بھی فرمایا کہ اے حُرؑ تیری ماں نے تیرا نام

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں حر نزد امام حسین آمد از مرکب پیادہ شد و مرکب امام حسین را بوسہ داد و روی خود را بر سم اسپ شاہزادہ نہاد و گفت یا ابن رسول اللہ مرا گمان نہ بود کہ این جماعت قصد قتل تو کنند و خیالے می بستم کہ ہم بصلح او ہم بگذرد اکنوں کہ تمرد عصیان و تغلب و طغیان ایشان بر من ظاہر شد بخدمت تو مبادرت نمودم آیا توبۂ من قبول شود و عذر گناہ من بہ چیز قبول رسد امام حسین دست از مرکب دراز کرد و بر روئے حر گذرانید و فرمود کہ اے حر ہر چند بندہ گناہ کند چوں بدرگاہ خداوندی روئے نیاز آورد و بعد استغفار نماید اینہ قبول دارد وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اے حر آنچہ پیش ازیں بہ نسبت ما کردہ ناکردہ انگاشتم و تقصیرے کہ در اطاعت از تو واقع شدہ بود در گذشتم مردانہ وار دل بر حرب قوی کن کہ امروز بازار سعادت و ایں میدان جلوہ گاہ اہل شہادت است [2] وفی تاریخ ابن جریر (قال الحسین) انت الحر کما سمتك امك انت الحر انشاء اللہ فی الدنیا والاخرۃ (الی ان قال) وعن حمید بن مسلم قال و زحف عمر بن سعد نحوهم ثم نادی

یا ذرید ادن رایتك فادناها ثم

وضع سهمه فی کبد قوسه ثم

رمی فقال اشهدوا انی اول من رمی۔

حُریت ٹھیک رکھا ہے۔ انشاء اللہ تو دنیا میں بھی حُر یعنی آزاد ہے اور آخرت میں بھی آزاد رہے گا۔ حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ اتنے میں عمر بن سعد نے لشکر امام حسینؑ کے روبرو آکر اپنے نشان بردار کو آواز دی کہ نشان یہاں لا۔ جب وہ نشان لایا تو عمر بن سعد نے ایک تیر اپنی کمان میں رکھ کر چلایا اور اپنی جماعت سے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے لشکر حسینؑ پر تیر اندازی کی۔

تاریخ کامل ہیں[1] ہے کہ اس کے بعد عمر بن سعد کے لشکر والوں نے تیر چلانا شروع کیا۔ پھر یسار اور سالم نے لشکر اعدا سے نکل کر مبارز طلبی کی۔ لشکر امام حسینؑ سے عبداللہ بن عمیر کلبی ان دونوں کے مقابلہ کو گئے۔ جو کوفے سے مع اپنی بی بی کے آئے تھے۔ یسار نے عبداللہ بن عمیر سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ عبداللہ بن عمیر نے اپنا حسب و نسب بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تجھ کو نہیں جانتے ہمارے مقابلے کے لئے زہیر بن القین یا حبیب بن مظاہر یا بُریر بن خضیر کو آنا چاہیئے۔

عبداللہ بن عمیر نے یسار سے (جو سالم کے آگے تھا) کہا کہ اے زانیہ کے لونڈے تیرا مطلب تو مرد مقابل سے ہے، چاہے کوئی ہو۔ علاوہ بریں ہم میں سے جو شخص تیرے مقابلے کو آئے گا۔ وہ تجھ سے بہتر ہی ہوگا۔ یہ کہہ کر عبداللہ بن عمیر نے یسار پر حملہ کیا اور اس کو اپنی تیغ آب دار کے گھاٹ اتار دیا۔ یسار کو مقتول دیکھ کر سالم نے عبداللہ بن عمیر پر وار کیا۔ عبداللہ

---

[1] وفی الکامل ثم رمی الناس وبرز یسار مولی زیاد وسالم مولی عبید اللہ وطلب البراز فخرج الیهما عبد اللہ بن عمیر الکلبی وکان قد اتی الحسین من الکوفۃ وسارت معه امرأته فقال له من انت فانتسب لهما فقالا لا نعرفک لیخرج الینا زهیر بن القین او حبیب بن مظاهر او بریر بن خضیر وکان یسار امام سالم فقال له الکلبی یا ابن الزانیة وبک رغبة عن مبارزة احد من الناس ولا یخرج الیک احد الا وهو خیر منک ثم حمل علیه فضربه بسیفه حتی برد فحمل علیه سالم ×× فضربه فاتقاه الکلبی بیده فاطار اصابع کفه الیسری ثم مال الیه الکلبی فضربه حتی قتله واخذت امرأته عمود وکانت تسمی ام وهب واقبلت نحوه وجها وهی تقول فداک ابی وامی قاتل دون الطیبین ذریة محمد فردها نحو النساء فامتنعت وقالت لن ادعک دون ان اموت معک فناداها الحسین وقال جزیتم من اهل بیت خیرا ارجعی رحمک اللہ لیس الجهاد علی النساء فرجعت (الی ان قال) وتقدم رجل منهم یقال له ابن حوزة فقال افیکم الحسین فلم یجبه احد فقالها ثلاثا فقالوا نعم فما حاجتک قال الحسین ابشر یا النار فقال له الحسین کذبت فمن انت قال ابن حوزة فرفع الحسین یدیه وقال اللهم جره الی النار۔

نے اس کی تلوار بائیں ہاتھ پر روکی تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں مگر انہوں نے جھپٹ کر ایسی تلوار لگائی کہ سالم دو ٹکڑے ہو گیا۔ یہ کیفیت مشاہدہ کرکے اُم وہب زوجہ عبداللہ میدان جنگ میں اپنے شوہر کے پاس یہ کہتی ہوئی پہنچی کہ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔ ذریت طاہرہ محمدؐ کی رفاقت میں خوب قتال کر۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ یہاں سے چلی جا۔ وہ بولی کہ موت کے سوا مجھے کوئی چیز تجھ سے جدا نہیں کرسکتی۔

امام حسینؑ نے پکار کر فرمایا کہ خدا تجھ کو ہم اہل بیت کی جانب سے جزائے خیر دے۔ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے تو واپس آ خدا تجھ پر رحم فرمائے۔ یہ سُن کر اُم وہب واپس چلی آئی اتنے میں ایک شخص جس کا نام ابن جوزہ تھا۔ لشکر ابن سعد سے آگے بڑھا اور اس نے پشت خیام کام پر خندق میں آگ جلتی ہوئی دیکھ کر لشکر امام حسینؑ کی جانب ندا کی کہ تم لوگوں میں حسینؑ ہیں؟ پہلے تو کسی نے جواب نہ دیا۔ مگر مکرر دریافت کرنے پر لوگوں نے کہا ہاں ہیں۔ تیرا اس پوچھنے سے کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا کہ اے حسینؑ تم کو آگ کی بشارت ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے۔ یہ فرما کر اس کا نام پوچھا اس نے کہا ابن جوزہ۔ امام حسینؑ نے دونوں ہاتھ بلند کرکے دعا کی کہ بارخدایا اس آتش جہنم میں داخل کر۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جس شخص نے امام حسینؑ سے یہ بیہودہ کلامی کی اس کا نام مالک بن عروہ تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر امام حسینؑ کے روبرو آیا اور کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم نے اس جہان کی آگ سے پہلے یہ آگ اختیار کی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے مسلم بن عوسجہ نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ اجازت ہو تو ایک تیر اس شقی کے منہ پر ماروں۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں جنگ میں پیش دستی کرنا نہیں چاہتا۔ بعد ازاں آپ نے رو بقبلہ ہو کر فرمایا۔ اس کو عذاب نار میں مبتلا کر۔ ناگہاں مالک بن عروہ کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں جاتا رہا۔

مالک زمین کی طرف جھکا۔ باگ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ پاؤں رکاب میں اُلجھ گیا اور گھوڑا ہر طرف بھاگنے لگا۔ جب خندق کے کنارے پہنچا تو مالک کا پاؤں رکاب سے نکل گیا اور

---

[1] و در روضۃ الشہداء است کہ مالک بن عروہ بر اسپی نشستہ پیش آمد و گفت اے حسین پیش از آتش آں سرائے ایں آتش در خود زدے حسین گفت کذبت یا عدو اللہ مسلم بن عوسجہ گفت یا ابن رسول اللہ اجازت فرمائے تا تیری بر دہانش دہم گفت نخواہم کہ در حرب پیش دستی کنم پس رو بقبلہ آورد و گفت اللّٰھم حرقہ النار پس اثر اجابت ظاہر شدہ اسپش را پائے بسوراخے فرو رفتہ۔ واو بجانب اسفل مائل گشت و عناں از دست رفت۔ پائش در رکاب ماند اسپ سر سومی دوید۔ تا بہ کنار خندق رسید و اور از پشت در میان آتش افگند

وہ خندق کی آگ میں گر پڑا۔

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ اس شقی کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ اور گھوڑا اس کو لے کر لیا بھاگا کر وہ بدبخت زمین پر گر پڑا مگر پاؤں رکاب میں الجھا رہا اسی حالت میں اس کی ایک ران اور پنڈلی کٹ گئی اور بالآخر وہ خبیث درختوں اور پتھروں سے ٹکرا کر جہنم واصل ہو گیا۔

تاریخ ابن جریر طبری[2] میں ہے کہ پھر لشکر عمر بن سعد سے یزید بن معقل نے نکل کر بریر بن خضیر سے کہا کہ اے بُریر تو دیکھتا ہے کہ تیرے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا؟ بُریر نے کہا کہ خدائے عزوجل نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا لیکن تیرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ یزید بن معقل نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ کیا تجھ کو یاد نہیں ہے کہ ایک بار میرے ساتھ بنی لوازن کی طرف جاتے ہوئے تو نے عثمان بن عفان کو حد اعتدال سے گزرا ہوا اور معاویہ بن ابی سفیان کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا اور علی ابن ابی طالب کو امام وہادی برحق بتایا تھا۔ بریر نے کہا ہاں میری رائے اور میرا قول یہی ہے یزید بن معقل بولا کہ تو گمراہوں میں سے ہے۔ بُریر نے کہا کہ اچھا آؤ پہلے ہم تم اس بات پر مباہلہ کریں کہ خدا جھوٹے کو ملعون و مقتول فرمائے۔ اس کے بعد باہم مقاتلہ کریں۔ چنانچہ دونوں جنگجو مباہلہ کر کے آمادہ جنگ ہوئے اور دونوں میں تیغ آزمائی ہونے لگی۔ یزید بن معقل نے وار کیا تو خالی گیا اور بُریر کو کچھ صدمہ نہ پہنچا۔ مگر بُریر نے جب تلوار لگائی تو یزید بن معقل کے خود کو کاٹ کر اس کے دماغ تک اُتر گئی اور ہنوز سر سے نکلنے بھی نہ پائی تھی کہ یزید بن معقل گھوڑے سے گر کر مر گیا۔

---

[1] وقال ابن الاثیر فی الکامل تعلقت قدمه بالرکاب وجالت به الفرس فسقط عنها فانقطعت فخذه وساقه وقدمه وبقی جنبه الآخر متعلقا بالرکاب یضرب به کل حجر وشجر حتی مات [2] قال ابن جریر وخرج یزید بن معقل فقال یا بریر بن خضیر کیف تری الله صنع بک قال والله لقد صنع بی خیرا وصنع بک شرا فقال کذبت هل تذکر وانا اما شیک فی بنی لوذان وانت تقول ان عثمان کان علی نفسه مسرفا وان معاویة ضال مضل وان امام الهدی والحق علی بن ابی طالب فقال بریر شهد ان هذا رأیی وقولی فقال یزید بن معقل وانا اشهد انک من الضالین فقال له بریر هل لک ان اباهلک ان یلعن الله الکاذب ویقتل المبطل ثم اخرج ابارزک فخرجا فتباهلا ان یلعن الله الکاذب ویقتل المبطل ثم تبارزا فاختلفا ضربتین فضرب یزید بن معقل بریر بن خضیر فلم یضره شیئا وضربه بریر ضربة قدت المغفر وبلغت الدماغ فسقط والسیف فی راسه

مورخ ابن اثیر جزری تاریخ کامل[1] میں لکھتا ہے کہ پھر حُر نے دشمنوں کے ساتھ شدید جنگ کی اور یزید بن سفیان کو قتل کیا۔ بعد ازاں نافع بن ہلال نے لشکر امام حسینؑ سے نکل کر مزاحم بن حریث کو مارا اور تاریخ ابن جریر طبری[2] میں ہے کہ نافع بن ہلال وقت جنگ یہ رجز پڑھ رہے تھے (ترجمہ رجز) میں جملی ہوں۔ میں پیرو دین علیؑ ہوں" مزاحم بن حریث نے اس کے جواب میں کہا کہ "میں پیرو دین عثمان ہوں" نافع نے کہا کہ "نہیں بلکہ پیرو دین شیطان ہے" بعد ازاں نافع نے مزاحم کو قتل کر ڈالا اور روضۃ الصفا[3] میں ہے کہ نافع نے یہ رجز پڑھا کہ "میں نافع بجلی ہوں۔ میں دین علیؑ پہ ہوں اور علیؑ کا دین نبی کا دین ہے" لشکر مخالف کا ایک شخص بولا کہ "میں دین عثمان پر ہوں" نافع نے کہا بلکہ تو دین شیطان پر ہے اس کے بعد نافع نے اس کو قتل کیا۔ تاریخ ابن جریر میں ہے کہ[4] ابن سعد کے سردار لشکر عمرو بن الحجاج نے مزاحم کا قتل ہونا دیکھ کر اپنی فوج سے پکار کر کہا کہ تم جانتے بھی ہو کہ کس سے جنگ کر رہے ہو تم ایسے بہادروں سے لڑ رہے ہو جو اپنی جانوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے اور آمادہ مرگ ہو کر جنگ کر رہے ہیں تم میں سے اگر ایک ایک شخص ان کے مقابلے کو جائے گا تو یہ لوگ باوجود قلت تم سب کو قتل کر دیں گے لہٰذا تم ان لوگوں سے فرداً فرداً نہیں لڑ سکتے۔ ہاں اگر ایک بارگی حملہ آور ہو کر بہ حیثیت مجموعی اس قلیل جماعت پر سنگ باری کرو تو بے شک ان سب کو قتل کر ڈالو گے۔ عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کی رائے پسند کی اور اپنے لشکر والوں سے کہلا بھیجا کہ کوئی شخص حسینؑ کے ساتھیوں سے فرداً فرداً جنگ نہ کرے

[1] وفی الکامل قال وقاتل الحر مع الحسین قتالاً شدیدا وبرز الیه یزید بن سفیان فقتله الحر وقاتل نافع بن هلال مع الحسین ایضاً فبرد الیه مزاحم بن حریث فقتله نافع [2] وفی تاریخ ابن جریر قال ان نافع بن هلال کان یقاتل ویقول انا علی دین علی فخرج الیه مزاحم بن حریث فقال انا علی دین عثمان فقال له انت علی دین شیطان ثم حمل علیه فقتله [3] ودر روضۃ الصفا است که نافع بن هلال می گفت انا نافع البجلی انا علی دین النبی شخصی از مخالفین گفت انا علی دین عثمان نافع گفت بل انت علی دین الشیطان بعد ازاں اورا بدوزخ فرستاد [4] وفی تاریخ ابن جریر فصاح عمرو بن الحجاج بالناس اتدرون من یقاتلون فرسان المصر قوما مستمیتین لا یبرزن لهم منکم احد فانهم قلیل وقل ما یبقون والله لو لم ترموهم الا بالحجارة لقتلتموهم فقال عمر بن سعد صدقت الرای ما رأیت وارسل الی الناس یعزم علیهم ان لا یبارز رجل منکم

اور تاریخ کامل میں[1] ہے کہ پھر عمرو بن الحجاج نے فرات کی جانب سے حملہ کر دیا۔ اور ایک ساعت تک برابر تلوار چلی مسلم بن عوسجہ اس جنگ مغلوبہ میں مضروب ہو کر گر گئے اور عمرو بن الحجاج اپنے لشکر میں واپس آ گیا۔ مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں غلطاں پڑے ہوئے تھے۔ امام حسینؑ کو معلوم ہوا تو آپ فوراً ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت رمقِ جان ان میں باقی تھی امام حسینؑ نے کہا کہ اے مسلم خدا تمہاری مغفرت فرمائے۔ بعدہٗ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر یعنی بعض المیں سے درجہ شہادت حاصل کر چکے۔ اور بعض ہنوز منتظر ہیں۔"

پھر حبیب بن مظاہر نے مسلم بن عوسجہ کے پاس جا کر کہا۔ کہ تم کو جنت کی بشارت ہو۔ اگر میں یہ نہ جانتا کہ تمہارے بعد ہی میں بھی تم سے لاحق ہونے والا ہوں۔ تو کہتا ہے کہ کچھ وصیت کرو مسلم بن عوسجہ نے کہا کہ خدا تمہارے حال پر رحم کرے۔ بس میں تم سے یہی وصیت کرتا ہوں کہ امام حسینؑ کی نصرت میں اپنی جان قربان کرنا۔ حبیب بن مظاہر نے کہا کہ انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔ اتنے میں مسلم بن عوسجہ کی روح راہی ملک بقا ہوئی۔

اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ مسلم بن عوسجہ کو مسلم بن عوسجہ نے لشکر مخالف کے چھپن ۵۶ آدمی نیزہ و شمشیر کی ضرب سے ہلاک کئے اور بالآخر کاری زخموں سے مجروح ہو کر گر گئے۔

تاریخ ابن جریر[3] میں ہے کہ مسلم بن عوسجہ کو مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ نے

---

[1] وفی الکامل قال ثم حمل عمرو بن الحجاج علی الحسین من نحو الفرات فاضطربوا ساعۃ فصرع مسلم بن عوسجۃ الاسدی و انصرف عمرو و مسلم صریع فمشی الیہ الحسین و بہ رمق فقال رحمک اللہ یا مسلم بن عوسجۃ منھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر و دنا منہ حبیب بن مظاھر وقال ابشر بالجنۃ و لولا انی اعلم انی فی اثرک لاحق بک لاحببت ان توصینی ۔۔۔ فقال اوصیک بھذا رحمک اللہ و اومی بیدہ نحو الحسین ان تموت دونہ فقال افعل ثم مات مسلم

[2] در روضۃ الاحباب کہ مسلم بن عوسجہ پنجاہ و شش مبارز را بہ نیزہ و بجا سیاحت و شمشیر آبدار و مار از شش تن دیگر بیرون آوردہ و عاقبت زخمہائے گراں یافتہ از پائے در آمد

[3] وفی تاریخ ابن جریر و کان الذی قتل مسلم بن عوسجۃ مسلم بن عبداللہ الضبابی و عبدالرحمٰن بن ابی خشکارۃ البجلی ۔۔۔ و حمل شمر بن ذی الجوشن علی الحسین و اصحابہ من کل جانب فقتل الکلبی ۔۔۔ و قاتلھم اصحاب الحسین قتالاً شدیداً وھم اثنان و ثلاثون فارساً فلم تحمل علی جانب من خیل الکوفۃ الا کشفتہ فلما رای ذلک عروۃ بن قیس و ھو علی خیل الکوفۃ بعث الی عمر فقال الا تری ما تلقی خیلی ھذا الیوم من ھذہ العدۃ الیسیرۃ وابعث الیھم الرجال والرماۃ۔

قتل کیا تھا۔ مسلم بن عوسجہ کے شہید ہو جانے کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے لشکر امام حسینؑ پر ہر طرف سے حملہ کیا اور عبداللہ بن عمیر کلبی شہید ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر امام حسینؑ کے اصحاب نے لشکر اعدا سے خوب جنگ کی اور اگرچہ وہ کل بتیس ۳۲ سوار تھے۔ مگر جس طرف رُخ کرتے تھے۔ صف اعدا کو درہم برہم کر دیتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر عروہ بن قیس نے عمر بن سعد سے کہلا بھیجا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان معدودے چند حسینی لشکر والوں نے ہماری فوج پر کیا آفت برپا کر رکھی ہے۔ اب جلد اور سپاہ اور تیر اندازوں کو مدد کے لئے بھیجو۔ اور تاریخ کامل؎ میں ہے کہ عروہ بن قیس کی استدعا کے موافق عمر بن سعد نے حصین بن نمیر کو مع پانچ سو تیر اندازوں کے بھیجا۔ جنہوں نے پہنچتے ہی لشکر امام حسینؑ پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا اور اس شدت سے تیر باری کی کہ تھوڑی دیر میں گھوڑوں کو بیکار کر دیا اور حسینی لشکر کے کل سوار پیادہ ہو گئے۔ اس موقع پر حر نے دشمنوں سے دل توڑ کر جنگ کی اور دیگر اصحاب امام حسینؑ نے بھی مخالفین سے دوپہر تک ایسا شدید مقاتلہ کیا جس سے زیادہ ممکن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ دشمنوں کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ سوا ایک سمت کے اور کسی طرف سے حملہ کر سکیں۔ اس اثناء میں عبداللہ بن عمیر کلبی کی بی بی عبداللہ کی لاش پر جا کر ان کے چہرے کی گرد پونچھنے لگی اور کہتی جاتی تھی کہ تم کو جنت مبارک ہو۔ شمر کے حکم سے ایک غلام رستم نام نے اس بے چاری کے سر پر ایسا گرز لگایا کہ وہ اسی جگہ مر کر رہ گئی۔ پھر شمر نے حملہ کیا اور خیام کی جانب بڑھ کر آواز دی۔ کہ میرے پاس آگ لاؤ تا کہ ان خیموں کو جلا دوں۔ یہ سن کر مخدرات عصمت چلا اٹھیں۔ اور خیموں سے باہر نکل آئیں۔ امام حسینؑ نے شمر کو للکار کر کہا تو میرے خیام

؎ وفی الکامل فدعا عمر بن سعد الحصین بن نمیر فبعث معه خمسمائة من المرامیة فلما دنوا من الحسین واصحابه رشقوهم بالنبل فلم یلبثوا ان عقروا خیولهم وصاروا رجالة کلهم وقاتل الحر بن یزید راجلا قتالا شدیدا فقاتلوهم الی ان انتصف النهار اشد قتال خلقه الله لا یقدرون ان یاتوهم الا من وجه واحد۔ (الی ان قال) وخرجت امرأة الکلبی حتی جلست عند راسه تمسح التراب عن وجهه وتقول هنیئا لك الجنة فامر شمر غلاما اسمه رستم فضرب راسها بالعمود فماتت مکانها وحمل شمر حتی بلغ فسطاط الحسین ونادی علی بالنار حتی احرق هذا البیت علی اهله فصاحت النساء وخرجن وصاح به الحسین انت تحرق بیتی علی اهلی احرقك الله بالنار فقال حمید ابن مسلم لشمر ان هذا لا یصلح تعذب بعذاب الله وتقتل الولدان والنساء والله ان فی قتل الرجال لما یرضی به امیرك فلم یقبل منه فجاء شبث بن ربعی فنهاه فانتهی۔

اور اہل و عیال کو جلاتا ہے۔ خدا تجھے نار جہنم میں جلائے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے شمر سے کہا کہ آگ میں جلانا اور عورات و اطفال کو قتل کرنا مناسب نہیں ہے ابن زیاد بھی اس بات کو پسند نہ کرے گا۔ شمر نے حمید کا کہنا نہ مانا مگر آخر کو شبث بن ربعی کے سمجھانے سے باز رہا۔

مؤرخ ابن اثیر لکھتا ہے کہ اگر لشکر امام حسینؑ نے ایک دو آدمی قتل ہوتے تھے تو بوجہ قلت اصحاب ان کی جماعت میں بیّن کمی نمایاں ہوتی تھی۔ اور اگر لشکر عمر بن سعد کے چند آدمی مارے جاتے تھے۔ تو بوجہ کثرت فوج اس کے گروہ کی تعداد میں کچھ فرق نظر نہ آتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ دوران جنگ میں نماز ظہر کا وقت آگیا تو ابو ثمامہ صائدی نے امام حسینؑ سے کہا کہ میری جان آپ کی جان پر فدا ہو اگرچہ دشمنوں کی فوج بالکل قریب آگئی ہے۔ لیکن واللہ جب تک میں زندہ ہوں اشقیا آپ کو صدمہ جسمانی نہ پہنچا سکیں گے۔ اب میری خواہش ہے کہ نماز ادا کر کے اپنے خدا سے ملاقات کروں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ اے ابو ثمامہ اللہ تم کو مصلین ذاکرین کا درجہ عطا کرے۔ کہ تم نے نماز کا ذکر کیا۔ بیشک یہ اول وقت نماز کا ہے مخالفین سے کہو کہ ہم کو نماز ادا کرنے کے لئے تھوڑی مہلت دیں۔

حصین بن نمیر بولا کہ تمہاری نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہر نے غضب میں آکر جواب دیا کہ اے گدھے تو گمان کرتا ہے کہ آل رسولؐ کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری نماز قبول ہوگی۔ یہ دندان شکن جواب سن کر حصین بن نمیر نے حبیب بن مظاہر پر حملہ کیا۔ حبیب نے ابن نمیر کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری گھوڑا بھڑکا اور ابن نمیر گر پڑا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے پہنچ کر اس کو بچا لیا تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ پھر حبیب بن مظاہر نے دشمن سے شدید قتال کیا اور اسی اثنا

لہ قال ابن الاثیر کان اذا قتل منهم الرجل والرجلان یبین فیهم تقتلهم ما ذا قتل فی اولئک لا یبین فیهم لکثرتهم و لما حضر وقت الصلوٰۃ قال ابو ثمامۃ الصائدی للحسین نفسی لنفسک الفداء اری هؤلاء قد اقتربوا منک والله لا تقتل حتی اقتل دونک واحب ان القی ربی وقد صلیت هذه الصلوٰۃ فرفع الحسین راسه وقال ذکرت الصلوٰۃ جعلک الله من المصلین الذاکرین نعم هذا اول وقتها ثم سلوهم ان یکفوا عنا حتی نصلی فقال لهم الحصین انها لا تقبل فقال له حبیب بن مظاهر زعمت لا تقبل الصلوٰۃ من آل رسول الله صلی الله علیه وسلم وتقبل منک یا حمار فحمل علیه الحصین وخرج الیه حبیب فضرب وجه فرسه بالسیف فشب فسقط عنه الحصین فاستنقذه اصحابه لہ وتاریخ ابن جریر قال وقاتل (حبیب) قتالاً شدیداً فحمل علیه رجل من بنی تمیم (محمد بدیل بن حریم) فضربه بالسیف علی راسه فقتله وحمل علیه آخر من بنی تمیم فطعنه فوقع فذهب لیقوم فضربه حصین بن نمیر علی راسه بالسیف فوقع۔

میں بدیل بن حریم تمیمی ان پر حملہ آور ہوا۔ حبیب نے تلوار کی ضرب سے اس کو قتل کیا۔ اتنے میں تمیم کے ایک دوسرے شخص نے حبیب بن مظاہر کو نیزہ مارا۔ حبیب گر پڑے اور اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے ان کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ وہ پھر گر پڑے۔

اور روضۃ الشہداء[۱] میں ہے کہ حبیب بن مظاہر حصین بن نمیر کی تلوار سے زخمی ہو کر گرے تو انہوں نے آواز دی کہ یا بن رسول اللہ اس خادم کی خبر لیجئے۔ امام حسینؑ یہ صدا سن کر فوراً وہاں پہنچے حبیب نے آنکھیں کھول دیں۔ امام حسینؑ نے ان کو نعمات جنت کی بشارت دی اور وہ عالم آخرت کو سدھارے۔

تاریخ کامل[۲] میں ہے کہ حبیب بن مظاہر کے قتل ہونے سے امام حسینؑ بہت ہی شکستہ اور افسردہ ہو گئے۔

مورخ ابن اثیر[۳] لکھتا ہے کہ پھر حُر اور زہیر بن القین نے دشمنوں سے خوب ہی قتال کیا۔

اور روضۃ الاحباب[۴] میں ہے کہ عمر بن سعد نے حُر کو میدان جنگ میں دیکھ کر صفوان بن حنظلہ سے

---

[۱] و در روضۃ الاحباب است کہ حبیب آواز داد کہ یا ابن رسول اللہ دریاب مرا چوں ایں صدا بگوش حسین رسید مرکب برانگیختہ خود را بوی رسانید حبیب دیدہ باز کرد حسین او را بہ بہشت بشارت داد آں پیر پاک ضمیر باں مژدۂ دل پذیر روئے بسفر آخرت نہاد [۲] و الکامل فلما قتل حبیب بن مظاہر ہدّ ذالک الحسین [۳] و قال ابن الاثیر و حمل الحر و زہیر بن القین فقاتل قتالاً شدیداً [۴] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں عمر بن سعد حر را در میدان دید لرزہ بر وے افتاد و دلش بہ پیچید و صفوان بن حنظلہ را طلبید و گفت برو حر را بہ نصیحت و ملامت بجانب ما باز آرد اگر سخن قبول نہ کند بہ شمشیر آبدار سرش را از تن بردار صفوان در برابر حر آمد و گفت اے حر تو مرد عاقلی کے روا باشد کہ از خلیفہ یزید برگردی حر گفت اے صفوان از خردمندی تو ایں عجب است تو یزید را نمی دانی کہ ناپاک و فاسق است و امام حسین پاک و پاک زادہ رسول او ریحان بوستان خاندہ صفوان گفت اے حر من ایں ہمہ نیکو می دانم اما دولت و جاہ با یزید است و من مردم سپاہی ام مرا مرتبہ و منصب می باید حر گفت را میدانی و می پوشی صفوان ازیں سخنان در غضب شدہ و نیزہ حوالہ سینہ حر کردہ تو حر نیزہ او را رد کردہ در جان گری سنان نیزہ بر سینہ زد چنانچہ از پشت او بیروں آمد و وے حر زد را لشکر زدہ حبیب میکرد تا نیزہ او بشکست پس تیغ آبدار برکشیدہ بر کسے کہ میزد تا سینہ بشگافت و ہر کرا بر میان میزد دو نیم می کرد (الی ان قال) پس شیر جنگ بر لشکر زد کہ گرد اگر دفرد گیر چہ لشکر یکبارگی غلبہ کردہ از اطراف و جوانب زخم بر وے زدن گرفتند (الی ان قال) ناگاہ قصورہ بن کنانہ نیزہ بر سینہ او زد کہ در دو دو ہم کاری گرفت (الی ان قال) حر از مرکب در آفتادہ نعرہ زد کہ یا ابن رسول اللہ ادرکنی امام حسین مرکب تاختہ و دوالجیان خاتمان بر تاختہ بعض لشکر خویش را دور بر بالیں حر نشست و سر او را بر زانو نہادہ بدست مبارک خاک از رخ او گرد پاک می کرد و حر چشم زد ہنوز جان در تن باقی ماندہ بود دیدہ باز کرد و سر خود را بر زانوے امام حسین دید تبسمے کرد و گفت یا ابن رسول اللہ از من راضی شدی امام حسین فرمود کہ من از تو راضی باد حر از ایں بشارت شادمانی نقد جان نثار کرد۔

نے کہا کہ جاکر حُر کو نصیحت کرو اور میرے پاس واپس لا۔ اور اگر نہ آئے تو تلوار سے اس کا سر کاٹ لے صفوان نے حُر کے پاس آکر کہا۔ کہ اے حُر تو نے مرد عاقل ہو کر خلیفہ یزید سے کیوں روگردانی کی حُر نے جواب دیا کہ اے صفوان مجھے تعجب ہے کہ تو خلاف عقل یہ بات کہتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ یزید ناپاک اور فاسق ہے اور امام حسینؑ پاک و پاکیزہ نژاد ہیں۔ رسول اللہ نے ان کو اپنا ریحان فرمایا ہے۔ صفوان بولا۔ کہ اے حُر میں سب جانتا ہوں مگر جاہ و دولت تو یزید ہی کے ساتھ ہے اور میں مرد سپاہی ہوں مجھ کو جاہ منصب ہی چاہیئے۔ حُر نے کہا کہ اے صفوان کیا تو حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔ صفوان نے غضب میں آکر حُر کو نیزہ مارا حُر نے اس کے وار کو رد کر کے اسی گرمی میں ایسا نیزہ لگایا کہ اس کی انی صفوان کی پیٹھ سے نکل گئی۔ بعدہٗ حُر نے لشکر دشمن سے یہاں تک قتال کیا کہ نیزہ ٹوٹ گیا۔ حُر نے تلوار میان سے نکال کر ایسی شمشیر زنی کی کہ کسی کو سر سے سینے تک کاٹا اور کسی کو کمر کے پاس سے دو ٹکڑے کیا۔ یہ دیکھ کر شمر نے لشکر کو آواز دی کہ سب مل کر حُر کو گھیر لیں یہ چنانچہ عمر بن سعد کے لشکر نے حُر کو گھیر کر چاروں طرف سے تیر و شمشیر کا مینہ برسانا شروع کیا ناگاہ قصور بن کنانہ نے ایسا نیزہ حُر کے سینے پر مارا کہ وہ مہلک زخم کھا کر گھوڑے سے گر پڑا اور پکارا کہ یا ابن رسول اللہ اس جاں نثار کی خبر لیجیئے۔ امام حسینؑ گھوڑے پر میدان جنگ میں جاکر اٹھا لائے اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھ کر آستین سے اس کے چہرے کی گرد صاف کرنے لگے۔ حُر میں تھوڑی جان باقی تھی اس نے اپنا سر امام حسینؑ کے زانو پر دیکھ کر تبسم کیا اور کہا کہ میں ابھی راضی اور میرا خدا بھی امام حسینؑ نے کہا کہ میں بھی راضی اور میرا خدا بھی مجھ یہ بشارت سن کر شاداں و فرحاں راہی خلد بریں ہوا۔ تاریخ کامل[1] میں ہے کہ بعد ازاں امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر بعنوان صلوٰۃ

---

[1] وفی الکامل قال ثم صلوا الظهر صلی بهم الحسين صلوة الخوف ثم قتلوا بعد الظهر فاشتد قتالهم و وصلوا الی الحسين فاستقدم الحنفی لامامه فاستهدف لهم يرمونه بالنبل وهو بين يديه حتی سقط و قاتل زهير بن القين قتالا شديدا فحمل عليه كثير بن عبدالله الشعبی ومهاجر بن اوس فقتلاه وكان نافع بن هلال البجلی قد كتب اسمه علی فوق نبله فقتل بها اثنا عشر رجلا سوی من جرح فضرب حتی كسرت عضداه واخذ اسيرا فاخذه شمر بن ذی الجوشن فاتی به عمر بن سعد والدم علی وجهه وهو يقول لقد قتلت منكم اثنا عشر رجلا سوی من جرحت ولو بقيت لی عضد و ساعد ما اسرتمونی فانتضی شمر سيفه ليقتله فقال له نافع والله لو كنت من المسلمين لعظم عليك ان تلقی الله بدمائنا فالحمد لله الذی جعل منايانا علی يدی شرار خلقه فقتله شمر ثم حمل علی اصحاب الحسين فلما رأوا انهم قد كثروا (بقيه حاشيه صفحه ۲۷۵ پر)

بخوف پڑھی اتنے میں پھر لڑائی ہونے لگی اور اعدائے دین شدید نرغہ کرکے ان کی جانب تیر برسانے لگے۔ یہ حال دیکھ کر سعد بن عبداللہ حنفی امام حسینؑ کے آگے کھڑے ہوگئے۔ تاکہ جو تیر آئیں ان کو اپنے جسم پر لیں امام حسینؑ تک نہ پہنچنے دیں۔ چنانچہ اس قدر تیر سعد بن عبداللہ کے بدن پہ لگے کہ وہ گر کر شہید ہوگئے اور زہیر بن القین بھی دشمنوں کے ساتھ قتال کرنے کے بعد کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ نافع بن ہلال بجلی نے بھی (جن کے تیروں پر ان کا نام لکھا ہوا تھا) مخالفین سے خوب جنگ کی اور عمر بن سعد کے بارہ جوانوں کو قتل اور اکثر کو زخمی کیا بالآخر دشمنوں نے نرغہ کرکے نافع کے دونوں بازو کاٹ ڈالے اور گرفتار کرکے عمر بن سعد کے پاس پہنچایا اس وقت نافع کا چہرہ خون سے تر تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ اے دشمنان دین میں تمہارے بارہ آدمیوں کو قتل کیا اور بہتیروں کو مجروح کیا اور اگر میرے دست بازو بیکار نہ ہو جاتے تو تم مجھ کو ہرگز گرفتار نہ کر سکتے۔

شمر نے تلوار نکال کر نافع کو قتل کرنا چاہا۔ نافع نے کہا کہ واللہ اگر تو مسلمان ہوتا تو ہمارا خون کرتے ہوئے خدا سے ڈرتا پس میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہماری موت بدترین خلق کے ہاتھوں سے مقرر کی۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۷۴) وانهم لا یقدرون ان یمنعوا الحسین تنافسوا ان یقتلوا بین یدیه فجاء عبدالله وعبدالرحمن ابنا عروة الغفاریان الیه فقالا قد حازنا الناس الیك فجعلا یقاتلان بین یدیه واتاه الفتیان الجابریان سیف بن الحارث بن سریع ومالك بن عبد بن سریع وهما یبکیان فقال لهما ما یبکیکما ... فقالا والله ما علی انفسنا نبکی ولکن نبکی علیك نراك قد احیط بك ولا نقدر ان نمنعك فقال جزاکما الله جزاء المتقین وجاء حنظلة بن اسعد الشبامی فوقف بین یدی الحسین وجعل ینادی یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل دأب قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدهم وما الله یرید ظلما للعباد ۔ یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین ما لکم من الله من عاصم ومن یضلل الله فما له من هاد یا قوم لا تقتلوا الحسین فیسحتکم الله بعذاب وقد خاب من افتری فقال له الحسین رحمك الله انهم قد استوجبوا العذاب حین ردوا ما دعوتهم الیه من الحق (الی ان قال) فسلم (حنظلة) علی الحسین وصلی علیه وعلی اهل بیته وتقدم فقاتل حتی قتل ثم
تقدم الفتیان الجابریان فودعا الحسین
وقاتلا حتی قتلا۔

یہ سُن کر شمر نے نافع کو قتل کر ڈالا۔ اور اصحاب حسینؑ پر حملہ کیا امام حسینؑ کے انصار نے دشمنوں کا اژدحام دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ اب ہم ان کے روکنے پر قادر نہیں ہو سکتے باہم ارادہ کر لیا کہ امام حسین کے آگے قتال کر کے ان پر اپنی جانیں فدا کر دیں۔ چنانچہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن عروہ غفاری کے بیٹے امام حسین کے روبرو آکر دشمنوں سے قتال میں مشغول ہوئے۔ اسی اثنا میں دو جوان جابری سیف بن حارث بن سریع و مالک بن عبد سریع امام حسینؑ کی خدمت میں آئے۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ وہ دونوں رو رہے ہیں آپ نے ان سے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ واللہ ہم اپنی جانوں کے لئے نہیں روتے بلکہ اس بات پر روتے ہیں۔ کہ دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا اور اب ہم میں یہ قدرت نہیں ہے کہ آپ کی حفاظت کر سکیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا تم دونوں کو متقین کی جزا عطا فرمائے۔ اتنے میں حنظلہ بن اسعد شامی نے امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر قوم اعدا کو آیات قرآنیہ کے ساتھ یہ ندا کی کہ اے قوم مجھ کو تمہاری نسبت یوم احزاب کی طرح روز بد کا اندیشہ ہے یعنی کہیں تمہاری ابھی وہی حال نہ ہو جو قوم نوحؑ اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں کا ہوا۔ اے قوم اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا (بلکہ وہ خود ہلاکت میں پڑ جاتے ہیں)، اے قوم مجھ کو تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے۔ جب کہ تم پیچھے پھر کر بھاگ کھڑے ہونے کا قصد کرو گے۔ مگر یاد رکھو کہ عذاب خدا سے کوئی بچانے والا نہیں کیوں کہ جس پر خدا کا غضب ہو اس کا نجات دہندہ کون ہو سکتا ہے۔ اے قوم جفاکار حسین کو قتل نہ کرو ورنہ عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ سنو! جو افترا پردازی کرتا ہے وہ ضرور ہی نقصان اٹھاتا ہے۔ حنظلہ کی تقریر سُن کر امام حسینؑ نے حنظلہ سے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحم کرے۔ ان لوگوں نے تو اسی وقت عذاب خدا کو قبول کر لیا۔ جس وقت کہ میری دعوت الی الحق کو رد کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ بعد اس کے حنظلہ امام حسینؑ اور اہل بیت رسالت پر درود و سلام بھیجتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے اور خوب قتال کر کے شہید ہوئے۔ پھر دونوں جوان جابری امام حسینؑ سے رخصت ہو کر مصروف قتال ہوئے اور آخر کو ان دونوں نے بھی مرتبہ شہادت حاصل کیا۔

تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ بعد ازاں عمرو بن صبیح الصیداۑی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو

---

[1] وفی تاریخ ابن جریر قال ثم ان عمرو بن الصبیح الصیداۑی رمی عبداللہ بن مسلم بن عقیل بسهم فوضع کفه علی جبهته فلم یستطع ان یحرکها ثم رماه بسهم اخر فقتله ۔۔ فحمل عبداللہ ابن قطبة الطائی علی عون بن عبداللہ بن جعفر فقتله وحمل عامر بن نهشل التمیمی علی محمد بن عبداللہ بن جعفر فقتله وحمل عثمان بن خالد بن اسیر الجهنی وبشر بن سوط الهمدانی علی عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالب فقتلاه ورمی عبداللہ بن

کو متواتر دو تیر مار کر شہید کیا۔ پھر عبد اللہ بن قطبہ کے ہاتھ سے عون بن عبد اللہ بن جعفر اور عامر بن نہشل کی ضرب سے محمد بن عبد اللہ بن جعفر اور عثمان بن خالد جہنی اور بشیر بن سوط ہمدانی کے حملہ سے عبد الرحمٰن بن عقیل شہید ہوئے اور عبد اللہ بن عزرہ خثعمی نے جعفر بن عقیل کو تیر سے شہید کیا۔ تاریخ کامل میں[1] ہے کہ پھر حضرت قاسمؑ بن امام حسنؑ تلوار لے کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔

اور روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ جب حضرت قاسمؑ نے میدان جنگ میں جانے کی اجازت چاہی تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے جان عم تو میرے بھائی کی یادگار اور اس جنگل میں میرا انیس و غمخوار ہے میں تجھے کیوں کر اجازت دوں۔ حضرت قاسمؑ خیمے میں آکر مغموم سر زانو بیٹھ گئے اتنے میں ان کو یاد آگیا کہ کسی وقت میں ان کے والد ماجد امام حسنؑ نے ایک تعویذ ان کے بازو پر باندھ کر فرمایا تھا کہ جب تم کو سخت غم واندوہ لاحق ہو تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھ لینا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسمؑ نے دل میں کہا کہ اب اس سے زیادہ غم واندوہ کیا ہوگا فوراً تعویذ کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ اے قاسمؑ میں وصیت کرتا ہوں کہ جب میرے بھائی حسینؑ کو بمقام دشت کربلا شامیان دغاباز کے پنجۂ ظلم میں گرفتار دیکھنا تو اپنا سر اون کے قدموں پر نثار کر دینا۔ حضرت قاسمؑ یہ پڑھ کر خوش ہو گئے اور امام حسینؑ کے پاس آکر انہوں نے وہ تحریر پیش کی۔ امام حسینؑ اس کو دیکھ کر رونے لگے اور حضرت قاسمؑ بھی ضبط گریہ پر قادر نہ ہو سکے۔ جب سکون ہوا تو حضرت قاسمؑ نے بالتجا و زاری جنگ کی اجازت حاصل کی اور میدان قتال جا کر باوجود صغر سنی مقاتلۂ عظیم کیا۔ چنانچہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ انہوں نے پینتیس ۳۵ آدمی تیر اور تلوار سے قتل کئے۔

---

[1] وفی الکامل ثم حمل القاسم بن الحسین بن علی و بیدہ السیف [2] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں قاسم بن امام حسن اجازت جنگ خواست امام حسین فرمود اے جان عم مرا از برادر یادگاری۔ و دریں صحرا انیس من دل فگاری ترا چگونہ اجازت دادم الی ان قال، قاسم بن الحسین بخیمہ درآمدہ و سر بزانوے اندوہ نہاد ناگاہ بیادش آمد کہ پدرش تعویذے بر بازو لبستہ بود و حکم کردہ کہ در محلے کہ اندوہ بسیار بر تو غلبہ کند این تعویذ را باز کن و برخوان و بانچہ درآں نوشتہ است کار کن قاسم باخود گفت کہ مرا چنیں حالتے و ملالتے دست نہ دادہ پس تعویذ وا کردہ بخواند مضمون آں بود کہ اے قاسم وصیت میکنم کہ چوں برادرم حسین را بہ بینی کہ در کربلا بدست شامیان پر دغا گرفتار شدہ البتہ سر خود را زیر قدم او خواہی باخت قاسم چوں ایں وصیت را خواند از شادی ندانستہ کہ چہ کند زود بخدمت شاہزادہ توشتہ را بنمود چوں امام حسین آں مکتوب را دید در گریہ شد و قاسم نیز گریستن آغاز کرد و چوں بحال خود آمدند قاسم رخصت طلبید کہ بہ میدان رود امام حسین امتناع نمود قاسم دست و پائے او بوسید و می گریست دستوری حاصل کرد الی ان قال، و باوجود صغر سنی مقاتلۂ عظیم نمود چنانچہ در بعضے کتب مذکور است کہ درآں معرکہ سی و پنج کس بزخم تیر و شمشیر بقتل رسانید۔

اور روضۃ الشہداء[1] میں ہے کہ تقریباً تیس ۳۰ پیادے اور پچاس سوار تہ تیغ کئے اور چاہا کہ صفوں کو پچاڑ کر باہر نکل آئیں۔
ناگہاں اعدا نے یک بارگی ایسی تیر باری کی۔ کہ حضرت قاسمؑ کا گھوڑا بیکار ہو گیا۔ اور شیبث نے حضرت قاسمؑ کے سینے پر نیزہ مارا۔ حضرت قاسمؑ ستائیس زخم کھا چکے تھے شیبث کے نیزے سے مجروح ہو کر پڑے اور آواز دی کہ اے عمِ محترم میری خبر لیجئے۔
اور تاریخ کامل[2] میں ہے کہ جب حضرت قاسم ابن حسنؑ عمرو بن سعد نفیل ازدی کی ضرب شمشیر سے مجروح ہو کر زمین پر گرے تو آواز دی کہ اے چچا جان مجھ خستہ جان کی خبر لیجئے یہ سنتے ہی امام حسینؑ شکاری پرند کی طرح جھپٹ کر حضرت قاسمؑ کے پاس پہنچے اور مثل شیر پر غضب عمرو پر حملہ آور ہوئے۔ اس نے امام حسینؑ کی تلوار ہاتھ پر روکی تو ہاتھ کہنی سے کٹ گیا اور وہ چیخنے لگا۔ سوار ان کوفہ عمر کو بچانے کے قصد سے ایسا ٹوٹ پڑے کہ عمرو ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل کر مر گیا۔ جب غبار صاف ہوا تو امام حسینؑ نے حضرت قاسم کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر کہا کہ اے فرزند جس قوم نے تجھے قتل کیا ہے خدا اس کو ملعون ابدی فرمائے۔ قیامت کے دن تیرے جد امجد اس قوم سے تیرے خون کے مدعی ہوں گے۔
اور تاریخ ابن جریر طبری[3] میں ہے کہ پھر ہانی بن ثبیت حضرمی نے عبداللہؑ بن ابی طالب اور جعفر بن علی بن ابی طالب پر حملہ کر کے ان کو شہید کیا۔

---

[1] و در روضۃ الشہداء است کہ قاسم در دریائے حرب غوطہ خوردہ قریب سی پیادہ و پنجاہ سوار را بیفگند و صف سپاہاں را دریدہ خواست کہ بیروں آید مرکبش را تیر باراں کردند۔ اسپ از پائے درافتاد و شیبث بن سعد نیزہ بر سینہ قاسم زد و قاسم کہ دراں حرب بست و ہفت زخم خوردہ بود از اسپ بیفتاد و گفت یا عماہ ادرکنی [2] و فی الکامل فحمل علیہ عمرو بن سعد بن نفیل الازدی فضرب راسہ بالسیف فسقط القاسم الی الارض لوجہہ وقال یا عماہ فانقض الحسین الیہ کالصقر ثم شد شدۃ لیث اغضب فضرب عمروا بالسیف فاتقاہ بیدہ فقطعہا من المرفق فصاح وحملت خیل الکوفۃ لیستنقذوا عمروا.... فاستقبلتہ بصدورہا وجالت علیہ فوطئتہ حتی مات وانجلت الغبرۃ والحسین واقف علی راس القاسم وھو یفحص برجلیہ والحسین یقول بعدا لقوم قتلوک ومن خصمہم یوم القیامۃ فیک جدک [3] و فی تاریخ ابن جریر قال شد ھانی بن ثبیت الحضرمی علی عبد اللہ بن علی بن ابی طالب فقتلہ ثم شد علی جعفر بن علی فقتلہ۔

روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب حضرت عباسؑ بن علی نے عزیزوں اور بھائیوں کو یکے بعد دیگرے قتل ہوتے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے خون ٹپک پڑا۔ علم لئے ہوئے امام حسینؑ کے سامنے آکر کہنے لگے کہ اب حضور مجھے بھی اجازت جنگ عطا کریں کیوں کہ بھائیوں کی مفارقت مجھ پر بے حد شاق ہو رہی ہے یہ سن کر امام حسینؑ رونے لگے حضرت عباسؑ نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ میری جان آپ پر فدا ہو اب میرا دل زندگی سے سیر ہو گیا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو ان ظالموں سے انتقام لوں۔

اور روضۃ الشہدا[2] میں ہے کہ امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کی یہ تقریر سن کر فرمایا کہ اگر تمہاری یہی تمنا ہے تو بسم اللہ جاؤ مگر پہلے دشمنوں سے قطع حجت کر لو۔ یعنی جو کچھ میں کہوں ان کے سامنے بیان کرو۔ اور جب وہ نہ مانیں تو ان سے لڑو۔ یہ فرما کر جو کچھ کہنا تھا۔ آپ نے حضرت عباسؑ سے کہہ دیا اور ان کو رخصت کیا:

اور روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ جب حضرت عباسؑ علمدار میدان جنگ میں پہنچے تو

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ آں گاہ عباس بن علی کہ علمدار شاہزادہ حسین بود چوں حالات برادران بریں منوال دید سیل خون از دیدہ محنت دیدہ بکشود × و علم برداشتہ پیش امیر المومنین حسین آورد و بالائے سر مبارکش برپا داشت و گفت کہ ×× مارا نیز اجازت ارزانی فرمائے کہ دیگر طاقت مفارقت برادران نماند ×× حضرت امام حسینؑ بگریست (الی ان قال) عباس گفت یا ابن رسول اللہ جان من فدائے تو باد دلم از دنیا بتنگ آمدہ می خواہم کہ داد انتقام ازیں ستمگاران بستانم

[2] و در روضۃ الشہدا است کہ حضرت امام حسین فرمود کہ چوں مراد تو ایں است باید کہ بہ میدان روے و بریں قوم حجت گیری و آنچہ بتو گویم بایشاں باز گوئی و اگر نشنوند بایشاں آغاز حرب کنی پس کلمہ چند باد گفت و اجازت داد

[3] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں عباس بن علی بمیدان جنگ رسید عنان مرکب باز کشید و گفت اے قوم فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می فرماید کہ برادران و خویشان و یاران و ہواداران مرا کشتید ×× اکنوں چنداں مارا آب دہید کہ اطفال و عورات بتو شند و از تشنگی ہلاک نہ شوند و اگر آب نمی دہید مرا راہ دہید تا بہ حرم روم و ایں اطفال را کہ باقی ماندہ اند گرفتہ بملک روم یا بلاد ہند روم (الی ان قال) عباس بن علی چوں ایں پیغام جگر سوز ادا کرد ×× جمعے خاموش ماندند و گروہے زار زار بگریستند ×× اما شمر ذی الجوشن و شبث بن ربعی پیش آمدہ گفتند اے پسر علی تو برو و برادر خود را بگو کہ اگر ہمہ زمین آب گردد و در تصرف ما باشد یک قطرہ ازاں بشما ندہیم تا وقتیکہ بیعت یزید نہ کنید ×× عباس تعزیر کردہ باز گشت و نزد حضرت امام حسین آمدہ آنچہ شنیدہ بود بعرض رسانید امام حسین رضی اللہ عنہ سر در پیش انداختہ کہ ناگاہ از خیمہ فریاد و فغاں بر آمد و صدائے العطش العطش بر آسماں رسید عباس خروش و زاری اہل بیت شنیدہ بے طاقت شد و مشک گرفتہ روے بر آب فرات کرد۔ راوی گوید کہ چہار ہزار مرد بر آب فرات موکل بودند دو ہزار پیادہ و دو ہزار سوار عباس چوں روئے بہ لب آب نہاد ایں چہار ہزار پیادہ و سوار سر راہ بروے گرفتند عباس گفت اے قوم شما مسلمانید یا کافر گفتند مسلمانیم عباس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۰ پر)

انہوں نے گھوڑے کو روک لیا اور دشمنوں سے مخاطبہ کرکے کہا۔ کہ اے قوم فرزند رسولؐ خدا فرماتا ہے کہ میرے بھائیوں اور میرے ہواخواہوں کو تم نے قتل کر ڈالا۔ اب کم از کم اتنا کرو کہ ہم کو تھوڑا پانی دے دو تاکہ بچے اور عورتیں تشنگی سے ہلاک نہ ہوں اور اگر پانی بھی نہ دو تو راستہ دے دو کہ اطفال باقی ماندگان کو بلاد روم یا ہند کی طرف لے کر چلا جاؤں۔ حضرت عباسؑ کا یہ درد کلام سن کر بعض تو خاموش رہے اور اکثر زار زار رونے لگے۔ لیکن شمر بن ذی الجوشن اور شیث بن ربعی نے سامنے آکر کہا کہ اے علیؑ کے بیٹے جاکر اپنے بھائی سے کہو کہ اگر تمام روئے زمین پانی ہوکر تصرف میں آجائے تب بھی ہم اس میں ایک قطرہ تم کو اس وقت تک نہ دیں گے جب تک یزید کی بیعت نہ کرو گے۔ حضرت عباسؑ دشمنوں پر نفرین کرتے ہوئے واپس آئے اور جو کچھ شمر وغیرہ نے کہا تھا امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ امام حسینؑ نے فرط غم سے اپنا سر جھکا لیا۔ ناگہاں خیمے میں صدائے

گفت در مسلمانی کجا روا باشد کہ سگ خوک و دام و دد و چرندہ و پرندہ ازیں آب می خورند و شما از فرزندان مصطفےٰ و جگر گوشگان فاطمہ زہرا آب باز دارید۔ از تشنگی روز قیامت اندیشہ نمی نمائید (الی ان قال) چوں نگہبانان فرات ایں کلمات بشنید پانصد پیادہ پیش آمدہ بر عباس بن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما تیر باراں کردند عباس پر روئے کشید و نیزہ بر دوش اسپ نہادہ بر ایشاں حملہ کرد و دہ شش کس را از پائے در آورد و باقی ہمہ را مستغرق ساخت و اسپ خود را در آب افگند و دریں محل سواراں در رسیدند و آہنگ حرب کردند عباس بانگ بر مرکب زدہ از آب بیروں آمد و رجز خواں بر ایشاں حملہ کرد (الی ان قال) و مرداں از خوف نیزہ و شمشیر دیدہ داد و دیگر بارہ اسپ را در آب انداخت باد دیگر ہزار سوار و ہزار پیادہ برو حملہ کردند عباس نیزہ را در آب افگندہ تیغ برکشید و از آب بیروں آمدہ بر ایشاں حملہ کرد و بہر سو کہ روئے کرد آوردی مردم را مستغرق کردی تا وقتیکہ لب آب ایشاں باز گرفت پس از ایشاں فرود آمدہ مشک را پر آب کرد و بیروں آمدہ مشک در دست راست کشیدہ رواں شد سوار و پیادہ سر را بر روئے گرفتند با ایشاں بحرب در پیوست ناگاہ نوفل بن ازرق علیہ اللعنۃ خنجر خود را بہ عباس رسانید و دیگرے مشغول بود آں

حربہ حوالہ حضرت عباس کرد دست راست او را از بدن جدا ساخت عباس درآں محل حملہ بر ایشاں آورد (الی ان قال) عباس از روئے مرداں مشک پر آب را در دوش چپ کشیدہ دست چپ او نیز انداختند آنگہ مشک را بہ دنداں گرفتہ بر کاب دشمناں میکرد ناگاہ تیرے بر مشک آمد و سوراخ شدہ آتش بر بخت (الی ان قال) پس عباس از آں زخم از مرکب بیفتاد و گفت یا اخاہ ادرک اخاک۔ آواز بگوش حضرت امام حسین رسید و دانست کہ عباس از عالم فانی روی بعالم باقی آوردہ آہی از دل امام حسین بر آمد کہ زمین کربلا از آں بلرزاں در آمد (الی ان قال) و پیادہ روئے بداں موضع نہاد کہ عباس در آں جا افتادہ بود چوں آں جا رسید او را دید در میان خاک و خون افتادہ و از زنداں فنا رو بہ گلستان بقا نہادہ خود را بروے انداخت و آہ و زاری و شیون بیقراری در گفت۔

العطش العطش بلند ہوئی۔

حضرت عباسؑ اہل بیت رسالت کی فریاد وزاری سن کر بیتاب ہو گئے اور مشک لے کر فرات کی جانب روانہ ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ دریائے فرات پر ابن سعد کی چار ہزار فوج متعین تھی۔ جب حضرت عباسؑ نے ادھر کا رُخ کیا تو وہ فوج مانع اور سدراہ ہوئی۔ حضرت عباسؑ نے ان لوگوں سے سوال کیا کہ آیا تم کافر ہو یا مسلمان؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ حضرت عباسؑ بولے کہ مذہب اسلام میں کہاں جائز ہے کہ سگ و خوک اور دام و دد اور چرند و پرند تو اس دریائے سے سیراب ہوں اور پیغمبرؐ کے نور نظر و فاطمہ زہراؑ کے لخت جگر محروم رہیں۔ کیا تم کو تشنگی روز قیامت کا ذرا بھی خوف نہیں ہے۔ یہ سن کر گروہ اشقیا کے پانچ سو جوانوں نے دور سے حضرت عباسؑ پر تیر برسانا شروع کیا۔

حضرت عباسؑ نے حملہ کر کے ان میں سے اکثر کو مار گرادیا۔ اور باقی ادھر اُدھر متفرق ہو گئے۔

حضرت عباسؑ نے گھوڑے کو دریا میں ڈالا ہی تھا کہ پھر ابن سعد کے سواروں نے آکر گھیر لیا۔ حضرت عباسؑ نے دریا سے باہر نکل کر للکارا اور حملہ کر کے ان سواروں کو بھی منتشر کر دیا۔

اسی طرح کئی بار حملہ کرنے کے بعد گھاٹ پر پہنچ کر مشک پانی سے بھر لی اور داہنے ہاتھ میں مشک کو لئے ہوئے خیمے کی جانب روانہ ہوئے، ناگہاں عمر بن سعد کی فوج نے ان کو پھر چاروں طرف سے گھیر لیا اور نوفل بن ارزق شامی نے اچانک خنجر کی ایسی ضرب لگائی کہ حضرت عباسؑ علمبردار کا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ انہوں نے فوراً مشک بائیں کندھے پر رکھ لی۔ دشمنوں نے نرغہ کر کے بایاں ہاتھ قلم کر ڈالا۔

حضرت عباسؑ نے مشک کو دانتوں سے پکڑ لیا۔ اتنے میں ایک شقی نے ایسا تیر مارا کہ مشک میں سوراخ ہو گیا۔ اور جتنا پانی اس میں تھا۔ سب گر کر خاک میں مل گیا۔ حضرت عباسؑ مجروح ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اور آواز دی کہ اے بھائی اپنے بھائی کی خبر لیجیے، حضرت عباسؑ کی یہ صدا سن کر امام حسینؑ نے بے اختیار ایک آہ سرد دل پُر درد سے کھینچی اور پیادہ پا حضرت عباسؑ کے پاس جا پہنچے دیکھا کہ حضرت عباسؑ کی لاش خاک و خون میں مخلوط پڑی ہوئی اور ان کی روح خاک دان فنا سے گلستان کی جانب پرواز کر چکی ہے۔ یہ دیکھ کر امام حسینؑ پر ایسا غم و الم طاری ہوا کہ بے اختیار حضرت عباسؑ کی لاش پر گر پڑے اور رونے لگے۔

صاحب روضۃ الاحباب[1] لکھتے ہیں کہ اکثر تاریخوں میں مذکور ہے کہ اس وقت امام حسینؑ

[1] صاحب روضۃ الاحباب میفرمائد کہ در بیشتر تواریخ مذکور است کہ حضرت امام حسین بعد از شہادت عباس فرمود الآن انکسر ظہری یعنی اکنوں پشت من بشکست۔

یہ فرمار ہے تھے کہ آہ اب میری کمر ٹوٹ گئی۔
اور روضۃ الشہدا[1] میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ میرے رفقا اور اعزا شہید ہو چکے تو

---

[1] روضۃ الشہدا المخصا مذکور است کہ چوں حضرت امام حسین علیہ السلام دید کہ از یاران و برادران و خویشان کسے نماند سلاح بر خود راست کردہ خواست کہ بمیدان رود علی اکبر چوں پدر را دید کہ قصد میدان دارد فراز آمد و در دست و پائے افتادہ گفت اے پدر بزرگوار ہرگز مباد کہ من یک روز و یک ساعت و یک لحظہ و یک لمحہ بے نور دو جہاں بمانم روا مدار کہ مرا در میان ظالماں بگذاری اندکے حرب خود را توقف کن کہ من جان خود را در قدمت بازم حرم حضرت امام حسین و خواہران و دختران از خیمہا بیروں دویدند و در دست و پائے علی اکبر افتادند و در منع کردن او از محاربت مبالغہ بداد ند و حضرت امیر المومنین امام حسین می گریست و اجازت نمی فرمود علی اکبر تضرع و زاری می نمود و سوگندہا ئے و پدر میگفت و قطرات اشک از چشمہ چشم می کشاد کہ او را بحرب رخصت فرماید پس حضرت امام حسین از بسیار زاری و بے قراری بدست مبارک خود سلاح در وے پوشانید زرہ و جوشن بروئے راست کردہ و کمر بند ادیم کہ از حضرت امیر بود بر میان او بربست و مغفر فولادی بر فرقش نہاد و بر اسپ عقابش سوار گردانید اما مادر و خواہرش در عنان و رکابش در آویختند امام فرمود کہ دست از وے باز دارید کہ او قصد سفر آخرت دارد (الی ان قال) پس علی اکبر پدر و مادر و خواہر و عزیزان را وداع کردہ روئے بمیدان مصاف آوردہ او جوانی بود ہزدہ سالہ۔ بار وئے چوں آفتاب و گیسوئے مشک ناب و از روئے خلق بحضرت رسول علیہ السلام مشابہتے و مانندے تمام داشت چوں بمیدان رسید ساحت معرکہ از شعاع رخسار او منور شد و تمام سپاہ یزید و عمر ابن سعد در جمال و خوبی او متحیر ماندند و از وے پرسیدند کہ ایں جواں کیست کہ روئے بحرب آوردہ (الی ان قال) عمر بن سعد در نگریست و گفت کہ ایں پسر مہین حسین است کہ در شکل و شمائل بحضرت رسول علیہ السلام مانند و بخلق و علم بحضرت مصطفےٰ نظر دارد (الی ان قال) پس علی اکبر اسپ در عرصہ میدان بجولان در آورد و ایں رجز بر خواند۔ انا علی بن الحسین بن علی نحن و رب البیت اولی بالنبی (الی ان قال) راوی گوید کہ ہر چند علی اکبر مبارز طلبید کسی در برابر او نمی آمد شاہزادہ خود را بر لشکر مخالف زدہ و در ہر سو کہ تاخت از کشتہ پشتہ ساخت پس مراجعت نمودہ پیش پدر آمدہ گفت یا ابتاہ العطش (الی ان قال) حقا کہ اگر قطرہ آب بمن رسید و مارا ازیں قوم بری اور دے حضرت امام حسین بگریہ در آمد او را پیش خود خواند و انگشتری خود را در دہاں نہاد تا بمکید تشنگی وے تسکین یافت دیگر بار روئے بمیدان آورد (الی ان قال) درین نوبت کہ شاہزادہ مبارز طلب ابن سعد طارق بن شیث را گفت بر و سر ایں جوان از سر ما دفع ساز تا من حکومت دے موصل از عبید اللہ تو بدہم طارق گفت می ترسم کہ فرزند رسول جگر گوشہ بتول را بکشم و تو بدیں عہد وفا نکنی عمر بن سعد سوگند خورد کہ از قول و قرار خود برنگردیم و انگشتری خود بر نگردیم و انگشتری خود را بایں وعدہ باو بداد طارق انگشتری در دست کردہ و بار دے حکومت موصل روئے بمیدان حرب

(بقیہ حاشیہ ص۲۸۳ پر)

انہوں نے بنفس نفیس مسلح ہوکر میدان جنگ کا قصد کیا۔ حضرت علی اکبرؑ دوڑ کر امام حسینؑ کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ پدر بزرگوار خدا نہ کرے کہ میں بغیر آپ کے ایک دن بھی زندہ رہوں۔ آپ مجھے ان ظالموں میں نہ چھوڑیں اور اتنا توقف فرمائیں کہ میں اپنی جان آپ پر فدا کردوں حضرت علی اکبرؑ کی یہ تقریر سُن کر مخدرات عصمت روتی پیٹتی خیمے سے باہر نکل آئیں اور علی اکبرؑ کو میدان جنگ میں جانے سے مانع ہوئیں۔

امام حسین نے رو کر فرمایا کہ لخت جگر میں کس دل سے تجھے لڑنے کی اجازت دوں مگر حضرت علی اکبرؑ نے اجازت حاصل کرنے میں الحاح وزاری کے ساتھ اس قدر مبالغہ کیا کہ امام حسینؑ نے مجبور ہوکر بادل نخواستہ ان کے بدن پر ہتھیار لگائے زرہ اور جوشن پہنایا۔ حضرت علی مرتضےٰ کا کمر بند زیب کمر کرکے خود فولادی سر پر رکھا اور اسپ عقاب پر سوار کیا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت علی اکبرؑ کی ماں، بہنیں گھوڑے کی باگ اور رکاب سے لپٹ گئیں اور خون کے آنسو آنکھوں سے برسانے لگیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اب تم انہیں چھوڑ دو یہ سفر آخرت کا قصد رکھتے ہیں۔ الغرض حضرت علی اکبرؑ ماں۔ باپ۔ بہن اور اعزا سے رخصت ہوکر میدان کارزار میں پہنچے۔

راوی کہتا ہے۔ کہ حضرت علی اکبرؑ کی عمر اس وقت اٹھارہ سال کی تھی۔ ان کا چہرہ آفتاب

بقیہ صفحہ ۲۸۲: نہادہ بمقابلہ علی اکبر بایستادہ نیزہ حوالہ علی اکبر کرد شاہزادہ نیزہ او را رد کردہ نیزہ بر سینہ اش چناں زد کہ بمقدار حبہ از پشتش بیروں آمد طارق از اسپ افتاد علی اکبر مرکب خود را بر واندتا اعضائش بسم مرکب شکستہ گردید پس پسر او بحرب علی اکبر بیروں آمد و بجنگ پیوست و نیز بطعن نیزہ از مرکب در افتاد بعدہ پسر دیگرش بحرب برانگیخت و حملہ کرد علی اکبر گریبانش گرفتہ بطرف خود بکشید واز زینش وا ربود بر زمین زد کہ استخوانش درہم شکست عمر لواد لشکر بر آمد و نزدیک بود کہ از ہیبت شاہزادہ متفرق شود دائی ان قال، عمر بن سعد محکم بن طفیل و ابن نوفل را طلب نمودہ و ہر یکے را با ہزار ہزار سوار بحرب علی اکبر نامزد نمود علی اکبر چوں گروہ مخالف انبوہ دید بغرید و نیزہ کشیدہ بر ایشاں حملہ آورد و بیک حملہ آں دو ہزار سوار را پیش گرفتہ اسپ را تا بقلب دوانید۔ پس بازگشتہ پیش پدر آمد و فریاد العطش العطش برداشت حضرت امام حسین آب در دیدہ بگردانید و گفت اے جان پدر ختم محوز کردیدم از آب کوثر سیراب خواہی شد علی اکبر بدیں بشارت شاد گشتہ دیگر بارہ سوئے میدان بازگشت ناگاہ لشکر اشرار بیک بار از یمین و یسار او را افراد گرفتند و زخم بسیار بر وے زدند آخر بہ طعن نیزہ ابن نمیر و بقولے مرہ بن منقذ۔ از مرکب در افتاد و آواز داد کہ با ابتاہ ادرکنی۔ چوں آواز بگوش حضرت امام حسین رسید مرکب در تاخت و او را از میدان در ربودہ بہ در خیمہ آورد۔

کے مثال تھا۔ ان کے گیسوئے معنبر مشک خطا کو شرمندہ کرتے تھے اور لوگ انہیں جناب رسالت مآبؐ سے تشبیہ دیتے تھے۔

جب حضرت علی اکبرؑ معرصۂ قتال میں پہنچے تو میدان ان کے نور جمال سے منور ہوگیا۔ اہل شام ان کو دیکھ کر بہ نظر تحیر پوچھنے لگے کہ یہ جوان کون ہے؟ عمر بن سعد نے کہا کہ یہ حسینؑ کا فرزند ہے اور شکل و شمائل و خلق و حلم میں رسولؐ خدا سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ علی اکبرؑ نے اپنے گھوڑے کو جولان کر کے یہ شعر بطور رجز کے پڑھا ؎

انا علی بن الحسین بن علی   نحن و رب البیت اولیٰ بالنبی

راوی کہتا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے ہر چند مبارز طلب کیا۔ مگر کوئی ان کے سامنے نہ آیا علی اکبرؑ خود فوج مخالف میں گھس پڑے اور جس طرف رُخ کرتے تھے کشتوں کے ڈھیر لگا دیتے تھے۔ لڑتے لڑتے پیاس کی شدت ہوئی تو امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے۔ کہ اے بابا جان پیاس مجھے مار ڈالتی ہے۔ اگر تھوڑا پانی مل جاتا تو اس قوم جفاکار کو اسکے ظلم وستم کا مزہ چکھا دیتا۔ یہ سن کر امام حسینؑ رونے لگے اور اپنی انگوٹھی حضرت علی اکبرؑ کے منہ میں رکھ دی۔ جب ان کو انگشتری کی برکت سے گونہ سکون معلوم ہوا تو وہ پھر میدان جنگ میں پہنچ کر مبارز طلب ہوئے۔ عمر بن سعد نے طارق بن شیث سے کہا۔ کہ اگر تو اس جوان کا کام تمام کر دے تو میں تجھے رے اور موصل کی حکومت ابن زیاد سے دلا دوں۔ اس نے کہا کہ لیکن ایسا نہ ہو کہ فرزند رسولؐ کے قتل کا مرتکب ہوں اور تو پھر بھی وعدہ وفا نہ کرے ابن سعد نے قسم کھا کر اپنی انگوٹھی بطور ضمانت طارق کو دی۔ طارق انگوٹھی لے کر میدان قتال میں پہنچا اور پہنچتے ہی اس نے حضرت علی اکبرؑ پر نیزے کا وار کیا۔ علی اکبرؑ نے اس کے حملے کو رد کر کے ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پشت سے دو بالشت باہر نکل گیا اور گھوڑے سے گر کر واصل جہنم ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ اسی طرح حضرت علی اکبرؑ نے طارق کے دو بیٹوں کو بھی فی النار کیا۔ یہ حال دیکھ کر عمر بن سعد کا لشکر متزلزل ہو گیا۔ عمر بن سعد نے حکم ابن طفیل اور ابن نوفل کو ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ علی اکبرؑ سے لڑنے کو بھیجا۔ حضرت علی اکبرؑ نے نیزہ اٹھا کر ایسا شدید حملہ کیا کہ وہ سب پسپا ہو گئے۔ اتنے میں حضرت علی اکبرؑ پر پھر پیاس کا غلبہ ہوا اور وہ امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے۔ کہ اے پدر بزرگوار العطش، العطش۔ امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور انہوں نے فرمایا کہ اے جان پدر صبر کرو اب جلد آب کوثر سے سیراب ہوا چاہتے ہو۔ یہ سن کر حضرت علی اکبرؑ مکرر میدان جنگ کو سدھارے۔ ناگاہ لشکر اشقیا نے یکبارگی چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور نیزہ و تیر و شمشیر سے زخمی کرنا شروع کیا۔

نوبت باین جاں رسید کہ حضرت علی اکبرؑ ہمشکل پیغمبر ابن نمیر یا مرہ بن منقذ کے نیزے سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور گرتے ہی آواز دی کہ اے پدر بزرگوار میری خبر لیجئے۔ یہ سن کر امام حسینؑ میدان جنگ میں پہنچے اور جوان بیٹے کی لاش در خیمہ پر اٹھا لائے۔

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ مُرّہ بن منقذ نے حملہ کر کے حضرت علی اکبرؑ کو نیزے کی ضرب سے شہید کیا۔ اور دشمنان دین نے تلواروں سے ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ جب امام حسینؑ نے ان کو اس حالت سے دیکھا تو فرمایا کہ آہ اے فرزند جس قوم نے خدا اور رسولؐ کی ہتک حرمت پر دلیری کر کے تجھے قتل کیا خدا اس کو معذب و ملعون فرمائے۔ آہ اے فرزند تیرے بعد زندگانی دنیا پر خاک ہے

کتاب روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ اپنے چھوٹے بچے علی اصغرؑ کو گھوڑے پر بٹھا کر صف اعدا کے نزدیک لے گئے اور کہنے لگے۔ کہ اے قوم جفا کار تم لوگوں کے زعم میں اگر گنہگار ہوں تو میں ہوں اس بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ کاش تم اسی کو ایک گھونٹ پلا دو۔ کہ شدت تشنگی میں سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ ان سنگ دلوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر اجازت ابن زیاد کے تم کو اور تمہارے اطفال کو ایک قطرہ پانی کا نہ دیں گے۔ اسی اثناء میں حرملہ بن کاہل اسدی نے ایسا تیر مارا کہ علی اصغرؑ کے حلق سے گزر کر امام حسینؑ کے بازو پر لگا۔

تاریخ کامل[3] میں ہے کہ اس ظالم نے پہلے علی اصغرؑ کو تیر مارا پھر خنجر سے ذبح کیا۔ اور تاریخ ابن واضح[4] میں ہے کہ امام حسینؑ نے وہ تیر علی اصغرؑ کے حلق سے کھینچ کر پھینک دیا اور اس طفل معصوم کا خون بطور کفن کے اس کے بدن پر مل کر فرمایا کہ اے فرزند واللہ تیرا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقہ صالح سے

---

[1] وفی الکامل قال حمل علیه مرة بن منقذ العبدی فطعنه فصرع وقطعه الناس بسیوفهم فلما رآه الحسین قال قتل الله قوماً قتلوک یا بنی ما اجراهم علی الله و انتهاک حرمة الرسول وعلی الدنیا بعدک العفاء۔

[2] و در روضۃ الاحباب است کہ امام مظلوم علی اصغر را برافراشت و در پیش زین اسپ گرفتہ نزدیک صف سپاہ مخالف بر وقت و آواز داد کہ اے قوم اگر من در زعم شما گنہگارم ایں ابن طفل بارے ہیچ گناہ ندارد یک جرعہ آب دریغ کہ از غایت تشنگی شیر در پستان مادرش نماند و آں جفاکار سنگین دل گفتند کہ بے رخصت ابن زیاد یک قطرہ آب بر تو و فرزنداں تو نہ دہیم تا مردے از قبیلہ اسد و او را حرملہ بن کاہل گفتندے تیرے کشیدہ بسوے امام حسین انداخت قضارا آں تیر بہ حلق علی اصغر آمد گزارہ کرد و در بازوے امام حسین نشست

[3] وفی الکامل قال فرماه رجل من بنی اسد فذبحه

[4] وفی تاریخ ابن واضح قال فنزع الحسین السهم من حلقه وجعل یلطخه بدمه ویقول والله لانت اکرم علی الله من الناقة ولمحمد صلعم اکرم من صالح

بڑھ کر ہے جس طرح تیرے جد امجد محمد مصطفیٰ کا رتبہ صالح پیغمبر سے بالاتر ہے۔ اور تاریخ ابن جریر طبری[1] میں ہے کہ پھر فرمایا بار الٰہا اگر اس وقت میری نصرت تیری مصلحت کے خلاف ہے تو میرے مصائب کو موجب زیادتی ثواب آخرت فرما اور ان ظالموں سے میرا انتقام لے۔

اور روضۃ الصفا[2] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے اپنی تلوار سے تھوڑی زمین کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کر دیا روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ جب علی اصغرؑ تک بہتر شخص شہید ہو چکے تو مردوں میں سوا حضرت زین العابدینؑ کے اور کوئی شخص امام مظلوم کے ساتھ باقی نہ رہا اور بعض کتب تاریخیہ مثلاً حبیب السیر اور روضۃ الصفا وغیرہما سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت محمد باقرؑ فرزند حضرت زین العابدینؑ بھی کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ تھے۔

اور روضۃ الاحباب[4] میں ہے کہ اس وقت حضرت زین العابدینؑ کی عمر تیئیس ۲۳ سال کی تھی حضرت محمد باقرؑ کی عمر تین سال تھی۔ روضۃ الشہدا[5] میں ہے کہ جب حضرت زین العابدینؑ نے دیکھا کہ والد بزرگوار تنہا رہ گئے تو بے اختیار خیمے سے باہر نکل آئے اور نیزہ اٹھا کر میدان جنگ کے عازم ہوئے باوجود کہ ان کا بدن بیماری اور شدت ضعف کی وجہ سے کانپ رہا تھا جب امام حسینؑ نے ان کو میدان جنگ کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تو بعجلت ان کے پاس پہنچ کر فرمانے لگے کہ واللہ اے جان پدر بس لوٹ چلو لڑنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ یہ فرما کر دست گرفتہ ان کو خیمے میں واپس لائے اور سامنے بٹھا کر ان

[1] و فی تاریخ ابن جریر ثم قال رب ان تکن حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذلک لما هو خیر و انتقم من هولاء الظالمین۔

[2] و در روضۃ الصفا است کہ بہ شمشیر خویش مقداری از زمین کند و آں پسر را دفن کرد [3] و در روضۃ الاحباب است کہ تا علی اصغر ہفتاد و دو تن شربت شہادت چشیدند و رخت زندگانی بدار البقا کشیدند یا امام حسین ہیچ نماند غیر از زین العابدین و از بعض کتب تاریخیہ مثلاً حبیب السیر و روضۃ الصفا وغیرہما مستفاد می شود کہ حضرت محمد باقر پسر حضرت زین العابدین ہم با امام حسین در کربلا موجود بود [4] و در روضۃ الاحباب است کہ درآں وقت عمر حضرت زین العابدین بست و سہ سال و عمر حضرت محمد الباقر سہ سالہ بود۔ [5] و در روضۃ الشہدا است کہ چوں زین العابدین پدر را تنہا دید از خیمہ بیروں دوید و نیزہ بر داشت و خواست کہ بہ مصاف رود اما از غایت رنجوری و بیماری کہ متواتر می کشید و از ضعف بے نہایت و ناتوانی بے غایت بدن مبارکش می لرزید با چنیں حالے روی بمیدان نہاد چوں چشم امام حسین علیہ السلام بروئے افتاد کہ بمصاف می رود در عقبش بہ تعجیل روان گشت و گفت اللہ اللہ اے جان پدر باز می گرد بہ حرب شتابی مکن پس دست او بگرفت و در خیمہ گاہ باز آورد و پیش خود بنشاند گفت اے پسر من از جد و پدر و مادر تو شنیدہ ام کہ نسل من از تو باقی باشد تو پدر ائمہ اہل بیت خواہی بود و نسل تو تا قیامت منقطع نخواہد شد اکنوں من ترا وصی خود کردہ بر سر اہل بیت می گزارم و عورات و امانتے کہ از جد و پدر بمن رسیدہ است بہ تو می سپارم۔

نے کہا کہ اے فرزند میں نے اپنے والدین اور جد امجد سے سنا ہے کہ میری نسل تمہیں سے باقی رہے گی۔ تم پدر ائمۂ اہل بیت ہو اور تمہاری نسل انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک منقطع نہ ہوگی۔ اب میں تم کو اپنا وصی قرار دے کر اہل بیت رسالت کو تمہاری نگرانی میں چھوڑتا ہوں اور جو امانتیں اَب وجد سے مجھے ملی ہیں تم کو سپرد کرتا ہوں۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے وہ تمام علوم جو سوا اہل بیت رسالت کے کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ حضرت زین العابدین کو سپرد فرمائے اور پرہیزگاری و رضائے مولیٰ کی وصیت فرمائی نیز کتاب موصوف میں ہے کہ امام حسینؑ کے بعد حضرت زین العابدینؑ کی امامت ان کے آبائے طاہرین کی وصیت کے مطابق تھی۔ کتاب روضۃ الشہدا[2] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے قبائے خضر مصری زیب بدن فرمائی۔ جناب رسول خداؐ کا عمامہ سر پر باندھا۔ سیّد الشہدا حمزہ کی سپر پشت پر لگائی۔ پدر بزرگوار کی شمشیر ذوالفقار حمائل کی اور اسپ ذوالجناح پر سوار ہو کر میدان جنگ میں تشریف لائے۔ اور صواعق محرقہ[3] میں ہے کہ اس وقت امام حسینؑ یہ اشعار بطور رجز پڑھ رہے تھے (ترجمہ اشعار) میں فرزند ہوں علیؑ کا جو بنی ہاشم میں بہتر تھے۔ میرے فخر کو یہی کافی ہے کہ میرے جد امجد خدا کے رسولؐ اور افضل ترین مخلوق ہیں۔ ہم زمین پر خدا کے چراغ روشن ہیں میری ماں فاطمہؑ بنت محمدؐ اور میرے چچا جعفر ہیں جو ذوالجناحین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ ہم اہل بیت رسالت ہی میں خدا کی برحق کتاب نازل ہوئی اور وحی الٰہی و ہدایت و امر خیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔"

روضۃ الشہدا[4] میں ہے کہ اس رجز کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قوم اس خدا سے ڈرو جو رات کو

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ پس ہمہ علوم کہ غیر از ائمہ اہل بیت کسی را بر آں اطلاع نیست بدو سپرد و بہ تقویٰ و طلب رضائے مولیٰ وصیت کرد و ہم دراں کتاب است کہ جلوس آں مہر سپہر کرامت بر مسند امامت بموجب وصیت آبائے بزرگوارش مقرر بود [2] و در روضۃ الشہدا است کہ پس قبائے خز مصری در پوشید و عمامہ رسول خدا را بر سر بست و سپر حمزہ سیّد الشہدا بر پشت افگند و ذوالفقار پدر بزرگوار حمائل کرد بر اسپ ذوالجناح سوار شدہ آہنگ میدان کرد۔

[3] و فی الصواعق قال وانشد یقول: انا ابن علی الخیر من آل ھاشم کفانی بھذا مفخر حین افخر × وجدی رسول اللہ اکرم من مشی × و نحن سراج اللہ فی الارض یزھر × فاطمۃ امی سلالۃ احمد × و عمی سیدی ذو الجناحین جعفر × وفینا کتاب اللہ انزل صادقا وفینا الھدیٰ والوحی والخیر یذکر۔

[4] و در روضۃ الشہدا است کہ پس گفت اے قوم بترسید حق سبحانہ را کہ شب بروز آورد و بمیراند و زندہ گرداند و روزی دہد جان تان اگر بخدا اقرار دارید و بر رسول او محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جد من است تصدیق می کنید بر من ستم مکنید و بیداد روا مدارید و براندیشید از آں کہ فردا در عرصات قیامت جد و پدر و مادر من بر شما خصم کنندہ اینک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۸ پر)

ہون کرتا ہے مارتا ہے جلاتا ہے اور روزی دیتا ہے۔ دیکھو اگر خدا کے قائل ہو اور رسول خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ تو مجھ پر ظلم نہ کرو۔ کیوں کہ میں اسی رسول کی ذریت ہوں۔ اے قوم کیا تم کو اس کا خوف نہیں ہے کہ قیامت کے دن میرے والدین اور جد امجد تم سے خصومت کریں گے بہتر جانیں میرے اصحاب و اعزا و اولاد کی تم نے ضائع کیں اور اب میرے قتل کے درپے ہو۔ اگر تمہاری نزاع حصول سلطنت کے لئے ہے تو مجھے راستہ دے دو۔ حبشہ یا ترکستان کی طرف چلا جاؤں اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو تھوڑا پانی دے دو کہ میرے اہل و عیال کی حالت شدت تشنگی سے تباہ ہو رہی ہے پانی دے دو گے تو میں بروز قیامت تمہارے ظلم و ستم کے متعلق کوئی مخاصمت نہ کروں گا۔ اور اگر تم یہ کوئی بات نہ مانو اور اپنی حرکت سے باز نہ آؤ تو جو خدا کی مرضی ہے اس پر ہر طرح صابر و شاکر ہوں امام حسینؑ کا یہ کلام سن کر شمر ذی الجوشن اور شیث بن ربیع امام حسینؑ کے برابر آکر کہنے لگے۔ کہ اے ابن ابی تراب بات کو طول نہ دو اور تکبر کو دماغ سے نکال ڈالو۔ تاکہ ہم تمہیں عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے چلیں اور تم یزید کی بیعت کر کے اس مہلکے سے نجات پاؤ ورنہ ہم تم کو اسی حالت سے رکھیں گے اور پیاس تمہیں ہلاک کر ڈالے گی۔۔ امام حسینؑ نے ان کی سنگدلی اور بے حیائی دیکھ کر اپنا سر جھکا لیا۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ پھر عمر بن سعد نے اپنے سپاہیوں کو آواز دی کہ حسینؑ کی باتوں میں نہ پڑو اور چاروں طرف سے ان کو گھیر کر تیر برساؤ۔ پس تقریباً پندرہ ہزار آدمیوں نے تیر باری شروع کی یہ حال دیکھ کر امام حسینؑ میدان قتال سے خیمہ میں چلے آئے اور روضۃ الشہدا[2] میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ دشمنوں کا عناد ترقی کرتا جاتا ہے اور یہ لوگ خصومت سے باز نہیں آتے تو دوبارہ میدان جنگ میں آکر دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۷ ۔ ہفتاد و تن از برادران و خویشاں و اصحاب و اولاد و موالیان مرا بکشتید و اکنوں قصد ما دارید کہ بکشید اگر نزاع شما از مملکت است سر راہ مرا بگزارید تا بہ حبشہ یا بہ ترکستان بروم و اگر راہ نمی دہید مرا قدرے آب دہید کہ بچگان و عیال مرا از تشنگی بے حال خراب است و ابتر و جگر کباب تر است تا فردائے قیامت بہ شما خصمی نکیم و اگر چنیں نہ کنید و اگر حرکت خود باز نہ آئید۔ رضینا بقضاء اللہ (الی ان قال) پس شیث بن ربیع در برابر حضرت امام حسین آمدہ گفتند یا ابن ابی تراب قصہ کوتاہ کن و ایں تکبر از سر برہنہ و بیا تا پیش عبیداللہ ابن زیاد بریم تا بیعت یزید کنی و ازیں مہلکہ خلاصی یابی والا ترا ہمیں وجہ می داریم تا از تشنگی ہلاکت شوی۔ حضرت امام حسین از بے حیائی ایشاں سر مبارک در پیش انداخت (دحاشیہ صفحہ ۲۸۹) [1] و در روضۃ الاحباب است کہ عمر بن سعد بانگ بر لشکریاں زد کہ مگزارید حسین را سخن گفتن و پیرامن او در آمدہ بر وے تیر باراں کنید قریب پانزدہ ہزار کس تیر در کمان کردند و یکبارگی از شست رہا کردند امام برگشتہ بخیمہ خود باز آمد [2] و در روضۃ الشہدا است کہ امام مظلوم چوں دید کہ اہل عناد و لشکر در میدان انکار و جدال می اگرائید و از عداوت و خصومت باز نمی آئید دیگر بارہ روئے بمیدان نہادہ در میدان دو صف آمد۔

اور سر الشہادتین[1] و مقتل ابی مخنف میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے اتمام حجت کے لئے استغاثہ فرمایا آیا کوئی ایسا ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے آیا کوئی ہے جو حرم رسولؐ کی حفاظت اور ہماری اعانت و نصرت کرے اور آیا کوئی ایسا ہے جو حرم رسولؐ کو بچائے۔ روضۃ الاجباب[2] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے دریا کا قصد کیا۔ کیوں کہ وہ بے انتہا پیاسے تھے۔ شمر نے اپنے لشکر کو پکار کر کہا دیا کہ دیکھو حسینؑ پانی نہ پینے پائیں اگر تھوڑا بھی پانی پی لیں گے تو تم میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ یہ سنتے ہی لشکر شام امام حسینؑ اور فرات کے بیچ میں حائل ہوگیا۔ امام حسینؑ نے گھوڑے کو جولاں کر کے ایسی شمشیر زنی فرمائی کہ تین بار صف اعدا کو درہم و برہم کر دیا اور لب آب پہنچ گئے لیکن جیسے ہی انہوں نے گھوڑے کو دریا میں ڈال کر پانی پینے کا ارادہ کیا تھا ایک شامی نے آواز دی کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو اور فوج مخالف تمہارے خیموں میں جاکر عورات کو لوٹ رہی ہے یہ آواز سنتے ہی امام حسینؑ پانی پھینک کر فوراً خیمے کی طرف واپس آئے مگر یہاں آکر دریافت کیا تو اس خبر کی کچھ اصلیت نہ پائی اور سمجھے کہ دشمنوں نے مکاری کی ہے اور مقتل ابی مخنف[3] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے ندا کی کہ اے ام کلثومؑ و اے زینبؑ و اے سکینہؑ تم سب کو میرا سلام آخری پہنچے یہ سن کر حضرت ام کلثومؑ چیخ اٹھیں اور کہنے لگیں کہ اے بھائی کیا آپ مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن کیوں کر وہ شخص مرنے پر آمادہ نہ ہو جس کا کوئی ناصر ہے نہ مددگار۔

---

[1] وفی السر الشہادتین و المقتل لابی مخنف قال فصاح عند ذلک الحسین علیہ السلام وقال اما من مغیث یغیثنا اما من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ صلعم اما من معین یعیننا امن ناصر ینصرنا اما من محام عن حرم رسول اللہ صلعم۔

[2] در روضۃ الاجباب است کہ پس آہنگ آب کردہ بسیار۔ تشنہ بود شمر بانگ بر لشکر زد کہ زنہار مگذارید کہ حسین آب خورد اگر او یارہ آبے بنوشد از ما یکے را زندہ نگزارد پس لشکر غلبہ کردند و میان امام حسین و آب فرات حائل شدند (الی ان قال) امام حسین ایں چنیں مرکب برانگیخت و بچناں تیغ بر مخالفاں چوں برگ خزاں میریخت ناصف لشکر را سہ بار بدرید و در لب خود کشادہ در جوے فرات راند و کفے آب گرفتہ خواست کہ شاید یکے آمدہ آواز داد کہ اے حسین تو آب میخوری و لشکر در خیمہ ہائے تو در آمدہ عورات را غارت می کنند امام را ازیں سخن غیرت آمد آب را بریخت و اسپ را بجانب خیمہ گاہ برانگیخت و چوں بہ در خیمہ رسید کسے را نہ دید دانست کہ ایں سخن بہ مکر و غدر و گفتہ بود۔

[3] وفی مقتل ابی مخنف قال نادی یا ام کلثوم و یا زینب و یا سکینۃ علیکن منی السلام فصاحت ام کلثوم وقالت یا اخی قد استسلمت للموت فقال یا اختاہ کیف لا یستسلم للموت من لا ناصر لہ ولا معین۔

اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ اس کے بعد امام حسینؑ نے حضرت زین العابدینؑ کو لپٹا کر پیار کیا۔ اور کہا کہ اے فرزند جب مدینے واپس جانا تو میرے دوست داروں کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ جب تم رنج غربت میں مبتلا ہو تو میرے مصائب غربت کو یاد کرو اور جب خوش گوار پانی پیو تو میری پیاس کو نہ بھولو۔

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری[2] میں بروایت احمد بن حنبل مروی ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جس شخص کی آنکھیں ہمارے غم میں اشک بار ہوں یا جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کر کے ایک قطرہ آنسو کا بہائے خدا اس کو جنت عطا کرے گا۔

مورخ ابن اثیر[3] تاریخ کامل میں لکھتا ہے کہ امام حسینؑ پر پیاس کی ایسی شدت ہوئی کہ حضرتؑ پانی پینے کے قصد سے پھر لب فرات پہنچے ناگہانی حصین بن نمیر نے ایسا تیر لگایا کہ دہان مبارک زخمی ہو کر اس سے خون بہنے لگا۔

امام حسینؑ خون کو چلو میں لے کر آسمان کی جانب پھینکتے تھے اور بعد حمد و ثنائے الہی فرماتے تھے کہ اے پروردگار میں تجھ سے ان ظالموں کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبیؐ کے نواسے پر یہ ظلم و ستم کر رہے ہیں۔

اور تاریخ ابن جریر طبری[4] میں ہے کہ اس اثنا میں ایک کم عمر صاحب زادے نے خیمے سے امام حسینؑ

---

[1] در روضۃ الاحباب است کہ پس زین العابدین را در بر گرفت و در دے او را بوسہ داد و گفت اے پسر چوں بمدینہ باز روی دوستداراں را سلام من برسانی و بگوئی کہ پدرم حسین فرمودہ است کہ ہر گاہ کہ برنج و غربت مبتلا شوید از غریبے من یاد دارد۔ وچوں آب خوش خورید از لب تشنہ و جگر تفنیدہ من براندیشد۔

[2] وفی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ للملا علی قاری قال اخرج احمد فی المناقب عن منذر قال کان حسین یقول من دمعت عیناہ فینا دمعۃ او قطرت عیناہ قطرۃ اٰتاہ اللہ عزوجل الجنۃ [3] قال ابن الاثیر فی الکامل واشتد عطش الحسین فدنا من الفرات لیشرب فرماہ حصین بن نمیر سہمًا فوقع فی فمہ فجعل یتلقی الدم بیدہ ورمی بہ الی السماء ثم حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اللھم انی اشکو الیک مایصنع بابن بنت نبیک [4] وروی ابن جریر الطبری واقبل الی الحسین غلام اھل فاخذتہ اختہ زینب لتحبسہ فقال لھا الحسین احبسیہ فابی الغلام وجاء الی الحسین فقام الی جنبہ وقد اھوی بحر بن کعب الی الحسین بالسیف فقال الغلام یا ابن الخبیثۃ اتقتل عمی فضربہ بالسیف فاتقاہ الغلام بیدہ فاطنھا الا الجلدۃ فاذا یدہ معلقۃ فنادی الغلام یا اماہ فاخذہ الحسین (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کے پاس آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت زینبؑ نے روکا اور امام حسینؑ نے بھی فرمایا۔ کہ اس لڑکے کو یہاں نہ آنے دو۔ مگر وہ صاحبزادہ کسی طرح نہ رکا اور امام حسینؑ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ ناگہاں بحر بن کعب امام حسینؑ پر حملہ کرنے کو آگے بڑھا یہ دیکھ کر اس صاحبزادے نے بحر بن کعب سے کہا کہ اے پسر زن خبیثہ کیا تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ بحر نے ایسی تلوار لگائی کہ صاحبزادے کا ہاتھ کٹ گیا صرف تھوڑی سی جلد نہ کٹی تھی جس کی وجہ سے ہاتھ لٹکنے لگا۔ صاحبزادے نے صدائے ایاماہ بلند کی۔

امام حسینؑ نے گود میں اٹھا لیا اور رو کر فرمایا کہ اے فرزند صبر کر خدا تجھے تیرے آبائے صالحین جناب رسالت مآبؐ اور علی بن ابی طالبؑ اور حمزہؓ اور جعفرؓ اور حسنؑ بن علیؑ صلوٰۃ اللہ علیہم سے جلد لاحق کرنے والا ہے۔ حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے اس وقت امام حسینؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بارالٰہا ان لوگوں کو برکات ارضی و سماوی سے محروم رکھ اور اگر یہ لوگ اس وقت تک چین سے رہے تو ان میں تفرقہ ڈال کر مختلف فرقے پیدا کردے اور ان کے حاکموں سے کبھی راضی نہ ہو۔ اور تاریخ کامل[۱] میں ہے کہ پھر امام حسینؑ نے ایک زیر جامۂ کہنہ منگایا اور اس

(بقیہ حاشیہ ص۲۹۰) فضمه الى صدرة وقال يا ابن اخى اصبر على ما نزل بك فان الله يلحقك بآبائك الصالحين برسول الله وعلى بن ابى طالب وحمزة وجعفر والحسن بن على صلى الله عليه وعليهم اجمعين (الى ان قال) عن حميد بن مسلم قال سمعت الحسين يومئذ وهو يقول اللهم امسك عنهم قطر السماء و بركات الارض اللهم فان متعتهم الى حين ففرقهم فرقا واجعلهم طرائق قددا ولا ترض عنهم الولاة ابدا ۔ه وفى الكامل قال دعا الحسين بسراويل و بن فضرزه و نكثه لئلا يسلبه (الى ان قال) وحمل الناس عليه عن يمينه وشماله فحمل على الذين عن يمينه فتفرقوا ثم حمل على الذين عن يساره فتفرقوا فوالله ما رأى مكثورا قط قد قتل ولده واهل واصحابه اربط جاشا منه ولا امضى جنانا منه والله ان كانت الرجالة لتنكشف عن يمينه وشماله انكشاف المعزى اذا شد فيها الذئب فبينما هو كذلك اذ اخرجت زينب وهى تقول ليت السماء انطبقت على الارض وقد دنا عمر بن سعد فقالت يا عمر اتقتل ابا عبد الله وانت تنظر فدمعت عيناه حتى سالت دموعه على خديه ولحيته وصرف وجهه عنها وكان على الحسين جبة من خز وكان معتما مخضوبا بالوسمة وقاتل راجلا قتال الفارس الشجاع (الى ان قال) فنادى شمر فى الناس ويحكم ما تنتظرون بالرجل اقتلوه فحملوا عليه من كل جانب فضرب زرعة بن شريك على

عاتقه۔

کو جا بجا سے چاک کر کے پہنا تا کہ ان کی شہادت کے بعد دشمن اس کے لینے کی طمع نہ کریں۔ اتنے میں دشمنوں نے دونوں جانب سے امام حسینؑ کو گھیر لیا۔

امام حسینؑ نے داہنی جانب والوں پر ایسا حملہ کیا کہ اس پوری جماعت کو تتر بتر کر دیا۔ بعد ازاں بائیں طرف والوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ ان سب کو مار کر متفرق کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ واللہ میں نے امام حسینؑ سے زیادہ ثابت قدم اور قوی دل کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جو ہر طرح مغلوب ہو چکا ہو اور جس کے بھائی بھتیجے بیٹے[۱] عزیز اور رفیق سب قتل ہو گئے ہوں۔ بخدا عمر بن سعد کے لشکر والے امام حسینؑ کے حملوں سے داہنے بائیں اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑیے کے حملے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت زینبؑ یہ کہتی ہوئی خیمے سے باہر نکل آئیں کہ کاش اس وقت آسمان زمین پر گر پڑتا۔

بعد ازاں عمر بن سعد سے کہنے لگیں کہ ہائے ابو عبداللہ الحسینؑ قتل کئے جا رہے ہیں اور تو دیکھتا ہے یہ سن کر عمر بن سعد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے حضرت زینبؑ کی جانب سے اپنا منہ پھیر لیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت امام حسین خز مصری کی عبا پہنے اور سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ان کے بالوں میں وسمے کا خضاب تھا اور وہ پیادہ پا اس طرح لڑ رہے تھے۔ جس طرح بڑا بہادر سوار لڑتا ہے یہ دیکھ کر شمر نے اپنے لشکر کو ڈانٹا اور کہا وائے ہو تم پر کہ شخص واحد کے قتل میں اس قدر دیر کرتے ہو جلد حسینؑ کا کام تمام کرو۔ یہ سن کر سب نے ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ اور زرعہ بن شریک نے امام حسینؑ کے دست و بازو پر تلوار کے وار کئے اور حبیب[۱] السیر میں ہے کہ پھر ایک شقی نے ایسا پتھر مارا کہ امام حسینؑ کی پیشانی مجروح ہو گئی اور خون بہنے لگا۔ حضرتؑ اس کو صاف کرنا چاہتے تھے کہ دفعتاً اسی مقام پر کسی بدبخت نے تیر مارا۔ امام حسینؑ نے جب اس تیر کو کھینچ لیا تو زخم سر سے اس طرح خون جاری ہوا۔ جس طرح پرنالے سے پانی بہتا ہے امام حسینؑ نے وہ خون اپنے منہ پر مل کر فرمایا کہ اسی ہیئت سے اپنے جد امجد محمد مصطفےٰ سے ملاقات کروں گا۔

تاریخ کامل[۲] میں ہے کہ اسی حالت میں سنان ابن انس نخعی نے حملہ کر کے ایسا نیزہ مارا کہ امام حسینؑ گر پڑے۔ سنان نے گھوڑے سے اتر کر سر مبارک کو جد اطہر سے جدا کیا اور خولی کو دیدیا۔

---

[۱] ودر حبیب السیر است کہ سنگے بر پیشانی آنحضرت آمدہ شکست می خواست کہ خوں را پاک سازد کہ ناگاہ تیرے دیگر برسید امام حسینؑ آں تیر را بیروں کشید خون از سر آں زخم چوں آب از میزاب در سیلاب آمد آں سرور دست پر خوں بر سر و روئے ہمایوں مالیدہ فرمود کہ بایں ہیئت یا جد خود محمد رسول اللہ صلعم ملاقات خواہم کرد [۲] قال ابن الاثیر فی الکامل وحمل علیہ فی تلک الحال سنان بن انس النخعی فطعنہ بالرمح فوقع (الی ان قال) فنزع الیہ فاحتز راسہ و دفعہ الی خولی۔

اور حیوٰۃ الحیوان دمیری میں ہے کہ امام حسینؑ کے قتل کا مرتکب شمر ذی الجوشن ہوا تھا۔[1] نیز روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ جب امام حسینؑ گر پڑے تو شمر بد گوہران کے سینۂ اطہر پر چڑھ بیٹھا۔ امام حسینؑ نے آنکھیں کھول دیں اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ شمر ذی الجوشن۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ دامن زرہ کو اپنے چہرے سے ہٹا۔ شمر نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ امام حسینؑ نے کہ اس کے دانت سور کے دانتوں کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے شمر سے فرمایا کہ اپنا سینہ کھول۔ اس نے سینہ کھول دیا۔ امام نے شمر کے سینے پر برص کے داغ دیکھ کر فرمایا کہ سچ کہا تھا رسول اللہ نے اے شمر تو جانتا ہے کہ آج کون دن ہے؟ اس نے کہا کہ روز جمعہ اور عاشورہ محرم ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے یہ کیا وقت ہے؟ شمر نے کہا کہ ہاں خطبہ اور نماز جمعہ پڑھنے کا وقت ہے امام حسینؑ نے کہا اے شمر اس وقت خطیبان امت رسولؐ منبروں پر خدائے پاک کی حمد و ثنا اور میرے نانا کی مدح کرتے ہوں گے اور تو میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہا ہے اے شمر جس سینے پر تو نے اپنے پاؤں رکھے ہیں اُسی پر رسول خداؐ اپنا منہ رکھا کرتے تھے۔ اور جس حلق پر تو نے خنجر رکھا ہے۔ جناب رسالت مآبؐ اس کو بوسہ دیا کرتے تھے اے شمر اس حالت

---

[1] و فی حیوۃ الحیوان الدمیری قال کان الذی باشر قتلہ الشمر بن ذی الجوشن۔

[2] و در روضۃ الاحباب است کہ شمر بن ذی الجوشن پیش دستی کردہ بیامد و بر سینہ مبارک آں حضرت بر نشست حسین رضی اللہ عنہ دیدہ باز کردہ پرسید کہ تو کیستی گفت کہ منم شمر بن ذی الجوشن امام فرمود دامن زرہ از روئے خود بردار شمر علیہ اللعنۃ روی ناپاک خود برہنہ کرد امام حسین دید کہ دندانہائش بدنداں خوک مانند واز دہن او بدر آمدہ است پس فرمود کہ سینہ خود برہنہ کن پس چوں جامہ برداشت دید کہ بر سینہ داغ برص وارد فرمود صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ اے شمر ہیچ میدانی کہ امروز کدام روز است گفت روز جمعہ است و یوم عاشورا فرمود کہ می شناسی کہ ایں ساعت چہ ساعت است گفت آرے وقت خطبہ و نماز گذاردن ست شاہزادہ گفت دریں خطیبان امت جدم بر بالائے منبر خطبہ حمد و ثنائے خداوند سبحانہ می خوانند و نعت جد بزرگوارم گویند تو با من دریں ساعت ایں کار می کنی اے شمر حضرت رسول اللہ روے مبارک خود بر سینہ من نہادہ است و تو براں پائے می نہی۔ و بوسہ بر حلق من زدہ است و تو براں تیغ نہادہ خدائے سبحانہ می بیند روح انبیاء دریں جا حاضر اند و من روے بہتر زکریا علیہ السلام بر دست راست خود می بینم در دست یحییٰ معصوم بجانب جیب خود مشاہدہ می کنم اے شمر بے حیائی کمن و زمانے از سر سینہ من برخیز تا من روئے بقبلہ آرام دانشتہ دوگانہ بگزارم (الیٰ ان قال) شمر علیہ اللعنۃ از سینہ شاہزادہ آں مقدار قوت داشت کہ بنشست و رو بقبلہ آورد بہ و نماز مشغول شدہ بہ سجدہ رفت شمر لعین مقدارے صبر نہ کرد کہ امام حسین نماز را تمام کند وہم در سجدہ اول آں حضرت را شربت شہادت چشانید

کو خدا دیکھ رہا ہے اور ارواح انبیا بھی حاضر ہیں۔ میں اس وقت اپنے داہنے ہاتھ کی طرف زکریا پیغمبر کو بائیں ہاتھ کی جانب یحییٰ بن زکریا کو دیکھ رہا ہوں۔ اے شمر بے حیا تو تھوڑی دیر کے لیے ترک کرکے میرے سینے سے اتر تو میں قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز ادا کروں۔ شمر بے حیا امام حسینؑ کے سینے سے جو سفینہ علم الٰہی تھا اتر آیا (اور حضرت رو بقبلہ ہو کر نماز میں مشغول ہوئے مگر افسوس شمر نے اتنا بھی صبر نہ کیا کہ امام حسینؑ نماز کو تمام کر لیتے۔ سجدۂ اوّل ہی میں اس نے سر مبارک کو تن سے جدا کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تاریخ ابن[1] جریر طبری میں ہے کہ امام حسینؑ کے جسم پر تیروں کے زخم کے علاوہ تینتیس ۳۳ زخم نیزے کے اور چونتیس ۳۴ زخم تلوار کے لگے تھے۔

اور کتاب[2] الخطط والآثار مقریزی میں ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کا لباس دشمنوں نے اتار لیا۔ حتےٰ کہ زیر جامہ تک بدن پر نہ رہنے دیا۔

اور تاریخ کامل[3] میں ہے کہ یزیدیوں نے امام حسینؑ کا مال و متاع لوٹ لیا۔ حتےٰ کہ مخدرات کے سروں کی چادریں بھی چھین لیں۔

بعد ازاں شمر نے امام زین العابدینؑ کے قتل کا قصد کیا تو حمید بن مسلم نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا سبحان اللہ کیا تو اس مریض لڑکے کو قتل بھی کرے گا۔ اتنے میں عمر بن سعد نے آکر کہا کہ عورتوں کے خیمے میں کوئی نہ جائے اور نہ اس مریض لڑکے سے متعرض ہو اس کے بعد عمر بن سعد نے اپنے رفقا کو آواز دی کہ تم میں کون ایسا ہے جو حسینؑ کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرے۔ یہ سن کر دس آدمی اس حرکت قبیح پر آمادہ ہو گئے۔

اور حبیب[5] السیر میں ہے کہ عمر بن سعد نے دس آدمیوں کو حکم دیا کہ حسینؑ کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں

---

[1] وفی تاریخ ابن جریر قال وجد بالحسین ثلاث وثلثون طعنة واربع وثلثون ضربة غیر الرمیة [2] وفی الخطط المقریزی قال وسلب الحسین ما کان علیه حتی سراویله [3] وفی الکامل قال ونهبوا ثقله ومتاعه وما علی النساء حتی ان کانت المرأة لتنزع ثوبها من ظهرها فیوخذ منها (الی ان قال) ثم انتهوا الی علی بن الحسین[4] زین العابدین فاراد شمر قتله فقال له حمید بن مسلم سبحان الله اتقتل الصبیان وکان مریضا وجاء عمر بن سعد فقال لا یدخلن بیت هذه النسوة احد ولا یعرض لهذا الغلام المریض ثم نادی عمر بن سعد فی اصحابه من ینتدب الی الحسین فیوطئه فرسه فانتدب عشرة [5] ودر حبیب السیر است کہ عمر بن سعد دہ سوار را گفت تا اسپ بر جسد مطہر ش رانندند۔

سے روند ڈالیں۔

اور تاریخ خمیس[1] میں ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے تو عمر بن سعد کے حکم سے دشمنوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر امام حسینؑ کے جسد اطہر کو پامال کر ڈالا۔ اور سر الشہادتین[2] میں ہے کہ عمر بن سعد اور شمر کے حکم سے چند نفر نے گھوڑوں پر سوار ہو کر امام حسینؑ کے جسم کو پامال کیا۔

نیز تاریخ ابوالفدا[3] میں ہے کہ عمر بن سعد کے حکم سے سواروں کی ایک جماعت نے امام حسینؑ کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا۔

تاریخ ابن واضح[4] میں ہے کہ امام حسین کے واقعہ شہادت پر مدینے میں سب سے پہلے حضرت اُم سلمہ نے نوحہ و بکا کیا۔ کیوں کہ رسول مقبولؐ نے ان کو ایک شیشہ پُر از خاک کربلا دے کر فرمایا تھا کہ جس وقت یہ مٹی خون تازہ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسینؑ شہید ہوئے چنانچہ جب وہ خاک خون ہو گئی تو حضرت اُم سلمہؓ نے واحسینا کی صدا بلند کی اور ان کا واویلا سُن کر عورات مدینہ میں ایسا کہرام برپا ہوا کہ کبھی نہیں سُنا گیا تھا۔

مستدرک[5] حاکم و دلائل النبوۃ بیہقی میں حضرت اُم سلمہ سے مروی ہے کہ جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں اس حال سے دیکھا کہ رو رہے ہیں اور آپ کے سر اور ریش مبارک کے بال خاک آلودہ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یا رسولؐ یہ کیا حال ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی میں مقتل حسینؑ پر گیا تھا۔

---

[1] وفی الخمیس قال لما قتل الحسین امر عمر بن سعد نفرا فرکبوا خیلهم واوطاء والحسین [2] وفی السر الشهادتین قال امر عمر سعد و شمر نفرا فرکبوا خیلا اوطاء والحسین [3] وفی تاریخ ابی الفدا قال فامر عمر بن سعد جماعة فوطئوا صدر الحسین وظهره بخیولهم [4] قال ابن الواضح فی تاریخه کان اول صارخة صرخت فی المدینة ام سلمة زوج رسول الله صلعم کان دفع الیها قارورة فیها تربة وقال لها ان جبریل اعلمنی ان امتی تقتل الحسین واعطانی هذه التربة وقال لی اذا صارت دما عبیطا فاعلمی ان الحسین قد قتل وکانت عندها فلما حضر ذلك الوقت رأتها قد صارت دما فصاحت واحسیناه فیتصارخن النساء من کل ناحیة حتی ارتفعت المدینة بالرجة التی ما سمعها بمثلها قط [5] واخرج الحاکم فی المستدرك والبیهقی فی الدلائل عن ام سلمة قالت رایت رسول الله فی المنام وعلی راسه ولحیته التراب وهو یبکی فقلت مالك یا رسول الله فقال شهدت مقتل الحسین آنفًا

اور صواعق محرقہ[1] میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے میں نے یہ آواز غیبی سُنی کہ اے حسینؑ کے قتل کرنے والو تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو۔ تم لوگ سلیمان اور موسےٰ اور عیسےٰ کی زبانوں پر ملعون ہوئے۔" ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں یہ سُن رونے لگی اور جس شیشے میں خاک کربلا تھی اس پر نگاہ کی تو دیکھا کہ اس کے ذرات سے خون تازہ جاری ہے۔

اور مسند احمد[2] و دلائل النبوۃ بیہقی میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ کو اس حالت سے دیکھا کہ آپ کے بال پریشان اور غبار آلودہ ہیں اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشہ خون سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیسا خون ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ خون حسینؑ اور اس کے رفقا کا ہے جس کو اس شیشہ میں اٹھا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ امام حسینؑ اسی روز شہید ہوئے جس روز میں نے یہ خواب دیکھا تھا۔ مورخ ابن اثیر[3] نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ واقعۂ شہادت کے بعد دو تین مہینے تک طلوع آفتاب کے وقت سے کچھ دن چڑھے تک لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مکانوں کی دیواریں خون آلود ہو رہی ہیں اور راس الجالوت سے روایت ہے کہ میں جب کبھی کربلا ہو کر گزرتا تھا تو گھوڑے کو جلد اس سرزمین سے نکال لے جاتا تھا۔ کیونکہ ہم میں یہ مشہور تھا کہ زمین کربلا پر ایک نبی زادہ قتل ہوگا۔ لیکن واقعہ شہادت امام حسینؑ کے بعد وہ خیال جاتا رہا اور میں نے کربلا سے گزرتے وقت گھوڑے کا بھگانا چھوڑ دیا۔

---

[1] وفی الصواعق قال قالت ام سلمة فلما کانت قتل الحسین سمعت قائلا یقول۔ ایها القاتلون جهلا حسینا: ابشروا بالعذاب والتذلیل* قد لعنتم علی لسان ابن داؤد: وموسیٰ حامل الانجیل قالت فبکیت و فتحت القارورة فاذا الحصیات قد جرت دما۔

[2] واخرج احمد فی المسند والبیهقی فی الدلائل عن ابن عباس رضی الله عنهما قالت رایت النبی صلعم فی النوم ذات یوم نصف النهار اشعث اغبر بیده قارورة فیها دم فقلت یا رسول الله ماهذه قال دم الحسین واصحابه لم ازل التقطه منذ الیوم فاحصی ذلك الیوم فوجدت قد قتل ذلك الیوم۔

[3] قال ابن الاثیر الجزری ومکث الناس شهرین او ثلثة کانما تلطخ الحوائط بالدماء ساعة تطلع الشمس حتی ترتفع قال راس الجالوت ما مررت بکربلا وانا ارکض دابتی حتی اخلف المکان لانا کنا نتحدث ان ولدنبی یقتل بذلك المکان فلما قتل الحسین امنت فکنت اسیر ولا ارکض۔

اور سر[1] الشہادتین میں بروایت بیہقی وابونعیم بصرہ ازدیہ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؓ قتل ہوئے تو آسمان سے خون برسا۔ اور بروایت بیہقی وابونعیم زہری سے مروی ہے کہ روز شہادت حسینؓ بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون تازہ نظر آتا تھا۔ اور بروایت بیہقی علی بن مسہر سے مروی ہے کہ میری دادی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حسینؓ قتل ہوئے تو میں جوان تھی۔ میں نے دیکھا کہ آسمان چند روز حسینؓ پر گریاں رہا۔

اور در منثور[2] سیوطی میں تحت تفسیر آیہ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ مروی ہے کہ جب امام حسینؓ شہید ہوئے تو چار مہینے تک آسمان سرخ رہا۔ عطا کہتے ہیں کہ آسمان کا رونا اس کے کناروں کے سرخ ہو جانے سے مراد ہے اور بروایت بیہقی جمیل بن مرہ سے مروی ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ان کے اونٹ یزید کے لشکر والے پکڑ لے گئے اور ذبح کرنے کے بعد پکا کر چکھا تو وہ گوشت مثل حنظل کے کڑوا ہو گیا حتی کہ اس کو کوئی نہ کھا سکا۔

تاریخ[3] کامل میں ہے کہ جب امام حسینؓ شہید ہو چکے تو ان کے اور ان کے اصحاب کے سروں

---

[1] وفی سر الشہادتین قال اخرج البیہقی وابونعیم عن بصرة الازدیة قالت لما قتل الحسین مطرت السماء دما واخرج البیہقی وابونعیم عن الزہری قال بلغنی انہ یوم قتل الحسین لم یقلب حجر من حجار بیت المقدس الا وجد تحتہ دم عبیط۔ واخرج البیہقی عن علی بن مسہر قال حدثتنی جدتی قالت کنت ایام قتل الحسین جاریة شابة فکانت السماء ایاما تبکی لہ [2] وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ فما بکت علیہم السماء الآیة قال لما قتل الحسین احمرت آفاق السماء اربعة اشہر وعن عطاء قال بکاء السماء حمرة آفاقہا واخرج البیہقی عن جمیل بن مرة قال اصابوا ابلا فی عسکر الحسین یوم قتلہ فنحروہا فصارت مثل العلقم فما استطاعوا ان یسیغوا منہا شیئا [3] وفی الکامل قال لما قتل الحسین ارسل رأسہ ورؤس اصحابہ من یومہ ذلک مع خولی بن یزید وحمید بن مسلم الازدی الی عبید اللہ بن زیاد فاقبل بہ الخولی فاراد القصر فوجد باب القصر مغلقا فاتی منزلہ فوضع الرأس تحت اجانة فی منزلہ ودخل فراشہ وقال لامرأتہ النوار جئتک بغنی الدہر ہذا رأس الحسین معک فی الدار فقالت ویلک جاء الناس بالذہب والفضة وجئت برأس ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا یجمع رأسی ورأسک بیت ابدا وقامت من الفراش فخرجت الی الدار قالت فواللہ ما زلت انظر الی نور یسطع مثل العمود من السماء (بقیہ حاشیہ ۲۹۸ پر)

کو اسی دن عمر بن سعد نے خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا خولی وہاں پہنچا تو اس وقت دارالامارہ کا دروازہ بند تھا۔ خولی نے امام حسینؑ کے سر کو اپنے گھر میں جاکر ایک ظرف میں رکھ دیا اور اپنے بستر پہ جاکر بی بی سے کہنے لگا کہ میں ایک ایسی چیز لے کر آیا ہوں جس کو زمانے کی دولت کہنا چاہیئے۔ دیکھ یہ حسینؑ کا سر ہے۔ اس کی بی بی نے کہا کہ تجھ پر وائے ہو لوگ تو سونا چاندی لے کر آئے اور تو فرزند رسولؐ کا سر لایا۔ بخدا میں کبھی تیرے ساتھ نہ رہوں گی یہ کہہ کر وہ عورت وہاں گئی جہاں امام حسینؑ کا سر رکھا ہوا تھا اس کا بیان ہے کہ قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ سر مبارک سے آسمان تک ایک نور مثل ستون کے ساطع ہے اور ایک طائر سفید اس کے گرد چکر لگا رہا ہے۔

پس جب صبح ہوئی تو خولی اس سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ ابن زیاد نے دربار منعقد کرکے سرہائے شہدا اپنے روبرو منگائے اور امام حسینؑ کے لب و دندان پر چھڑی لگانے لگا۔ زید بن ارقم وہاں حاضر تھے انہوں نے کہا کہ اے ابن زیاد اپنی چھڑی ہٹالے۔ واللہ میں نے رسولؐ اللہ کو ان دانتوں اور ہونٹوں پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

مؤرخ ابن اثیر تاریخ موصوف میں لکھتا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عمر بن سعد دو دن کربلا میں مقیم رہا۔ بعد ازاں مخدرات اہل بیت اور امام زین العابدینؑ بیمار کو اپنے ساتھ لے کر عازم کوفہ ہوا جب یہ قافلہ ادھر سے گزرا جہاں امام حسینؑ اور ان کے اعزا اور رفقا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں تو مخدرات اہل بیت ان لاشوں کو دیکھ کر نوحہ و بکا میں مصروف ہوئیں اور اپنے رخساروں پر طمانچے مارنے لگیں حضرت زینبؑ نے چلا کر فریاد کی کہ اے نانا محمدؐ آپ پر ملائکہ سماوات نے نماز پڑھی اور یہ آپ کا حسینؑ خون میں آلودہ ٹکڑے ٹکڑے جنگل کی جلتی ریت پر پڑا ہوا ہے۔ آپ کی بیٹیاں قیدی بنالی گئیں اور آپ کی ذریت مقتول ہوئی۔ جن کے حال پر باد صبا خاک تاسف اڑاتی پھرتی ہے۔ حضرت زینبؑ کا یہ کلام سُن کر دوست کیا دشمن تک رونے لگے اور جس وقت یہ قافلہ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوا حضرت زینبؑ نہایت ہی ذلیل اور خراب لباس پہنے ہوئے تھیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۷) الی الاجابة و رایت طیرا ابیض یرفرف حولها فلما اصبح غدا بالراس الی ابن زیاد (الی ان قال) جلس ابن زیاد و اذن للناس فاحضرت الرؤس بین یدیه وهو ینکت بقضیب ثنیتیه ساعة فلما رآه زید بن ارقم لا یرفع قضیبه قال اعل هذا القضیب عن هاتین الشفتین فوالذی لا اله غیره لقد رایت شفتی رسول اللہ صلعم علی هاتین الشفتین یقبلهما (تاریخ کامل صفحہ ۲۹۱) ۔ قال ابن اثیر و اقام عمر بن سعد بعد قتل الحسین یومین ثم ارتحل الی الکوفة و حمل معه بنات الحسین و اخواته و من الصبیان و علی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۹ پر)

تاریخ ابن جریر طبری[1] میں ہے کہ جب ابن زیاد قصر امارت میں آیا تو نماز کے لیے اذان کہی گئی اور لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ ابن زیاد نے منبر پر جا کر کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے حق کو ظاہر کیا۔ امیر المومنین یزید اور اس گروہ کو فتح دی۔ اور (نعوذ باللہ) کذاب ابن کذاب حسینؑ بن علیؑ اور ان کے شیعوں کو قتل کیا۔ ابن زیاد کی یہ تقریر سُن کر عبداللہ بن عفیف ازدی نے کہا کہ اے مرجانہ کے بیٹے تو کذاب تیرا باپ کذاب نیز وہ کذاب اور اس کا باپ کذاب جس نے تجھ کو یہاں کا حاکم کیا ہے۔ اے ابن مرجانہ تو اولاد نبی کو قتل کرتا ہے اور صدیقوں کی والیسی باتیں بناتا ہے۔ ابن زیاد نے غصے میں آکر کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ عبداللہ بن عفیف کو اس کے پاس لے گئے۔

اور تاریخ کامل[2] میں ہے کہ ابن زیاد نے عبداللہ بن عفیف کو قتل کر کے دار پر چڑھا دیا۔ اور امام حسینؑ کے سر کو کوفے کی گلیوں میں پھرایا۔

بعد ازاں ابن زیاد نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے سروں کو زحر بن قیس یا شمر کی معیت میں بجانب شام یزید کے پاس بھیجا اور ان سروں کے ساتھ امام زین العابدینؑ کو طوق و زنجیر میں جکڑ کے اور مخدرات اہل بیت کو شتران بے کجاوہ پر سوار کر کے روانہ کیا۔

حیواۃ الحیوان[3] دمیری میں ہے کہ دوپہر کو یہ قافلہ ایک دیر کے قریب پہنچ کر قیلولہ کرنے کے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۸) بن الحسین عریض فاجتازت بہم علی الحسین واصحابہ عرض فصاح النساء ولطمن خدود ہن وصاحت زینب اختہ یا محمداہ صلی علیک ملائکۃ السماء ہذا الحسین بالعراء مرمل بالدماء مقطع الاعضاء وبناتک سبایا وذریتک مقتلۃ تسفی علیہا الصبا فابکت کل عدو وصدیق فلما ادخلوا ہم علی ابن زیاد لبست زینب اردل ثیابہا۔

[1] وفی تاریخ ابن جریر قال لما دخل عبید اللہ القصر نودی الصلوۃ جامعۃ فاجتمع الناس فی المسجد الاعظم فصعد المنبر فقال الحمد للہ الذی اظہر الحق ونصر امیر المومنین یزید بن معاویۃ وحزبہ وقتل الکذاب ابن الکذاب الحسین ابن علی وشیعتہ (الی ان قال) فلما سمع عبد اللہ بن عفیف الازدی مقالۃ ابن زیاد قال یا ابن مرجانہ ان الکذاب الکذاب انت وابوک والذی ولاک وابوہ یا ابن عبد اللہ تقتلون ابناء النبیین وتکلمون بکلام الصدیقین فقال ابن زیاد علی۔۔۔ فاخذہ [2] قال فی الکامل فقتلہ وامر بصلبہ فی السبخۃ فصلب رحمہ اللہ وامر ابن زیاد براس الحسین فطیف بہ فی الکوفۃ ثم ارسل ابن زیاد راس الحسین وروس اصحابہ مع زحر بن قیس وقیل مع شمر الی الشام الی یزید وارسل معہ النساء والصبیان وفیہم علی بن الحسین قد جعل ابن زیاد الغل فی یدیہ ورقبتہ وجعلہم علی الاقتاب [3] وفی الحیوۃ الحیوان قال فساروا الی ان وصلوا الی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰)

ٹھہر گیا تو لوگوں نے دیر کی دیوار پر ایک شعر لکھا ہوا دیکھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کیا وہ حسینؑ کے جد کی شفاعت کے بھی امیدوار ہیں۔" قافلہ والوں نے راہب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے اس نے کہا کہ یہ اب کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ ہم سنتے چلے آتے ہیں کہ تمہارے نبی کی بعثت سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے اور سر الشہادتین[۱] میں بروایت ابن عساکر منہال بن عمرو سے مروی ہے کہ (دمشق پہنچنے کے بعد) امام حسینؑ کا سر نیزے پر کر کے تشہیر کیا گیا تو ایسی جگہ سے گزرا جہاں ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا کہ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا یعنی آیا تم جانتے ہو کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری قدرت کی عجیب نشانی تھے تو واللہ امام حسینؑ کا سر بحکم خدا گویا ہوا اعجب من اصحاب الکہف قتلی وحملی یعنی میرا قتل اور میرے سر کو نیزے پر بلند کرنا اصحاب کہف کے قصے سے کہیں زیادہ عجیب ہے۔

اور حبیب السیر[۲] میں ہے کہ دمشق پہنچ کر سر ہائے شہدا اور امام زین العابدینؑ اور مخدرات اہل بیت کو یزید کے دربار میں لے گئے تو اس نے امام حسینؑ کے سر کو ایک طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگوایا۔

اور تاریخ کامل[۳] میں ہے کہ یزید لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے امام حسینؑ کے دانتوں پر چھڑی کی ضرب لگانے لگا۔ یہ دیکھ کر ابو برزہ سلمی نے کہا کہ اے یزید اپنی چھڑی کو ان دانتوں سے ہٹا لے۔ میں نے بارسول اللہ کو انہیں چومتے ہوئے دیکھا ہے۔ سن اے یزید جب تو بروز قیامت میدان حشر میں آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور حسینؑ کے شفیع ان کے جد امجد محمد مصطفےٰ ہوں گے۔ اور وسیلۃ النجاۃ[۴] ملا مبین لکھنوی فرنگی محلی میں ہے کہ یزید نے امام حسینؑ

(بقیہ حاشیہ ۲۹۹) دیر فی الطریق فنزلوا لیقیلوا به فوجدوا مکتوبا علی بعض جدرانه اترجوا امة قتلت حسینا شفاعة جده یوم الحساب۔ فسالوا الراهب عن السطور ومن کتبه فقال انه مکتوب ههنا من قبل ان یبعث نبیکم بخمس مائة عام ۔ له وفی سر الشهادتین اخرج ابن عساکر عن المنهال بن عمرو قال انا والله رایت راس الحسین حمل وانا بدمشق وبین یدی الراس رجل یقرء سورة الکهف حتی بلغ قوله تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا ایتنا عجبا فانطق الله الراس بلسان ذرب فقال اعجب من اصحاب الکهف قتلی وحملی ۔ ۲ه ودر حبیب السیر است که چون در دمشق رؤس شہدا و امام زین العابدین و مخدرات اہل بیت را نزد یزید بردند آں لعین اشارت کرد تا سر امام حسین را در طشتے بنہادند ۔ ۳ه وفی الکامل قال ابن الاثیر ثم اذن للناس فدخلوا علی یزید والراس بین یدیه ومعه قضیب فهو ینکت فی ثغره ۔ ابو برزة الاسلمی اتنکث بقضیبك فی ثغر الحسین اما لقد اخذ القضیب من ثغره ما اخذ لربما رایت رسول الله یرشفه اما انك یا یزید تجئ یوم القیامة کان زیاد شفیعك ویجئ یوم القیامة ومحمد شفیعه ۔ ۴ه وفی وسیلة النجاة وجعل ینکت رأسه بالخیزران وانشد لیت اشیاخی ببدر شهدوا الجزع

الخزرج من وقع الاسل ۔ لاهلوا واستهلوا فرحا ۔ ثم قالوا یا یزید لا تشل قد قتلنا القرن من ساداتهم ۔ وعدلنا قتل بدر فاعتدل ۔ لست من عتبة ان لم
لعبت هاشم بالملک فلا

کے سر کو چھڑی سے چھیڑ کر چند شعر پڑھے جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ "کاش آج میرے وہ بزرگوار جو جنگ بدر وغیرہ میں مارے گئے موجود ہوتے تو خوش ہو کر مجھے داد دیتے کہ میں نے ان کا کیا انتقام لیا اور سادات بنی ہاشم کو قتل کیا بیشک میں عتبہ کی نسل میں شمار نہ ہوتا اگر آل احمدؐ سے ان تمام باتوں کا جو (احمدؐ) کر گئے ہیں بدلا نہ لیتا۔ درحقیقت بنی ہاشم نے ملک گیری کے ڈھکوسلے نکالے تھے ورنہ ان کے پاس نہ کوئی فرشتہ آیا نہ وحی نازل ہوئی روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب حضرت زینبؑ نے امام حسینؑ کے سر کو دیکھا تو واجداہ' وا محمداہ' کی فریاد بلند کر کے کہا کہ اے یزید تو نے اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھایا اور دختران محمدؐ مصطفےٰ کو بھرے دربار میں بلایا۔

یزید نے کانپ کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ امام حسینؑ کی بہن زینبؑ۔ اتنے میں حضرت ام کلثومؑ نے اٹھ کر کہا کہ اے یزید اجازت دے تو اپنے بھائی حسینؑ کا سر ہاتھ میں لے کر اس کی آخری زیارت کر لوں۔ یزید نے اجازت دی۔ ام کلثومؑ نے بڑھ کر امام حسینؑ کا سر اٹھا لیا۔ اور منہ پر منہ مل کر آتنا روئیں کہ بے ہوش ہوگئیں۔ یزید نے پوچھا کہ یہ عورت بھی امام حسینؑ کی بہن ہے؟

لوگوں نے کہا کہ ہاں پھر یزید نے حضرت زین العابدینؑ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ حاضرین نے کہا کہ علیؑ بن حسینؑ۔ یزید بولا کہ میں نے سنا تھا کہ علیؑ بن حسینؑ قتل کئے گئے لوگوں نے کہا کہ حسینؑ کے تین بیٹے تھے جن میں سے علی اکبرؑ اور علی اصغرؑ قتل ہوئے اور یہ علیؑ بن حسینؑ بیمار تھے اس وجہ سے ان کو قید کر کے لائے ہیں۔

روضۃ الاحباب[2] سے ملخصاً منقول ہے کہ امام زین العابدینؑ نے یزید سے کہا کہ اے یزید

---

[1] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں زینب را کہ چشم بر سر امام حسین افتاد فریاد برداشت کہ واجداہ، وا محمداہ پس روئے بہ یزید کردہ گفت اے یزید زنان خود را در پردہ نشاندہ و دختران محمدؐ مصطفےٰ را پیش خلق بداشتہ ای یزید ازیں سخن بلرزید و پرسید کہ ایں زن کیست گفتند کہ خواہر حسن است ناگاہ ام کلثوم بپا ید خاست گفت اے یزید اجازت دہ تا سر برادرم حسین را وداع بازپسیں او بہ بینم یزید دستوری داد ام کلثوم بروئے جست و سر امام حسین را بگرفت و روے خود نہاد و مالید و فریاد برداشت و بیخود شد یزید پرسید ایں زن ہم خواہر حسین است گفتند آری وا لے ان قال) یزید روئے ازوے بگردانید و متوجہ امام زین العابدین شدہ گفت کہ ایں کودک کیست گفتند علی بن الحسن گفت شنیدم کہ علی بن الحسین کشتہ شد گفتند او را سہ بود ند علی اکبر و علی اصغر شہید شدند و ابن علی اوسط بیمار بود او را گرفتہ آوردہ ایم [2] نیز از روضۃ الاحباب ملخصاً منقول است کہ امام زین العابدین بایزید گفت کہ اے یزید سر پدرم را بہ سر ہائے برادران و خویشاں بمن دہ تا بیر دو بہ تن ہائے ایشاں ملحق سازم و مرا با اہل بیت من اجازت دہ تا مدینہ رویم و بر سر روضۂ جد بزرگوار خود باشیم و بطاعت و عبادت خدا مشغول

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۲ پر)

میرے باپ اور اعزا کے سر مجھے دیدے تاکہ ان کے بدن سے ملحق کر کے دفن کروں اور مجھ کو مع زنان اہل بیت مدینے جانے دے کہ وہاں اپنے جد امجدؐ کے روضے کی مجاورت اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہوں۔ نیز کل بروز جمعہ مجھے اس قدر موقع دے کہ منبر پر جا کر خدا اور رسول کی مدح و نعت ادا کروں۔ یزید نے ان باتوں کو منظور کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو امام زین العابدینؑ نے منبر پر جا کر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ حمد و نعت پڑھا کہ لوگ متحیر ہو گئے اور ایسے مؤثر طریقے سے مقاصد وعظ و پند بیان فرمائے کہ سنگ دلوں کے دل بھی موم کی طرح پگھلنے لگے۔ بعد اس کے ارشاد کیا۔ کہ اے اہل شام تم میں جو مجھے نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ میں فرزند رسول مختار ہوں۔ میں فرزند سرور اخیار ہوں۔ میں فرزند سردار یثرب و بطحا ہوں۔ میں فرزند شہسوار میدان ہل اتی ہوں۔ میں سبط رسول حسنؑ مجتبیٰ کا بھتیجا ہوں۔ نور دیدہ مصطفےٰ سرور مرتضیٰ مبتلائے کرب و بلا حسین شہید

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۱: ... و فردا کہ روز جمعہ ہست مرا اجازت فرمائے تا بر منبر خطبہ حمد و ثنائے باری تعالےٰ علاوہ مدح رسول باصفا بخوانم یزید آرزو ہائے ترا برمی آرام دالے ان قال) (و چوں روز دیگر شد) امام زین العابدین بالائے منبر آمد و خطبہ مشتمل بر حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی ادا فرمود بر وجہے کہ سہارا ارباب فصحائے شیریں زبان بمعدول آں نہ رسد و بصائر ضمائر بلغائے ہی زبان بر توصیف آں راہ نیابد و بعد از حمد و صلوٰۃ و خطبے فرمود کہ ہمہ را بآں از تاثیر آں نرم شد (بعد ازاں) فرمود کہ اے اہل شام ہر کہ مرا نہ دید ابدکہ انا ابن رسول اللّٰہ المختار و انا ابن المصطفیٰ سید الاخیار من پسر خواجہ یثرب و بطحا ئم پسر شہسوار مضمار ہل اتی استم پسر مادر سادات و شفیع عرصہ عرصات بتول عذرا استم نواد زادہ سبط رسول و قرۃ العین بتول حسن مجتبیٰ دستم پسر شہید مظلوم غریب مغموم و نور دیدہ مصطفےٰ و سرور سینہ مرتضیٰ مبتلائے کرب و بلا حسین شہید کربلا در ین محل خروش و فغاں از اہل مجلس برخواست و آواز گریستن مردماں عظیم بود در شہر دمشق افتاد یزید ازیں غلغلہ ترسید و موذن را اشارت کرد تا بانگ نماز گوید موذن برخاست و گفت اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر امام زین العابدین گفت اشہدان لا الٰہ الا اللّٰہ زین العابدین فرمود و نعم شہد بہ شعری و دمی و موذن گفت اشہد ان محمد رسول اللّٰہ امام زین العابدین عمامہ از سر برداشت نزد موذن افگند و گفت اے موذن بحق ایں محمدؐ بر تو سوگند کہ یک زباں توقف کن موذن خاموش کن روئے بر یزید کردہ فرمود کہ پسر معاویہ محمدؐ رسول اللّٰہ جد من بود یا جد تو اگر جد خود گوئی دروغ صریح است و اگر بگوئی پس ترا چہ چیز براں داشت کہ پدرم را کہ جگر گوشہ حضرت رسول بود بقتل و بی کرشہید کردند و مخدرات سرادقات عصمت و طہارت را چون اسراء از بلدہ بہ بلدہ گردانیدند و مرا یتیم ساختی و زخنہ در دین جدم انداختی پس دست دراز کردہ گریبان بامر یزید و گفت اے مردمان سوگند خدا است گوئید کہ کس از شما است کہ جد او پیغمبر و حبیب داور بودہ باشد غیر از من پس خبر بواز مردماں بر آمد و گریہ بر اہل شام بے ہوش شدند و قیامت در مسجد جامع پدید آمد یزید برخاست و موذن را آواز داد کہ اقامت بگو پس اقامت گفتہ نماز گزاروند۔

کربلا کا بیٹا ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ اہل مجلس چیخ مار کر رونے لگے۔ یزید نے خائف ہو کر موذن کو اذان کہنے کا اشارہ کیا۔

موذن نے اٹھ کر کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ البتہ کوئی شے اس کی شان سے بزرگتر نہیں ہے۔ موذن نے کہا "اشہدان لاالہ الااللہ" امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ سچ ہے میرا گوشت و پوست اس کا شاہد ہے پھر موذن نے کہا "اشہدان محمدًا رسول اللہ" تو امام زین العابدینؑ نے عمامہ سر سے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اے موذن تجھے انہیں محمدؐ کی قسم ذرا ٹھہر جا۔ یہ کہہ کر یزید سے خطاب کیا کہ اے معاویہ کے بیٹے سچ بتا کہ یہ محمدؐ رسول میرے جد ہیں یا تیرے اگر تو اپنا جد بتائے تو صریح جھوٹ ہے اور اگر میرا جد کہے تو پھر تو نے میرے پدر بزرگوار کو جو بہترین آل رسول تھے کیوں شہید کرایا۔ کیوں ان کی مخدرات عصمت و طہارت کو گنہگار قیدیوں کی طرح شہر بشہر پھرایا۔ کیوں مجھے یتیم کیا اور کیوں میرے جد کے دین میں رخنہ ڈال دیا۔ یہ کہہ کر امام زین العابدینؑ نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم سچ بتاؤ کیا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جس کا جد خدا کا نبی اور حبیب رہا ہو۔ یہ سُن کر اہل شام اس قدر روئے کہ ان میں سے اکثر بے ہوش ہو گئے۔ یزید نے ڈر کر موذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اقامت کے بعد سب نماز میں مشغول ہو گئے۔

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ پھر یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ سامان سفر کر کے اہل بیت رسالت کو مدینہ پہنچا دے۔

اور روضۃ الاحباب[2] میں برنبائے بعض روایات مذکور ہے کہ یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ تیس سواروں کی جمعیت ساتھ لے کر اہل بیت رسالت کو مدینے پہنچا آئے اور جب بیسویں صفر کو یہ قافلہ مع سرہائے شہدا کربلا پہنچا تو امام حسینؑ اور دیگر شہدا کے سروں کو ان کے بدن سے ملا کر وہاں دفن کر دیا۔

تاریخ کامل[3] میں ہے کہ نعمان بن بشیر قافلہ اہل بیت کے ساتھ رات کو سفر کرتا تھا۔ اور جب

---

[1] قال ابو الفدا ثم امر (یزید) النعمان بن بشیر ان یجهزهم بما یصلحهم و ان یبعث معهم لیوصلهم الی المدینة۔ [2] و در روضۃ الاحباب از بعضے روایات منقول است یزید نعمان بن بشیر را تقرر کرد تا باسی سوار بملازمت ایشاں باشد۔ بجانب مدینہ رواں ساخت و امام زین العابدینؑ سر پدر بزرگوار را سرہائے دیگر فرا گرفتہ بکربلا بیاید و بستم ماہ صفر سرآں سرورآں اطہر شں انضمام وردہ سرہائے دیگر فرگرفتہ با بدان ایشاں در پیوست و مدفون کرد [3] قال فی الکامل و کان یسار لهم لیلاً ×× فاذا انزلوا تنحی عنهم هو و اصحابه ×× و کان یسأء لهم عن حاجتهم د (بقیہ حاشیہ ص۳۰۴ پر)

منزل پر پہنچتا تھا تو مع اپنے ہمراہیوں کے قافلہ اہل بیت سے دور قیام کرتا تھا حتیٰ کہ بعد طے منازل یہ لٹا ہوا قافلہ مدینہ پہنچا۔

روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو آمد اہل بیت کی خبر معلوم ہوئی تو ان میں کہرام مچ گیا اور اولاد مہاجرین و انصار میں سے سب چھوٹے بڑے مرد و زن روتے ہوئے استقبال کو باہر نکلے اور تاریخ کامل[2] میں ہے کہ اس وقت دختر عقیل بن ابی طالب چند اشعار دل فگار پڑھتی ہوئی آئیں۔ جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ "اے اُمت آخرہ کے لوگو! رسول مقبولؐ کو کیا جواب دو گے۔ جب وہ پوچھیں گے۔ کہ تم نے میرے بعد میری عترت و اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ جن میں سے بعض تو قید ہوئے اور بعض قتل ہو کر اپنے خون میں آلودہ پڑے ہیں۔ میری ہدایت اور نصیحت کا بدلا یہ نہ تھا کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا اور روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ ناگہاں حضرت ام سلمہؓ نالاں و گریاں کربلا کی خاک خون شدہ کا شیشہ ہاتھ میں لئے ہوئے مع دختر بیمار امام حسینؑ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائیں اور جب قافلہ اہل بیت نے حضرت ام سلمہؓ کو اس حالت سے آتے ہوئے دیکھا تو ان کا سوز و گداز دونا ہو گیا۔

اور مقتل[4] ابی مخنف میں ہے کہ ام کلثومؑ باچشم گریاں و دل بریاں مسجد نبوی کی طرف بڑھ کر کہنے لگیں کہ: "السلام علیك یا جداہ ... میں آپ کے پاس حسینؑ کی خبر شہادت لائی ہوں" اس جگر خراش بین پر نوحہ و ماتم کا شور دوچند ہو گیا۔ پھر امام زین العابدین نے قبر رسولؐ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۱) یلطف بھم حتی دخلوا المدینۃ [1] و در روضۃ الاحباب است کہ چوں اہل مدینہ خبر آمدن اہل بیت شنیدند فغاں از ایشاں برآمد و اولاد مہاجر و انصار از صغار و کبار حتیٰ کہ زنان و کودکاں با نالہ و ماتم و گریہ و بیقراری باستقبال ایشاں بیروں آمدند [2] و فی الکامل قال فخرجت ابنۃ عقیل بن ابی طالب وھی تقول ۔ ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم ، بعترتی و باھلی بعد مفتقدی منھم اساری وقتلی ضرجوا بدم ۔ ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی [3] و در روضۃ الاحباب است کہ ناگاہ ام سلمہ از حجرہ بیروں آمد فریاد و افغاں کناں و خاک کربلا کہ خوں شدہ بود در دست گرفتہ و دختر امام حسین کہ ایں جا بیمار گذاشتہ بود ہمراہ گرفتہ چوں اہلبیت مادر مومناں ام سلمہ و دختر را دیدند و آں خاک خون شدہ را معائنہ نمودند درد و سوز ایشاں مضاعف گشت [4] و فی المقتل لابی مخنف واقبلت ام کلثوم الی مسجد رسول اللہ باکیۃ العین حزینۃ القلب فقلت السلام علیك یا جداہ انی ناعیۃ الیك ولدك الحسین قال فضجت الناس بالبکاء ثم اقبل علی بن الحسین الی قبر جدہ و انشا ۔ نادیك یا جداہ یا خیر مرسل حبیبك مقتول و نسلك ضائع ۔ انادیك محزونا علیلا مولہا

امیرا و عالی حامیا و مدافع ۔

طرف بڑھ کر چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے میرے جد اے خیر المرسلین میں آپ کے فریاد لایا ہوں کہ آپ کا پیارا حسینؑ مقتول ہوا اور آپ کی نسل ضائع کی گئی۔ اے جد امجد میں آپ کے پاس فریاد لایا ہوں اس حالت سے کہ غمزدہ اور بیمار اور اسیر ہوں۔ نہ میرا کوئی حامی ہے نہ مددگار"

طبقات ابن سعد[۱] میں ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا کہ یا ابن رسول اللہؐ آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہی حال ہے جو آل فرعون میں بنی اسرائیل کا تھا کہ لوگ ہماری اولاد کو قتل کرتے ہیں۔

ہمارے سردار اور بزرگ کو سر منبر بُرا کہتے ہیں اور ہم کو ہمارے حق سے محروم کر رکھا ہے۔

تذکرہ الحفاظ ذہبی[۲] میں ہے کہ امام زین العابدینؑ تا وفات دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے رہے۔

اور احیاء[۳] العلوم غزالی میں ہے کہ امام زین العابدینؑ جس وقت وضو کرتے تھے آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے آگے کھڑا ہونے والا ہوں۔

اور جواہر[۴] العقدین سمہودی میں ہے کہ جب امام زین العابدینؑ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے ان کے بدن پر لرزہ طاری ہوتا تھا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی کہنے لگے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے مناجات کرتا ہوں۔

اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی[۵] میں زہری کا قول مذکور ہے کہ میں نے کسی کو امام زین العابدینؑ سے بڑھ کر علم دین کا عالم نہیں پایا اور وہ پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرتے تھے۔

۱؎ وفی روایۃ رواہ ابن سعد فی الطبقات انہ قال رجل لعلی بن الحسین کیف اصبحت یا ابن رسول اللہ، قال اصبحنا فی قومنا بمنزلۃ بنی اسرائیل فی آل فرعون یذبحون ابناءنا و یلعنون سیدنا و شیخنا علی المنابر و یمنعوننا حقنا ۲؎ وفی تذکرۃ الحفاظ للذھبی انہ کان یصلی فی الیوم واللیل الف رکعۃ الی ان مات ۳؎ وفی احیاء العلوم للغزالی کان اذا توضاء للصلوٰۃ یصفر لونہ فقیل لہ ما ھذا الحال یعتریک عند الوضوء فقال اتدرون بین یدی من ارید ان اقف ۴؎ وفی جواھر العقدین السمھودی کان علی بن الحسین اذا قام الی الصلوٰۃ اخذتہ رعدۃ فیقال لہ مالک فیقول ماتدرون بین یدی من اقوم و من اناجی ۵؎ وفی تذکرۃ الحفاظ للذھبی قال الزھری ما رایت احدا کان افقہ من علی بن الحسین و انہ کان رضی اللہ عنہ یتصدق سرًا —

اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا[1] میں روایت کی ہے کہ امام زین العابدین رات کے وقت اپنی پشت پر روٹیاں لاد کر اہل حاجت کو ان کے مکانوں میں پوشیدہ طور پر دے آتے تھے۔ محمد بن اسحٰق سے مروی ہے کہ مدینے میں ایسے بہت لوگ تھے جو یہ نہ جانتے تھے کہ وہ کہاں سے بسر کرتے تھے جب امام زین العابدین نے وفات پائی تو وہ ان لوگوں کا سامان معیشت بند ہو گیا جو رات کو ان گھروں میں پہنچ جایا کرتا تھا۔

یحییٰ عامری[2] نے ریاض مستطابہ میں ذکر کیا ہے کہ امام زین العابدین کی ذات علم کی انتہا اور عبادت کی غایت تھی یعنی علم و عبادت میں ان کا مرتبہ تھا جس کا مافوق متصور نہیں ہو سکتا اور شب و روز میں وہ اس قدر اور کے عامل تھے کہ لوگوں کی ایک مشترکہ جماعت بھی اس قدر نہیں پڑھ سکتی۔

اور کنز العمال[3] و نیل الاوطار شوکانی میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ امام زین العابدین اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل بھی کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اذان سابق یہی ہے۔

روضۃ الاحباب[4] میں ہے کہ آپ کے القاب، سجاد، زین العابدین اور ذو الثفنات ہیں۔

اور روضۃ[5] الصفا میں ہے کہ امام زین العابدین کا لقب ذو الثفنات اس وجہ سے ہوا کہ کثرت عبادت سے آپ کے مواضع سجود مانند زانوے شتر کے سخت ہو گئے تھے اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی[6] میں ہے کہ کثرت عبادت کی وجہ سے امام موصوف کا نام زین العابدین ہو گیا۔ شیخ عبد الحق محدث[7] دہلوی جذب القلوب

---

[1] وفی الحلیۃ الاولیاء لابی نعیم قال کان علی بن الحسین یحمل الخبز علی ظہرہ باللیل فیتصدق بہ وعن محمد بن اسحٰق قال کان ناس من اہل المدینۃ یعیشون لایدرون من این کان معایشہم فلما مات علی بن الحسین فقدوا ما کانوا یوتون بہ فی اللیل۔
[2] وفی الریاض المستطابۃ لیحیی العامری کان رضی اللہ عنہ نہایۃ فی العلو وغایۃ فی العبادۃ وکان لہ فی الیوم واللیلۃ اوراد لا تطیق القیام بہا جماعۃ من الناس [3] وفی کنز العمال ونیل الاوطار للشوکانی قال اخرج ابن ابی شیبۃ عن جعفر عن ابیہ عن علی بن الحسین کان یوذن فاذا بلغ حی علی الفلاح قال حی علی خیر العمل ویقول ھو الاذان الاول
[4] و در روضۃ الاحباب نوشتہ کہ از القاب آں جناب سجاد و زین العابدین و ذو الثفنات است [5] و در روضۃ الصفا ذکر کردہ کہ ذو الثفنات از بہجت آں گویند کہ از کثرت عبادت موضع سجود وے مانند زانوے حیین درشت شدہ بود [6] وفی تذکرۃ الحفاظ للذہبی قال کان یسمی زین العابدین لکثرۃ عبادتہ۔
[7] محدث دہلوی در جذب القلوب آوردہ کہ در مدینہ میان باب خارج و باب روضہ چاہیست منسوب بحضرت امام زین العابدین کہ آب وے شفاء علیلاں و دواے بیماراں است امام محمد باقر در حالت صغر سن۔ دراں چاہ افتاد امام زین العابدین دراں وقت در نماز بود از غایت حضور و توکل در رضا بقضاے الٰہی کہ داشت قطع نماز نہ کرد۔

ہیں لکھتے ہیں کہ مدینے میں درمیان باب خارج و باب روضہ ایک کنواں ہے جو امام زین العابدینؑ سے منسوب کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے پانی کو بیماروں کے لیئے دار و ئے شفا سمجھتے ہیں۔ اتفاقاً ایک روز اس میں امام زین العابدینؑ کے صاحبزادے حضرت محمد باقرؑ بزمانہ صغر سن گر پڑے۔ امام زین العابدینؑ اس وقت نماز میں مشغول تھے۔ غایت حضوری قلب و رضائے مولا کی وجہ سے آپ نے نماز کو قطع نہ کیا اور اخبار الدولؔ[1] قرمانی میں ہے کہ اس واقعہ کی خبر سُن کر اہل مدینہ دوڑ پڑے اور انہوں نے کوشش کر کے صاحبزادے کو کنویں سے نکال لیا اس وقت امام زین العابدینؑ نماز پڑھ رہے تھے ان کو اس واقعہ پر بالکل اعتنا نہ ہوئی اور جس طرح وہ نماز میں مصروف تھے مصروف رہے۔

کتاب[2] الاصابہ ابن حجر عسقلانی میں بروایت ابن حبان منقول ہے کہ ۶۱ھ میں بعد واقعہ کربلا حضرت اُم سلمہؓ نے انتقال فرمایا اور تاریخ ابن[3] الوردی میں ہے کہ ۶۲ و ۶۳ھ کے درمیان میں اہل مدینہ نے متفق ہو کر یزید کی بیعت سے علیحدگی اختیار کی اور وہاں کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکال دیا۔ صحیح[4] بخاری میں نافع سے مروی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت سے علیحدگی اختیار کی تو عبداللہ بن عمر نے اپنی اولاد اور متوسلین کو جمع کر کے یہ اسپیچ دی کہ ایہا الناس میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ ہر غدر کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جاوے گا۔ اور جب کہ ہم یزید کی بیعت کر چکے ہیں تو پھر میری رائے میں اس سے زیادہ کیا غداری ہو سکتی ہے کہ بیعت کرنے کے بعد اس سے لڑائی ٹھانیں۔ پس تم میں سے جو شخص میری رائے کے خلاف یزید کی بیعت سے علیحدہ ہوگا۔ میں بھی اس سے جدائی اختیار کروں گا۔

---

[1] وفی اخبار الدول للقرمانی ففزع اہل المدینۃ لذلک حتی اخرجوہ وکان قائماً یصلی فما زال عن مکانہ [2] وفی الاصابۃ لابن حجر العسقلانی قال ابن حبان ماتت ام سلمۃ فی آخر سنۃ احدی وستین بعد ما جاءہا الخبر بقتل الحسین بن علی [3] قال ابن الوردی فی تاریخہ ثم دخلت سنۃ اثنین وستین وسنۃ ثلث وستین اتفق اہل المدینۃ علی خلع یزید بن معاویۃ واخرجوا نائبہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان عنہا [4] واخرج البخاری فی صحیحۃ عن نافع قال لما خلع اہل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی صلعم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ وانا قد بایعنا ہذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ وانی لا اعلم غدراً اعظم من ان یبایع رجل علی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احد منکم خلعہ ولا تابع فی ہذا الامر ان کانت الفصل بینی و بینہ؛

اور تاریخ ابوالفداؔ[1] میں ہے کہ جب یزید کو اہل مدینہ کی بیعت شکنی کا حال معلوم ہوا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو لشکر دے کر قتال کی غرض سے بجانب مدینہ روانہ کیا اور اہل مدینہ کا خون مباح کر کے حکم دیا کہ غلبہ حاصل ہونے کے بعد تین دن تک قتل عام کیا جائے۔ لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا جائے اور ان سے اس شرط پر بیعت لی جائے کہ وہ یزید کی غلامی اختیار کریں گے یزید نے حکم دیا کہ مسلم بن عقبہ مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر مکہ پر بھی دھاوا کرے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب[2] میں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے مرتے وقت یزید کو وصیت کی تھی کہ اگر تجھے اہل مدینہ کے مقابلے میں کوئی مہم پیش آئے تو اس کا تدارک اور انتظام مسلم بن عقبہ کو سپرد کرنا کیوں کہ اس کام کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ چنانچہ یزید نے وصیت پدری کے مطابق عمل کیا۔

مؤرخ ابوالفداؔ[3] لکھتا ہے کہ حسب حکم یزید مسلم بن عقبہ نے دس ہزار سواروں کی جمعیت سے براہ حرہ مدینے میں پہنچ کر ہنگامۂ قتال برپا کیا۔ فضل بن عباس مارے گئے اور ایک بڑی جماعت اشراف و انصار مدینہ کی قتل ہوئی بالآخر مدینہ والوں نے شکست پائی اور مسلم بن عقبہ نے تین دن تک قتل عام کر کے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا اور عورتوں کے ساتھ حرام کاری کو حلال کر دیا۔ زہری کا قول ہے کہ سات سو مہاجرین و انصار اور دس ہزار عوام اہل مدینہ مقتول ہوئے جو لوگ بچ گئے

---

[1] وقال ابوالفدا فجهز یزید جیشا مع مسلم بن عقبة و امره ان یقاتل اهل المدینة فاذا ظفر بهم اباحها للجند ثلاثة ایام یسفکون فیها الدماء و یاخذون ما یجدون من الاموال و یبایعهم علی انهم خول وعبید لیزید واذا فرغ من المدینة یسیر الی مکه

[2] ودر جذب القلوب است که معاویہ در حالت احتضار موت یزید پلید را پیش خود طلبیده گفته بود که چنیں دانم که ترا از اہل مدینہ روزے پیش خواہد آید باید که علاج آں واقعہ بہ مسلم بن عقبہ کنی کہ ہیچ کس را ناصح تر از وے دریں واقعہ نمی بینم چوں یزید بعد از پدر بر سریر امارت نشست بر وصیت پدر عمل نمود

[3] قال ابوالفدا فسار مسلم فی عشرة الاف فارس من اهل الشام حتی نزل المدینة من جهة الحرة (الی ان قال) فاقتتلوا فقتل الفضل بن عباس وقتل جماعة من الاشراف و الانصار ودام قتالهم حتی انهزم اهل المدینة واباح مسلم مدینة النبی ثلاثة ایام یقتلون فیها الناس ویاخذون ما بها من الاموال و یفسقون بالنساء قال الزهری ان قتلی الحرة کانوا سبع مائة وجوه الناس من القریش والمهاجرین والانصار وعشرة الاف من وجوه الموالی وممن لا یعرف ۔۔ ثم ان مسلما بایع من بقی من الناس علی انهم خول وعبید لیزید بن معاویة۔

انہوں نے مجبور ہو کر یزید کی غلامی قبول کر لی۔

اور جذب القلوب[1] محدث دہلوی و حج الکرامہ صدیق حسن خاں میں اس واقعہ کا حال یوں مذکور ہے کہ جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکر لے کر اہل مدینہ کے قتل و غارت کے لئے بھیجا تو اس نے بمقام حرہ مدینے والوں کو نہایت ذلت کے ساتھ قتل کیا اور تین دن تک حرم نبوی کی بے حرمتی کی اس واقعے کو واقعہ حرہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع بمقام حرہ واقع تھا جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اس ہنگامہ ناگفتہ بہ میں ایک ہزار سات سو اشخاص طبقہ مہاجرین و انصارین و تابعین اخیار کے اور دس ہزار عوام الناس مقتول ہوئے۔ عورات و اطفال اس شمار میں داخل نہیں ہیں۔ نیز سات سو حفاظ قرآن اور ستانوے آدمی قوم قریش کے تہ تیغ بے دریغ ہوئے اور علانیہ طور سے فسق و زنا مباح کر دیا گیا۔ چنانچہ اس واقعے کے بعد ایک ہزار عورتوں نے حرام کے بچے جنے۔ علاوہ بریں مسجد نبوی کے اندر گھوڑے پھرائے گئے اور روضہ رسول میں (جو بفحوائے حدیث ایک روضہ ہے ریاض جنت سے) گھوڑوں نے بول و براز کیا اور جو اہل مدینہ قتل سے بچ گئے وہ یزید کی بیعت غلامانہ پر اس شرط کے ساتھ مجبور رکھے گئے کہ یزید چاہے ان کو بیچ ڈالے چاہے آزاد کرے۔ چاہے ان سے خدا کی اطاعت کرائے اور چاہے ان کو خدا کی نافرمانی کا حکم دے اور مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ بالآخر لوگوں نے یزید کی غلامی کا اقرار کر کے بیعت کر لی

---

[1] و در جذب القلوب محدث دہلوی و حج الکرامہ صدیق حسن خاں است کہ یزید بن معاویہ مسلم بن عقبہ را با لشکر عظیم از اہل شام بقتال اہل مدینہ فرستاد تا ایشاں را بر حرہ مدینہ منورہ در غایت شناعت و قباحت بہ قتل رسانیدند و سہ روز جنگ حرمت حرم نبوی نمودہ ادا الحادو الوند و ازیں جہت ایں واقعہ را حرہ نام آمد کہ وقوع ایں واقعہ در حرہ واقع بود کہ بر مسافت یک میل از مسجد سرور انبیا است یکہزار و ہفت صد تن از بقایات مہاجرین و انصار تابعین اخیار بقتل رسانیدند و از عوم ناس و رائے نساء اطفال دہ ہزار کس را کشتند و ہفت صد تن حاملان قرآن مجید و نود و ہفت از قوم قریش را در تحت تیغ ظلم آوردند و فسق و فساد و زنا را مباح ساختند تا بحدیکہ ہزار زن بعد از واقعہ حرہ اولاد زائیدند اسپاں را در مسجد پیغمبر جولان دادند و در روضہ شریف اسپاں بول و روث کردند و مردم را بر بیعت یزید پلید بر عہد عبودیت مجبور ساختند کہ اگر خواہد بفروشد و اگر خواہد آزاد کند و اگر خواہد بر اطاعت خداوند خواہ بر معصیت خدا۔ و فی مروج الذہب قال وبایع الناس علی انہم عبید لیزید و من ابی ذلک امرہ مسرف علی السیف غیر علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (الی ان قال) فاتی بہ الی مسرف وھو مغتاظ علیہ و تبرأ منہ و من اٰبائہ فلما راٰہ و قد اشرف علیہ و تعدد نام لہ و اقعدہ الی جانبہ (الی ان قال) ثم انصرف عنہ ××× و قیل لمسلم رأیناک تسب ھذا الغلام و سلفہ فلما اتی بہ الیک رفعت منزلتہ فقال ما کان بذلک لرای (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰)

اور جس نے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ امام زین العابدینؑ کے چنانچہ جب وہ مسلم بن عقبہ کے پاس لائے گئے تو باوجود کہ مسلم مذکور ان کو اور ان کے بزرگوں کو بُرا کہہ رہا تھا۔ مگر سامنا ہوتے ہی کانپنے لگا اور سر قد تعظیم دے کر ان کو اپنے برابر بٹھا لیا۔

بعد ازاں جب امامؑ موصوف وہاں سے واپس گئے تو لوگوں نے مسلم بن عقبہ سے پوچھا کہ جس وقت تک تو ان کو اور ان کے بزرگوں کو بُرا کہہ رہا تھا۔ پھر کیا سبب ہے کہ ان کے آنے پر تو نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی۔ مسلم نے کہا کہ میں نے قصداً ان کی تعظیم و تکریم نہیں کی۔ بلکہ ان کو دیکھتے ہی میرے قلب پر ایسا رعب چھا گیا کہ میں مجبور ہو گیا۔ تاریخ ابو الفداؔ میں ہے کہ پھر ۶۴ھ شروع ہوا اور مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو سر کر کے بحالت بیماری مکے کی جانب رُخ کیا مگر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں مر گیا اور اپنا قائم مقام حصین بن نمیر کو کر گیا۔ حصین بن نمیر نے مکہ معظمہ پہنچ کر عبد اللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر سنگباری کر کے آگ لگا دی۔ عبد اللہ بن زبیر کے محاصرہ کو چالیس دن گزرے تھے کہ دفعتہً یزید کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی۔

اور جذبؔ القلوب میں ہے کہ جب حصین بن نمیر کو مرگ یزید کی خبر پہنچی تو اس نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔

مورخ ابو الفداؔ لکھتا ہے کہ جب یزید مرا تو اس کا بیٹا معاویہ بن یزید خلیفہ ہوا اور تین مہینے یا چالیس دن کے بعد وہ بھی مر گیا۔

اور تاریخ ابنؔ الوردی میں ہے کہ جب مکہ میں یزید کی خبر مرگ پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر لی اور معاویہ بن یزید کے مرنے پر شام میں بنی امیہ نے مروان کو خلیفہ تسلیم کیا۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۰۹) متی لقد ملئ قلبی منہ رعبا۔ ؎۱ قال ابو الفدا ثم دخلت سنۃ ۶۴ اربع وستین ولما فرغ مسلم بن عقبۃ من المدینۃ سار الی مکۃ وکان مریضاً فمات قبل ان یصل الی مکۃ واقام علی الجیش مکانہ الحصین بن نمیر ۔ فقدم الحصین مکۃ و حاصر عبد اللہ بن زبیر اربعین یوما حتی جاءھم الخبر بموت یزید بعد رمی البیت الحرام بالمنجنیق واحراقہ بالنار ؎۲ و در جذب القلوب است کہ چوں حصین بن نمیر را خبر موت یزید رسید بگریخت ؎۳ قال ابو الفداء لما توفی یزید بن معاویۃ بویع بالخلافۃ ولدہ معاویۃ بن یزید فلم تکن خلافتہ غیر ثلاثۃ اشہر وقیل اربعین یوماً ومات ؎۴ وقال ابن الوردی لما مات یزید بن معاویۃ بایع الناس بمکۃ ابن الزبیر (الی ان قال) وقام مروان بالشام فی ایام ابن الزبیر واجتمعت الیہ بنو امیۃ۔

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ سنہ ۶۵ھ میں مروان مرگیا اور اس کا بیٹا عبدالملک تخت خلافت پر متمکن ہوا اور سنہ ۶۶ھ میں مختار بن ابو عبیدہ ثقفی نے قصاص خون حسین کے لئے خروج کیا اور ایک جماعت کثیر نے اس کا ساتھ دیا حتی کہ کوفہ پر مختار کا تسلط ہوگیا۔ لوگوں نے مختار کی بیعت اتباع کتاب و سنت و طلب خون حسینؑ کے معاہدے پر کی اور مختار نے اپنے عزم کو محض قاتلان امام حسینؑ کا قتل کرنا قرار دیا۔ چنانچہ شمر بن ذی الجوشن کو تلاش کر کے قتل کیا اور خولی کو مار کر آگ میں جلادیا۔ پھر عمر بن سعد بن ابی وقاص یزید کے سردار لشکر کو قتل کیا جس کے حکم سے امام حسینؑ کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کی گئی تھی۔ نیز عمر بن سعد کا لڑکا حفص بھی قتل کیا گیا اور وسیلۃ النجات[2] میں ہے کہ مختار نے عمر بن سعد اور حسن بن عمر سعد اور شمر اور دیگر اشقیا کو طرح طرح کی عقوبتوں کے ساتھ قتل کیا۔ بالخصوص شمر کو شدید عقوبت کے ساتھ مارا۔ اور اس کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا کیوں کہ اس نے امام حسینؑ کی لاش کو پامال کرایا۔ تاریخ ابن الوردی[3] میں ہے کہ سنہ ۶۷ھ میں عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بصرے کا حاکم مقرر کیا۔ اور تاریخ ابوالفدا[4] میں ہے کہ اسی سال ماہ محرم میں مختار نے ایک لشکر عبیداللہ بن زیاد سے

---

[1] قال ابو الفداء ثم دخلت سنة خمس وستين وفيها مات مروان بن الحكم (الى ان قال) ولما مات مروان بويع ابنه عبد الملك (الى ان قال) ثم دخلت سنة ست وستين وفي هذه السنة خرج المختار بن ابي عبيد الثقفي بالكوفة طالباً بثار الحسين واجتمع اليه جمع كثير واستولى على الكوفة وبايعه الناس بها على كتاب الله وسنة رسوله والطلب بدماء اهل البيت وتجرد المختار لقتل قتلة الحسين وطلب شمر بن ذي الجوشن حتى ظفر به وقتله وبعث الى خولي فاحضر داره فقتله واحرقه بالنار ثم قتل عمر بن سعد ابي وقاص صاحب الجيش الذين قتلوا الحسين وهو الذي امره ان يدوس صدر الحسين وظهره بالخيل وقتل ابنه حفص بن عمر بن سعد [2] وفي وسيلة النجاة للملا مبين قال فقتل عمر بن سعد وحفص بن عمر بن سعد وشمر ذي الجوشن مع سائر الاشقياء بانواع العقوبات ×× وخص الشمر بمزيد العقوبة وامر حتى اوطاء بالخيول لانه فعل ذلك بالحسين [3] قال ابن الوردي وفيها اعني سنة سبع ستين) ولى ابن الزبير اخاه مصعباً البصرة [4] وقال ابو الفداء وفي هذه السنة في المحرم ارسل المختار الجنود لقتال عبيد الله ابن زياد وكان قد استولى على الموصل وقدم على الجيش ابراهيم بن الاشتر النخعي فتقاتلوا قتالاً شديداً وانهزمت اصحاب ابن زياد وقتل عبيد الله ابن زياد قتله ابراهيم بن الاشتر في المعركة واخذ راسه واحرق جثته ×× وبعث ابراهيم براس ابن زياد بهنة دوس معه الى المختار

قتال کرنے کو بجانب موصل بھیجا جہاں کا وہ والی تھا اور مقدمۃ الجیش ابراہیم بن اشتر نخعی کو کیا۔ عبید اللہ بن زیاد اور لشکر مختار میں شدید مقاتلہ ہوا بالآخر ابن زیاد کے لوگ نکلے اور عبید اللہ بن زیاد ابراہیم بن اشتر نخعی کے ہاتھ سے قتل ہوا ابراہیم نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مع دیگر سروں کے مختار کے پاس روانہ کیا اور ابن زیاد کے دھڑ کو آگ میں جلا دیا۔

اور حبیب السیر[1] میں ہے کہ پھر مختار کے حکم سے قیس بن اشعث کی گردن ماری گئی اور بجدل بن سلیم کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ چنانچہ وہ تڑپ تڑپ کر جہنم واصل ہوا اور یہ وہی کم بخت تھا جس نے انگشتری کی طمع میں امام حسینؑ کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹی تھیں۔ پھر مختار کی حکم سے حکیم بن طفیل تیر باراں کیا گیا اور یزید بن مالک اور عمران بن خالد اور عبد اللہ بجلی اور عبد اللہ بن قیس اور زرعہ بن شریک اور صبیح شامی اور سنان بن انس اور حرملہ بن کاہل وغیرہم قتل کئے گئے۔ اور روضۃ الصفا[2] میں ہے کہ من جملہ قاتلان امام حسینؑ کے عمرو بن الحجاج بھی مختار کے حکم سے گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔

شواہد النبوۃ[3] اور روضۃ الاحباب میں عمرو بن منہال سے مروی ہے کہ میں کوفے سے مکہ معظمہ کو بغرض حج گیا تھا۔ امام زین العابدین سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے حرملہ بن کاہل اسدی کا

---

[1] و در حبیب السیر است کہ دیگرے قیس بن الاشعث است کہ در خانہ عبد اللہ بن کامل او را گردن زدند و از جملہ بجدل بن سلیم است کہ طمع در خاتم امام حسین کردہ انگشتاں مبارک وے را بریدہ مختار فرمود کہ دست و پایش او را بریدند و او جان دخون می غلطید تا بہ اسفل السافلین واصل گردید و دیگرے حکیم بن طفیل است کہ او را تیر دوز گردد و یزید بن مالک عمران بن خالد و عبد اللہ بجلی و عبد اللہ بن قیس و زرعہ بن شریک و صبیح شامی و سنان بن انس و حرملہ بن کاہل نیز از جملہ بدبختاں اند کہ دراں آواں بفرمان مختار کشتہ شدند [2] و در روضۃ الصفا است کہ از اں جملہ عمرو بن الحجاج است کہ چوں مختار او را طلبیدہ فرار نمود پس جمعی بادرسیدہ گردنش زدند [3] در شواہد النبوت و روضۃ الاحباب از عمرو بن منہال مرویست کہ در وقتے کہ از کوفہ جہت گزاردن حج بمکہ شریف رفتہ بودم بر علی بن الحسین در آمدم از من پرسید کہ حال حرملہ بن کاہل چیست گفتم کہ بر او در کوفہ زندہ گزاشتہ ام دست بدعا برآورد و گفت اللّٰھم اذقہ حر الحدید اللّٰھم اذقہ حر النار بعد ازاں چوں بکوفہ رسیدم مختار بن ابو عبید خروج کردہ بود بنا بر دوستی سابق کہ باوے داشتم بسلامتش رفتم چوں بدو رسیدم سوار می شد من با وے ہمراہی نمودم در اثنائے راہ در موضعے بایستاد و انتظار می کشید ناگاہ حرملہ بن کاہل را آوردند مختار گفت الحمد للہ کہ خدائے تعالے مرا بر تو دست داد آں گاہ جلاد را فرمود تا دست و پایش ببریدند پس بافروختن آتش اشارت کرد حرملہ را در میان آتش نہاد بسوخت چوں ایں حال را مشاہدہ کردم گفتم سبحان اللہ۔ مختار پرسید چرا تعجب کردی من قصہ دعائے امام علی بن الحسین را شرح کردم او سوگند داد کہ تو ایں دعا از وے شنیدہ بودی گفتم بلے پس مختار از اسپ فرود آمد و دو رکعت نماز گزارد و سر بسجدہ نہاد۔

حال دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ حرملہ کوفے میں موجود ہے۔ یہ سن کر امام زین العابدینؑ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا کہ بار الٰہا حرملہ کو گرمی تیغ کا مزہ چکھا۔ خدایا اس آتش جہنم کا مزہ چکھا۔ جب میں کوفے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار نے خروج کیا ہے۔ چوں کہ مجھ سے اور مختار سے پیشتر کی دوستی تھی۔ میں اس سے ملنے کو گیا۔ مختار اس وقت کہیں کے قصد سے سوار ہو رہا تھا، میں بھی اس کیا تھ ہولیا۔ اثنائے راہ میں مختار کسی کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں لوگ حرملہ بن کاہل کو گرفتار کر کے لائے مختار نے اس کو دیکھ کر کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو تجھ پر غلبہ عطا فرمایا۔ بعد ازاں حکم دیا کہ حرملہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو آگ میں جلا دیں۔ چنانچہ وہ اسی وقت ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیا گیا۔ میں یہ حال دیکھ کر میں نے تعجب سے کہا کہ سبحان اللہ۔ مختار نے مجھ سے سبحان اللہ کہنے کا سبب پوچھا۔ میں نے امام زین العابدینؑ کی ملاقات اور ان کی دعا کا مفصل ذکر کیا۔ مختار نے قسم دے کر دریافت کیا۔ کہ کیا تم نے واقعی امام زین العابدینؑ کی زبان سے یہ دعا سنی ہے! میں نے کہا کہ ہاں یہ سن کر مختار نے گھوڑے سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور سجدۂ شکر ادا کیا۔

تاریخ کامل میں[1] ہے کہ مختار نے لوگوں کو مرہ بن منقذ قاتل حضرت علی اکبرؑ کی گرفتاری کو بھیجا انہوں نے جا کر اس کے مکان کو گھیر لیا۔ مرہ بن منقذ گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے باہر نکلا۔ مختار کے سپاہیوں نے اس پر نیزوں کا وار کیا مگر وہ بچ کر بصرہ بھاگ اور مصعب بن زبیر کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ مختار نے اپنے سپاہی محمد بن اشعث کے پکڑنے کو بھیجا جو ایک گاؤں میں تھا لیکن وہ بھی نہ ملا۔ مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گیا۔ مصعب بن زبیر نے محمد بن اشعث کو موصل کا حاکم مقرر کر دیا

تاریخ ابن[2] الوردی میں ہے کہ ۶۸ھ میں عبد اللہ بن عباس کا انتقال ہوا اور تاریخ کامل میں[3] ہے

---

[1] قال فی الکامل وبعث المختار الی قاتل علی بن الحسین وهو مرة بن منقذ.. فاحاطوا بداره فخرج الیهم علی فرسه وبیده رمحه فطاعنهم .. فضرب منهم فنجا ولحق بمصعب بن الزبیر وفیه ایضاً وارسل المختار الی محمد بن الاشعث وهو فی قریة فطلبوا فلم یجدوه وکان قد هرب الی مصعب بن الزبیر (وفیه ایضاً) وکان ابن الزبیر استعمل علی الموصل محمد بن الاشعث [2] قال ابن الوردی ثم دخلت سنة ثمان وستین وفیها توفی عبد الله بن عباس [3] وفی الکامل ثم دخلت سنة تسع وستین وفی هذه السنة خالف عمرو بن سعید عبد الملک بن مروان وغلب علی دمشق فقتله عبد الملک وفیه ایضاً قال وفی سنة سبعین مات عاصم بن عمر بن الخطاب۔

کہ ۶۹ھ میں عمرو بن سعید نے عبدالملک بن مروان کی مخالفت کرکے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ مگر بالآخر عبدالملک کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور ۷۰ھ میں عاصم بن عمر بن الخطاب نے انتقال کیا۔

تاریخ ابوالفدا[1] میں ہے کہ ۷۱ھ میں عبدالملک نے عراق پر لشکر کشی کی۔ مصعب بن زبیر عبدالملک کے مقابلے کو نکلے۔ اہل عراق باطن میں عبدالملک سے ملے ہوئے تھے۔ جب دونوں لشکروں میں جنگ واقع ہوئی تو اہل عراق نے مصعب سے انحراف کیا۔ اور مصعب لڑکر مقتول ہوئے۔ پھر ۷۲ھ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لشکر دے کر عبداللہ بن زبیر سے قتال کرنے کے لئے بجانب مکہ معظمہ روانہ کیا۔

تاریخ ابن الوردی[2] میں ہے کہ حجاج اور اصحاب ابن زبیر میں کئی لڑائیاں ہوئیں آخر کو عبداللہ بن زبیر محصور ہوگئے اور حجاج نے بیت اللہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ ۷۲ھ کے اختتام تک یہی حالت قائم رہی آخرکار جمادی الاخری ۷۳ھ میں (سات مہینے قتال کرنے کے بعد) عبداللہ بن زبیر مقتول ہوئے۔ مورخ ابوالفدا[3] لکھتا ہے کہ اسی سال عبداللہ بن الخطاب نے وفات پائی۔ تاریخ کامل[4] میں ہے کہ ۷۴ھ میں عبدالملک نے طارق کو گورنری سے معطل کرکے اس کی جگہ حجاج بن یوسف کو دی۔ کنز العمال[5] میں بروایت ابن جریر و ابن ابی شیبہ موسےٰ بن انس سے مروی ہے کہ حجاج بن یوسف نے مدینہ میں خطبہ پڑھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم وضو میں اپنے منہ اور ہاتھ اور پیروں کو اوپر

---

[1] قال ابو الفداء فی سنة احدی وسبعین تجهز عبد الملك وسار الی العراق وتجهز مصعب بن الزبیر وقتل الجمعان وکان اهل العراق قد کاتبوا عبد الملك وصاروا معه فی الباطن فتخلوا عن مصعب فقاتل مصعب حتی قتل (الی ان قال) ثم دخلت سنة اثنین وسبعین فیها جهز عبد الملك بن الحجاج بن یوسف الثقفی فی جیش الی مكة لقتال ابن الزبیر [2] قال ابن الوردی وجرت بینه وبین اصحاب ابن الزبیر حروب وآخر ذلك انه حصر ابن الزبیر بمكة ورمی البیت بالمنجنیق ودام الحصار حتی خرجت السنة ثم دخلت سنة ثلث وسبعین وابن الزبیر محصور فقاتل حتی قتل فی جمادی الاخری منها بعد قتال سبعة اشهر [3] قال ابو الفداء وفی هذه السنة توفی عبد الله بن عمر بن الخطاب [4] وقال ابن الاثیر فی الکامل ثم دخلت سنة اربع وسبعین وفی هذه السنة عزل عبد الملك طارق عن المدینة واستعمل علیها الحجاج

[5] وفی کنز العمال قال اخرج ابن جریر وابن ابی شعیبة عن موسی بن انس قال خطب الحجاج فقال اغسلوا وجوهكم وایدیكم وامسحوا برؤسكم وارجلكم واغسلوا ظهورها وبطونهما فان ذلك ادنی الی خبثكم فقال انس صدق الله وكذب الحجاج قال وامسحوا برؤسكم وارجلكم

نیچے دھویا کرو۔ کیوں کہ پاؤں نجاست سے قریب رہتے ہیں۔ یہ سُن کر انس نے کہا کہ سچ فرمایا اللہ نے اور جھوٹ بولا حجاج (کیوں کہ) اللہ نے حکم دیا ہے کہ سر اور دونوں پاؤں پر مسح کیا کرو۔

اور تاریخ ابن الوردی[1] میں ہے کہ ۷۵ھ ہجری میں عبدالملک نے حجاج کو مدینے سے ہٹا کر عراق میں مقرر کیا۔

علامہ بلاذری[2] کتاب انساب الاشراف میں لکھتے ہیں کہ حجاج جب مدینے سے نکلا تو کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھے ایسے شہر سے باہر کیا جو فتنے اور فساد کی بنیاد ہے اور جس کے باشندے بڑے خبیث لوگ ہیں۔ نیز جناب صدیق حسن خاں حجج الکرامہ[3] میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حجاج نے اثنائے خطبہ میں روضہ رسولؐ کے زائروں کا ذکر کر کے کہا کہ ان لوگوں کی خرابی ہو جو بوسیدہ ہڈیوں کا طواف کرتے ہیں اور قصر امیر المومنین عبدالملک کا طواف نہیں۔ روضۃ الاحباب[4] میں زہری سے مروی ہے کہ عامل مدینہ نے عبدالملک کے حکم سے امام زین العابدینؑ کو طوق و زنجیر پہنا کر قید کیا تاکہ اُن کو نگہبانوں کی حراست میں عبدالملک کے پاس روانہ کیا۔ میں نے داروغہ مجلس کے پاس جا کر حضرت علی ابن حسینؑ سے ملنے کی اجازت چاہی اور بعد حصول اجازت قید خانے کے اندر جا کر ان سے ملاقات

لہ وفی تاریخ ابن الوردی قال ثم دخلت سنۃ خمس وسبعین فیہا ولی عبد الملک الحجاج العراق ٢ه وفی کتاب انساب الاشراف للبلاذری لما خرج الحجاج من المدینہ قال الحمد للہ الذی اخرجنی من ام فتن اھلہا اخبث اھل۔

٣ه نواب صدیق حسن خاں در حجج الکرامہ می فرماید کہ حجاج در کوفہ روزے در اثنائے خطبہ زوار روضہ منورہ حضرت رسالت صلعم راذکر کرد و گفت تبا لہم جز این نیست کہ طواف می کنند رمم بالیہ راچرا طواف نمی کنند قصر امیر المومنین عبدالملک را ٤ه در روضۃ الاحباب از زہری مرویست کہ علی بن الحسین را بفرمان عبدالملک بن مروان علی برگردن و بند بر پائے نہادہ در خیمہ حبس کردند و نگاہبانان بروے گماشتہ خواستند کہ او را از مدینہ بیرون برند من نزد نگاہبان رفتہ دستورے خواستم کہ باں جناب ملاقات نمودہ شرط وداع بجا آرم چوں اجازت یافتم نزد او رفتم بگریستم و گفتم کہ کاش بجائے تو من بودم فرمود کہ اے زہری پنداری کہ من ازیں قیود زحمتے دارم بداں کہ ہرگاہ من بخواہم اینہا از من دور شوند بعد ازاں دست و پائے خود را از غل و بند رہائی داد و گفت اے زہری من زیادہ از دو منزل ہمراہ ایں جماعت نخواہم رفت من امام را وداع کردہ باز آمدم چوں چہار روز منقضی شدند گماشتگاں کہ بروے مقرر بودند بمدینہ باز آمدند و وے طلبیدند مردماں کیفیت حال از ایشاں پرسیدند گفتند کہ ما در منزل فرود آمدہ بودیم و تمام شب علی بن حسین را محافظت نمودیم لیکن صباح او را ندیدیم البتہ بند ہائش را و غل یافتیم زہری فرمود کہ بعد ازاں بچند روز نزد عبدالملک بن مروان رفتم او چوں مرا دید از حال علی بن حسین پرسید من آنچہ ازاں باب می دانستم گفتم عبدالملک گفت در ہماں وقت کہ گماشتگاں او را گم کردہ بودند دیدم کہ نزد من آمد و فرمود کہ میان من و تو چہ افتادہ است گفتم کہ خواہش من آنست کہ نزد من اقامت نمائی گفت کہ نمی خواہم ایں بگفت و بیرون رفت واللہ کہ من از خوف و ہیبت وے بجاں آمدہ بودم۔

کی اور عرض کیا کہ کاش آپ کی جگہ میں قید ہوتا انہوں نے فرمایا کہ اے زہری یہ نہ سمجھو کہ اس قید سے مجھے کچھ زحمت ہے۔ اگر میں چاہوں تو ابھی رہائی ہو سکتی ہے اس کے کہنے کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ ان کے جسم سے بند قید علیحدہ ہو گئے۔

پھر انہوں نے فرمایا کہ اے زہری میں دو منزل سے زیادہ ان لوگوں کے ساتھ نہ جاؤں گا تھوڑی دیر کے بعد میں ان کو وداع کر کے چلا آیا۔ چوتھے دن میں نے دیکھا کہ جو لوگ حضرت زین العابدین کو اپنی حراست میں لے گئے تھے۔ مدینے واپس آ کر ان کو تلاش کر رہے ہیں۔ لوگوں نے کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ایک منزل میں مقیم تھے اور رات بھر علی بن حسینؑ کی محافظت کرتے رہے مگر جب صبح ہوئی تو ہم نے انہیں نہ پایا۔ البتہ بند قید محمل میں موجود تھے۔

زہری کہتے ہیں کہ چند روز کے بعد میں اتفاقاً عبدالملک بن مروان کے یہاں حاضر ہوا تو اس نے مجھے حضرت علی بن حسینؑ کا حال دریافت کیا۔ جو حالات معلوم تھے میں نے بیان کئے۔ عبدالملک نے کہا کہ جس دن میرے گماشتوں کی حراست سے علی بن حسینؑ کا غائب ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اسی دن وہ میرے پاس آکر کہنے لگا کہ تو کیوں میرے پیچھے پڑا ہے۔ میں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ تم میرے پاس رہو۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا یہ کہہ کر اسی وقت باہر چلے گئے اور واللہ مجھ پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں ان سے کچھ نہ کہہ سکا۔

تاریخ کامل[1] میں ہے کہ ۷۶ھ میں عبدالملک نے اوّل اوّل درہم و دینار مسکوک کرائے اس سے پہلے اسلام میں کسی نے اس عمل کو جاری نہیں کیا تھا

حلیۃ[2] الاولیائے ابونعیم اور وفیات الاعیان ابن خلکان اور صواعق محرقہ ابن حجر مکی سے

---

[1] قال فی الکامل و فی سنۃ ست و سبعین ضرب عبد الملک بن مروان الدنانیر والدراھم و ھو اول من احدث ضربھا فی الاسلام [2] و فی الحلیۃ الاولیاء لابی نعیم الحافظ و وفیات الاعیان لابن خلکان و صواعق المحرقۃ للشیخ ابن حجر ابن حجر المکی و غیرھا قال حج ھشام بن عبد الملک فی ایام ابیہ فطاف وجھد ان یصل الی الحجر لیستلمہ فلم یقدر علیہ لکثرۃ الزحام فنصب لہ منبر علیہ ینظر الی الناس و حولہ جماعۃ من اعیان اھل الشام فبینما ھو کذلک اذ اقبل زین العابدین علی بن الحسین فلما انتھی الحجر تنحی لہ الناس حتی استلم فقال رجل من اھل الشام لھشام من ھذا الذی قد ھابہ الناس ھذہ الھیبۃ فقال ھشام لا اعرفہ مخافتا ان یرغب فیہ اھل الشام فیملکوہ و کان الفرزدق حاضرا فقال انا اعرفہ فقال

منقول ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک اپنے باپ کے زمانہ سلطنت میں حج کے لئے آیا اور ہنگام طواف اس نے حجر اسود کو بوسہ دینے کا قصد کیا تو بوجہ ازدحام خواص و عوام باوجود کوشش حجر اسود تک نہ پہنچ سکا مجبورًا ایک طرف منبر پر بیٹھ کر مجمع کی سیر دیکھنے لگا اور منبر کے سرداران شام نے حلقہ کر لیا تاکہ ہشام کی سطوت شاہزادگی سب پر عیاں ہو اتنے میں امام زین العابدین علی بن الحسین طواف کے لئے تشریف لائے اور جب انہوں نے حجر اسود کی جانب رُخ کیا تو لوگ فورًا ادھر ادھر ہٹ گئے اور امام زینؑ نے بلا تکلف حجر اسود تک پہنچ کر شرط اسلام ادا کی۔ عیان شام میں سے ایک شخص نے متعجب ہو کر ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ جس کی ہیبت سے لوگ ہٹ گئے۔ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو اہل شام کا میلان علی بن الحسین کی امامت و خلافت کی جانب ہو جائے کہا کہ میں اس شخص کو نہیں پہچانتا۔ اتفاقًا اس مجمع میں فرزدق شاعر حاضر تھا۔ ہشام کا تجاہل عارفانہ دیکھ کر فرزدق سے رہا نہ گیا اور اس نے شامیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس شخص کو میں جانتا ہوں مجھ سے سنو کہ یہ کون شخص ہے:۔

ھذا الذی تعرف البطحاء وطأته	والبیت یعرفہ والحل والحرم	یہ وہ شخص ہے جس کو خانہ کعبہ اور حل و حرم سب پہچانتے ہیں اور جس کے قدم رکھنے کی جگہ کو زمین بطحا بھی محسوس کرتی ہے۔
ھذا ابن خیر عباد اللہ کلھم	ھذا التقی النقی الطاھر العلم	یہ شخص اس کا فرزند ہے جو تمام بندگان خدا سے افضل مانا جاتا ہے اور یہ شخص خود بھی پرہیزگار پاک سرشت اور سردار قوم ہے۔
اذا راتہ قریش قال قائلھا	الی مکارم ھذا ینتھی الکرم	یہ وہ شخص ہے جس کو دیکھ کر قریش کہہ اٹھتے ہیں کہ اسی کے مکارم اخلاق پر کرم کی انتہا ہوتی ہے۔
ینمی الی ذروۃ العز التی قصرت	عن نیلھا عرب الاسلام والعجم	یہ وہ شخص ہے جس کو اوج عظمت تک رسائی پانے سے مسلمان عرب و عجم قاصر ہیں۔
یکاد یمسکہ عرفان راحتہ	رکن الحطیم اذا ما جاء یستلم	یہ وہ شخص ہے کہ جب حجر اسود کے استلام کو جاتا ہے تو حجر اسود اس کے کف دست کو پہچان کر اس سے متمسک ہوتا ہے۔
یغضی حیاء ویغضی من مھابتہ	فلا یکلم الا حین یبتسم	یہ وہ شخص ہے کہ اسکی نگاہیں حیا سے نیچی رہتی ہیں اور دوسروں کی نگاہیں اس کے رعب سے نیچی رہتی ہیں حتی کہ جب تک وہ متبسم نہ ہو کسی کو اس سے ہم کلام ہونے کی جرات نہیں ہوتی۔
من جدہ دان فضل الانبیاء لہ	وفضل امۃ دانت لہ الامم	یہ وہ شخص ہے جس کے جد کا مرتبہ ہر نبی کے مرتبہ سے بالاتر ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کے جد کی امت ہر نبی کی امت پر فوقیت رکھتی ہے۔
ینشق نور الھدی من نور غرتہ	کالشمس ینجاب عن اشراقھا الظلم	یہ وہ شخص ہے جس کی جبیں آفتاب کی طرح ہدایت کی روشنی پھیلا کر ظلم و تاریکیوں کو زائل کر دیتی ہے۔
مشتقۃ من رسول اللہ نبعتہ	طابت عناصرہ والخیم والشیم	یہ وہ شخص ہے جس کا شجرہ طیبہ نسب رسالت سے ملا ہوا ہے اور جس کے عناصر و اخلاق سب پاک و پاکیزہ ہیں
ھذا ابن فاطمۃ ان کنت جاھلہ	بجدہ انبیاء اللہ قد ختموا	اے ہشام اگر تو نہیں جانتا تو جان لے کہ یہ شخص فاطمہ زہرا کا فرزند ہے اور اس کا جد امجد خاتم المرسلین ہے۔

الله فضله قدما وشرفه	جرى بذاك له في لوحه القلم	یہ وہ شخص ہے جس کو خدا نے ازل سے شرف عطا فرمایا ہے اور جس کی فضل قلم قدرت سے لوح پر لکھا جا چکا ہے۔
وليس قولك من هذا بضائره	العرب تعرف من انكرت والعجم	اس شخص کو تیرا تجاہل کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ اسلئے اس کو تمام عرب و عجم جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔
كلتا يديه غياث عم نفعهما	يستوكفان ولا يعروهما العدم	یہ وہ شخص ہے جس کو دونوں ہاتھ مخلوق کو نفع پہونچانے کے لئے برابر ہیں اور پھر بھی اس کے پاس تہیدستی کا گزر نہیں ہوتا۔
سهل الخليقة لا تخشى بوادره	يزينه اثنان حسن الخلق والكرم	یہ شخص ایسا حلیم و نیک خواہ اور پاک طینت ہے جس سے درشتی اور بدخوئی کا اندیشہ تک نہیں ہو سکتا۔
حمال اثقال اقوام اذا افتدحوا	حلو الشمائل تحلو عنده نعم	یہ وہ فیاض طبع شخص ہے جو دوسروں کا بار خود اٹھالیتا ہے اور اس کی شیریں عادات سے اس کا فیض و انعام اور زیادہ شیریں ہو جاتا ہے۔
ما قال لا قط الا في تشهده	لولا التشهد كانت لاءه نعم	یہ وہ شخص ہے کہ سوا موقع تشہد کے لا کا لفظ کبھی زبان سے نہیں نکالا اور اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کا وہ لا بھی نعم ہو جاتا۔
لا يخلف الوعد ميمون نقيبته	رحب الفناء اريب حين يعتزم	یہ وہ راست باز عاقل و مہمان نواز شخص ہے جس کی ذات سے کبھی وعدہ خلافی نہیں ہوتی۔
عم البرية بالاحسان فانقشعت	عنه القتار والاملاق والعدم	یہ وہ شخص ہے جس کا احسان عام مخلوق خدا پر ہے اور جس کی برکت سے لوگوں کی فاقہ کشی اور تہی دستی دور ہو جاتی ہے۔
من معشر حبهم دين وبغضهم	كفر وقربهم منجى ومعتصم	یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کی دوستی ایمان اور دشمنی کفر ہے اور جن کی نزدیکی نجات کی دستاویز سمجھی جاتی ہے۔
ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم	او قيل من خير اهل الارض قيل هم	اگر پرہیزگاروں کا شمار کیا جائے تو یہی لوگ امام ہیں اور اگر پوچھا جائے کہ بہترین اہل ارض کون ہے تو یہی لوگ بتائے جائیں گے۔
لا يستطيع جواد بعد غايتهم	ولا يدانيهم قوم وان كرموا	کوئی سخی ان کی کوئی سخاوت کو نہیں پا سکتا اور کوئی قوم ان کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتی
هم الغيوث اذا ما ازمة ازمت	والاسد اسد الشرى والباس محتدم	یہی حضرات ابر کرم ہیں جبکہ لوگ قحط سے تباہ حال ہوں اور یہی شیر خشمناک ہیں جب کہ میدان کارزار گرم ہو۔
لا ينقص العسر بسطا من اكفهم	سيان ذلك ان اثروا وان عدموا	یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی تنگ دستی فیاضی کو کم نہیں کرتی کیونکہ یہ تنگداری اور بے زری میں یکساں فیاض ہے
يستدفع الشر والبلوى بحبهم	ويستزاد به الاحسان والنعم	یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے طفیل میں دفع مصیبت کی خواستگاری کی جاتی ہے اور جن کی برکت سے نعمتوں میں افزائش ہوتی ہے
مقدم بعد ذكر الله ذكرهم	في كل بدء ومختوم به الكلم	یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کا ذکر خدا ہر کلام کے آغاز و اختتام پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔
يابى لهم ان يحل الذم ساحتهم	خيم كريم وايد بالندى هضم	یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو کریم الخصال اور فیاض دست ہیں اور ان کے حسن میں عیب و برائی کو نازل ہونے سے انکار ہے۔
اي الخلائق ليست في رقابهم	لاولية هذا او له نعم	خلائق میں کوئی ایسا نہیں جو اس شخص کی اولیت اور اس کے حقوق و منت و نعمت کی وجہ سے اس کا زیر بار احسان نہ ہو۔
من يعرف الله يعرف اولية ذا	والدين من بيت هذا ناله الامم	اور سچ تو یہ ہے کہ جو خدا کو پہچانتا ہے وہ اس کی اولیت کو بھی جانتا ہے کیونکہ اسی کے گھر سے امت نے دین اور ایمان پایا ہے۔

صواعق محرقہ[1] وغیرہ میں ہے کہ جب ہشام نے اشعار سنے تو سخت غضب ناک ہو کر اس نے فرزدق کو بمقام عسفان قید کر دیا۔
تاریخ کامل[2] میں ہے کہ ۷۴ھ میں جابر بن عبداللہ انصاری کا انتقال ہوا اور ۷۸ھ میں زید بن خالد جہنی نے رحلت کی اور ۷۹ھ میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود نے وفات پائی۔
تاریخ الخمیس[3] میں ہے ۸۰ھ میں حضرت جعفر صادق بمقام مدینہ طیبہ پیدا ہوئے اور تاریخ ابوالفدا[4] میں ہے کہ ۸۱ھ میں محمد بن حنفیہ نے وفات پائی اور تاریخ ابن الوردی[5] میں ہے کہ ۸۲ھ میں خالد بن یزید بن معاویہ فوت ہوا اور ۸۳ھ میں حجاج بن یوسف نے شہر واسط کی بنیاد ڈالی۔ تاریخ کامل[6] میں ہے کہ ۸۴ھ میں عبدالملک نے بجانب روم لشکر کشی کر کے مصیصہ پر فتح حاصل کی۔
اور تاریخ[7] ابوالفدا میں ہے کہ ۸۵ھ میں عبدالعزیز بن مروان نے رحلت کی اور ۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان نے انتقال کیا۔
تاریخ ابن[8] الوردی میں ہے کہ عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا اور اسی سال اس نے اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کو مدینے کا حاکم مقرر کیا۔
تاریخ کامل[9] میں ہے کہ ۸۷ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے بحیثیت امیر مدینہ ہونے کے لوگوں

---

[1] قال فی الصواعق فلما سمعہا ھشام غضب وحبس الفرزدق بعسفان [2] قال فی الکامل فی سنۃ سبع وسبعین مات جابر بن عبداللہ الانصاری وفی سنۃ ثمان وسبعین مات زید بن خالد الجھنی وفی سنۃ تسع وسبعین مات عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود [3] وفی الخمیس قال ولد جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب بالمدینۃ سنۃ ثمانین من الھجرۃ [4] وفی تاریخ ابوالفدا وقال وفی سنۃ احد وثمانین توفی محمد بن علی بن ابی طالب المعروف بابن الحنفیۃ [5] وقال ابن الوردی وفی سنۃ اثنین وثمانین ملت خالد بن یزید بن معاویۃ (الی ان قال) ثم دخلت سنۃ ثلاث وثمانین فیہا بنی الحجاج واسط [6] قال فی الکامل وفی سنۃ اربع وثمانین غزا عبدالملک الروم ففتح المصیصۃ [7] و قال ابوالفدا وفی سنۃ خمس وثمانین توفی عبدالعزیز بن مروان بمصر ثم دخلت سنۃ ستۃ وثمانین وفی نصف شوال منہا توفی عبدالملک بن مروان [8] وفی تاریخ ابن الوردی قال لما توفی عبدالملک بویع الولید بن عبدالملک (الی ان قال) وفیہا ولی الولید ابن عمہ عمر بن عبدالعزیز المدینۃ [9] وفی الکامل فی سنۃ سبع وثمانین حج بالناس عمر بن عبدالعزیز وھو امیر المدینۃ۔

کے ساتھ حج ادا کیا۔

اور تاریخ ابوالفداء[1] میں ہے کہ ۸۸ھ میں ولید نے جامع دمشق کی بنیاد ڈالنے کا حکم دیا۔

تاریخ کامل[2] میں ہے کہ ۸۹ھ میں ولید بن عبدالملک نے موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کا عامل مقرر کیا۔ موسیٰ مذکور کے باپ نصیر معاویہ بن ابی سفیان کے باڈی گارڈ تھے اور جب معاویہ نے حضرت علیؑ سے قتال کرنے کو صفین کی جانب لشکر کشی کی تو نصیر نے رفاقت سے انکار کیا۔ معاویہ نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ میرے ساتھ علیؑ سے لڑنے کو نہیں چلتے۔ نصیر نے جواب دیا۔ کہ میں اس خدائے عزوجل کا کفران نعمت کرنے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جو شکر کا تم سے زیادہ مستحق ہے۔ یہ سن کر معاویہ چپ ہو گئے۔

نیز تاریخ کامل[3] میں ہے کہ ۹۰ھ میں انس بن مالک انصاری نے وفات پائی اور ۹۱ھ میں ولید بن عبدالملک نے حج کعبہ ادا کیا۔ جذب القلوب[4] میں ہے کہ جب ولید بن عبدالملک

---

[1] قال ابوالفداء فی سنۃ ثمان و ثمانین امر الولید ببناء جامع دمشق [2] و فی الکامل قال و فی سنۃ تسع وثمانین استعمل الولید موسیٰ بن نصیر علی افریقیہ وکان نصیر والدہ علی حرس معاویۃ بن ابی سفیان فلما سار معاویۃ الی صفین لم یسر معہ فقال لہ مایمنعک من المسیر معی الی قتال علی فقال لا اشرکک بکفر من ھو اولی بالشکر منک وھو اللہ عزوجل فسکت عنہ [3] قال ابن الاثیر و فی سنۃ تسعین مات انس بن مالک الانصاری و فی سنۃ احدی وتسعین حج بالناس الولید بن عبدالملک۔

[4] در جذب القلوب است کہ چوں ولید بن عبدالملک بحج آمد بعد از تمام مناسک حج قدم بر مدینہ مطہرہ آورد در روزے بر منبر مسجد خطبہ می خواند در اثنائے آں نظرش بر جمال حسن بن حسن رضی اللہ عنہما افتاد کہ در بیت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نشستہ بود و آئینہ در دست داشت کہ در روے جمال جہاں آرائے خود مشاہدہ می نمود چوں ولید از منبر فرود آمد عمر بن عبدالعزیز را طلبیدہ زجر نمود کہ چرا ایشاں آں در ایں جا ہنوز گذاشتہ در بیروں نیاوردہ خواہم کہ ایشاں را بعد ازیں ایں جا بہ بینیم خانہ را از ایشاں بخرو داخل مسجد کن فاطمہ بنت حسین و حسن و بنی حسن و اولاد ایشاں سلام اللہ علیہم اجمعین درون خانہ بودند و از بیرون آمدن ابا نمودند حکم کرد کہ اگر بیروں نیایند خانہ را بر ایشاں بیفتد از پس اسباب خانہ بے رضائے ایشاں بدر می آوردند و خانہ را ویران ساختند پس بحکم ضرورت بدر آمدند و در روز روشن مخدرات اہل بیت بیروں مدینہ رفتند برائے سکونت اختیار کردند و ہم چنیں در بیت حفصہ رضی اللہ عنہا کہ در دست اولاد عمر الخطاب بود نزاع شد چوں آنہا گفتند کہ ہرگز نخواہم برآمد و عوض خانہ خواہم شاند حجاج بن یوسف در آں وقت در مدینہ بود حکم کرد تا خانہ را ہم بر ایشاں بیفگندند و لیکن چوں خبر بولید رسید عمر بن عبدالعزیز را نوشت کہ در بہتر رضامی حافظ عمر بن الخطاب بہ تعمیر انہی حتیٰ آن خانہ را بدو و اگر نشانند ایشاں را اکرام کن و بقعۂ از خانۂ برایشاں را در سے بجانب مسجد نیز بگذارد۔

حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ آیا۔ تو ایک دن منبر رسولؐ پر خطبہ پڑھتے ہوئے اس کی نظر حسنؑ بن علیؑ پر پڑی جو خانہ جناب سیدہؑ میں بیٹھے ہوئے آئینہ دیکھ رہے تھے۔ ولید منبر سے نیچے اترا تو اس نے عمر بن عبدالعزیز کو طلب کر کے کہا تم نے حسنؑ بن حسنؑ وغیرہ کو کیوں اب تک اس مکان میں رہنے دیا اور کیوں نہ ان کو یہاں سے نکال باہر کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ آئندہ پھر ان لوگوں کو یہاں دیکھوں یہ مکان اس سے خرید کر کے مسجد میں شامل کر لیا جائے حسنؑ اور فاطمہ بنت حسینؑ اور ان کی اولاد نے گھر چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ ولید نے حکم دیا کہ مکان کو ان لوگوں پر گرا دو۔ لوگوں نے زبردستی اسباب نکال کر پھینکنا اور مکان کو ویران کرنا شروع کیا۔ مجبوراً یہ حضرات مع مخدرات عالیات روز روشن میں گھر سے نکل کر بیرون مدینہ سکونت پذیر ہوئے۔ اسی طرح کا قضیہ حضرت حفصہ کے مکان کا بھی پیش آیا۔ جو اولاد حضرت عمر کے قبضہ میں تھا۔ چنانچہ جب ان سے کہا گیا کہ گھر سے باہر نکلو تو انہوں نے منظور نہ کیا اور اس کی قیمت بھی قبول نہ کی۔

حجاج بن یوسف اس وقت مدینے میں موجود تھا اس نے چاہا۔ کہ مکان کو گرا دے مگر جب اس بات کی اطلاع ولید بن عبدالملک کو ہوئی۔ تو اس نے عمر بن عبدالعزیز عامل مدینہ کو لکھا کہ اولاد عمر بن الخطاب کی۔ رضا جوئی میں قصور نہ کرو۔ ان کا احترام ملحوظ رکھو اگر وہ مکان فروخت کرنے پر راضی نہ ہوں تو ان کے رہنے کو مکان کا ایک حصہ چھوڑ دو اور ان کی آمد و رفت کے لئے مسجد کی جانب ایک دروازہ بھی رہنے دو۔

تاریخ کامل[1] میں ہے کہ ۹۲ھ میں مالک بن عوس بصری نے رحلت کی اور تاریخ ابن[2] الوردی میں ہے کہ ۹۳ھ میں ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو حکومت مدینہ سے معزول کیا۔

تاریخ ابوالفدا[3] میں ہے کہ ۹۴ھ میں امام زین العابدین علی بن حسین نے بمقام مدینہ طیبہ وفات فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

اور حبیب[4] السیر میں ہے کہ امام زین العابدین نے محرم ۹۵ھ میں بہشت بریں کی راہ اختیار کی
صواعق[5] محرقہ میں ہے کہ بقول بعض محققین امام زین العابدین کو عبدالملک نے زہر دلا کر شہید کیا

---

[1] قال فی الکامل وسنۃ اثنتین وتسعین مات مالک بن عوس البصری [2] وقال ابن الوردی فی تاریخہ وفی سنۃ ثلاث وتسعین عزل الولید عمر بن عبدالعزیز عن المدینۃ [3] وقال ابو الفدا وفی سنۃ اربع وتسعین توفی علی بن الحسین بن ابی طالب المعروف بزین العابدین بالمدینۃ ودفن بالبقیع [4] ودر حبیب السیر است کہ در محرم سنۃ خمس وتسعین بہ بہشت بریں خرامید [5] قال فی الصواعق قیل سمہ الولید بن عبدالملک۔

اور شواہد النبوۃ[1] ملا جامی میں ہے کہ جس شب امام موصوف کی وفات ہوئی انہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے فرمایا کہ اے فرزند آج کی رات میرا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ بعد ازاں ان کو اپنا وصی قرار دیا۔ روضۃ الاحباب[2] میں ہے کہ امام محمد باقرؑ کی ولادت باسعادت بمقام مدینہ تیسری صفر ۵۷ھ کو بروز جمعہ ہوئی تھی۔ ان کا نام محمد اور لقب باقر ہے اور تاریخ الخمیس[3] میں ہے کہ بوجہ تجر و توسع علمی کے وہ باقر کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اور تہذیب[4] نووی میں ہے کہ ان کا لقب باقر اس وجہ سے ہوا کہ ان کے تبحر نے علم کو شگافتہ کر کے اس کی جڑ اور باریکیوں کو سمجھ لیا تھا اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی[5] میں ہے کہ امام محمد باقر سردار بنی ہاشم تھے اور بوجہ تبحر علمی کے باقر کے لقب سے مشہور ہوئے یعنی انہوں نے علم کو شق کر کے اس کی اصل باریکی کو سمجھ لیا تھا۔ اور وفیات الاعیان ابن خلکان[6] میں ہے کہ امام محمد باقر عالم زماں اور سید کبیر الشان تھے اور بوجہ توسع فی العلم ہونے کے باقر کے لقب سے ملقب ہوئے چنانچہ کسی شاعر نے ان کی شان میں یہ شعر کہا ہے (ترجمہ شعر) اے پرہیزگاروں کے لئے علم شگافتہ کرنے والے اور ان بہترین اشخاص میں سے جو پہاڑوں پر لبیک کہتے ہیں۔ روضۃ الاحباب[7] میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ میں ایک روز جابر بن عبداللہ انصاری سے ملا جو کہ نابینا ہو گئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا محمد بن علی بن الحسینؑ جابر نے مجھے اپنے نزدیک بلا کر میرے

---

[1] و در شواہد النبوۃ ملا جامی است کہ در شبے کہ وفات می کرد از فرزند خود محمد باقر گفت اے فرزند امشب وعدہ من رسیدہ است و دے را وصیت کرد [2] و در روضۃ الاحباب است کہ ولادت امام محمد باقر در مدینہ بروز جمعہ سوم صفر سنہ سبع و خمسین اتفاق افتاد و اسم آں عالی مقام محمد و لقب باقر است [3] د فی الخمیس قال لقب الباقر لتبقرہ فی العلم وھو توسعہ فیہ [4] و قال النووی فی تہذیب الاسماء و صفات سمی بذلک لانہ بقر العلم ای شقہ فعرف اصلہ و علم خفیہ [5] و فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی قال و کان سید بنی ھاشم فی زمانہ اشتہر بالباقر من قولہم بقر العلم یعنی شقہ فعلم اصلہ و علم خفیہ [6] و فی وفیات الاعیان لابن خلکان قال کان الباقر عالما سیدا کبیرا و انما قیل لہ الباقر لانہ تبقر فی العلم ای توسع و فیہ یقول الشاعر ؎ یا باقر العلم لاھل التقی ۔ و خیر من لبی علی الاجبل۔

[7] و در روضۃ الاحباب از امام محمد باقر مرویست کہ گفت روزے پیش جابر بن عبداللہ انصاری در آمدم و او مکفوف البصر بود سلام کردم و جواب عبادت کرد و پرسید کہ کیستی گفتم محمد بن علی بن حسین او گفت نزدیک آ و پیش او رفتم دست مرا ببوسید و چوں خواست کہ پائے مرا ببوسید و در تر شدم گفت حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ترا سلام میرساند گفتم علیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ ایں صورت چگونہ بود یا جابر و بچہ کیفیت آنحضرت مرا یاد کردہ گفت روزے در خدمت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بودم فرمود کہ یا جابر لعلک تبقی حتی تلقی رجلا من ولدی یقال لہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۳)

ہاتھ کو بوسہ دیا اور جا کر پاؤں کو بھی بوسہ دیں میں ان سے علیحدہ ہو گیا انہوں نے کہا کر جناب رسالت مآبؐ نے تم کو سلام کہا ہے۔ میں نے کہا کہ علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر میں نے جابر سے اس کی تصریح دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک دن رسول مقبولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابر ممکن ہے کہ تم ایسے وقت تک زندہ رہو کہ میرے ایک فرزند کو دیکھو! جس کا نام محمد بن علی بن حسینؑ ہوگا۔ اور خدا اس کو نور وحکمت عطا فرمائے گا۔ اور جب تم اس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور تاریخ ابن جریرؒ میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ ایک دن جابر بن عبداللہ انصاری نے میرے پاس آکر کہا کہ اپنا سینہ کھولو میں نے کھول دیا۔ انہوں نے میرے سینے پر بوسہ دے کر کہا کہ رسول اللہ نے تم کو سلام کہا ہے اور صواعق محرقہؒ میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حسین بن علیؑ رسول اللہ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے جابر حسینؑ کا ایک فرزند ہوگا "علیؑ" اور جب روز قیامت منادی ندا کرے گا کہ اٹھ اے سید العابدینؑ تو وہ اٹھے گا اور اس کا ایک فرزند ہوگا۔ "محمد" اے جابر اگر تم اس سے ملو تو میرا سلام کہنا۔

تاریخ ابو الفداؒ میں ہے کہ جمادی الاخرے ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک نے رحلت کی۔ اور تاریخ ابن الوردیؒ میں ہے کہ ولید کے مرنے پر اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا اور ۹۸ھ کے دور میں اس نے بجانب قسطنطنیہ لشکر کشی کی۔

اور تاریخ ابو الفداؒ میں ہے کہ ۹۹ھ میں سلیمان نے انتقال کیا جس کی بادشاہت صرف دو برس

(بقیہ حاشیہ ملک ۳۲۲) بن علی بن الحسین یھب اللہ لہ النور والحکمۃ فاقرأہ منی السلام۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ واخرج ابن جریر فی تاریخہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال جاءنی جابر بن عبد اللہ فقال لی اکشف لی عن بطنک فکشفت لہ عن بطنی فقبلہ ثم قال ان رسول اللہ صلعم امرنی ان اقرأک السلام ۲؎ وفی الصواعق عن جابر قال کنت عند رسول اللہ صلعم والحسین فی حجرہ فقال یا جابر یولد لابنی الحسین ابن یقال لہ علی فاذا کان یوم القیامۃ ینادی مناد لیقم سید العابدین فیقوم علی بن الحسین ویولد لعلی بن الحسین ابن یقال لہ محمد یا جابر ان ادرکتہ فاقرأہ منی السلام ۳؎ قال ابو الفدا فی تاریخہ ثم دخلت سنۃ ست وتسعین وفی جمادی الاخری من ھذہ السنۃ توفی الولید بن عبد الملک بن مروان ۴؎ وقال ابن الوردی لما مات الولید بویع اخوہ سلیمان بن عبد الملک (الی ان قال) وفی سنۃ سبع وتسعین وثمان وتسعین خرج بن عبد الملک بالجیوش الیغزو قسطنطنیہ)

آٹھ مہینے رہی۔

تاریخ ابن[1] الوردی میں ہے کہ سلیمان نے بوقت شدت مرض اپنا ولیعہد عمر بن عبد العزیز کو کیا تھا۔ چنانچہ سلیمان کے بعد لوگوں نے عمر بن عبد العزیز کی بیعت کی۔ تاریخ ابو الفدا[2] میں ہے کہ خلفائے بنی امیہ ۴۱ھ سے اوائل ۹۹ھ (یعنی آخری زمانہ خلافت سلیمان) تک حضرت علیؓ پر سب کرتے آئے لیکن جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو اس رسم قبیح کو حکماً بند کرا دیا۔ اور کتاب[3] الخراج قاضی ابو یوسف میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت کے زمانے میں رقوم خمس یعنی سہم رسول و سہم ذوی القربےٰ بنی ہاشم کے پاس بھیج دیا۔ اور تاریخ ابن[4] الوردی میں ہے کہ ۱۰۱ھ میں عمر بن عبد العزیز نے وفات پائی اور یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا اور ۱۰۵ھ میں یزید بن عبد الملک نے رحلت کی اور اس کا جانشین ہشام بن عبد الملک ہوا۔ ذہبی[5] نے دول الاسلام میں لکھا ہے کہ ۱۰۷ھ میں عکرمہ نے رحلت کی جو اپنے زمانے کے بڑے عالم تھے۔ اور میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے۔ عکرمہ مذہب خوارج کے قائل و معتقد تھے۔ لیکن پھر بھی عکرمہ کو اکثر علمائے مستند مانا ہے اور بخاری نے ان پر اعتبار و اعتماد کیا ہے۔

اور تاریخ ابن[6] الوردی میں ہے کہ ۱۱۰ھ میں حسن بصری نے وفات پائی۔ جو اکابر تابعین سے تھے

---

[1] وفی تاریخ ابی الفدا قال ثم دخلت سنة تسع وتسعین وفیها توفی سلیمان عبد الملك وكان مدة خلافته سنتين وثمانية اشهر [2] وقال ابن الوردی لما اشتد مرض سلیمان اوصى بالخلافة لعمر بن عبد العزیز بن مروان وبویع عمر بن عبد العزیز بالخلافة [3] قال ابو الفدا وكانوا خلفاء بنی امیة یسبون علياً من سنة احدى واربعين الى سنة تسع وتسعين اخر ايام سليمان ابن عبد الملك فلما توفى عمر بن عبد العزيز ابطل ذلك وكتب الى عماله بابطاله [4] وفی كتاب الخراج للقاضی ابی یوسف قال ان عمر بن عبد العزیز بعث بسهم الرسول وسهم ذوی القربی الى بنی هاشم [5] وفی تاریخ ابن الوردی قال وفی سنة مائة توفی عمر بن عبد العزیز (الى ان قال) ولما مات بویع یزید بن عبد الملك بالخلافة (الى ان قال) ولما مات یزید بن عبد الملك ولی هشام بن عبد الملك [6] وقال الذهبی فی الدول الاسلام فی سنة سبع ومائة مات عكرمة مولى ابن عباس وكان من خوس العلم فی زمانه وقال فی المیزان كان عكرمه یری رای الخوارج ونفعة جماعة واعتمدة البخاری [7] قال ابن الوردی فی تاریخه وفی سنة عشر ومائة توفی الحسین البصری من اكابر التابعین۔

تہذیب[1] الکمال مزی اور حاشیہ تذہیب[1] اصفی الدین خزرجی میں یونس بن عبید سے منقول ہے کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا کہ اے ابو سعید تم رسول ؐ سے بلا واسطہ حدیثیں روایت کرتے ہو حالاں کہ تم نے آنحضرت ؐ کا زمانہ نہیں پایا۔ انہوں نے کہا کہ اے بھتیجے تم نے ایسی بات پوچھی ہے جو پیشتر کسی نے پوچھی نہ تھی (سنو) میں جس قدر حدیثیں روایت کرتا ہوں۔ وہ سب علیؑ بن ابی طالب کی مرویات سے ہیں مگر اس زمانے میں (جب کہ بنی امیہ کی حکومت کا زور ہے) یہ قدرت نہیں رکھتا کہ علی کا نام زبان پر لا سکوں۔

اور علامہ سیوطی نے کتاب تدریب[2] الراوی میں عبد الرحمٰن مقری سے نقل کیا ہے کہ بنی امیہ (اپنے عہد حکومت میں) اگر سنتے تھے کہ کسی بچہ کا نام علیؑ ہے تو اس کو قتل کر ڈالتے تھے۔

تاریخ ابو الفداء[3] میں ہے کہ ۱۱۶ھ میں امام محمد باقر زین العابدین نے وفات پائی اور صواعق[4] محرقہ میں ہے کہ امام محمد باقر بھی مثل اپنے والد کے زہر سے شہید ہوئے اور انہوں نے چھ فرزند چھوڑے جن میں افضل و اکمل حضرت جعفر صادق تھے۔ چنانچہ انہیں کو امام محمد باقر نے اپنا خلیفہ اور وصی کیا۔

وفیات[5] الاعیان ابن خلکان میں ہے کہ امام جعفرؑ صادق سادات اہل بیت سے تھے۔ صدق مقال کی وجہ سے ان کا لقب صادق ہوا اور ان کا فضل محتاج بیان نہیں ہے۔ اور حلیۃ[6] الاولیاء ابو نعیم میں عمرو بن المقداد سے مروی ہے کہ جب میں حضرت جعفر صادقؑ کو دیکھتا تھا تو میرا دل گواہی دیتا تھا کہ یہ شخص اولاد انبیاء سے ہے۔

---

[1] فی تھذیب الکمال لصفی الدین الخزرجی قال قال یونس بن عبید سألت الحسن وقلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلعم وانک لم تدرکہ قال یا ابن اخی لقد سألتنی من شئی ما سألنی عنہ احد قبلک کل شئ سمعتنی اقول قال رسول اللہ صلعم فھو عن علی ابن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا [2] وفی تدریب الراوی للسیوطی قال ابو عبد الرحمٰن المقری کانت بنو امیۃ اذا سمعوا بمولود اسمہ علی قتلوہ [3] قال ابو الفداء فی سنۃ ست عشرۃ ومائۃ توفی الباقر محمد بن زین العابدین بن علی بن الحسین علی بن ابی طالب [4] وفی الصواعق قال توفی مسموما کابیہ (الی ان قال) وخلف ستۃ اولاد افضلھم واکملھم جعفر الصادق ومن ثم کان خلیفتہ و وصیہ [5] وفی وفیات الاعیان لابن خلکان قال کان من سادات اھل البیت ولقب بالصادق لصدقہ فی مقالہ وفضلہ اشھر من ان یذکر [6] وفی الحلیۃ الاولیاء لابی نعیم عن عمرو بن المقداد قال کنت اذا نظرت الی جعفر بن محمد علمت انہ من سلالۃ النبیین۔

اور تذکرۃ الحفاظ[1] ذہبی میں ابو حنیفہ صاحب کا یہ قول مذکور ہے کہ میں نے جعفر صادق سے بڑھ کر علم دین کا جاننے والا نہیں دیکھا حیواۃ الحیوان[2] دمیری میں ابن شبرمہ سے منقول ہے کہ ایک دن ہم ابو حنیفہ صاحب حضرت جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

میں نے ابو حنیفہ صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ فقیہ عراق ہیں۔ حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ شاید نعمان بن ثابت یہی ہیں جو امور دین میں قیاس کو دخل دیتے ہیں؟ ابو حنیفہ صاحب نے کہا۔ کہ ہاں میں ہی نعمان بن ثابت ہوں۔ حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور دین کے معاملات میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دو کیوں کہ اوّلاً جس نے ایسا کیا وہ ابلیس ہے۔ چنانچہ اس نے حکم الہٰی کے مقابلہ میں یہ کہا کہ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ قیاس میں خطا کر کے گمراہ ہوا۔

اور تاریخ ابن خلکان[3] میں ہے کہ حضرت جعفر صادق نے ابو حنیفہ صاحب سے سوال کیا کہ تم اس مجرم کے باب میں کیا فتوےٰ دیتے ہو جس نے ہرن کے دندان رباعیہ توڑ ڈالے ہوں۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ مجھے معلوم نہیں کہ اس باب میں حکم شرع کیا ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تم قیاس تو خوب دوڑاتے ہو مگر اتنا نہیں جانتے کہ ہرن کے دندان رباعیہ دشل اور جانوروں کے نہیں ہوتے بلکہ وہی دو دانت ہوتے ہیں جن کو ثنایا کہتے ہیں۔

تاریخ خمیس[4] میں ہے کہ ابو حنیفہ صاحب سنہ ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے باپ ثابت وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں نوروز کے دن فالودہ بطور ہدیہ بھیجا

---

[1] فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی عن ابی حنیفۃ قال ما رأیت افقہ من جعفر بن محمد [2] فی حیوۃ الحیوان للدمیری قال ابن شبرمۃ دخلت انا وابو حنیفۃ علی جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ فقلت ھذا رجل فقیہ من اھل الکوفۃ فقال لعلہ الذی یقیس الدین برأیہ ھو نعمان بن ثابت فقال لہ ابو حنیفۃ نعم انا ذالک فقال لہ جعفر الصادق اتق اللہ ولا تقس الدین برایک فان اول من قاس برایہ ابلیس اذ قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین فاخطأ بقیاسہ فضل [3] فی تاریخ ابن خلکان قال وحکی ان جعفر المذکور سأل ابا حنیفۃ رضی اللہ عنہما فقال ما تقول فی محرم کسر رباعیۃ ظبی فقال یا ابن رسول اللہ ما اعلم ما فیہ فقال لہ انت تتداھی ولا تعلم ان الظبی لا یکون لہ رباعیۃ [4] قال فی خمیس ولد ابو حنیفۃ بالکوفۃ سنۃ ثمانین

یقال ان اباہ ثابتاً ھو الذی اھدی الفالودج لعلی

بن ابی طالب یوم النیروز۔

تھا تاریخ ابن الوردی[1] میں ہے کہ زوطا یعنی ابوحنیفہ کے دادا تیم اللہ بن ثعلبہ کے موالی میں سے تھے۔ بعد ازاں غلامی سے آزاد کر دیئے گئے۔

تاریخ ابوالفداء[2] میں ہے کہ ۱۲۲ھ میں زید بن علی الحسین بن علی نے کوفے میں خروج کر کے لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور ایک جماعت کثیر نے ان کی بیعت کی۔ اس وقت کوفے کا حاکم من جانب ہشام یوسف بن عمر ثقفی تھا۔ اس نے لشکر جمع کر کے زید بن علی سے مقاتلہ کیا۔ زید بن علی کی پیشانی پر تیر لگا۔ لوگ ان کو ایک گھر میں اٹھا لے گئے اور انہوں نے وفات پائی۔

اور تاریخ ابن الوردی[3] میں ہے کہ یوسف بن عمر ثقفی نے زید شہید کا دھڑ سولی پر چڑھا دیا۔ اور سر ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔

اور تاریخ خمیس[4] میں ہے کہ جب زید شہید کا برہنہ جسم دار پر چڑھایا گیا تو مکڑی نے جالا لگا کر ان کی شرمگاہ کو چھپا دیا۔

اصابہ[5] ابن حجر عسقلانی میں بروایت کوکبی منقول ہے کہ امام جعفر صادق کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکیم بن عیاش کلبی آپ لوگوں کو ہجو کیا کرتا ہے حضرت صادق نے فرمایا کہ اگر تجھ کو اس کا کچھ کلام یاد ہو تو بیان کر۔ اس نے دو شعر سنائے (جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ "ہم نے زید کو شاخ درخت خرما پر سولی دے دی۔ حالاں کہ ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی مہدی دار پر چڑھایا گیا ہو۔ اور تم نے اپنی بیوقوفی سے علی کو عثمان کے ساتھ قیاس کر لیا حالاں کہ عثمان علی سے

---

[1] وقال تاریخ ابن الوردی ابوحنیفة النعمان بن ثابت بن زوطا مولی تیم اللہ بن ثعلبة وھو الذی مسه الرق فاعتق [2] قال ابوالفداء فی سنة اثنتین وعشرین ومائة خرج زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب بالکوفة ودعا الی نفسه وبایعه جمع کثیر وکان الوالی علی الکوفة من قبل ھشام یوسف بن عمر الثقفی فجمع العسکر وقاتل زید فاصاب زید اسھم جبهته فادخل دارا فمات [3] وقال ابن الوردی وصلب یوسف بن عمر جثته وبعث براسه الی ھشام [4] وفی الخمیس ان العنکبوت نسجت علی عورة زید بن علی بن الحسین لما صلب عریانا [5] قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی الاصابة روی الکوکبی فی فوائده باسناده ان رجلا جاء الی جعفر الصادق فقال ھذا حکیم بن عیاش ینشد الناس ھجاءکم بالکوفة فقال ھل علقت منه بشیء قال نعم قال ھاته فقال

صلبنا لکم زیدا علی راس نخلة ، ولم ار مھدیا علی الجذع یصلب

وقستم بعثمان علیا سفاھة ، وعثمان خیر من علی واطیب

فرفع جعفر یدہ وقال اللھم ان کان کاذبا فسلط علیه کلبک فخرج حکیم فافترسه الاسد

بہتر اور پاکیزہ ہیں۔" یہ سن کر امام جعفر صادقؒ نے دعا کی کہ بار الہا اگر یہ حکیم کلبی بھی جھوٹا ہے اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کلب کو مسلط فرما چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور حکیم کلبی کو راہ میں شیر نے ہلاک کر دیا۔

اور شواہد[1] النبوۃ میں ہے کہ جب حکیم کلبی کے ہلاک ہونے کی خبر امام جعفر صادقؒ کو ہوئی تو انہوں نے سجدے میں جا کر کہا کہ اس خدائے برتر کا شکر ہے جس نے ہم سے جو وعدہ فرمایا اس کو پورا کیا۔ تاریخ خمیس[2] میں ہے کہ ماہ رمضان ۱۲۴ھ میں زہری نے وفات پائی جو اپنے زمانے کے بڑے عالم تھے اور تاریخ ابن[3] ابو الفدا میں ہے کہ ۱۲۵ھ ہشام بن عبد الملک نے رحلت کی۔ اور تاریخ ابن[4] الوردی میں ہے کہ ہشام کے بعد ولید بن یزید ابن عبد الملک خلیفہ ہوا۔ تاریخ الخمیس[5] میں صالح بن سلیمان سے منقول ہے کہ ولید نے ارادہ کیا کہ حج کو جائے اور خانہ کعبہ کی چھت پر شراب نوشی کرے۔ نیز کتاب موصوف میں ہے کہ ایک دن ولید محل سرا میں گیا اس کی کنواری لڑکی خادمہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ولید نے ہیجان بدمستی میں اپنی بیٹی سے فعل بد کیا اور اس کی بکارت زائل کر دی۔ خادمہ بولی کہ یہ تو مجوس کا مذہب ہے۔ ولید نے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ "جو شخص لوگوں کی ملامت کا خیال کرتا ہے وہ مغموم مر جاتا ہے اور جو شخص دلیر ہوتا ہے وہ لذت زندگانی حاصل کرتا ہے" نیز ایک روز ولید نے قرآن لے کر کھولا تو پہلے ہی اس آیت پر نظر پڑی وَ اسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ولید غصے میں آ کر بولا کیا تو مجھے ڈراتا ہے یہ کہہ کر اس نے قرآن کو بند کر دیا اور اس پر تیر کی ضرب لگانے لگا حتیٰ کہ پھاڑ کر ٹکڑے کر ڈالا۔

[1] و در شواہد النبوت است کہ چوں ایں خبر بامام جعفر صادق رسید در سجدہ افتاد و گفت۔ الحمد للہ الذی انجز نا ما وعدنا [2] قال فی الخمیس و فی رمضان سنۃ اربع و عشرین و مائۃ مات عالم زمانہ الزہری [3] و قال ابو الفدا و فی سنۃ خمس و عشرین و مائۃ توفی ہشام بن عبد الملک [4] و فی تاریخ ابن الوردی قال و لما مات ہشام بویع الولید بن یزید بن عبد الملک [5] و فی الخمیس عن صالح بن سلیمان قال اراد الولید ان یحج و قال اشرب الخمر فوق ظہر الکعبۃ و فیہ ایضاً قال دخل یوماً فوجد ابنتہ جالسۃ مع دادتہا فبرک علیہا و ازال بکارتہا فقالت الدادۃ ہذا دین المجوس فانشد من راقب الناس مات غماً و فاز باللذۃ الجسور۔ و اخذ یوماً المصحف ففتحہ فاول ما طلع و استفتحوا و خاب کل جبار عنید۔ فقال اتہددنی ثم اغلق المصحف و لا زال یضربہ بالنشاب حتی خرقہ و مزقہ

اور حبیب[1] السیر میں ہے کہ ولید نے غضب ناک ہو کر قرآن کو ہاتھ سے ڈال دیا اور اس پر تیر لگا کر دو شعر پڑھے جن کا حاصل مقصد یہ ہے کہ "کیا تو ہر جبار سرکش کو ڈراتا ہے (آگاہ ہو کر) میں جبار و سرکش ہوں جب تو بروز قیامت خدا کے سامنے آئے تو کہہ دینا کہ ولید نے مجھ کو پھاڑ ڈالا[2]" اور حجج الکرامہ[3] مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں میں ہے کہ ولید ایک روز محلسرا میں گیا اور اپنی کنواری لڑکی کے ساتھ فعل بد کر کے اس کی بکارت زائل کر دی اور ایک دن ولید نے قرآن کھولا تو اس میں آیۂ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ پر نظر کر کے کہنے لگا کہ کیا تو مجھ کو ڈراتا ہے یہ کہہ کر ولید نے قرآن کو بند کر دیا اور تیر کی ضربوں سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ بعد ازاں وہ شعر پڑھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ نیز ولید ایک روز اپنی کنیز کے ساتھ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اتنے میں اذان کی آواز سنتے ہی اس کنیز سے مباشرت میں مشغول ہوا۔ بعد ازاں قسم کھائی کہ آج یہ لونڈی لوگوں کو نماز پڑھائے۔ چنانچہ وہ جاریہ اسی طرح بدمست اٹھی اور ولید کا لباس پہن کر تبدیل ہیئت اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ ولید مذکور اپنے باپ کی کنیزوں سے بھی بدفعلی میں مصروف رہتا تھا اور جب کبھی بدمستی سے ہوش میں آکر نماز پڑھتا تو اس کا خیال نہ کرتا کہ نماز کا وقت ہے یا نہیں نیز اس کا لحاظ بھی نہ کرتا کہ قبلہ کس طرف ہے۔

تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ ۱۲۶ھ میں ولید کو یزید بن ولید بن عبد الملک نے قتل کر ڈالا اور خود

---

[1] و در حبیب السیر کہ از غایت خشم مصحف را از دست کہ از و تیر باراں زدہ گفت [2] اتوعد كل جبار عنيد فها انا ذاك جبار عنيد اذا ما جئت ربك يوم حشر × فقل يا رب مزقني الوليد × ×

[3] نیز در حجج الکرامہ نواب صدیق حسن خاں است کہ ولید مذکور روزے در محل سرا در آمد دختر خود را دید کہ نزد داہ خود نشستہ است بر جست و بکارت او را زائل کرد۔ روزے مصحف را کشود ایں آیت بر آمد وخاب كل جبار عنيد گفت مرا می ترسانی مصحف را بند کرد و تیرے کہ در دست داشت بداں زدن و پارہ پارہ کردن گرفت تا آنکہ دریدہ شد بعدہ ایں ابیات بخواند (چناں کہ سابقاً مذکور شد) و در وے اذاں شد نزد وش جاریہ بود کہ بادے شراب می خورد آواز اذاں برخاست داو را وطی کرد و سوگند خورد کہ جز آں جاریہ دیگرے ایں وقت با مردم نماز گزارد پس آں جاریہ ہم چناں بدمست برخاست و لباس آں ناپاک بر خود پوشیدہ و تبدیل صورت نمودہ با مردم نماز گزارد و ہم جنیں با امہات اولاد پدر خود وطی می کرد۔ دیگر آں کہ ولید بن یزید پرہیزگار از مستی بہوش می آمد نماز می خواند وقت ماندہ باشد یا نہ و تعین جہت قبلہ ہم نداشت قال ابو الفدا فی سنة ست وعشرين ومائة قتل الوليد قتله يزيد ابن الوليد بن عبد الملك الذی يقال له يزيد الناقص (الی ان قال) واستقر يزيد الناقص فی الخلافة يوم منذر (الی ان قال) وفی هذه السنة توفی يزيد الناقص × وكان خلافة خمسة اشهر واثنی عشر يوما (الی قال) ولما مات يزيد الناقص قام بالامر بعده اخوه ابراهيم

مالک تخت و تاج ہوا۔ اس یزید بن ولید کو لوگ یزید ناقص کہتے تھے جو کہ پانچ مہینے بارہ[2] دن خلافت کر کے اسی سال مر گیا اور اس کے بعد اس کا بھائی ابراہیم خلیفہ ہوا۔
اور تاریخ خمیس[1] میں ہے کہ ابراہیم چار مہینے بادشاہت کرنے کے بعد علیحدہ کر دیا گیا۔
اور تاریخ ابن الوردی[2] میں ہے کہ ابراہیم کے بعد مروان بن محمد بن مروان جس کا لقب حمار تھا۔ خاندان امیہ کا چودھواں خلیفہ ہوا اور اسی پر سلطنت بنی امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ علامہ صدیق حسن خاں حج الکرامہ[3] میں لکھتے ہیں کہ جو بدعتیں حکام بنی امیہ کی بیان کی گئی ہیں۔ ان پر احاطہ کرنا طوالت سے خالی نہیں ہے بعض ان میں سے یہ ہیں کہ نماز عیدین میں اذان و اقامت کہتے تھے جس کی ابتدا معاویہ نے کی تھی۔ نیز نماز عیدین خطبہ کے بعد پڑھتے تھے۔ جس کا سبب یہ تھا کہ خطبے میں بزرگان دین پر لعن و طعن کے کلمات ہوتے تھے اور چوں کہ نماز کے بعد لوگ متفرق ہو جاتے تھے۔ خطبہ سننے کا انتظار نہ کرتے تھے لہٰذا خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا (تاکہ وہ ناگوار کلمات لوگوں کو مجبوراً سننے پڑیں)
تاریخ خمیس[4] میں ہے کہ ۱۲۸ھ میں حضرت موسےٰ کاظم بن امام جعفر صادق مقام ابوا میں پیدا ہوئے مورخ ابوالفدا[5] لکھتا ہے کہ ۱۲۹ھ میں بمقام خراسان بنی عباس کی جانب سے طلب امر خلافت کا خیال ظاہر ہوا اور ۱۳۲ھ میں لوگوں نے ابوالعباس سفاح بن عبداللہ بن محمد بن علی عبداللہ بن عباس کو خلیفہ تسلیم کر کے کوفے میں اس کی بیعت کی۔ سفاح نے چار برس چھ مہینے حکومت کر کے ۱۳۶ھ

[1] وفی الخمیس قال فمکث ابراھیم فی الخلافۃ اربعۃ اشھر ثم خلع [2] قال ابن الوردی وفی سنۃ سبع وعشرین بویع للخلافۃ لمروان (الحمار) بن محمد بن مروان رابع عشر خلفایھم واخرھم [3] مولوی صدیق حسن خان، در حج الکرامۃ می فرماید اما بدعتہائے کہ از حکام بنی امیہ حکایت می کنند استیعاب ان بتطویل می انجامد بعضے از انہا ایست کہ در نماز عیدین اذان و اقامت می گفتند مبادی این امر معاویہ بود دیگر آں کہ نماز عیدین بعد از خطبہ می خواندند و سبب آں ایں بود کہ چوں خطبہ مشتمل بر لعن اخیار و اظہار بود و مردم بعد از نماز متفرق می شدند و انتظار استماع خطبہ نمی کشیدند لہٰذا تقدیم خطبہ و تاخیر نماز قرار دادند [4] قال فی الخمیس ولد موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن ابی طالب بالابواء سنۃ ثمان وعشرین ومائۃ [5] قال ابوالفدا ثم دخلت سنۃ تسع وعشرین ومائۃ فیہا ظھرت دعوۃ بنی العباس بخراسان (الی ان قال) وفی سنۃ اثنین وثلاثین ومائۃ بویع ابوالعباس السفاح عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس فی ربیع الاول وقیل فی ربیع الاخر بالکوفۃ (الی ان قال) ثم دخلت سنۃ ست وثلاثین ومائۃ فیہا مات السفاح (الی ان قال) وعھد السفاح بالخلافۃ لابی جعفر المنصور اخیہ ولما مات السفاح کان المنصور فی الحج فاخذ لہ عیسیٰ البیعۃ علی الناس وارسل اعلمہ بذالک ثم دخلت سنۃ سبع وثلاثین ومائۃ فیہا قدم المنصور من الحج

میں انتقال کیا اور وقت وفات اپنے بھائی منصور کو اپنا ولی عہد قرار دیا۔ جس وقت سفاح کا انتقال ہوا منصور حج کو گیا ہوا تھا۔ عیسےٰ بن موسےٰ عباس نے منصور کے لئے لوگوں سے بیعت لے کر اس کو اطلاع دی۔ منصور بعد فراغ حج ۱۳۶ھ میں کوفے میں واپس آیا۔

مُلّا جامی شواہد النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ منصور عباسی کا ایک مقرب ناقل ہے کہ میں نے ایک دن منصور کو متفکر دیکھ کر دریافت کیا۔

منصور نے کہا کہ میں نے علویوں کی جماعت کثیر کو توفنا کر دیا۔ لیکن ان کے پیشوا کو اب تک باقی رکھا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ منصور نے کہا جعفر بن محمد۔ میں نے عرض کیا کہ جعفر بن محمد تو ایسے شخص ہیں جو ہمیشہ عبادت اور یاد خدا میں مشغول رہتے ہیں دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ منصور نے کہا میں جانتا ہوں کہ تو دل میں ان کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ رات ہونے سے پہلے ہی ان کی طرف سے مطمئن ہو جاؤں۔

یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا کہ جب جعفر بن محمد کو لوگ حاضر کریں اور میں اپنے سر پر ہاتھ رکھوں تو فوراً ان کو قتل کرنا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت جعفر صادق حاضر کئے گئے اور وہ اس وقت کچھ پڑھ رہے تھے۔ جب منصور نے ان کو دیکھا تو کانپنے لگا اور استقبال کر کے ان کو اپنی مسند پر بٹھا لیا بعد ازاں پوچھا کہ یا ابن رسول اللہ تمہارے تکلیف کرنے کی کیا وجہ ہوئی۔ انہوں نے فرمایا طلب ہونے پر آیا ہوں۔ منصور نے کہا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ حضرت صادق نے فرمایا۔ یہی میری حاجت ہے کہ آئندہ میری طلبی نہ ہو۔ جب خود چاہوں تو آؤں یہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے

لہ و در شواہد النبوت است کہ یکے از مقربان منصور گوید کہ روزے پیش وے در آمدم وے را متفکر یافتم گفتم یا امیر المومنین موجب تفکر تو چیست گفت اے فلاں جمع کثیر را از علویان فانی ساختم و پیشوائے ایشاں را گزشتہ ام گفتم آں کیست گفت جعفر بن محمد گفتم وے مرد یست مشغول عبادت خدائے تعالےٰ و اصلا نظر بر دنیا ندارد و گفت من دانستہ ام کہ تو بہ امامت وے اعتقاد داری من سوگند خوردہ ام کہ بشب در نیایم تا خاطر خود را از وے فارغ نسازم و سیاف را بخواند و گفت چوں جعفر بن محمد حاضر شود ہرگاہ کہ من دست خود بر سر خود نہم باید کہ وے را قتل کنی پس بفرمود کہ تا صادق رضی اللہ عنہ را حاضر کنند در وقت آں بوے پیوستم دیدم کہ لب می جنباند ندانستم کہ چہ می خواند۔ منصور را دیدم کہ مسرور پائے برہنہ و لرزہ بر اندامہائے وے افتادہ استقبال وے کردہ بازوہائے وے را گرفت و بر دو شادہ خود نشانید و گفت یا ابن رسول اللہ باعث آمدن تو بہ چہ بود فرمود کہ چوں مرا خواندے آمدم گفت حاجتے کہ داری بخواہ فرمود کہ حاجت من آں است کہ مرا نخوانی تا من ہر وقت نہ خواہم باختیار خود حاضر شوم آنگاہ برخاست۔

علامہ بلاذری کتاب[1] الاشراف میں لکھتے ہیں کہ منصور کا قول تھا کہ خلفاء تین ہیں ایک معاویہ دوسرا عبدالملک تیسرا میں۔

حبیب[2] السیر میں ہے کہ ۱۴۴ھ میں منصور عباسی نے حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ کا سفر کیا۔ اور تاریخ خمیس[3] میں ہے کہ ۱۴۵ھ میں منصور نے شہر بغداد کی بنیاد ڈالنے کا حکم دیا۔

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ[4] ۱۴۷ھ میں فضل بن یحییٰ بن خالد برمکی پیدا ہوا اور منصور نے خالد کو موصل کا والی مقرر کیا اور ۱۴۸ھ میں امام جعفر صادق نے انتقال فرمایا۔

اور صواعق[5] محرقہ میں ہے کہ اسی سال حضرت جعفر صادق زہر سے شہید کئے گئے۔

تاریخ خمیس[6] میں ہے کہ امام جعفر صادق کے پانچ صاحبزادے تھے۔ محمد اسمٰعیل۔ عبداللہ موسےٰ کاظم اور علی۔

روضۃ الاحباب[7] میں ہے کہ حضرت موسےٰ کاظم بروئے قدر و منزلت بزرگ ترین اہل عالم تھے اور اپنے پدر و بزرگوار کی نص کے مطابق ان کے بعد ولی امر امامت ہوئے۔ اور صواعق[8] محرقہ میں ہے کہ حضرت موسےٰ کاظم علماً و معرفۃً و کمالاً و فضلاً اپنے والد ماجد کے وارث ہوئے اور ان کا لقب کاظم اس وجہ سے ہوا کہ وہ بے انتہا بردبار اور حلیم المزاج تھے۔ اہل عراق میں ان کا لقب "باب قضا الحوائج عند اللہ" مشہور تھا یعنی خدا کے نزدیک حاجت براری کے در" وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر عابد اور عالم اور سخی تھے۔

---

[1] وفی کتاب الاشراف البلاذری قال وکان المنصور یقول الخلفاء ثلاثة معاویة وعبد الملک وانا [2] ودر حبیب السیر است کہ در سنہ اربع واربعین ومائۃ ابوجعفر منصور رجبت گزاردن حجۃ الاسلام بجانب بیت الحرام شتافت [3] وفی الخمیس قال فی سنۃ خمس واربعین ومائۃ امر المنصور بناء مدینۃ البغداد [4] قال ابن الوردی وفی سنۃ سبع واربعین ومائۃ ولد الفضل بن یحیی بن خالد بن برمک وفیہا ولی المنصور خالد بن برمک الموصل ثم دخلت سنۃ ثمان واربعین ومائۃ وفیہا توفی جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم [5] وفی الصواعق قال توفی سنۃ ثمان واربعین ومائۃ مسموما [6] قال فی الخمیس ولہ خمسۃ اولاد محمد واسمعیل وعبد اللہ وموسیٰ (الکاظم) وعلی [7] ودر روضۃ الاحباب است کہ امام موسیٰ بن جعفر الکاظم از روئے قدر ومنزلت بزرگ ترین اہل عالم بود وامر امامت بعد از پدر بموجب نص آنحضرت باو انتقال نمود [8] وفی الصواعق قال وھو وارثہ علما ومعرفۃ وکمالا وفضلا سمی الکاظم لکثرۃ تجاوزہ وحلمہ وکان معروفا عند اہل العراق بباب قضاء الحوائج عند اللہ وکان اعبد اہل زمانہ واعلمہم واسخاہم

اور تاریخ ابن خلکان[1] میں ہے کہ امام موسیٰ کاظم بلحاظ عبادت واجتہاد و عبد صالح کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔
تاریخ ابن[2] الوردی میں ہے کہ ۱۵۰ھ میں مجتہد زمانہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے وفات پائی۔ اور تاریخ[3] صغیر بخاری میں بروایت نعیم بن حماد ابو اسحٰق فزاری سے مروی ہے کہ میں سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگہاں ابو حنیفہ کی خبر وفات سنی گئی تو سفیان نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ شخص اسلام کے حبل المتین کو توڑتا تھا اور اسلام میں اس سے زیادہ شوم کوئی نہیں پیدا ہوا۔
تذکرۃ الحفاظ ذہبی[4] میں ہے کہ اسی ۱۵۰ھ میں امام فن حدیث حافظ ابن جریج فقیہ حرم نے بھی انتقال کیا۔ محدث احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ابن جریج مخزن علم تھے اور حافظ عبدالرزاق کا قول ہے کہ ابن جریج سے بہتر نماز[5] گزار میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور وہ نکاح متعہ کے قابل تھے۔
نیز میزان[6] الاعتدال ذہبی میں ہے کہ ابن جریج نے تقریباً ستر عورتوں سے نکاح متعہ کیا تھا تاریخ خمیس[7] میں ہے کہ ۱۵۱ھ میں صاحب السیر محمد بن اسحاق نے وفات پائی اور ۱۵۳ھ میں حضرت علی بن موسےٰ الرضا بمقام مدینہ پیدا ہوئے۔ تاریخ ابن[8] الوردی میں ہے کہ ۱۵۸ھ میں منصور عباسی نے انتقال کیا اور حبیب[9] السیر میں ہے کہ جب منصور نے رحلت کی تو اس کا بیٹا ابو عبداللہ محمد المہدی مالک سلطنت ہوا۔

---

[1] وفی وفیات الاعیان لابن خلکان قال کان موسیٰ یدعی العبد الصالح من عبادتہ واجتہادہ [2] قال ابن الوردی وفی سنۃ خمسین ومائۃ مات الامام ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت [3] روی البخاری فی تاریخہ الصغیر عن نعیم بن حماد عن الفزاری قال کنت عند سفیان فنعی النعمان فقال الحمد للہ کان ینقض الاسلام عروۃ عروۃ ما ولد فی الاسلام اشأم منہ [4] قال الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ مات فی سنۃ خمسین ومائۃ ابن جریج الامام الحافظ فقیہ الحرم × قال احمد بن حنبل کان من اوعیۃ العلم قال عبد الرزاق ما رأیت احداً احسن صلوٰۃ من ابن جریج × وکان ابن جریج یری المتعۃ [6] وقال فی المیزان قد تزوج نحواً من سبعین امرأۃ نکاح المتعۃ [7] قال الدیار بکری فی الخمیس وفی سنۃ احدی وخمسین ومائۃ مات محمد بن اسحٰق صاحب السیر (الیٰ ان قال) وفی سنۃ ثلث وخمسین ومائۃ ولد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب بالمدینۃ [8] قال ابن الوردی فی سنۃ ثمان وخمسین ومائۃ مات المنصور [9] ودر حبیب السیر است کہ چوں منصور دعوت حق را اجابت گفت پسرش محمد المہدی کہ ابو عبداللہ کنیت داشت رایت ایالت برافراشت۔

تاریخ کامل میں[1] ہے کہ ۱۵۹ھ میں حکیم مقنع نے خراسان میں خروج کیا جو مرو کا رہنے والا تھا اور چونکہ وہ کانا اور کریہ منظر تھا اس لئے سونے کا چہرہ بنوا کر اپنے منہ پر لگائے رہتا تھا۔ تا کہ اس کی صورت زشت کوئی نہ دیکھ سکے۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو مقنع کہتے تھے اور اس کو الوہیت کا ادعا بھی تھا۔

تاریخ ابن الوردی میں[2] ہے کہ ۱۶۱ھ میں خلیفہ مہدی نے یحییٰ بن خالد برمکی کو اپنے فرزند ہارون کا مصاحب مقرر کیا اور اسی سال سفیان ثوری کا انتقال ہوا۔

تاریخ صغیر بخاری میں[3] شعبہ سے مذکور ہے کہ سفیان ثوری علم حدیث میں امیر المومنین کا مرتبہ رکھتے تھے۔

تاریخ کامل میں[4] ہے کہ ۱۶۲ھ میں قاضی افریقیہ عبد الرحمٰن بن زیاد نے رحلت کی اور ان کی موت کا یہ سبب ہوا کہ انہوں نے مچھلی کھا کر اوپر سے دودھ پی لیا تھا۔ یحییٰ بن ماسویہ طبیب نے کہا کہ اگر حکام طب صحیح ہیں تو آج ہی رات کو مر جائیں گے چنانچہ درحقیقت وہ اسی شب کو مر گئے

تاریخ ابو الفدا میں[5] ہے کہ ۱۶۳ھ میں حکیم مقنع قتل ہوا جس کا نام عطا تھا۔ اور وہ لوگوں کو شعبدے دکھلایا کرتا تھا۔

چنانچہ اس نے ایک ایسا چاند بنایا تھا جس کی روشنی دو مہینے کی راہ تک نظر آتی تھی۔ مقنع مذکور کو ربوبیت کا ادعا تھا اور ایک جماعت اس کی تبع ہو گئی تھی۔ مسلمانوں نے اجتماع کر کے اس پر چڑھائی کر دی اور اس کو قلعہ بند ہونا پڑا۔ آخر کار اس نے نجات سے مایوس ہو کر پہلے اپنی عورتوں کو زہر سے مار ڈالا۔ پھر خود بھی زہر کھا کر مر گیا۔

---

[1] وقال ابن الاثیر فی الکامل فی سنة تسع خمسین ومائة ظهر المقنع بخراسان و کان رجلا اعور قصیرا من اهل مرو یسمی حکیما و کان اتخذ وجها من ذهب فجعله علی وجهه لئلا یری فسمی المقنع وادعی الالوهیة [2] قال ابن الوردی وفی سنة احدی وستین ومائة جعل المهدی یحیی بن خالد بن برمك مع ابنه هارون وفیها توفی سفیان الثوری [3] روی البخاری فی تاریخه الصغیر عن شعبة قال سفیان الثوری امیر المومنین فی الحدیث [4] قال ابن الاثیر فی الکامل وفی سنة اثنتین وستین ومائة توفی عبد الرحمٰن بن زیاد قاضی افریقیه وسبب موته انه اکل سمکا ثم شرب لبنا کان یحیی بن ماسویه الطبیب حاضرا فقال ان کان الطب صحیحا مات الشیخ اللیلة فتوفی من لیلة تلك [5] قال ابو الفدا وفی سنة ثلاث وستین ومائة قتل المقنع الخراسانی واسمه عطا لخیل للناس صورة قمر یطلع ویراه الناس من مسافة شهرین وادعی المقنع المذکور الربوبیة واطاعه جماعة کثیرة (الی ان قال) ثم اجتمع علیه الناس وحصروه فی قلعته فسقی نسائه سما فمتن

اور حبیب[۱] السیر میں ہے کہ مقنع نے پہلے مرو میں خروج کیا پھر ماوراء النہر میں بعد ازاں نواح شہر کش کے ایک قلعہ میں قرار پذیر ہوا۔ اس کو فن شعبدہ بازی میں ایسی مہارت تھی کہ ہر رات کو ایک مدور اور منور شکل مثل چاند کے چاہ نخشب سے نکالتا تھا جس کی روشنی دو فرسخ تک پہنچتی تھی۔ خلیفہ بغداد نے لشکر بھیج کر اس کا محاصرہ کیا اور جب مقنع کو مخلصی سے مایوسی ہوئی تو اس نے عورتوں اور بچوں کو زہر سے ہلاک کر کے آگ میں جلا دیا اور خود بھی تیزاب کے خم میں گر کر فنا ہو گیا اور اس کی ایک لونڈی قلعہ کے کسی گوشے میں چھپی ہوئی تھی اس نے یہ حالت دیکھ کر قلعہ پر سے آواز دی۔ کہ اگر میری جان بخشی کی جائے تو میں قلعے کا دروازہ کھول دوں اس کی درخواست منظور کی گئی۔ اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ لوگوں نے اندر جا کر سوا اس کنیز کے کسی کو نہ دیکھا اور جب اس سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی تو سب متعجب ہو کر واپس آئے۔

تاریخ کامل[۲] میں ہے کہ ۱۶۶ھ میں مہدی نے اپنے فرزند ہارون کی ولیعہدی پر لوگوں سے بیعت لی کہ موسےٰ ہادی کے بعد وہ خلیفہ ہو اور ہارون کو رشید کو لقب سے ملقب کیا۔ نیز تاریخ موصوف میں ہے کہ ۱۶۹ھ میں مہدی عباسی کا انتقال ہو گیا۔

اور تاریخ ابن الوردی[۳] میں ہے کہ اسی دن موسےٰ ہادی کی بیعت خلافت کی گئی اور تاریخ الفدا[۴] میں ہے کہ ۱۷۰ھ میں موسےٰ ہادی نے بھی رحلت کی اور اس کی جگہ ہارون رشید مالک سلطنت ہوا۔

تاریخ خمیس[۵] میں ہے کہ ہارون رشید فصیح اللسان شخص تھا اور علوم میں اس کی نظر اور معرفت بہت عمدہ تھی

---

[۱] در حبیب السیر است کہ مقنع نخست در مرو ظہور نمودہ آخر الامر بہ ماوراء النہر شتافت و بہ نواحی شہر کش در قلعہ متحصن گشتہ (الی ان قال) و در شعبدہ آں قدر مہارت داشت کہ شب از چاہ نخشب مانند ماہ صورت مدور و منور بیرون آورد کہ دو فرسخ پر تو می انداخت مہدی عباسی ابو سعید را با لشکر فرستاد و آں لعین را در قلعہ مذکور مدتے محاصرہ نمودہ چوں بر مقنع بوضوح پیوست کہ آں حصار در تسخیر خواہد آمد اصحاب و زنان و طفلاں خود را زہر دادہ و اجساد آنہا را سوختہ خویشتن را در خم تیزاب افگند تا جمیع اعضاء و اجزائش در آں خم بگداخت بعد از وقوع ایں صورت جاریہ کہ از مقنع گریختہ در گوشہ خزیدہ او بر قلعہ رفتہ فریاد کرد کہ اگر مرا اماں دہید در قلعہ را بکشایم ابو سعید قبول کرد کنیزک در حصار بکشاد و لشکر اسلام اندر آمدہ ہیچ کس را نہ دیدند کیفیت واقعہ معلوم کردہ متعجب شدند[۲] وفی

الکامل قال وفی سنۃ ست وستین ومائۃ اخذ المہدی البیعۃ لولدہ ہارون الرشید بولایۃ العہد بعد اخیہ موسیٰ الہادی ولقبہ الرشید (الی ان قال) وفی سنۃ تسع وستین ومائۃ مات المہدی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المنصور[۳] وفی تاریخ ابن الوردی قال وبویع للہادی موسیٰ بالخلافۃ یوم مات المہدی[۴] قال ابو الفداء وفی سنۃ سبعین ومائۃ توفی موسیٰ الہادی بن المہدی بن المنصور (الی ان قال) وفیہا بویع الرشید ہارون بن المہدی بالخلافۃ[۵] وفی الخمیس قال کان فصیحا ولہ نظر ومعرفۃ

اور حبیب[1] السیر میں ہے کہ ہارون رشید پہلا خلیفہ ہے جس نے میدان میں گیند بازی کی اور شطرنج کے کھیل کا شوق کیا تاریخ الخلفاء[2] سیوطی میں ابن مبارک سے منقول ہے کہ جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اپنے باپ کی ایک لونڈی پر فریفتہ ہوگیا اور اس سے مقاربت کی خواہش ظاہر کی لونڈی نے الگ ہو کر کہا کہ میں تمہارے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ تمہارے باپ کے پاس رہ چکی ہوں مگر ہارون رشید کا عشق ایسا شدید تھا کہ اس نے اسی وقت قاضی ابو یوسف کو بلا کر کہا کہ اس لونڈی کے حلال ہونے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔

قاضی صاحب نے یہ کہا کہ لونڈی جو کچھ کہے اس کو باور کر لینا چاہیے! ہرگز نہیں۔ آپ اس کی بات کو نہ مانیے کیوں کہ وہ جھوٹ سے محفوظ نہیں ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کس پر تعجب کروں آیا اس بادشاہ پر جس نے مسلمانوں کے خون اور مال میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ اپنے باپ کی حرمت کا لحاظ نہ کیا یا لونڈی پر جس نے بادشاہ کی خواہش سے انکار کیا یا قاضی صاحب فقیہ زمانہ پر جنہوں نے ہارون رشید کو اجازت دے دی۔ کہ اپنے باپ کی ہتک حرمت کر کے اپنی خواہش کو پورا کرے اور عبد اللہ بن یوسف سے روایت کی گئی ہے کہ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف سے کہا کہ میں نے ایک لونڈی خریدی ہے اور چاہتا ہوں کہ بلا انتظار مدت استبراء اسی وقت اس سے مباشرت کروں آیا اس کے حلال ہونے کا کوئی حیلہ تمہارے پاس ہے؟ قاضی صاحب نے کہا کہ ہاں۔ آپ وہ لونڈی اپنے کسی لڑکے کو ہبہ کر دیجیے۔ بعدہٗ اس سے خود نکاح کر لیجیے اور اسحاق بن راہویہ

---

[1] در حبیب السیر است کہ او نخستین خلیفہ ایست کہ در میدان گوی باخت و بہ لعب شطرنج پرداخت [2] فی تاریخ الخلفاء للسیوطی عن ابن المبارک قال لما افضت الخلافة الی الرشید وقعت فی نفسه جارية من جواری للمهدی فراودها علی نفسها فقالت لا اصلح لک ان اباک قد طاف بی فشغف بها فارسل الی ابی یوسف فسأله اعندک فی هذا شی فقال یا امیر المومنین اوکلما ادعت امة شیئا ینبغی ان تصدق لا تصدقها فانها لیست بمامونة قال ابن المبارک فلم ادر ممن اعجب من هذا الذی قد وضع یده فی دماء المسلمین واموالهم لیتحرج عن حرمة ابیه او من هذه الامة التی رغبت بنفسها عن امیر المومنین او من هذا فقیه الارض وقاضیها قال اهتک حرمة ابیک و اقض شهوتک وعن عبد اللہ بن یوسف قال قال الرشید لابی یوسف انی اشتریت جارية واریدان اطأها الآن قبل الاستبراء فهل عندک حیلة قال نعم تهبها لبعض ولدک ثم تزوجها وعن اسحاق بن راهویة قال دعا الرشید ابا یوسف لیلا فافتاه فامر له بمائة الف درهم فقال ابو یوسف ان رای امیر المومنین امر بتعجیلها قبل الصبح فقال بعض من عنده ان الخازن فی بیته و الابواب مغلقة فقال ابو یوسف فقد کانت الابواب مغلقة حین دعانی ففتحت۔

سے مروی ہے کہ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف کو رات کے وقت بُلا کر فتویٰ لیا اور حکم دیا کہ ان کو ایک لاکھ درہم بطور انعام کے دیے جائیں۔

قاضی صاحب نے فرمایا کہ یہ رقم مجھے صبح ہونے سے پہلے مل جانا چاہیے ہارون الرشید نے حکم دیا کہ قاضی صاحب کو فوراً رقم مذکور دی جائے ایک شخص نے کہا کہ خزانچی اپنے گھر میں ہے اور مکانات شہر کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جب میں بلایا گیا تھا تب بھی دروازے بند تھے۔ پس جس طرح پہلے کھولے گئے اسی طرح پھر کھولے جا سکتے ہیں۔

اور تاریخ ابن خلکان[1] میں ہے کہ ابو حنیفہ صاحب کے شاگردوں میں قاضی ابو یوسف کا مثل نہ تھا اور اگر یہ نہ ہوتے تو ابو حنیفہ صاحب کا ذکر بھی نہ ہوتا۔

تاریخ ابو الفدا[2] میں ہے کہ ۱۷۳ھ میں ہارون رشید نے حج کیا۔

اور صواعق[3] محرقہ میں ہے کہ جب ہارون رشید حج کو آیا تو لوگوں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں چغلی کی کہ ان کے پاس ہر طرف سے مال چلا آتا ہے۔ اتفاق سے ایک روز ہارون رشید خانہ کعبہ کے نزدیک حضرت موسیٰ کاظمؑ سے ملاقی ہوا اور کہنے لگا کہ وہ تمہیں ہو جن سے لوگ چھپ چھپ کے بیعت کرتے ہیں؛ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ ہم دلوں کے امام ہیں اور تم جسموں کے (یعنی حقیقۃً امام ہم ہیں گو بظاہر تم سمجھے جاتے ہو) نیز کتاب موصوف میں ہے کہ ہارون رشید امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا کہ تم کس دلیل سے کہتے ہو کہ ہم رسول اللہؐ کی ذریت ہیں۔ حالانکہ تم علیؑ کی اولاد ہو، اور ہر شخص اپنے دادا سے منتسب ہوتا ہے نانا سے منتسب نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد کرتا ہے "و من ذریته داؤد و سلیمان و ایوب الیٰ آ"

[1] وکان ابن خلکان فی اصحاب ابی حنیفة مثل ابی یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفه [2] قال ابو الفدا و فی سنة ثلاث وسبعین ومائة حج الرشید [3] و فی الصواعق قال ولما حج الرشید سُعی به ای بالموسیٰ الکاظم الیه وقیل له ان الاموال تحمل الیه من کل جانب (الی ان قال) فاجتمع به الرشید عند الکعبة وقال انت الذی یبایعک الناس سرًّا وقال انا امام القلوب و انت امام الجسوم وفیه ایضًا قال سئال الرشید عن موسیٰ الکاظم کیف قلتم انا ذریة رسول الله صلعم و انتم ابناء علی وانما ینتسب الرجل الی جده لابیه دون جده لامه فقال الکاظم اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم ومن ذریته داؤد وسلیمان وایوب (الی قوله تعالیٰ) وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ - ولیس لعیسیٰ اب وانما الحق بذریة الانبیاء من قبل امه وکذالک الحقنا بذریة النبی صلعم من قبل امنا فاطمة وقال الله عزوجل فمن حاجک فیه من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم الآیة ولم یدع النبی صلی الله علیه و آله وسلم عند مباهلة النصاریٰ غیر علی و فاطمة والحسن والحسین فکان الحسنین۔

تعالیٰ وذکریا ویحییٰ وعیسیٰ۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ پس جس طرح وہ اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت انبیاءؑ میں ملحق ہوئے۔ اسی طرح ہم بھی اپنی مادر گرامی جناب فاطمہؑ کی نسبت سے رسول خداؐ کی ذریت ٹھہرے پھر فرمایا کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوا تو مباہلے کے وقت پیغمبر خدا نے سوا علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے کسی کو نہیں بلایا پس بفحوائے "ابنا٫نا" حسنؑ اور حسینؑ ہی رسول اللہؐ کے بیٹے قرار پائے۔

وفیات[1] الاعیان ابن خلکان میں ہے کہ ہارون رشید حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ آیا۔ اور زیارت کے لئے روضہ مقدسہ نبوی پر حاضر ہوا۔ اس وقت اس کے گرد قریش اور دیگر قبائل عرب جمع تھے نیز حضرت موسےٰ کاظمؑ بھی ساتھ تھے۔ ہارون رشید نے حاضرین پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لئے قبر مبارک کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ سلام ہو آپ پر اے پدر بزرگوار۔ یہ سن کر ہارون رشید کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور اس نے حضرت موسیٰ کاظمؑ کو اپنے ہمراہ بغداد لے جا کر قید کیا۔ تاریخ ابن الوردی[2] میں ہے کہ ۱۷۹ھ میں (مجتہد مدینہ مالک بن انس بن مالک اصبحی نے وفات پائی جو ۹۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور تاریخ خمیس[3] میں ہے کہ ۱۸۲ھ میں ابو یوسف نے رحلت کی تاریخ ابو الفدا[4] میں ہے کہ ۱۸۳ھ میں امام موسیٰ کاظمؑ نے بمقام بغداد قید خانہ ہارون رشید میں وفات پائی اور تاریخ خمیس[5] میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون رشید کے حکم سے امام موسیٰ کاظمؑ کو رطب میں زہر دیا۔ اور اخبار الخلفاء[6] ابن الساعی میں ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات بغداد میں بروز جمعہ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو ہوئی اور بر بنائے اخبار صحیح ثابت ہے) کہ امام موصوف بحالت مظلومی مسموم

---

[1] وفی وفیات الاعیان لابن خلکان ان هارون الرشید حج فاتی قبر النبی صلعم زائراً وحوله قریش وافناء القبائل ومعه موسی بن جعفر فقال السلام علیک یا رسول الله یا ابن عم افتخاراً علی من حوله فقال موسی السلام علیک یا ابت فتغیر وجه هارون الرشید فحمله معه الی بغداد فجلسه بها [2] وفی تاریخ الوردی قال وفی سنة تسع وسبعین ومائة فیها توفی مالک بن انس بن مالک الاصبحی وله سنة خمس وخمسین [3] وفی الخمیس قال وفی سنة اثنتین وثمانین ومائة توفی ابو یوسف [4] قال ابو الفدا ثم دخلت سنة ثلث وثمانین ومائة فیها توفی موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب ببغداد فی حبس الرشید [5] وفی تاریخ الخمیس قال ویقال من یحیی بن خالد البرمکی سمه فی رطب بامر هارون الرشید [6] وفی اخبار الخلفاء لابن الساعی علی بن انجب البغدادی قال وکان وفاته ببغداد یوم الجمعة لخمس بقین من رجب سنة ثلاث وثمانین ومائة مسموماً مظلوماً علی الصحیح من الاخبار ودفن بمدینة الاسلام فی المقبرة المعروفة بمقابر قریش

شہید ہوئے اور مدینہ السلام کے اس مقبرے میں دفن کئے گئے جو مقابر قریش کے نام سے مشہور ہے

اور صواعق[۱] محرقہ میں ہے کہ وقت وفات ان کی اولاد ذکور و اناث کی تعداد سینتیس[۳۷] تھی جن میں بروئے قدر و مرتبت علی الرضاؑ اجل و افضل تھے اور حبیب[۲] السیر میں ہے کہ افضل اولاد امام موسیٰ کاظمؑ بلکہ اشرف مخلوق زمانہ علی بن موسیٰؑ الرضا تھے

اور وسیلۃ[۳] النجات ملا مبین لکھنوی میں ہے کہ ان کو علم ما کان وما یکون آباؤ اجداد سے وراثتاً پہنچا تھا۔

اور روضۃ الاحباب[۴] میں مروی ہے کہ امام علی رضاؑ ہر زبان اور ہر لغت میں فصیح و دانا ترین مردم تھے اور جو شخص جس زبان میں باتیں کرتا تھا اس کو اسی زبان میں جواب دیتے تھے علامہ[۵] قونوی نے شرح حاوی صغیر میں اور ملا محمد مبین لکھنوی نے وسیلۃ النجات میں کتاب جامع الاصول ابن اثیر جزری سے نقل فرمایا ہے کہ صدی دوم کے آغاز پر مذہب امامیہ کے مجدد حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ تھے تاریخ ابو الفدا[۶] میں ہے کہ ۱۸۷ھ میں ہارون الرشید نے برمکیوں پر غضبناک ہو کر جعفر بن یحییٰ برمکی کو قتل کیا۔ تاریخ[۷] ابن الوردی میں اس کا سبب یہ لکھا ہے کہ ہارون رشید نے اپنی بہن عباسہ کا نکاح جعفر برمکی سے اس لئے کر دیا تھا کہ ان دونوں میں نامحرمی کا پردہ حائل نہ رہے اور وہ بلا تکلیف ہارون کی صحبت میں شریک ہو سکیں) البتہ اس کے ساتھ یہ شرط بھی موکد کر دی تھی کہ جعفر عباسہ سے ہم بستر نہ ہو۔ لیکن امر شدنی رک نہیں سکتا عباسہ کو جعفر سے حمل رہ گیا۔

اور حبیب[۸] السیر میں ہے کہ بعد انقضائے مدت حمل اس سے پسر خوش منظر پیدا ہوا۔ (چنانچہ جعفر کے قتل کا باعث یہی واقعہ تھا۔ تاریخ ابو الفدا[۹] میں ہے کہ ۱۹۳ھ میں ہارون رشید نے

---

[۱] وفی الصواعق قال وکانت اولادہ حین وفاتہ سبعۃ وثلاثین ذکراً وانثیٰ منہم علی الرضا وھو اجلھم قدراً [۲] ودر حبیب السیر است کہ افضل اولاد امام موسیٰ بلکہ اشرف جمیع برایا علی موسی الرضا بود [۳] ودر وسیلۃ النجات است کہ آں حضرت را از آباؤ اجداد علوم ما کان وما یکون بوراثت رسیدہ [۴] ودر روضۃ الاحباب است کہ علی الرضا رضی اللہ عنہ با مردم سخن می کرد بلغات ایشاں وامام رضا فصیح ترین مردم بود ودانا ترین بہمہ ہائے ولغتے [۵] علاء الدین قونوی در شرح حاوی صغیر قزوینی وملا محمد مبین لکھنوی در وسیلۃ النجات از جامع الاصول ابن اثیر نقل فرمود کہ مجدد مذہب امامیہ بر سر مائۃ ثانیہ علی بن موسی الرضا بود [۶] قال ابو الفدا فی سنۃ سبع وثمانین ومائۃ اوقع الرشید بالبرمکیۃ وقتل جعفر بن یحیی [۷] وقال ابن الوردی وسببہ عند الاکثر کونہ زوجۃ اختہ عباسۃ لیحل لہ النظر الیہا وشرط ان لا یقربہا فوطئہا وحملت منہ بغلام [۸] ودر حبیب السیر کہ بعد انقضائے مدت حمل پسر قمر منظر ازو متولد گشت [۹] قال ابو الفدا فی سنۃ ثلاث وتسعین ومائۃ مات الرشید لثلاث خلون من جمادی الاخری والیٰ ان قال ولما توفی الرشید بویع للامین فی

انتقال کیا۔ اور اس کی جگہ اس کا بڑا بیٹا امین خلیفہ ہوا۔
تاریخ الخمیس[1] میں ہے کہ ۱۹۴ھ میں امین نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی مامون کو ولی عہدی سے علیحدہ کر دے اور جب ۱۹۵ھ میں مامون کو امین کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اس نے لشکر خراسان سے اپنی خلافت کی بیعت حاصل کی اور امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوا۔ یہ خبر امین کو پہنچی تو اس نے مامون سے جنگ کرنے کے لئے ابن ماہان کو لشکر لے کر بھیجا اور ادھر سے مامون نے بھی طاہر بن حسن کو مع لشکر روانہ کیا۔
وفیات[2] الاعیان ابن خلکان میں ہے ۱۹۵ھ میں حضرت محمد تقیؑ بن امام علی رضاؑ مدینے میں بروز جمعہ پیدا ہوئے۔
تاریخ خمیس[3] میں ہے کہ ۲۵ محرم ۱۹۸ ہجری کو طاہر بن حسن نے امین پر فتح یاب ہو کر اس کو قتل کیا
اور تاریخ ابو الفدا[4] میں ہے کہ جب امین قتل ہوا تو مامون سلطنت عباسیہ کا مستقل بادشاہ ہو گیا۔ تاریخ الخلفا[5] سیوطی میں ہے کہ جب مامون خلیفہ ہوا تو اس نے منادی کرائی کہ جو شخص معاویہ کا ذکر خیر کے ساتھ کرے گا۔ اس سے میں بری الذمہ ہوں۔ نیز یہ بھی اعلان کیا کہ رسول اللہؐ کے بعد علیؑ بن ابی طالب افضل خلق اللہ ہیں اور فتوح البلدان[6] بلاذری میں ہے کہ مامون نے یہ حکم بھی دیا کہ فدک کی جائداد اولاد فاطمہؑ کو واپس کی جائے چنانچہ مبارک طبری کو لکھ بھیجا کہ فدک کی جائداد مع اس کے حدود و حقوق کے ورثاء فاطمہؑ بنت رسول اللہ کو واپس دی جائے۔

[1] وفی الخمیس قال وفی سنۃ اربع وتسعین ومائۃ عزم الامین علی خلع المامون من ولایۃ العہد (الی ان قال) وفی سنۃ خمس وتسعین ومائۃ تیقن المامون ان اخاہ الامین خلعہ فغضب و خلع وھو الامین وبایعہ جیش خراسان بالخلافۃ وتسمی بامیر المومنین فجھز الامین لحربہ ابن ماھان وجھز المامون طاھر بن الحسن [2] قال ابن خلکان وفی سنۃ خمس وتسعین ومائۃ ولد ابو جعفر محمد بن علی الرضا ابن موسی الکاظم بالمدینۃ یوم الجمعۃ [3] وفی الخمیس قال وفی یوم السبت الخامس والعشرین من المحرم سنۃ ثمان وتسعین ومائۃ ظفر طاھر بالامین فقتلہ [4] وقال ابو الفداء ولما قتل الامین استوثق الامر فی المشرق والمغرب للمامون [5] وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی قال امر المامون بان ینادی برئت الذمۃ ممن ذکر معاویۃ بخیر وان افضل الخلق بعد رسول اللہ علی بن ابی طالب [6] وفی فتوح البلدان للبلاذری قال امیر المومنین المامون بدفع فدک الی ولد فاطمۃ ۔۔ وقد کتب امیر المومنین الی المبارک الطبری مولی امیر المومنین بامر برد فدک علی ورثۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم بحدودھا وجمیع حقوقھا

تاریخ ابن الوردی[1] میں ہے کہ ۲۰۱ھ میں مامون نے حضرت علی الرضا[ع] کو ولی عہد خلافت قرار دیا اور یہ امر عباسیوں کو نہایت شاق گزرا۔

شرح مواقف[2] میں ہے کہ جو کتبہ قبول ولی عہدی کا امام علی الرضا[ع] نے مامون کو لکھا اور اس کا مضمون یہ تھا "چوں کہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کر لیا جن کو اس کے آباؤ اجداد نے نہیں پہچانا تھا لہٰذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی کو قبول کیا اگرچہ جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچے گا۔ علامہ سید[3] شریف جرجانی شرح مواقف میں فرماتے ہیں کہ جفر و جامعہ حضرت علی کی دو کتابیں ہیں۔ جن میں بطریق علم الحروف ان تمام حوادث کا ذکر ہے جو انقراض عالم تک واقع ہوں گے اور جو آئمہ کہ حضرت علی کی اولاد سے تھے۔ وہ جفر اور جامعہ کو جانتے تھے اور ان دونوں کے موافق حکم دیتے تھے۔

وسیلۃ[4] النجات ملا مبین فرنگی محل میں ہے پہلے مامون نے ارادہ کیا تھا کہ خود امر خلافت سے معزول

---

[1] قال ابن الوردی ثم دخلت سنة احد و مائتین فیها جعل المامون علی الرضا ابن موسیٰ الکاظم ولی عهد المسلمین والخلیفة من بعده و صعب ذلك علی بنی العباس ۲ه

[2] و فی شرح المواقف قال و فی کتاب قبول العهد الذی کتبه علی بن موسیٰ رضی الله عنهما الی المامون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم یعرفه اباؤك فقبلت منك عهدك والا ان الجعفر والجامعة یدلان علی انه لا یتم [3] قال السید الشریف الجرجانی الجعفر و الجامعة هما کتابان لعلی رضی الله عنه قد ذکر فیهما علی طریقة علم الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم وکانت الائمة المعروفون من اولاده یعرفونهما

[4] و در وسیلۃ النجات است کہ چوں مامون از امام علی رضا گفت کہ ارادہ کردہ ام کہ خود را از خلافت عزل کنم و امامت را تو بگذارم و با تو بیعت کنم حضرت فرمود کہ اگر خلافت را خدا ائے تو قرار داد است ترا جائز نہ باشد کہ بہ دیگرے بخشی و خود را از اں معزول کنی و اگر خلافت از تو نیست ترا اختیار آں نیست کہ بدیگرے تفویض کنی۔ مامون گفت یا ابن رسول اللہ لازم است کہ درخواست ما قبول کنی حضرت فرمود کہ برضائے خود ہرگز قبول نخواہم کرد تا مدت دو ماہ ایں سخن درمیان بود و چنداں کہ او مبالغہ می کرد حضرت امتناع می نمود چوں مامون از قبول خلافت آں حضرت مایوس گفت ہرگاہ کہ خلافت را قبول نمی کنی پس ولایت عہد من اختیار کن حضرت فرمود کہ پدر بزرگوارم مرا خبر داد کہ پیش از تو از دنیا بیروں خواہم رفتم و مرا بستم خواہند گفت۔ بعد ازاں فرمود کہ خیر قبول می کنی بایں شرط کہ کسی را نصب نہ کنم و احدے را عزل نہ نمایم و بر بساط حکومت از دور نظر کنم بایں شرائط ازاں حضرت راضی شد پس حضرت روے بسوئے آسمان بر داشت و گفت خداوندا تو می بینی مرا اکراہ کردہ بضرورت ایں امر را اختیار کردم پس مرا مواخذہ مکن چنانچہ مواخذہ نکردی دو بندہ پیغمبر خود یوسف و دانیال را در ہنگامے کہ قبول کردند ولایت را از جانب بادشاہاں در زمان خود۔ خداوندا عہدے نیست مگر عہد

ہو کر منصب خلافت حضرت علی رضا کو سپرد کر دے اور جب اس نے اس بات کا اظہار حضرت علی رضاؑ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر خلافت من جانب اللہ ہے تو یہ کب جائز ہو سکتا ہے کہ تو اسے دوسرے کو بخشے اور اگر خلافت تیرا حق نہیں ہے تو تیری تفویض سے کیا ہوتا ہے۔ مامون نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ میری درخواست قبول کرو۔ حضرت حضرت علی الرضاؑ نے فرمایا کہ میں اپنی مرضی سے ہرگز قبول نہ کروں گا۔ چنانچہ دو مہینے تک یہی مباحثہ پیش رہا کہ مامون اصرار کرتا تھا اور حضرت علی الرضاؑ انکار فرماتے تھے۔ مامون نے کہا کہ اچھا اگر تم خلافت قبول نہیں کرتے تو ولی عہد ہونا منظور کرو امام رضاؑ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے خبر دی ہے کہ میں مسموم ہو کر تجھ سے پہلے اس جہان فانی کو چھوڑوں گا۔ پھر کیوں کر ولی عہد ہونا منظور کروں۔

بالآخر بعد گفتگوئے بسیار حضرت علی رضاؑ نے فرمایا کہ خیر تیرے اصرار پر میں اس شرط سے ولی عہدی کو قبول کرتا ہوں کہ نہ کسی کو مقرر کروں نہ کسی کو معزول اور بساط حکومت پر دور ہی سے نظر کروں اس کے قریب نہ جاؤں۔ مامون ان شرائط پر راضی ہوا، اور حضرت علی الرضاؑ نے آسمان کی جانب منہ کر کے کہا کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ میں اس امر کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہوں اور بضرورت اس کو منظور کرتا ہوں بار الٰہا مجھ سے اس باب میں کوئی مواخذہ نہ فرما جس طرح تو نے اپنے دو بندگان پیغمبر "یوسف اور دانیال" سے مواخذہ نہیں کیا۔ جب کہ انہوں نے اپنے زمانے کے بادشاہوں کی جانب سے ولی عہد ہونا قبول کیا تھا پروردگار میرے کوئی عہد نہیں ہے مگر تیرا عہد اور کوئی ولایت نہیں ہے مگر تیری جانب سے یہ کہہ کر حضرت علی الرضاؑ نے با دل نخواستہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۱:۔ دو لایتے نمی باشد مگر از جانب پس محزون و گریاں ولایت عہد را از مامون قبول کرد۔ و ہر گاہ کہ بیعت آنحضرت منعقد گشت و روز عید آمد مامون باں حضرت گفت کہ برائے نماز سوار شوند و نماز خطیب برائے نماز مرداں بخوانند حضرت فرمود کہ میداتی کہ من با تو شرط کردہ ام کہ از دور بر بساط حکومت نظر کنم مرا از نماز عید و خطبہ معاف دار۔ مامون بسیار بالحاح و زاری پیش آمد ناچار حضرت فرمود کہ اگر معاف نداری پس بیروں خواہم آمد بسوئے مصلائے عید چناں کہ بیروں می آمد رسول خدا صلعم مامون گفت ہر طورے کہ بخاطر شریف بیاید تشریف فرما شود امر کردہ بغلاماں و غلاماں و لشکریاں کہ بر در حضرت علے موسیٰ الرضا حاضر شوند۔ تا آفتاب طلوع کرد و آں حضرت وضو فرمود و جامہا پوشید و دستار سفید بر سر مبارک بست یک طرف شملۂ آں بر سینہ بے کینہ خود گذاشت و خوشبو مالید و عصا در دست گرفت و موالیان را حکم کرد کہ شما ہم غسل کنید و جامہا پوشید ہمہ لمر بجا آوردند پس ارادہ رفتن بیروں فرمود و بعد از دو سہ گام الیستادہ شد و سر خود را بسوئے آسمان برداشت و گفت اللہ اکبر، اللہ اکبر، موالیاں ہم نیز گفتند راوی گوید کہ بانظر ما می آمد کہ در و دیوار و زمین و آسمان آنحضرت را جواب می دہند و تمام مردم گریہ و زاری و آہ و نالہ و بیقراری در آمدند و ایں خبر بہ مامون رسید فضل ابن سہل کہ وزیر و مشیر او بود گفت کہ علی ابن موسیٰ الرضا بہ مصلے عید برسیں نحال خواہد رفت خداوند کہ ہمہ فتنہ بپا گردد و ہمہ جنگامہ شود بامی ترسم کہ ملک و سلامت خواہیم ماند پس مامون یکے از خواص خود را بخدمت آنحضرت فرستاد کہ بایں آنحضرت را تکلیف دادہ در مشقت انداختم و دست ندارم کہ آنحضرت مشقت رسد۔ آنحضرت مراجعت کنند نماز عید بطور [illegible] در مصلے عید شریف

ولی ہونا قبول کیا اور جب عید کا دن آیا تو مامون نے ان سے کہلا بھیجا کہ نماز کے لئے تشریف لے جائیں اور عیدگاہ میں جاکر نماز و خطبہ پڑھیں۔ حضرت علی رضاؑ نے فرمایا کہ میں نے یہ شرط کرلی کہ بساط حکومت کے قریب نہ جاؤں گا لہٰذا مجھ کو نماز اور خطبے سے معاف رکھ مگر مامون نے بہت اصرار اور الحاح کیا امام رضاؑ نے کہا کہ اگر تو معاف کردے تو بہتر ہے ورنہ میں نماز عید کے لئے اسی طرح جاؤں گا۔ جس طرح میرے جد امجد جناب رسول خداؐ تشریف لے جاتے تھے۔ مامون نے کہا کہ تمہیں اختیار ہے۔ جس طرح چاہو جاؤ۔ بعد ازاں خدام و سپاہ کو حکم دیا کہ حضرت علی رضاؑ کے دروازے پر حاضر ہوں۔ چنانچہ بعد طلوع آفتاب امام رضاؑ نے کپڑے پہنے۔ دستار سفید حریر باندھی عطر لگایا اور عصا ہاتھ میں لے کر عیدگاہ کے لئے تیار ہوتے بعد ازاں خدام کو حکم دیا کہ تم بھی غسل کرکے کپڑے بدلو اس انتظام کے بعد آپ باہر نکلے اور دو تین قدم چل کر کھڑے ہوگئے۔ پھر سر آسمان کی طرف بلند کرکے کہا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ ان کے ساتھ خادموں اور لشکروں نے بھی تکبیر کہی۔ راوی کا بیان ہے کہ جب امام رضاؑ تکبیر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ در و دیوار و زمین و آسمان سے ان کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے۔ پس یہ حالت ہوئی کہ تمام اہل شہر گریہ و زاری کرنے لگے اور جب اس کی اطلاع مامون کو ہوئی تو فضل بن سہیل وزیر نے اس سے کہا کہ اگر علی رضاؑ اسی حال سے عیدگاہ کو جائیں گے تو معلوم نہیں کیا فتنہ اور ہنگامہ برپا ہوگا اور ہم نہیں جانتے کہ کیوں کر سلامت رہیں گے۔ وزیر کی اس تقریر پر مامون متنبہ ہوا اور اس نے اپنے خواص میں سے ایک شخص کو امام رضاؑ کی خدمت میں بھیج کر کہلا بھیجا کہ میں تمہیں عیدگاہ جانے کی تکلیف دے کر متاسف ہوں اور اب تم کو مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا مناسب ہے کہ اپنی قیام گاہ کو واپس آؤ۔ عیدگاہ جانے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔ تاریخ ابوالفداؔ[1] میں ہے کہ ۲۰۳ھ میں علی بن موسےٰ الرضاؑ نے وفات پائی اور خلاصہ تذہیب تہذیب[2] الکمال میں ہے کہ ۲۰۳ھ میں علی رضاؑ بمقام طوس زہر سے شہید ہوئے اور مختصر اخبار[3] الخلفا میں ہے کہ امام رضاؑ نے مسموم ہو کر وفات پائی اور سنا باز واقع ارض طوس میں مدفون ہوئے۔

---

[1] قال ابو الفداء فی سنۃ ثلاث ومائتین فی صفر مات علی بن موسیٰ الرضا [2] و فی خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال قال مات مسموماً بطوس سنۃ ثلاث و مائتین۔

[3] و فی مختصر اخبار الخلفاء لابن الساعی قال قضی مسموماً ثم دفن فی قریۃ یقال لہا سنا باذ بارض

طوس

معجم البلدان[1] یاقوت حموی میں ہے کہ شہر طوس ملک خراسان میں ہے اور وہیں حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کا مزار ہے۔ نیز کتاب انساب[2] سمعانی میں ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ نے بمقام طوس آخر ۲۰۳ھ میں بروز شنبہ وفات پائی اور تحقیق یہ ہے کہ ان کو آب انار میں زہر دیا گیا۔ روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ امام علی الرضاؑ کے پانچ صاحب زادے تھے محمد تقیؑ، حسنؑ، جعفرؑ، ابراہیمؑ، حسینؑ۔

اور صواعق محرقہ میں ہے کہ ان سب میں اجل اور افضل حضرت محمد تقیؑ الجواد تھے۔ امام رضاؑ کی وفات سے ایک سال بعد کا ذکر ہے کہ حضرت محمد تقیؑ بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے بھی وہاں کھیل رہے تھے ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی۔ سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت محمد تقیؑ کھڑے رہے ان کی عمر اس وقت نو برس کی تھی۔ جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت محمد تقیؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔ صاحب زادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ "میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے جرم کوئی نہیں کیا کہ ڈرتا نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بیگناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے۔" مامون کو حضرت محمد تقیؑ کا انداز بیان بہت پسند آیا اور اس

[1] قال یاقوت الحموی فی معجم البلدان (فی ذکر طوس) ھو بمدینۃ الخراسان.. وبھا قبر علی بن موسیٰ الرضا [2] وفی کتاب الانساب للسمعانی مات علی بن موسیٰ الرضا بطوس یوم السبت آخر یوم من سنۃ ثلاث ومائتین وقد سم فی ماء الرمان واسقی [3] ودر روضۃ الاحباب است کہ امام علی الرضا پنج پسر داشت محمد تقیؑ وحسنؑ وجعفر وابراہیم وحسین [4] وفی صواعق قال واجلھم محمد الجواد ومما اتفق انہ بعد ابیہ بسنۃ واقف والصبیان یلعبون فی ازقۃ بغداد اذ اقبل المامون ففروا ووقف محمد وعمرہ تسع سنین فقال لہ یاغلام ما منعک من الانصراف فقال لہ مسرعا یا امیر المومنین لم یکن بالطریق ضیق فاوسعہ لک ولیس لی جرم فاخشاک والظن بک حسین انک لا تضر من لا ذنب لہ فاعجب کلامہ وحسن صورتہ فقال لہ ما اسمک واسم ابیک فقال محمد بن علی الرضا × وکان معہ بزاۃ للصید فلما بعد عن العمارۃ ارسل بازا علی دراجۃ فغاب عنہ ثم عاد من الجو وفی منقارہ سمکۃ صغیرۃ وبھا بقاء الحیاۃ فتعجب من ذلک غایۃ العجب ورای الصبیان علی حالھم ومحمد عندھم ففروا الا محمدا فدنا منہ وقال لہ ما فی یدی قال یا امیر المومنین ان اللہ تعالیٰ خلق فی بحر قدرتہ سمک صغارا یصیدھا بازات الملوک فیختبر بھا سلالۃ اھل بیت المصطفیٰ فقال لہ المامون انت ابن الرضا حقا واخذہ معہ واحسن الیہ وبالغ فی اکرامہ (الی ان قال) ثم زوجہ بنتہ ام الفضل ثم توجہ بھا الی المدینۃ

نے پوچھا کہ صاحبزادے تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا کہ محمد بن علی الرضاؑ۔ اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ شکاری بازی بھی تھے۔ جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے باز کو ایک چکور پر چھوڑا۔ باز غائب ہو گیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی زندہ مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجب ہوا۔ تھوڑی دیر میں جب وہ لوٹا تو اس نے حضرت محمد تقیؑ کو مع دوسرے لڑکوں کے وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر پھر بھاگے لیکن حضرت محمد تقیؑ بدستور کھڑے رہے۔ جب مامون ان کے قریب آیا تو کہنے لگا کہ صاحبزادے بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین اپنے بازوں سے ان مچھلیوں کا شکار کر کے اہلبیت رسالت کے علم کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سن کر مامون بولا کہ بے شک تم علی بن موسیٰ الرضاؑ کے فرزند ہو۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لیتا گیا اور ان کی بہت توقیر کر کے اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح ان سے کر دیا کچھ دنوں کے بعد امام محمد تقیؑ ام الفضل کو ساتھ لے کر مدینے چلے گئے اور روضۃ الاحباب[1] میں ہے کہ امام محمد تقیؑ کے مشہور القاب تقی اور جواد ہیں مورخ ابن الوردی[2] اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔ کہ ۲۰۴ھ میں مجتہد وقت محمد بن ادریس شافعی نے وفات پائی۔ اور ۲۱۱ھ ہجری میں اخفش نحوی نے رحلت کی اور ۲۱۳ھ ہجری میں مورخ عبد الملک بن ہشام نے انتقال کیا جن کی کتاب سیرۃ ابن ہشام مشہور ہے تاریخ الخمیس[3] میں ہے کہ ۲۱۴ھ میں حضرت علی نقیؑ مدینے میں پیدا ہوئے۔ اور حبیب السیر[4] میں ہے کہ ۲۱۷ھ میں مامون نے اپنے چھوٹے بھائی معتصم کو ولی عہد قرار دیا۔ تاریخ ابو الفداء[5] میں ہے کہ ۱۸ رجب ۲۱۸ھ کو مامون نے اس

---

[1] در روضۃ الاحباب است کہ اشہر القاب محمد بن علی الرضا تقی وجواد است [2] قال ابن الوردی فی تاریخہ فی سنۃ اربع ومائتین توفی الامام الشافعی محمد بن ادریس (الی ان قال) وفی سنۃ احدی عشرۃ ومائتین مات الاخفش النحوی (الی ان قال) وفی سنۃ ثلاث عشرۃ ومائتین توفی عبد الملک بن ہشام وہو جامع سیرۃ النبی صلعم [3] وفی الخمیس قال ولد علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب بالمدینۃ سنۃ اربع عشرۃ ومائتین [4] ودر حبیب السیر است کہ در سنہ سبع عشرۃ ومائتین مامون برادر خود محمد المعتصم را ولی عہد گردانید [5] قال ابو الفداء فی سنۃ ثمانی عشر ومائتین مرض المامون لثلاث عشر خلت من جمادی الآخری (الی ان قال) وتوفی لاثنتی عشرۃ لیلۃ بقیت من رجب فی ہذہ السنۃ (الی ان قال) وبویع المعتصم بالخلافۃ بعد موت المامون (الی ان قال) ثم دخلت سنۃ تسع عشرۃ ومائتین فیہا احضر المعتصم احمد بن حنبل وامتحنہ بالقرآن فلم یجب الی القول بخلقہ فجلدہ حتی غاب عقلہ وتقطع جلدہ۔

جہان سے رحلت کی اور معتصم خلیفہ بغداد ہوا۔ نیز تاریخ موصوف میں ہے کہ ۲۱۹ھ میں معتصم نے مجتہد زمانہ احمد بن حنبل کو طلب کر کے مسئلہ خلق قرآن کے متعلق ان کا امتحان لیا۔ انہوں نے معتصم کے قول کو قبول نہ کیا کہ قرآن مخلوق ہے اس بات پر بگڑ کر معتصم نے ان کو اتنے کوڑے لگوائے کہ ان کی جلد بدن کٹ گئی اور عقل سلب ہو گئی۔ وسیلۃ النجات[1] میں ہے کہ جب مامون کے بعد معتصم خلیفہ ہوا اور اس نے امام محمد تقیؑ کے فضائل کا آوازہ سنا تو براہ بغض و عناد ان کو مدینہ منورہ سے بمقام بغداد طلب کیا۔

امام محمد تقیؑ جب مدینے سے چلنے لگے تو انہوں نے اپنے فرزند حضرت علی النقیؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ قرار دے کر کتب علوم الٰہی و آثار جناب رسالت پناہی انہیں سپرد فرمایا بعد ازاں مدینے سے روانہ ہو کر نویں محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہنچے اور معتصم نے اسی سال ان کو شہید کیا۔ صواعق محرقہ[2] میں ہے کہ امام محمد تقیؑ نے پچیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور بمقام مقابر قریش اپنے جد امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں مدفون ہوئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی زہر سے شہید کئے گئے۔ نیز مولوی صدیق حسن خاں صاحب کتاب فرع نامی[3] میں لکھتے ہیں کہ امام محمد تقیؑ کو معتصم عباسی نے زہر دے کر شہید کیا اور اپنے جد امام موسیٰؑ کے روضہ میں مدفون ہوئے۔ روضۃ الاحباب[4] میں ہے کہ امام محمد تقیؑ نے چار فرزند چھوڑے دو پسر و دو دختر اور صواعق محرقہ[5] میں ہے کہ ان سب میں اجل و افضل حضرت علی نقیؑ تھے جو بروئے علم و فضل اپنے والد کے وارث ہوئے۔

تاریخ ابوالفدا[6] میں ہے کہ ۲۲۷ھ میں معتصم نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا واثق باللہ خلیفہ ہوا۔

---

[1] و در وسیلۃ النجات است کہ چوں در سال دہ نسبت و ہیژدہ مامون مرد و معتصم برادر او خلیفہ گردید از اجتماع دعوی فضائل امام محمد تقی نائرہ در سینہ اش مشتعل شد و در صدد دفع آں حضرت در آمدہ از مدینہ بہ بغداد طلبید حضرت محمد تقی ہنگام ارادہ بغداد حضرت علی النقی را وصی و خلیفہ خود گردانیدہ و کتب علوم الٰہی و اسلحہ و آثار حضرت رسالت پناہ بآں فرزند پسندیدہ خود تسلیم کرد (الی ان قال)، در وانہ بغداد گردیدہ در روز بیست دہم محرم کہ سنہ دو بیست و بستم داخل بغداد شدہ معتصم در ہمیں سال آنحضرت را شہید کردہ [2] وفی الصواعق قال دفن بمقابر قریش ظہر جدہ الکاظم وعمرہ خمس وعشرون سنۃ ویقال لہ انہ سم ایضاً [3] علامہ صدیق حسن خاں در کتاب الفرع النامی نوشتہ کہ معتصم عباسی او را بزہر کشت و در روضہ جد خود موسی کاظم مدفون گردید [4] و در روضۃ الاحباب است کہ وے دو پسر و دو دختر گذاشت [5] وقال فی الصواعق اجلہم علی النقی العسکری ۔۔۔ وکان وارث ابیہ علماً [6] قال ابو الفدا ثم دخلت سنۃ سبع وعشرین ومائتین فیہا توفی محمد المعتصم بن ہارون الرشید (الی ان قال) وبویع الواثق باللہ بن المعتصم فی الیوم الذی مات فیہ ابوہ۔

اور تاریخ کامل[1] میں ہے کہ ۲۳۰ھ میں محمد بن سعد کاتب واقدی صاحب کتاب طبقات نے رحلت کی۔

تاریخ خمیس[2] میں ہے کہ ۲۳۱ھ میں حضرت حسن عسکری بن امام علی النقی مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے[3]

اور تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ ۲۳۲ھ میں خلیفہ واثق باللہ نے انتقال کیا اور اس کا قائم مقام متوکل عباسی ہوا۔ تاریخ کامل[4] میں ہے کہ ۲۳۶ھ میں متوکل عباسی نے حکم دیا کہ امام حسینؑ کا مزار اس کے گرد مکانات وغیرہ منہدم کرکے وہاں زراعت کی جائے اور لوگوں کو اس مقام میں جانے کی ممانعت کرکے یہ منادی کرائی کہ جو شخص قبر کے نزدیک دکھائی دے گا وہ قید کیا جائے گا، چنانچہ اس منادی سے لوگ اس قدر خائف ہوئے کہ انہوں نے قبر امام حسینؑ کی زیارت ترک کر دی۔ تاریخ ابو الفدا[5] میں ہے کہ ۲۴۱ھ میں مجتہد زمانہ احمد بن حنبل نے وفات پائی اور ۲۴۲ھ میں قاضی یحییٰ بن اکثم[6] نے رحلت کی۔ نیز تاریخ موصوف ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم میں سوا اس کے اور کوئی عیب نہ تھا وہ لڑکوں سے خاص طور پر انس رکھنے کی وجہ سے متہم و مطعون تھے چنانچہ اس باب میں لوگوں نے اشعار بھی کہے ہیں جن میں سے ایک یہ شعر ہے ؎ متی تصلح الدنیا و یصلح اہلہا ۔ و قاضی قضاۃ المسلمین یلوط۔ یعنی جب کہ مسلمانوں کے قاضی القضاۃ ہی حرکت خلاف وضع فطری کے عامل ہیں تو دنیا اور اہل دنیا کے صلاحیت پذیر ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

---

[1] وقال فی الکامل وفی سنۃ ثلاثین ومائتین مات محمد بن سعد کاتب الواقدی صاحب الطبقات [2] قال فی الخمیس وفی سنۃ احدی وثلاثین ومائتین ولد الحسن الذکی بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر الصادق بالمدینۃ [3] وقال ابن الوردی وفی سنۃ اثنتین وثلاثین ومائتین توفی واثق باللہ (الی ان قال) فبویع المتوکل ۔۔ یوم موت الواثق باللہ [4] وفی الکامل قال وفی سنۃ ست وثلاثین ومائتین امر المتوکل بھدم قبر الحسین بن علی علیہ السلام وھدم ما حولہ من المنازل والدور وان یبذر موضع قبرہ وان یمنع الناس من اتیانہ فنادی بالناس فی تلک الناحیۃ من وجدناہ عند قبرہ حبسناہ فھرب الناس وترکوا زیارتہ [5] وفی تاریخ ابی الفدا قال فی سنۃ احدی واربعین ومائتین توفی الامام احمد بن حنبل (الی ان قال) وفی سنۃ اثنتین واربعین ومائتین توفی القاضی یحییٰ بن اکثم [6] قال ابو الفدا ولم یکن فی یحییٰ بن اکثم ما یعاب بہ سوی ما یتھم بہ من محبۃ الصبیان وقد قیل بسبب ذلک عدۃ اشعار منھا ؎ متی تصلح الدنیا ویصلح اھلھا ۔ وقاضی قضاۃ المسلمین یلوط۔

شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ۲۴۳ھ میں متوکل عباسی نے حضرت علی نقیؑ کو مدینے سے سُر من رائے میں جبراً طلب کر لیا۔[1]

اور تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ ۲۴۴ھ میں متوکل نے ابن سکیت شاعر کو قتل کر ڈالا۔ جس[2] تقریر ہے کہ ایک روز متوکل نے اس سے پوچھا کہ تجھ کو میرے دونوں بیٹے معتز اور مؤید زیادہ محبوب ہیں یا حسنؑ اور حسینؑ فرزندان علیؑ۔ ابن سکیت نے کہا کہ خدا کی قسم علیؑ کا خادم قنبر بھی تجھ سے اور تیرے بیٹوں سے بہتر ہے۔ یہ سن کر متوکل نے ابن سکیت کی زبان گدی کی طرف سے کھنچوا لی اور وہ اسی وقت مر گیا اور حیواۃ الحیوان[3] دمیری میں ہے کہ متوکل عباسی حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے بغض رکھتا تھا اور ان کی منقصت کیا کرتا تھا نیز کامل ابن اثیر[4] میں ہے کہ متوکل کو حضرت علیؑ بن ابی طالب اور ان کے اہل بیت سے شدید بغض تھا۔

وفیات[5] الاعیان ابن خلکان میں ہے کہ بعض لوگوں نے متوکل سے چغلی کی کہ حضرت علی نقیؑ کے گھر میں ہتھیار اور خطوط وغیرہ ان کے شیعوں کے بھیجے ہوئے جمع ہیں نیز متوکل کو یہ بھی وہم

---

[1] قال الشيخ ابن حجر المكي في الصواعق كان المتوكل اشخص علي بن محمد النقي من المدينة الى سر من رأى سنة ثلاث واربعين ومائتين [2] وقال ابو الفداء في سنة اربع واربعين ومائتين قتل المتوكل ابا يوسف يعقوب المعروف بابن السكيت لانه قال له ايما احب اليك ابناى المعتز والمؤيد ام الحسن والحسين فقال له ابن السكيت والله ان قنبر خادم علي خير منك ومن ولديك فقال المتوكل سلوا لسانه من قفاه ففعلوا ذلك فمات من ساعته [3] وقال الدميري في حياة الحيوان كان المتوكل يبغض عليا رضي الله تعالى عنه وينتقصه [4] وقال ابن الاثير في الكامل كان المتوكل شديد البغض لعلي بن ابي طالب عليه السلام ولاهل بيته [5] وفي وفيات الاعيان لابن خلكان قال كان قد سعى (بعلي الزكي) الى المتوكل وقيل ان في منزله سلاحا وكتبا وغيرها من شيعته واوهموه انه يطلب الامر لنفسه فوجه اليه بعدة من الاتراك ليلا فهجموا عليه في منزله غفلة فوجدوه وحده في بيت مغلق وعليه مدرعة من شعر وعلى راسه ملحفة من صوف وهو مستقبل القبلة يترنم بآيات القرآن في الوعد والوعيد ليس بينه وبين الارض بساط الا الرمل والحصى فاخذ على الصورة التي وجد عليها وحمل الى المتوكل في جوف الليل فمثل بين يديه والمتوكل يستعمل الشراب في يده كاس فلما راه اعظمه واجلسه الى جانبه ولم يكن في منزله شئ مما قيل عنه ولا حجة يتعلل عليه بها فناوله المتوكل الكاس الذي في يده فقال ما خامر لحمي ودمي قط فاعفني منه فاعفاه وقال انشدني شعرا استحسنه فقال اني قليل الرواية للشعر

دلایا گیا کہ حضرت علی نقیؑ اپنے لئے امر خلافت کے طالب ہیں متوکل نے چند سپاہی مقرر کئے کہ رات کو انہیں گرفتار کر لائیں۔ چنانچہ سپاہیوں نے شب کو اچانک حضرت علی نقیؑ کے گھر میں پہنچ کر دیکھا کہ وہ بالوں کا کرتہ پہنے اور صوف کی چادر اوڑھے تنہا اپنے حجرے میں ریگ اور سنگ ریزوں پر روبقبلہ بیٹھے ہوئے آہستہ آہستہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں سپاہیوں نے ان کو اسی حالت سے پکڑتے جاکر متوکل کے روبرو پیش کیا۔ متوکل اس وقت ہاتھ میں جام شراب لئے ہوئے مینوشی کر رہا تھا۔ حضرت علی نقیؑ کو دیکھتے ہی متوکل نے تعظیم کر کے ان کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ سپاہیوں نے بیان کیا کہ ان کے گھر میں کوئی شے از قسم اسلحہ وکتب وغیرہ نہیں ملی اور نہ ایسی کوئی بات پائی گئی جس سے ان پر شک یا الزام قائم ہو۔ یہ سن کر متوکل نے وہ جام شراب جو اس کے ہاتھ میں تھا حضرت علی نقیؑ کی جانب بڑھایا انہوں نے کہا کہ میرا گوشت اور خون کبھی شراب آلودہ نہیں ہوا مجھے اس سے معاف رکھو۔ متوکل نے کہا کہ اچھا اگر شراب نہ پیو تو کچھ اشعار پڑھو سے حضرت علی نقیؑ نے فرمایا مجھے اشعار سے کم دلچسپی ہے متوکل نہ مانا اور کہا کہ ضرور کچھ پڑھو۔ امام علی نقیؑ نے مجبور ہو کر چند شعر ارشاد فرمائے جن کا حاصل مقصود یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی حفاظت کی غرض سے پہاڑ کی چوٹیوں پر سکونت اختیار کی ان کو بھی موت نے نہ چھوڑا اور عزت کی بلندی سے خاک مذلت پر گرا کر کشاں کشاں قبروں میں پہنچا دیا۔ بعد ازاں ان کو ہاتف نے آواز دی کہ اے قبر والو، کہاں گئے تمہارے تخت و تاج و لباس نفیس اور کیا ہوئے وہ ناز پرور وہ چہرے جن کے لئے خیمے اور سراپردے نصب کئے جاتے ہیں۔ پس قبر نے ان کی جانب سے جواب دیا کہ دنیا میں وہ مدت تک کھاتے پیتے رہے آخر کار خود لقمۂ حشرات الارض ہو گئے اور اب ان پر کیڑے رینگ رہے ہیں جب امام علی نقیؑ نے یہ اشعار پڑھے تو متوکل اور حاضرین پر رقت طاری ہوئی اور متوکل اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ بعد اس نے حکم دیا کہ شراب اٹھا لے جائے اور حضرت علی نقیؑ کو ان کے گھر واپس کیا۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۴۸) فقال لا بد ان تنشدنی شیئاً فانشدہ ؎ باتوا علی قلل الجبال تحرسهم ﴿ غلب الرجال فما اغنتهم القلل ﴿ واستنزلوا بعد عز عن معاقلهم ﴿ فاودعوا حفراً یا بئس ما نزلوا ﴿ ناداهم صارخ من بعد ما قبروا ﴿ این الاسرة والتیجان والحلل ﴿ این الوجوه التی کانت منعمة ﴿ من دونها تضرب الاستار والکلل ﴿ فافصح القبر عنهم حین سالهم ﴿ تلک الوجوه علیه الدود یقتتل ﴿ قد طال ما اکلوا دهراً وما شربوا ﴿ فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا ﴿ فبکی المتوکل بکاءً کثیراً حتی بلت دموعه لحیته و بکی من حضرة ثم امر برفع الشراب (الی ان قال)[۴۲]

۴۲ مروج الذہب الی منزلہ

تاریخ ابو الفدا[1] میں ہے کہ ۲۴۷ھ میں لوگوں نے متوکل کو اس کے بیٹے منتصر کی سازش سے رات کے وقت بحالت خلوت قتل کر ڈالا اور صبح کو منتصر کی بیعت کر لی۔ پھر ۲۴۸ھ میں منتصر نے بھی انتقال کیا اور اس کے بعد مستعین خلیفہ ہوا۔ بعد ازاں ۲۵۲ھ میں مستعین نے تخت خلافت سے علیحدگی اختیار کی اور لوگوں نے معتز باللہ کی بیعت خلافت پر اجماع کیا۔ نیز تاریخ موصوف میں ہے کہ ۲۵۴ھ میں حضرت علی نقیؑ نے بمقام سر من رائے وفات پائی۔

اور تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی[2] میں مذکور ہے کہ معتز باللہ کے زمانہ خلافت میں حضرت علی نقیؑ زہر سے شہید کئے گئے۔

روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ امام علی نقیؑ نے پانچ فرزند چھوڑے۔ اور صواعق محرقہ[4] میں ہے کہ ان سب میں اجل و افضل حضرت حسن عسکریؑ تھے مروی ہے کہ وہ ایک روز بچپن میں چند لڑکوں کے قریب کھڑے ہوئے رو رہے تھے اور سب لڑکے کھیل میں مشغول تھے اتفاقاً ادھر سے بہلول کا گزر ہوا۔ اس نے حضرت حسن عسکریؑ کو روتا دیکھ کر کہا کہ تم افسوس نہ کرو۔ میں تمہارے کھیلنے کے لئے بھی کوئی شے خرید کر کے لاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اے کم عقل ہم کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے۔ بہلول نے پوچھا کہ پھر کس لئے پیدا کئے گئے۔ کہا کہ علم اور عبادت کے لیے۔ بہلول نے کہا کہ یہ تم کو کہاں سے معلوم ہوا حضرت حسن عسکریؑ نے

---

[1] قال ابو الفداء فی سنة سبع واربعین ومائتین قتل المتوکل جماعة بالليل بالسيوف وقت خلوته باتفاق من ابنه المنتصر (الی ان قال) فبایع الناس المنتصر صبیحة الليلة التی قتل فيها المتوکل (الی ان قال) وفی سنة ثمان واربعین ومائتین توفی المنتصر بالله (الی ان قال) ولما توفی منتصر بالله فبایعوا المستعین (الی ان قال) وفی سنة اثنتین وخمسین ومائتین خلع المستعین نفسه من الخلافة (الی ان قال) فبایعوا معتز بالله (ونيه) قال وفی سنة اربع وخمسین ومائتین توفی بسر من رای علی المتقب بالهادی ويا النقی [2] وفی تذکرة الخواص من الامة بسبط ابن الجوزی (قال) كان وفاته فی ایام المعتز بالله وقیل انه مات مسموما [3] ودر روضة الاحباب ست کہ امام علی نقی پنج فرزند گذاشت [4] وقال فی الصواعق اجلهم ابو محمد الحسن الخالص ولد سنة اثنتین وثلاثین ومائتین ووقع البهلول معه انه راه وهو صبی یبکی والصبیان یلعبون فظن انه یتحسر علی ما فی ایديهم فقال اشتری لك ما تلعب به فقال یا قلیل العقل ما للعب خلقنا فقال له فلما ذا خلقنا قال للعلم والعبادة فقال له من این لك ذالك قال من قول الله عز وجل افحسبتم انما خلقناكم عبثا وانكم الینا لا ترجعون

فرمایا کہ خدائے عزوجل کے قول سے جیسا کہ وہ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث کھیل کود کے لئے پیدا کیا ہے اور تمہاری بازگشت ہماری طرف نہ ہوگی۔۔

تاریخ ابن الوردی[1] میں ہے۔ کہ ۲۵۵ھ میں معتز باللہ تخت خلافت سے علیحدہ کر دیا گیا اور لوگوں نے مہدی باللہ کی بیعت کی۔

وفیات الاعیان[2] ابن خلکان میں ہے کہ نصف شعبان ۲۵۵ھ میں بروز جمعہ حضرت ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکری پیدا ہوئے۔

اور روضۃ الاحباب[3] میں ہے کہ ان کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو بمقام سامرہ واقع ہوئی اور جب وہ پیدا ہوئے تو مختون اور ناف بریدہ تھے اور ان کے داہنے بازو پر یہ آیت منقوش تھی جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یعنی حق آیا اور باطل نیست و نابود ہوا اور باطل کو نیست و نابود ہونے والا ہی تھا۔

تاریخ الفدا[4] میں ہے کہ ۲۵۶ھ میں مہتدی کو بھی خلافت سے کنارہ کش ہونا پڑا اور اعیان دولت نے معتمد علی اللہ کو خلیفہ کیا۔ نیز اسی سال محمد بن اسمٰعیل بخاری صاحب جامع صحیح کا انتقال ہوا۔

---

[1] قال ابن الوردی وفی خمسۃ خمس وخمسین ومائتین خلع المعتز وبویع للمھتدی

[2] وفی وفیات الاعیان لابن خلکان قال کانت ولادت ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکری بن علی الھادی بن محمد الجواد یوم الجمعۃ منتصف شعبان سنۃ خمس وخمسین ومائتین

[3] ودر روضۃ الاحباب ست کہ تولد آن در درج ولایت بقول اکثر روایت در منتصف شعبان ۲۵۵ھ در سامرا اتفاق افتاد (الیٰ ان قال) و چوں متولد شد ناف زدہ بود و ختنہ کردہ و بر ذراع ایمن او نوشتہ بود جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

[4] وقال ابو الفدا وفی سنۃ ست وخمسین ومائتین خلع المھتدی (الیٰ ان قال) ولما المھتدی اخرج کبراء الدولۃ ابا العباس احمد بن متوکل من الحبس وبایعہ الناس بالخلافۃ ولقب المعتمد علی اللہ (الیٰ ان قال) وفیھا توفی الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری صاحب المسند الصحیح۔

صواعق[1] محرقہ میں ہے کہ جب بمقام سامرہ شدید قحط پڑا تو خلیفہ معتمد نے لوگوں کو حکم دیا کہ تین دن تک باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھیں۔

چنانچہ سب نے ایسا کیا مگر پانی نہ برسا۔ چوتھے روز بغداد کے نصاریٰ کی جماعت صحرا میں آئی اور ان میں سے ایک راہب نے آسمان کی جانب اپنا ہاتھ بلند کیا اس کا ہاتھ بلند ہونا تھا کہ بادل چھا گئے اور پانی برسنا شروع ہوا۔ اسی طرح اس راہب نے دوسرے دن بھی عمل کیا اور بدستور اس دن بھی باران رحمت کا نزول ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر سب کو نہایت تعجب گزرا حتیٰ کہ جاہلوں کے دلوں میں شک پیدا ہوگیا بلکہ بعض ان میں سے مرتد ہوگئے۔ یہ واقعہ خلیفہ پر بہت شاق گزرا اور اس نے حضرت حسن عسکریؓ کو طلب کرکے کہا کہ اے ابو محمدؓ اپنے جد کے کلمہ گویوں کی خبر لو ان کو ہلاکت (گمراہی سے) بچاؤ۔ حضرت حسن عسکریؓ نے کہا کہ اچھا راہبوں کو حکم دیا جائے کہ کل پھر وہ میدان میں آکر دعائے باراں کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ میں لوگوں کے شکوک زائل کروں گا۔ پس جب دوسرے دن وہ لوگ میدان میں طلب باراں کے لئے جمع ہوئے تو اس راہب نے معمول کے مطابق آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا۔ ناگہاں آسمان پر ابر نمودار ہوا اور مینہ برسنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت حسن عسکریؓ نے ایک شخص سے کہا کہ راہب کا ہاتھ پکڑ کر جو چیز اس راہب کے ہاتھ میں ہے لے لے۔ اس شخص نے راہب کے ہاتھ میں ایک ہڈی دبی ہوئی پائی اور اس سے لے کر حضرت حسن عسکریؓ کے سامنے پیش کی انہوں نے راہب سے فرمایا کہ اب تو ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا کر۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو بجائے بارش ہونے کے مطلع

[1] قال فی الصواعق لما قحط الناس بسر من رأی قحطاً شدیداً امر الخلیفة المعتمد بالخروج للاستسقاء ثلاثة ایام فلم یسقوا فخرج النصاری ومعهم راهب کلما مد یده الی السماء هطلت ثم فی الیوم الثانی کذلک فشك بعض الجهلة وارتد بعضهم فشق ذلك علی الخلیفه فامر باحضار الحسن الخالص وقال له ادرك امة جدك رسول الله قبل ان یهلکو فقال الحسن یخرجون غداً و انا ازیل الشك ان شاء الله فلم یخرج الناس للاستسقاء ورفع الراهب یده غیمت السماء فامر الحسن بالقبض علی یده فاذا فیها عظم آدمی فاخذ من یده قال استسق فرفع فزال الغیم وطلعت الشمس فعجب الناس من ذلك فقال الخلیفه للحسن ما هذا یا ابا محمد فقال هذا عظم نبی ظفر به هذا الراهب وما کشف من عظم نبی تحت السماء الا هطلت بالمطر فامتحنوا ذلك العظم فکان کما قال وزالت الشبهة

۳۲ عن الناس ومن حجج الحسن الی عادته۔

صاف ہوگیا اور دھوپ نکل آئی۔ لوگ کمال متعجب ہوئے اور خلیفہ معتمد نے حضرت حسن عسکری سے پوچھا کہ اے ابو محمد یہ کیا چیز ہے! آپ نے فرمایا کہ یہ کسی نبی کی ہڈی ہے جس کی وجہ سے راہب اپنے مدعا میں کامیاب ہوتا رہا کیوں کہ نبی کی ہڈی کا یہ اثر ہے کہ جب وہ زیر آسمان کھولی جائے تو باران رحمت ضرور نازل ہوگا۔ یہ سن کر لوگوں نے اس ہڈی کا امتحان کیا تو اس کی وہی تاثیر دیکھی جو حضرت حسن عسکری نے بیان کی تھی۔ پس لوگوں کے دلوں میں جو شکوک پیدا ہوگئے تھے مطلقاً زائل ہوگئے اور امام حسن عسکری (اس ہڈی کو لے کر) اپنے قیام گاہ پر واپس آئے اور اخبار الدول[1] قربانی میں ہے کہ پھر آپ نے اس مقدس ہڈی کو ملفوف کرکے دفن کر دیا۔ تاریخ کامل[2] میں ہے کہ ۲۶۰ھ میں حضرت امام حسن عسکری نے وفات پائی اور صواعق محرقہ[3] میں ہے کہ امام حسن عسکری کی وفات اٹھائیس سال کی عمر میں بمقام سر من رائے واقع ہوئی اور وہ اپنے والد امام علی نقی کے روضہ میں مدفون ہوئے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ وہ بھی زہر سے شہید کئے گئے اور انہوں نے سوا اپنے اکلوتے فرزند حضرت محمد الحجۃ کے اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت حسن عسکری کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی۔ لیکن خدا نے ان کو اسی عمر میں علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مخلوق کی نظر سے مخفی اور مستور ہوگئے اور شیخ عبد الوہاب[4] شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ وہ موجود ہیں اور رہیں گے۔ تا ایں کہ قریب قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ مجتمع ہوں گے اور ان کی عمر ہمارے زمانہ ۹۵۸ھ تک ۷۶۶ سال کی ہوئی اور وفیات[5] الاعیان ابن خلکان میں ہے کہ انہیں کو شیعہ مہدی موعود گمان کرتے ہیں نیز صواعق محرقہ[6] میں ہے کہ رافضیوں کا قول ہے کہ وہی مہدی موعود ہیں۔

---

[1] وفی اخبار الدول للقرمانی قال ولفہ ودفنہ [2] وقال ابن الاثیر الجزری فی الکامل وسنۃ ستین ومائتین توفی الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب [3] وقال فی الصواعق المحرقۃ مات بسر من رای ودفن عند ابیہ وعمرہ ثمانیۃ وعشرون ویقال انہ سم ولم یخلف غیر ولدہ ابی القاسم محمد الحجۃ وعمرہ عند وفاتہ خمس سنین لکن اتاہ اللہ فیہا الحکمۃ قیل انہ ستر وغاب [4] وقال الشیخ عبد الوہاب الشعرانی الیواقیت وہو باق الی ان یجتمع بعیسیٰ بن مریم علیہما السلام فیکون عمرہ الی وقتنا ہذا وہو سنۃ ثمان وخمسین وتسعمائۃ سبع مائۃ سنۃ وست وستین [5] قال ابن خلکان ہو الذی تزعم

تاریخ الفدا[له] میں ہے کہ ۲۶۱ھ میں مسلم بن حجاج نیشاپوری صاحب جامع صحیح نے اور ۲۷۲ھ میں ابو داؤد سجستانی اور ابن ماجہ قزوینی صاحب کتب سنن نے اور ۲۷۴ھ میں عبد اللہ مسلم بن قتیبہ دینوری نے رحلت کی اور ۲۷۹ھ میں معتمد عباسی نے انتقال کیا اور اس کے بعد معتضد باللہ خلیفہ ہوا نیز اسی سال ابو ترمذی صاحب جامع الصحیح نے وفات پائی اور ۲۸۳ھ میں معتضد باللہ نے حکم دیا کہ معاویہ اور یزید اور ابوسفیان کے مطاعن میں اور اس باب میں کہ ان پر لعن مباح ہے ایک کتبہ تیار کیا جاوے۔ چنانچہ جو مطاعن اس کتبے میں درج کئے گئے من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ بعد حمد خدا نعت نبی مصطفےٰ واضح ہو کہ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلعم کو مبعوث برسالت فرمایا تو سب سے زیادہ بنی امیہ نے آنحضرت کی مخالفت پر کمر باندھی اور اس مخالفت میں ابوسفیان کا اول نمبر تھا نیز معتضد نے حکم دیا کہ کتبہ کا مضمون تمام بلاد میں شائع کیا جائے اور منبروں پر معاویہ کی نسبت کلمات لعن استعمال کئے جائیں۔ معتضد کا یہ ارادہ دیکھ کر ارکان دولت نے سمجھایا کہ ایسا کرنے سے علویوں کو دلیری ہو جائے گی وہ بادشاہ وقت پر خروج کریں گے اور رعایا میں فساد برپا ہو جائے۔ یہ سن کر خلیفہ معتضد اس قصد سے باز رہا۔ تاریخ ابن[٢] الوردی میں ہے کہ ۲۸۹ھ میں معتضد عباسی نے انتقال کیا اور اس کا جانشین مکتفی باللہ ہوا۔ پھر ۲۹۵ھ میں مکتفی باللہ نے رحلت کی اور مقتدر باللہ خلیفہ ہوا اور ۳۱۰ھ میں ابوجعفر ابن جریر طبری کی تاریخ کبیر اتمام پہنچی اور تاریخ ابو الفدا[٣]

له قال ابو الفدا فی سنة احدی وستین ومائتین توفی مسلم بن حجاج النیشاپوری صاحب الجامع الصحیح وفی سنة اثنتین وسبعین ومائتین مات ابو داؤد السجستانی صاحب السنن وفیها توفی محمد بن ماجة القزوینی صاحب کتاب السنن وفی سنة اربع وسبعین ومائتین توفی عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة الکاتب الدینوری وفی سنة تسع وسبعین ومائتین توفی المعتمد علی اللہ العباسی (الی ان قال) وفی صبیحة لیلة التی مات فیها المعتمد بویع المعتضد باللہ وفیها توفی ابو عیسٰی محمد بن سورة الترمذی صاحب الجامع الصحیح وفی سنة ثلاث وثمانین ومائتین امر المعتضد باللہ بکتبة الطعن فی معاویة وابیه واباحة لعنهم وکان من جملة ما کتب فی ذلک بعد الحمد لله والصلوٰة علی النبی انه لما بعثه اللہ رسولا کان اشد الناس فی مخالفته بنو امیة واعظمهم فی ذلک ابو سفیان وامر ان یقال ذلک فی البلاد ویلعن معاویة علی المنابر فقیل له ان فی ذلک استطالة للعلویین وهم فی کل وقت یخرجون علی السلطان فیحصل به الفتن بین الناس وسلم عن ذلک ٢ وقال ابن الوردی وفی سنة تسع وثمانین ومائتین توفی المعتضد باللہ العباسی (الی ان قال) ولما توفی المعتضد بویع للمکتفی وفی سنة خمس وتسعین ومائتین توفی المکتفی باللہ وبویع المقتدر باللہ وفی سنة احدی وثلث مائة انتهی تاریخ ابی جعفر الطبری ٣ وقال ابو الفدا وفی سنة عشر وثلث مائة توفی ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ببغداد ۰ وکان حافظا لکتاب اللہ عارفا بالقرآن وکان من المجتهدین وکان فقیها عارفا بتاویل الصحابة والتابعین ومن بعدهم (بقیہ حاشیہ ۳۵۹)

میں ہے کہ سنہ ۳۱۰ھ میں ابو جعفر بن جریر طبری نے بغداد میں انتقال کیا جو کتاب خدا کے حافظ، علم قرأت کے عارف اخبار صحابہ و تابعین وغیرہم کے جاننے والے اور فقیہ و مجتہد وقت تھے ان کی تاریخ مشہور ہے اور ان کی تفسیر کے مثل میں کوئی دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی۔ نیز اصول فقہ اور فروع میں بھی ان کی تالیفات کثرت سے ہیں اور سنہ ۳۱۱ھ میں محمد بن زکریا رازی نے رحلت کی جو مشہور طبیب تھے تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ سنہ ۳۲۰ھ میں مقتدر باللہ مقتول ہوا۔ اور قاہر باللہ کی بیعت کی گئی اور سنہ ۳۲۱ھ میں ابو جعفر طحاوی فقیہ حنفی نے وفات پائی۔ تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ سنہ ۳۲۲ ہجری میں قاہر باللہ تخت خلافت سے علیحدہ ہوا اور لوگوں نے راضی باللہ کی بیعت پر اجتماع کیا پھر سنہ ۳۲۹ھ میں راضی باللہ نے رحلت کی اور لوگ متقی باللہ کی بیعت پر مجتمع ہوئے اور حبیب السیر میں ہے کہ سنہ ۳۳۳ھ میں متقی للہ کے بعد مستکفی باللہ عباسی مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ سنہ ۳۳۴ھ میں مستکفی باللہ خلافت سے دستکش ہوگیا اور لوگوں نے مطیع اللہ کی بیعت کی اور سنہ ۳۵۳ھ میں متنبی شاعر اور اس کے بیٹے کو اعراب نے قتل کر ڈالا اور جو کچھ ان دونوں کے پاس تھا لوٹ لیا۔ اور سنہ ۳۵۵ھ میں ابو الفراج اصفہانی مؤلف کتاب اغانی کا انتقال ہوا۔ اور سنہ ۳۶۳ھ میں مطیع عباسی نے سلطنت سے کنارہ کشی کی اور لوگوں نے طائع للہ کی بیعت پر اتفاق کیا۔ اور حبیب السیر میں ہے کہ سنہ ۳۸۱ھ میں طائع للہ کے بعد قادر باللہ خلیفہ ہوا اور تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ سنہ ۳۸۵ھ محدث دار قطنی نے انتقال کیا۔

(بقیہ حاشیہ ۳۵۴) لہ التاریخ المشہور ۔۔ وکتاب فی التفسیر لم یفسر مثلہ ولہ فی اصول الفقۃ و فروعہ کتب کثیرۃ وفی سنۃ احدی عشرۃ وثلثمائۃ توفی محمد بن ذکریا الرازی الطبیب المشہور (حاشیہ صفحہ ہذا) لہ وفی تاریخ ابن الوردی قال وفی سنۃ عشرین وثلث مائۃ قتل المقتدر ۔۔ وبویع القاہر باللہ وفی سنۃ احدی وعشرین وثلث مائۃ توفی ابو جعفر الطحاوی الفقیہ الحنفی لہ وفی تاریخ ابی الفدا قال وفی سنۃ اثنتین وعشرین وثلث مائۃ خلع القاہر باللہ ۔۔ (الی ان قال) وبویع ابو العباس احمد بن مقتدر ولقبوہ الراضی باللہ (الی ان قال) قال فاجتمعوا علی ابراہیم ابن المقتدر وبویع لہ بالخلافۃ فاختار لقب المتقی للہ لہ ودر حبیب السیر است کہ در سنہ ثلث و ثلاثین وثلث مائۃ بعد از متقی للہ مستکفی باللہ العباسی بر مسند خلافت نشست لہ وقال ابن الوردی فی سنۃ اربع وثلاثین وثلث مائۃ خلع المستکفی باللہ ۔۔ وبویع المطیع للہ (الی ان قال) وفی سنۃ ثلاث وخمسین وثلاث مائۃ قتل المتنبی الشاعر وابنہ قتلہم الاعراب واخذوا ما معہما وفی سنۃ خمس وخمسین وثلثمائۃ توفی ابو الفرج الاصفہانی صاحب کتاب الاغانی وفی سنۃ ثلث و ستین وثلثمائۃ خلع المطیع نفسہ وبویع الطائع للہ لہ ودر حبیب السیر است کہ در سنہ احدی وثمانین وثلثمائۃ بعد از طائع قادر باللہ خلیفہ شد لہ وقال ابن الوردی وفی سنۃ خمس وثمانین وثلثمائۃ توفی ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی الحافظ

تاریخ کامل[1] میں بسلسلۂ واقعات ۳۸۹ھ مذکور ہے کہ اسی سال باشندگان باب بصرہ نے ۲۶ ذوالحجہ کو زینت اور خوشی کا دن قرار دیا اور ۱۸ محرم کو رنج و غم کا روز مقرر کیا - اس کا سبب یہ تھا کہ کرخ کے شیعہ ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر کی خوشی کرتے تھے اور عاشورائے محرم کو روز غم و ماتم سمجھتے تھے جیسا کہ مشہور ہے - پس باب بصرہ والوں نے شیعوں کے مقابلے میں عید غدیر کے آٹھویں دن عید غار مقرر کی اور کہا کہ اسی دن رسول ؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے اور عاشورائے محرم کے آٹھویں دن رنج و غم کی تقریب قرار دی اور کہا کہ اسی دن مصعب بن زبیر قتل ہوئے ہیں

تاریخ ابوالفداء[2] میں ہے کہ ۳۹۲ھ میں سلطان محمود سبکتگین نے بلاد ہند پر لشکر کشی کی اور کثیر غنیمت حاصل کر کے صحیح و سلامت واپس گیا -

اور حبیب السیر[3] میں ہے کہ ۴۲۸ھ میں ابو اسحٰق ثعلبی نے وفات پائی جو اکابر مفسرین میں سے تھے - نیز اسی سال قادر باللہ عباسی کی وفات کے بعد قائم بامر اللہ خلیفہ ہوا -

تاریخ ابن الوردی[4] میں ہے کہ ۴۲۱ھ میں سلطان محمود سبکتگین نے انتقال کیا اور ۴۲۸ھ میں شیخ الرئیس بو علی سینا نے وفات پائی جنہوں نے دس برس کے سن میں قرآن ختم کر کے ۱۸ سال کی عمر میں حکمت اور اقلیدس اور مجسطی اور طب کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا تھا -

تاریخ ابوالفداء[5] میں ہے کہ ۴۴۷ھ میں مابین شافعیہ و حنابلہ بسم اللہ بجہر کہنے اور نماز صبح

---

[1] وفی الکامل قال فی سنة تسع وثمانین وثلثمائة عمل اهل باب البصرة یوم السادس والعشرین من ذی الحجة زینة عظیمة وفرحا کثیرا وکذلک عملوا ثامن عشر المحرم مثل ما یعمل الشیعة فی عاشوراء وسبب ذلک ان الشیعة بالکرخ کانوا ینصبون القباب وتعلق الثیاب للزینة الیوم الثامن عشر من ذی الحجة وهو یوم الغدیر وکانوا یعملون یوم عاشوراء من الماتم والنوح واظهار الحزن ما هو مشهور فعمل اهل باب البصرة فی مقابل ذلک بعد یوم الغدیر ثمانیة ایام مثلهم وقالوا هو یوم دخل النبی وابو بکر الغار وعملوا بعد عاشوراء بثمانیة ایام مثل ما یعملون یوم عاشوراء وقالوا هو یوم قتل مصعب بن الزبیر [2] قال ابو الفداء وفی سنة اثنتین وتسعین وثلثمائة غزا السلطان المحمود سبکتگین بلاد الهند فغنم وسبی واسر وعاد الی غزنة سالما [3] ودر حبیب السیر است که در سنه ثمان عشرین واربعمائة ابو اسحٰق ثعلبی که از اعاظم مفسران است انتقال نمود ودرهمین سال بعد از وفات قادر بالله القائم بامر الله خلیفه شد [4] وفی تاریخ ابن الوردی قال وفی سنة احدی وعشرین واربعمائة توفی السلطان محمود سبکتگین وفی سنة ثمان وعشرین واربع مائة توفی الرئیس ابو علی بن سینا البخاری ختم الرئیس القرآن وهو ابن عشر سنین وقرأ الحکمة وحل اقلیدس والمجسطی والطب وهو ابن ثمانی عشرة سنین [5] قال ابو الفداء وفی سنة سبع واربعین واربعمائة وقعت الفتنة بین الشافعیة والحنابلة ببغداد انکروا علی الشافعیة الجهر بالبسملة والقنوت بالصبح -

میں قنوت پڑھنے کے (متعلق فساد برپا ہوا۔ احناف بسم اللہ بجہر اور قنوت پڑھنے کے) مخالف تھے۔
مؤرخ ابن الوردی[1] اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ ۴۵۸ھ میں محدث بیہقی نے رحلت کی جو فن حدیث کے امام سمجھے جاتے تھے اور ۴۶۳ھ میں خطیب بغدادی کا انتقال ہوا جو حافظ شرق کہے جاتے تھے۔ نیز ابن عبد البر صاحب استیعاب بھی اسی سال فوت ہوئے جن کا لقب حافظ غرب تھا۔
حبیب السیر[2] میں ہے کہ ۴۶۷ھ میں قائم عباسی نے دار آخرت کی راہ لی اور مقتدی باللہ خلیفہ ہوا۔ اور تاریخ ابن الوردی[3] میں ہے کہ ۴۶۸ھ ہجری میں ابوالحسن واحدی مفسر نے وفات پائی۔
حبیب السیر[4] میں ہے کہ ۴۸۷ھ میں مقتدی باللہ کے فوت ہونے پر اس کا فرزند مستظہر باللہ مسند خلافت پر متمکن ہوا اور تاریخ ابن الوردی[5] میں ہے کہ ۵۰۵ھ میں علامہ غزالی کا انتقال ہوا۔
حبیب السیر[6] میں ہے کہ ۵۱۲ھ میں مستظہر عباسی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا مسترشد باللہ خلیفہ ہوا اور مرآۃ الجنان یافعی[7] میں ہے کہ ۵۱۸ھ میں حسن بن صباح صاحب قلعہ الموت نے دنیا سے رحلت کی اور میزان الاعتدال[8] ذہبی و لسان المیزان ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ علامہ غزالی کتاب سر العالمین میں لکھتے ہیں کہ میں نے حسن بن صباح کے حالات اس وقت مشاہدہ کئے جب اس نے زیر قلعہ الموت زہد اختیار کیا تھا اور اہل قلعہ اس بات کے متمنی تھے کہ حسن ان کے پاس قلعہ پر صعود کرے۔
اور حبیب السیر[9] میں ہے کہ (بالآخر) ساکنان حصار الموت حسن بن صباح کو قلعہ میں لائے اور

---

[1] وفی تاریخ ابن الوردی قال وفی سنۃ ثمان وخمسین واربعمائۃ توفی ابو بکر احمد البیہقی امام فی الحدیث وفی سنۃ ثلاث وستین واربع مائۃ توفی الخطیب البغدادی و هو حافظ الشرق وابو عمر ابن البر صاحب الاستیعاب حافظ الغرب مات فی هذہ السنۃ

[2] در حبیب السیر است کہ در سنہ وستین واربعمائۃ قائم عباسی بعالم عقبیٰ انتقال نمود و المقتدی باللہ خلیفہ گردید۔

[3] وقال ابن الوردی وفی سنۃ ثمان وستین واربع مائۃ توفی الحسن الواحدی المفسر۔

[4] در حبیب السیر است کہ در سنہ سبع وثمانین واربعمائۃ مقتدی باللہ فوت شد و پسرش المستظہر باللہ بر مسند خلافت صعود نمود

[5] قال ابن الوردی وفی سنۃ سنۃ خمسہ خمسمائۃ توفی حجۃ الاسلام ابو حامد محمد الغزالی

[6] در حبیب السیر است کہ در سنہ اثنی عشر وخمس مائۃ مستظہر نیز در گذشت و پسرش مسترشد باللہ بر مسند خلافت نشست

[7] وفی مرآۃ الجنان للیافعی وفی سنۃ ثمان وعشرۃ وخمسمائۃ توفی الحسن بن الصباح صاحب الالموت

[8] وفی المیزان لابن الحجر العسقلانی قال قال حامد الغزالی فی کتب سر العلمین شاهدت قصۃ الحسن بن الصباح لما تزهد تحت حصن الموت وکان اهل الحصن یتمنون صعودہ الیہم

[9] در حبیب السیر است کہ قومے از سکان حصار الموت او را بان قلعہ آوردند و باندک زمانے تمامی دیار رودبار و قہستان بتحت تصرف در آ

وہ تھوڑے ہی زمانے میں ممالک رودبار و قہستان کا مالک ہو گیا اور تاریخ الفدا[1] میں کہ حسن بن صباح نے ماہ شعبان ۴۸۳ھ میں قلعہ الموت پر صعود کیا۔

حبیب[2] السیر میں ہے کہ ۵۵۱ھ میں مسترشد باللہ کے بعد اس کا بیٹا راشد باللہ خلیفہ ہوا۔ پھر راشد باللہ کے مرنے پر مقتفی لامر اللہ نے عنان خلافت اپنے ہاتھ میں لی اور اس کے بعد ۵۵۵ھ میں مستنجد باللہ خلیفہ ہوا

تاریخ[3] ابن الوردی میں ہے کہ ۵۶۱ھ میں شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی نے بمقام بغداد انتقال فرمایا

صاحب[4] حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ۵۶۶ھ میں خلیفہ مستنجد نے اس جہان کو الوداع کیا تو مستضئ بنور اللہ خلیفہ ہوا۔ اور اس کے بعد ناصر الدین باللہ مسند خلافت پر بیٹھا۔

تاریخ[5] ابن الوردی میں ہے کہ ۵۸۸ھ میں شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر فوج کشی کی۔

حبیب[6] السیر میں ہے کہ ۶۲۲ھ میں ناصر الدین اللہ نے انتقال کیا اور ظاہر باللہ خلیفہ ہوا اور ۶۲۳ھ میں ظاہر باللہ نے بھی وفات پائی تو اعیان سلطنت نے مستنصر باللہ کی بیعت کی۔

اور تاریخ[7] ابن الوردی میں ہے کہ ۶۴۰ھ میں مستنصر باللہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور اس کا بیٹا مستعصم باللہ خلیفہ بغداد ہوا جو خاندان عباسیہ کا سینتیسواں اور آخری بادشاہ تھا۔

تاریخ[8] ابو الفدا میں ہے کہ اوائل ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں والی تتار نے لشکر کشی کر کے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اور خلیفہ مستعصم کو قتل کر ڈالا نیز حبیب[9] السیر میں ہے کہ بالآخر عباسیوں کی شمع سلطنت ہلاکو خاں کے ہوائے اقبال سے بجھ گئی اور مستعصم کے بعد پھر عباسیوں میں سے کوئی شخص لوائے خلافت کو بلند کر

---

[1] وقال ابو الفدا کان صعود الحسن بن الصباح علی قلعة الموت فی شعبان سنة ثلاث وثمانین واربع مائة [2] در حبیب السیر است کہ در سنہ احدی وخمسین وخمس مائة بعد از مسترشد باللہ پسرش راشد باللہ خلیفہ شد و بعد از وے مقتفی لامر اللہ جانشین خلافت گردید و مقتفی نیز در سنہ خمس وخمسین وخمس مائة وفات یافت و مستنجد باللہ خلیفہ شد [3] قال ابن الوردی فی سنة احدی وستین وخمس مائة توفی الشیخ محی الدین عبد القادر الحنبلی ببغداد [4] در حبیب السیر است کہ در سنہ ست وستین وخمس مائة مستنجد گلشن حیات را وداع نمود والمستضئ بنور اللہ خلیفہ شد و بعد از وے الناصر الدین اللہ بر مسند خلافت نشست [5] قال ابن الوردی فی سنة ثمان وثمانین وخمس مائة غزا شهاب الغوری الهند [6] در حبیب السیر است کہ در سنہ اثنی وعشرین وست مائة ناصر مریض شده از جهان رحلت نمود و بعد از وے ظاهر باللہ خلیفہ شد و در سنہ ثلث وعشرین وست مائة ظاهر نیز رخت سفر آخرت بربست و اشراف و اعیان بغداد با مستنصر باللہ بیعت نمودند [7] قال ابن الوردی فی سنة اربعین وست مائة توفی المستنصر باللہ (الی ان قال) وتولی الخلافة بعده ابنه عبد اللہ المستعصم باللہ وهو السابع والثلثون منهم واخرهم ببغداد [8] قال ابو الفدا فی اول سنة ست وخمسین وست مائة قصد هلاکو ملک التتار بغداد وملکها وقتل الخليفة المستعصم باللہ [9] در حبیب السیر است کہ بالآخر شمع دولت عباسیان از اصرار نسیم ہلاکو خان بے نور ماند و بعد از مستعصم کسے از عباسیان لوائے

ان کتابوں کی توثیق جن سے تاریخ احمدی لکھی گئی ہے

نام کتاب	نام مولف	توثیق
استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابن عبدالبر	**کشف الظنون (کاتب چلپی) میں ہے** استیعاب نے معرفۃ الاصحاب للحافظ ابی عمر یوسف عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ وھو کتاب جلیل القدر۔ **اور تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے** ابن عبد البر الامام شیخ الاسلام حافظ المغرب ابو عمر یوسف بن عبد البر تو الیف لاشل کہا فی جمیع معنیھا منہا الکافی خمسۃ عشر مجلدا و منہا کتاب الاستیعاب لیس لاحد مثلہ۔ **اور سیرۃ النعمان (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے** قاضی ابن عبد البر بہت بڑے محدث و امام ہیں ان کی کتاب الاستیعاب صحابہ کے حالات میں ایک مشہور اور مستند کتاب ہے۔
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر جزری	**کشف الظنون میں ہے** اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ للشیخ عز الدین علی بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ ذکر الذہبی فی تجرید اسماء الصحابۃ کتاب ابن اثیر نفیس مستقصی الاسماء الصحابۃ۔ **اور تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے** ابن الاثیر الامام العلامۃ الحافظ فخر العلماء عز الدین ابو الحسن علی بن الاثیر۔ صاحب کتاب التاریخ معرفۃ الصحابہ۔ وکان کملا فی الفضائل۔ عارفا بالرجال وانسابہم لاسیما الصحابۃ الخ
اصابہ فی تمیز الصحابہ	ابن حجر عسقلانی	**کشف الظنون میں ہے** اصابہ فی تمیز الصحابہ للحافظ شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ وھو فی مجلدات کبار جمع فیہ ما فی الاستیعاب و ذیلہ۔
ارشاد الساری شرح صحیح البخاری	قسطلانی	**کشف الظنون میں ہے** ومن شروح البخاری شرح الفاضل شہاب الدین احمد القسطلانی المصری الشافعی صاحب المواہب اللدنیہ المتوفی ۹۲۳ھ ہجری۔ **اور بستان المحدثین (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے** ارشاد الساری مشہور بہ قسطلانی شرح یح است تصنیف شہاب الدین احمد بن ابی بکر قسطلانی۔ و تصانیف کہ ازو یادگار اند اجل آنہا ایں شرح است۔

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
انساب الاشراف	بلاذری	**کشف الظنون میں ہے** انصاب الاشراف لابی الحسن احمد بن یحییٰ البلاذری وہو کتاب کبیر کثیر الفائدۃ الخ **اور الفاروق (مولوی شبلی صاحب) میں ہے** احمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ٢٧٩ھ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل عباسی کا درباری تھا اس کی نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے تاریخ و رجال میں اس کی دو کتابیں مشہور ہیں۔ فتوح البلدان اور انساب الاشراف۔
احیاء العلوم	غزالی	**کشف الظنون میں ہے** احیاء العلوم للامام حجۃ الاسلام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی المتوفی بطوس ٥٠٥ھ وہو من اجل الکتب المواعظ واعظمہا
اسباب النزول	واحدی	**کشف الظنون میں ہے** اسباب النزول للشیخ الامام ابی الحسن علی بن احمد الواحدی المفسر المتوفی ٤٦٨ھ۔ وہو اشہر ما صنف فیہ **اور سیر النبلاء (ذہبی) میں ہے۔** الامام العلامۃ الاستاذ ابو الحسن علی بن احمد بن الواحدی صاحب التفسیر وامام علماء التاویل صنف التفاسیر الثلاثۃ البسیط والوسیط والوجیز۔ ولہ کتاب اسباب النزول۔
اسنی المطالب	شمس الدین جزری	**بستان المحدثین (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے** صاحب حصن حصین قاضی القضاۃ ابو الخیر شمس الدین محمد مشہور بابن الجزری است۔ از حافظ ابن کثیر فقہ و حدیث آموخت و از عز الدین بن جماعۃ و محمد بن اسمٰعیل بخاری نیز اجازت دارد۔ در ملک روم او را امام اعظم لقب دادہ بودند۔ مولفات او ہمہ نافع و مفید اند و النشر فی القرأت العشر خیلے شہرت دارد و اسنی المطالب الجواہر العلیۃ و دیگر تصانیف نیز دارد
ادب الدنیا والدین	ماوردی	**کشف الظنون میں ہے** ادب الدنیا والدین للامام علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی المتوفی ٤٥٠ھ
اخبار الخلفا	علی بن انجب بغدادی	**کشف الظنون میں ہے** اخبار الخلفاء للشیخ تاج الدین علی بن انجب البغدادی المتوفی ٦٧٤ھ ہجری
	ابن الساعی	**نیز کتاب موصوف میں ہے** تاریخ ابن الساعی وہو علی بن انجب البغدادی ہو تاریخ کبیر علی ثلاثین مجلدا۔ و لہ ایضاً فی ہذا الفن تالیف کثیر منہا اخبار الخلفاء۔

توثیق	نام مؤلف	نام کتاب
المامون (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے تاریخ ابن جریر طبری ومسعودی وکامل ابن اثیر وابن خلدون ودول الاسلام ذہبی وتاریخ الخلفائے سیوطی واخبار الدول قرمانی وفتوح البلدان بلاذری ومعارف ابن قتیبہ یہ وہ مبسوط اور مستند تاریخیں ہیں جو اسلامی تاریخوں میں ممتاز خیال کی جاتی ہیں۔		
حجج الکرامہ (مولوی صدیق حسن خاں) میں ہے تاریخ ملک مؤید ابوالفدا اسمعیل موسوم بہ کتاب المختصر فی اخبار البشر در مختصرات فن خیلے سنجیدہ معتبر است۔ **اور کشف الظنون میں ہے** کتاب المختصر فی اخبار البشر للملک المؤید اسمعیل ابوالفدا المتوفی ۷۳۲ھ واختصرہ الشیخ الاسلام زین الدین عمر بن الوردی الشافعی۔ وسماہ تتمۃ المختصر۔	ابوالفدا ابن الوردی	تاریخ ابوالفدا مسمی بہ کتاب المختصر فی اخبار البشر وتاریخ ابن الوردی مسمی بہ تتمۃ المختصر فی اخبار البشر
کشف الظنون میں ہے تاریخ ابن عساکر الدمشقی فی ثمانین مجلداً الخ **اور تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے۔** ابن عساکر الامام الحافظ محدث الشام فخر الائمۃ ثقۃ الدین ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ الدمشقی الشافعی صاحب التصانیف والکتب۔ الخ	ابن عساکر	تاریخ ابن عساکر
اور تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے ابن الاثیر الامام العلامۃ فخر العلماء عز الدین ابوالحسن علی بن محمد بن الاثیر الجزری صاحب التاریخ ومعرفۃ الصحابۃ والانساب وکان کملا فی الفضائل۔ الخ **اور وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے** عز الدین ابوالحسن علی بن محمد بن اثیر الجزری صاحب التواریخ المسمی بالکامل کان اماما فی حفظ الحدیث ومعرفتہ حافظ للتواریخ المتقدمۃ والمتاخرہ صنف فی تاریخ کتابا سماہ الکامل۔ وہو من خیار التواریخ۔ **اور الفاروق (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے** تاریخ ابن اثیر کو ابن خلکان نے من خیار التواریخ لکھا ہے۔ ابن اثیر کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے انہوں نے اپنی تصنیف کا مدار ابن اثیر پر رکھا ہے۔	ابن اثیر جزری	تاریخ الکامل

نام کتاب	نام مولف	توثیق
تاریخ الخمیس	حسین دیار بکری	**کشف الظنون میں ہے** خمیس فی السیر للقاضی حسین بن محمد الدیار بکری المالکی نزیل مکۃ المکرمۃ المتوفی ۹۶۶ھ وہو کتاب مشہور۔
تاریخ ابن خلدون مسمیٰ عبر و دیوان المبتدأ والخبر	ابن خلدون	**کشف الظنون میں ہے** تاریخ ابن خلدون القاضی عبد الرحمن بن محمد الحضرمی المالکی المتوفی ۸۰۸ھ۔ وہو العبر دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر۔ الخ
تاریخ ابن واضح	ابن واضح یعقوبی	**الفاروق (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے** یہ تیسری صدی کا مورخ ہے اور بڑے پایہ کا مصنف ہے۔ چونکہ اس کو دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا۔ اس لئے تاریخ کا سرمایہ بہم پہنچا سکا ہے۔ اس کی تاریخ جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے یورپ میں بمقام لیڈن چھاپی گئی۔
تاریخ الخلفا	سیوطی	**کشف الظنون میں ہے** تاریخ الخلفاء بجلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ وہو حسن ما صنف فیہ
تاریخ ابن جریر طبری المسمی بہ تاریخ الرسل والملوک و تفسیر ابن جریر طبری مسمی بہ جامع البیان	ابن جریر طبری	**کشف الظنون میں ہے** تاریخ الطبری ہو الامام ابو جعفر محمد بن جریر المتوفی ۳۱۰ھ وہو من التواریخ المشہورۃ الجامعۃ لاخبار العالم **اور تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے** محمد بن جریر الامام الحافظ ابو جعفر الطبری احد الاعلام لہ کتاب الکبیر المشہور فی تاریخ الامم ولہ کتاب التفسیر الذی لم یصنف مثلہ الخ **اور وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے** ابو جعفر محمد بن جریر الطبری صاحب التفسیر الکبیر والتاریخ الشہیر کان اماما فی فنون کثیرۃ منہا التفسیر والحدیث والفقہ والتاریخ وغیر ذالک وکان من الائمۃ المجتہدین و کان ثقۃ فی نقلہ وتاریخہ اصح التواریخ واثبتہا۔ **اور الفاروق (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے** ابو جعفر محمد بن جریر الطبری یہ فقہ اور حدیث بھی امام مانے جاتے ہیں چنانچہ ائمہ اربعہ کے ساتھ لوگوں نے ان کو مجتہدین کے زمرے میں شمار کیا ہے۔ تاریخ میں انہوں نے ایک نہایت مفصل اور بسیط کتاب لکھی ہے جو تیرہ ضخیم جلدوں میں ہے اور یورپ میں نہایت صحت اور اہتمام کے ساتھ چھپی ہے۔

نام کتاب	نام مولف	توثیق
تاریخ صغیر بخاری	محدث محمد بن اسمٰعیل البخاری صاحب الصحیح	کشف الظنون میں ہے (تاریخ البخاری) للامام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی البخاری صاحب الصحیح (الٰی ان قال) ویقال انہ ثلاثۃ کبیر ووسط وصغیر۔
تفسیر فتح القدیر	شوکانی	اتحاف النبلاء (مولوی صدیق حسن خانصاحب) میں ہے جمال الاسلام و شیخ المسلمین قاضی القضاۃ ابو علی محمد بن علی بن محمد الشوکانی از اعاظم علماء و اکابر فضلائے یمن بود در جمیع علوم متداولہ از صرف و نحو و منطق و فقہ و اصول و حدیث و تفسیر و اصول آں ید طولیٰ داشت صاحب تصانیف بسیار است از مطولات و مختصرات منہا فتح القدیر تفسیر القرآن الکریم الخ۔
تفسیر خازن مسمٰی بہ لباب التاویل	خازن بغدادی	کشف الظنون میں ہے لباب التاویل فی معالم التنزیل للشیخ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی المعروف بالخازن۔ الخ
تفسیر ابن مردویہ	حافظ ابن مردویہ	تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے ابن مردویہ الحافظ الثبت العلامۃ ابوبکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہ الاصفہانی۔ صاحب التفسیر والتاریخ۔ وکان قیما بہذا الشان بصیرا بالرجال طویل التصانیف۔ الخ اور عجالہ نافعہ (شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی) میں ہے تفسیر ابن مردویہ و تفسیر دیلمی و تفسیر ابن جریر از مشاہیر تفاسیر حدیث اند۔ الخ
تفسیر نیشاپوری مسمٰی بہ غرائب القرآن	نظام نیشاپوری	کشف الظنون میں ہے غرائب القرآن و رغائب الفرقان فی التفسیر للعلامۃ نظام الدین حسن بن محمد النیشاپوری الخ۔
تفسیر ابن ابی حاتم	ابن ابی حاتم	تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے ابن ابی حاتم الامام الحافظ الناقد شیخ الاسلام ابو محمد عبدالرحمن۔ کان بحرا فی العلوم ومعرفۃ الرجال وکتابہ فی التفسیر عدۃ مجلدات۔ الخ
تفسیر فتح البیان	علامہ صدیق حسن خاں صاحب	تذکرہ علمائے ہند (مولوی رحمان علی صاحب طبع لکھنؤ) میں ہے مولوی سید صدیق حسن خاں بہادر بن مولوی سید اٰل حسن قنوجی (الیٰ ان قال) کتب مؤلفہ صاحب ترجمہ بزبان ہندی و فارسی و عربی کہ در بھوپال و مصر و قسطنطنیہ وغیرہ مطبوع شدہ اسمائے آنہا بذیل مذکور اند ابجد العلوم۔ اتحاف النبلاء (الیٰ ان قال) فتح البیان فی مقاصد القرآن۔

نام کتاب	نام مولف	توثیق
تفسیر کبیر مسمی بہ مفاتیح الغیب	فخر رازی	کشف الظنون میں ہے مفاتیح الغیب وہو المعروف بالتفسیر الکبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر الرازی المتوفی سنة ۶۰۶ھ
تفہیمات الالٰہیہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	ابجد العلوم (مولوی صدیق حسن خاں صاحب) میں ہے مسند الوقت الشیخ الاجل شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم المحدث الدہلوی له مؤلفات جلیلة منها فتح الرحمن والفوز الکبیر والمسوی والمصفی وحجة اللہ البالغة وازالة الخفاء وتفہیمات وغیر ذالک۔
تلخیص الحبیر	ابن حجر عسقلانی	اتحاف النبلاء (مولوی صدیق حسن خاں صاحب) میں ہے تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر للحافظ ابن حجر العسقلانی۔ الخ
تذکرہ خواص الامہ	سبط ابن جوزی	تاریخ ابن الوردی میں ہے وفی سنة ۶۵۴ھ توفی الشیخ شمس الدین یوسف سبط ابن جوزی واعظ فاضل له مرآة الزمان تاریخ جامع وله تذکرة الخواص من الامة فی مناقب الائمة۔
تذکرہ الحفاظ	ذہبی	کشف الظنون میں ہے تذکرة الحفاظ للحافظ شمس الدین محمد الذہبی المتوفی سنة ۷۴۸ھ اور بستان المحدثین (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے ذہبی از مشاہیر مشائخ حدیث است وخیلے بزرگ کسے است۔ اور تعلیقات السنیة علی الفوائد البہیة (مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی) میں ہے شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الترکمانی الدمشقی الذہبی۔ قال السبکی فی حقه محدث العصر خاتم الحفاظ امام العصر حفظاً واتقاناً۔
تہذیب الاسماء واللغات	نووی	کشف الظنون میں ہے تہذیب الاسماء واللغات للامام محی الدین النووی المتوفی سنة ۶۷۶ھ وہو کتاب مفید مشہور
تدریب الراوی	سیوطی	کشف الظنون میں ہے تدریب الراوی شرح تقریب النووی و قال فی ذکر تقریب النووی له شروح منها الشرح الشیخ جلال الدین السیوطی وسماه تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی۔ الخ
تہذیب الکمال	مزی	کشف الظنون میں ہے تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للحافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی سنة ۷۴۲ھ وہو کتاب کبیر لم یؤلف مثله۔ الخ

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین	شاہ سلامتہ اللہ صاحب کانپوری	تذکرۂ علمائے ہند (مولوی رحمان علی صاحب مطبوعۂ نولکشور پریس) میں ہے مولانا محمد سلامتہ اللہ بدایونی کانپوری۔ عالم العلوم کالشمس بین النجوم۔ ذات بابرکاتش مستغنی از توصیف وتعریف است کتب مصنفۂ حضرت مغفوری الیہ دال بر ذخیرہ علمی شان موجود اند از ان جملہ کتب ذیل ہستند۔ تحفۃ الاحباب ومعرکۃ الآرا او برق خاطف وتحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین۔ الخ
جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذی	کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح للامام الحافظ محمد بن سورۃ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ
جامع الاصول فی احادیث الرسول	ابن الاثیر الجزری	کشف الظنون میں ہے جامع الاصول لاحادیث الرسول لابی السعادات مبارک بن الاثیر الجزری الشافعی المتوفی ۶۰۶ھ۔ اور وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے ابو السعادات مبارک بن ابی الکرم محمد بن عبد الکریم المعروف بہ ابن الاثیر الجزری اشہر العلماء ذکرا واکبر النبلاء قدرا واحد الافاضل المشار الیہم وفرد الاماثل المعتمد فی الامور علیہم۔ واٰثار المصنفات البدیعۃ منہا جامع الاصول فی احادیث الرسول جمع فیہ بین صحاح الست اور عجالۂ نافعہ (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے مشارق الانوار در توضیح معانی احادیث صحیحین وموطا کافی است وجامع الاصول در کتب صحاح ستہ مغنی است۔
جمع الجوامع	جلال الدین سیوطی	کشف الظنون میں ہے جمع الجوامع فی الحدیث بجلال الدین سیوطی وہو کتاب کبیر الخ
جواہر العقدین	سید سمہودی	کشف الظنون میں ہے جواہر العقدین فی فضل الشرفین۔ للسید نور الدین ابی الحسین علی بن اللہ السمودی المدنی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ۔
جذب القلوب الی دیار المحبوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	تذکرہ علمائے ہند میں ہے شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ الترک الدہلوی البخاری۔ فقیہ ومحدث بقیۃ السلف وحجۃ الخلف جامع علوم ظاہر وباطن۔ تصانیفہ الشہیرۃ۔ لمعات شرح عربی مشکوۃ اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوۃ شرح سفر السعادۃ شرح فتوح الغیب شرح اسماء الرجال

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
		بخاری - مدارج النبوت - اخبار الاخیار و جذب القلوب وغیرہ - الخ اور حدائق الحنفیہ (مولفہ مولوی فقیر اللہ صاحب جہلمی) میں ہے شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ الترک الدہلوی اپنے زمانے کے فقیہ محقق محدث - مدقق - فخر ہندوستان - جامع علوم ظاہری و باطنی تھے - آپ کی اشہر تصنیفات لمعات شرح عربی مشکوۃ - اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوۃ - شرح سفر السعادت شرح فتوح الغیب - مدارج النبوۃ - اخبار الاخیار - جذب القلوب الی دیار المحبوب وغیرہ ہیں الخ
حاشیہ سراج المنیر عزیزی شرح جامع صغیر سیوطی	محمد بن سالم شافعی حفنی	سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر میں ہے محمد بن سالم الشافعی المصری الشہیر بالحفنی الشیخ العالم المحقق العارف باللہ تعالیٰ وقطب وقتہ
حلیۃ الاولیا	حافظ ابو نعیم اصفہانی	کشف الظنون میں ہے حلیۃ الاولیاء فی الحدیث للحافظ ابی نعیم الاصبہانی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ - وہو کتاب حسن معتبر اور بستان المحدثین (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے - احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی - از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء است کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ -
حیواۃ الحیوان	دمیری	کشف الظنون میں ہے حیوۃ الحیوان للشیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری الشافعی المتوفی سنہ ۸۰۸ھ وہو کتاب مشہور اور تعلیقات السنیۃ (مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی) میں ہے ہو مجموع لطیف و جامع شریف فیہ فوائد مستندہ ولطائف مستغربۃ مؤلفہ کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ الدمیری -
حبیب السیر	غیاث الدین ہروی	کشف الظنون میں ہے حبیب السیر فارسی لغیاث الدین بن ہمام الدین - ہو فی مجلدات کبار من کتب المتنوعۃ المعتبرۃ الخ
حجج الکرامہ آثار القیامہ	علامہ صدیق حسن خان	تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی صاحب مطبوعہ لکھنؤ میں ہے مولوی سید صدیق حسن خاں صاحب بن مولوی سید آل حسن قنوجی (الی ان قال) کتب مولفہ صاحب ترجمہ بزبان ہندی و فارسی و عربی کہ در مطابع بھوپال و ہند و قسطنطنیہ وغیرہ مطبوع شدہ و اسمائے آنہا بذیل مذکور انکہ ابجد العلوم - اتحاف النبلاء (الی ان قال) حجج الکرامہ فی آثار القیامہ -

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
خلاصۃ الوفاء	علامہ سمہودی	کشف الظنون میں ہے کتاب الوفاء النور الدین علی ابن احمد السمہودی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ۔ ذکر فیہ الوجوب فی سلوک الادب مع النبی صلعم وتعظیم قبرہ ثم مختصرہ وسماہ خلاصۃ الوفا۔ اور جذب القلوب (محدث دہلوی) میں ہے اوحد العلماء الاعلام عالم مدینہ خیر الانام نور الدین علی السمہودی المدنی (الی ان قال) از کتاب وفاء الوفاء، در سنہ ۹۳ھ مختصرے دیگر انتخاب کردہ آنرا خلاصۃ الوفاء نام کردہ در غایت تنقیح ونہایت تہذیب وایں خلاصہ دریں ایام بین الانام مشہور متداول است
خصائص نسائی	محدث نسائی	کشف الظنون میں ہے خصائص فی فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ للامام ابی عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی الحافظ المتوفی سنہ ۳۰۳ھ۔ اور فتح الباری شرح صحیح البخاری (حافظ ابن حجر عسقلانی) میں ہے واوعب من جمع مناقبہ (اے مناقب علی) من الاحادیث الجیاد النسائی فی الخصائص
خطط والآثار	مقریزی	کشف الظنون میں ہے کتاب المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار للشیخ تقی الدین المقریزی المتوفی سنہ ۸۴۵ھ
خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال	صفی الدین خزرجی	سیرۃ النعمان (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے رجال وتاریخ کی مستند کتابیں جن میں امام ابو حنیفہ کا ذکر ہے اکثر ہماری نظر سے گذریں جس میں تاریخ صغیر بخاری۔ معارف ابن قتیبہ۔ مختصر تاریخ خطیب بغدادی۔ انساب سمعانی، تہذیب الاسماء والصفات للنووی۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی۔ دول الاسلام ذہبی۔ عبر ذہبی۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال للعلامۃ صفی الدین خزرجی خاصۃً قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ وہ کتابیں ہیں جن پر فن رجال کا مدار ہے
دلائل النبوۃ	بیہقی	کشف الظنون میں ہے دلائل النبوۃ لابی بکر احمد بن الحسین الامام الحافظ علی البیہقی المتوفی سنہ ۴۵۸ ہجری۔
درمنثور سیوطی	جلال الدین سیوطی	کشف الظنون میں ہے الدر المنثور فی التفسیر بالماثور للشیخ جمال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ اور عجالہ نافعہ (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے تفسیر ابن مردویہ وتفسیر ابن جریر وغیرہ از مشاہیر تفاسیر حدیث از وکتاب در منثور شیخ جلال الدین سیوطی جامع ہمہ است۔

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
دول الاسلام ذہبی	شمس الدین ذہبی	کشف الظنون میں ہے دول الاسلام فی تاریخ للشمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ وہو مختصر علی ترتیب السنین منتہی الی ۷۴۴ھ
ذخائر العقبےٰ	محب الدین الطبری	کشف الظنون میں ہے ذخائر العقبیٰ ۔ مجلد لمحب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری المتوفی ۶۹۴ھ
ریاض النضرہ	محب الدین الطبری	کشف الظنون میں ہے ریاض النضرہ فی فضائل العشرہ لمحب الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری الشافعی المکی
روضۃ المناظر	ابن شحنہ	تعلیقات السنیۃ (مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی) میں ہے ہو محب الدین ابو الولید بن محمد الشہیر بہ ابن شحنۃ الحلبی الحنفی کان محبا للسنۃ والجماعۃ ۸۱۵ھ ولہ تصنیف فی السیرۃ النبویہ وتاریخ لطیف اور حدائق الحنفیہ میں ہے محمد بن محمد بن شحنہ محب الدین ۷۴۹ھ میں پیدا ہوئے ۔ علم حدیث کے بڑے محب تھے امام ہمام نے آپ سے پڑھا ہے کتاب روضۃ المناظر تصنیف کی الخ
ریاض المستطابہ	یحییٰ عامری	کشف الظنون میں ہے الریاض المستطابۃ فی جملہ من روی فی الصحیحین عن الصحابۃ للامام عماد الدین یحییٰ بن ابی بکر العامری الیمانی المتوفی ۸۹۳ھ
روضۃ الاحباب	جمال الدین محدث	کشف الظنون میں ہے روضۃ الاحباب نے سیرۃ النبی وآل والاصحاب فارسی لجمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المتوفی ۱۰۰۰ھ فی مجلدین ۔ الخ اور حدائق الحنفیہ میں ہے جمال الدین عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب آپ اعاظم اولاد امجاد خیر الانام سے ہیں جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم حدیث وسیر میں بے بدیل اور عدیم التمثیل تھے کشاف اسرار تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی ۔
روضۃ الصفا	محمد بن خاوندشاہ	کشف الظنون میں ہے روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفا للمورخ محمد بن خاوندشاہ المتوفی ۹۰۳ھ

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
رضۃ الشہدا	ملا حسین واعظ کاشفی	**کشف الظنون میں ہے** روضۃ الشہدا فارسی لحسین بن علی الکاشفی المعروف بالواعظ البیہقی المتوفی سنہ ٩١٠ھ۔
زاد المعاد	ابن القیم	**کشف الظنون میں ہے** زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لمحمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزی الحنبلی المتوفی سنہ ۷۵۱ھ ہجری۔
سیرۃ ابن ہشام	عبد الملک ابن ہشام	**کشف الظنون میں ہے** اول من صنف فی السیر الامام المعروف بمحمد بن اسحاق رئیس اہل المغازی المتوفی سنہ ۱۵۱ھ ودونہا ابو محمد عبد الملک بن ہشام المتوفی سنہ ۲۱۳ھ فاحسن واجاد۔
سیرۃ الحلبیہ مسمی بہ انسان العیون فی سیرۃ النبی للامون	علامہ حلبی	**خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر (علامہ محبی) میں ہے** علی بن ابراہیم الملقب بنور الدین بن برہان الدین الحلبی الشافعی الامام الکبیر اجل اعلام المشائخ وعلامۃ الزمان۔ الف المؤلفۃ البدیعۃ منہا السیرۃ النبویۃ التی سماہا انسان العیون فی سیرۃ النبی المامون۔
سر الشہادتین	شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی	**حدائق الحنفیہ (مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی لاہوری) میں ہے** شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی خطۂ ہند میں استاذ الاساتذہ اور امام جہابذہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف خاتم المفسرین والمحدثین تھے آپ کی تصنیفات تفسیر فتح العزیز تحفہ اثنا عشریہ، بستان المحدثین، سر الشہادتین، عجالہ نافعہ یادگار اور مشہور ہیں **اور تذکرہ علمائے ہند (مولوی رحمٰن علی صاحب) میں ہے** مولانا عبد العزیز صاحب دہلوی ابن مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ بالجملہ وے جامع علوم بلکہ آیتے از آیات الٰہی بود۔ رسالہ سر الشہادتین وبستان المحدثین وتحفہ اثنا عشریہ وعجالہ نافعہ وتفسیر فتح العزیز از تصنیف شہیرہ وے اند۔
سیرۃ النبویہ	سید احمد زینی دحلان	**خاتمۃ الکتاب سیرۃ النبویہ میں ہے** السیرۃ النبوۃ والآثار المحمدیہ لتاج النبلاء المتصدرین وانسان عین الدہر الیمین المشہور فضلہ عند جمیع الاقران مفتی السادۃ الشافعیہ بمکۃ المحمیۃ السید احمد زینی دحلان۔ اور مولوی محمد ادریس صاحب نگرامی کتاب تکمیل الاخوین بذکر علماء الزمان میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ترجمہ لکھتے ہوئے زیب رقم فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۲۹۵ھ میں آپ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ عازم حرمین شریفین ہوئے وہاں پہنچ کر حضرت سید احمد دحلان وغیرہ سے اسانید اجازت حدیث وفقہ وغیرہ حاصل کیں۔

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
شفائی تعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض	کشف الظنون میں ہے شفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ للامام الحافظ ابی الفضل عیاض القاضی المتوفی سنہ ۵۴۴ھ (الی ان قال) وہو کتاب عظیم النفع کثیرۃ الفائدہ لم یولف مثلہ فی الاسلام۔
شرح مواقف	سید شریف	کشف الظنون میں ہے مواقف فی علم الکلام للعلامۃ عضد الدین ۔ہو کتاب جلیل القدر رفیع الشان فشرحہ السید الشریف علی بن محمد بن محمد الجرجانی المتوفی سنہ ۸۱۶ھ۔ الخ اور فوائد البہیہ (مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی) میں ہے علی بن محمد بن علی المعروف بالسید الشریف والسند الجرجانی عالم نحریر قد حاز قصبات السبق فی التحریر فصیح العبارۃ دقیق الاشارۃ نظار فارس فی البحث والجدل۔ الخ
شرح فقہ اکبر	ملا علی قاری	تعلیقات السنیہ (مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی) میں ہے ہو علی بن سلطان محمد الہروی المعروف القاری الحنفی احد صدور العلم فرد عصرہ۔ الف التالیف النافعۃ منہا شرح علی المشکوۃ (الی ان قال) وشرح الفقہ الاکبر۔ الخ
شرح حاوی صغیر قزوینی	علاء الدین قونوی	کشف الظنون میں ہے حاوی الصغیر فی الفروع للشیخ نجم الدین القزوینی الشافعی المتوفی سنہ ۶۶۵ھ وہو من الکتب المعتبرۃ بین الشافعیۃ ومن شروحہ شرح الشیخ علاء الدین القونوی المتوفی سنہ ۷۲۹ھ۔
شواہد النبوۃ	ملا جامی	کشف الظنون میں ہے شواہد النبوۃ فارسی لمولانا نور الدین عبدالرحمن بن احمد الجامی۔ اولہ الحمد للہ الذی ارسل رسلا مبشرین ومنذرین۔ الخ اور تاریخ الخمیس (دیار بکری) کے دیباچہ میں ہے انتخبتہا من الکتب المعتبرۃ۔ وہی التفسیر والکشاف (الی ان قال) والشواہد النبوۃ والمواہب اللدنیۃ الخ
صحیح بخاری وصحیح مسلم	محمد بن اسمٰعیل بخاری مسلم بن الحجاج ونیشاپوری	کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح المشہور بصحیح البخاری للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ وہو اول الکتب الستۃ فی الحدیث وافضلہا علی مذہب المختار قال امام النووی فی شرح صحیح مسلم اتفق العلماء ان اصح الکتب بعد القرآن الکریم الصحیحان صحیح البخاری ومسلم۔ الخ
صواعق محرقہ	ابن حجر مکی	کشف الظنون میں ہے الصواعق المحرقۃ للشیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی مفتی الحجاز المتوفی سنہ ۹۷۳ھ

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
		اور تعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ (مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی) میں ہے ہو احمد بن محمد بن علی بن حجر کان بحراً فی الفقہ اماما اقتدی بہ الائمۃ مصنفاتہ فی العصر العزیز من الاتیان بمثلہا المعاصرون۔ ومن مولفاتہ شرح منہاج النووی (الی ان قال) والصواعق المحرقۃ الخ
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی	کشف الظنون میں ہے طبقات الصحابۃ والتابعین لابی عبد اللہ محمد بن سعد الزہری البصری کاتب الواقدی المتوفی سنہ ۲۳۰ھ اور وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن سعد کاتب الواقدی احد الفضلاء النبلاء الاجلاء صنف کتابا کبیرا فی طبقات الصحابۃ وکان کثیر العلم والروایات اور الفاروق (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی نہایت ثقہ اور معتمد مؤرخ ہے۔ اس نے ایک کتاب آنحضرت صلعم و صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے حالات میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر لکھا ہے یہ کتاب طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے۔
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری	محمود عینی	کشف الظنون میں ہے ومن شروح المشہورۃ۔ ایضاً شرح العلامۃ بدر الدین ابی محمد محمود العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ۔ سماہ عمدۃ القاری۔ اور فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ (مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی) میں ہے قاضی القضاۃ بدر الدین العینی ولد بمصر ۷۶۲ھ لہ شرح صحیح البخاری وشرح معانی الآثار وشرح الہدایہ وغیرہ ذالک کان اماما عالما علامۃ وقد طالعت عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری والنہایۃ شرح الہدایہ۔ وکلہا مفیدۃ۔
عقد الفرید	ابن عبد ربہ	وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے ابو عمر احمد بن محمد ابن عبد ربہ۔ کان من العلماء المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس وصنف کتابہ العقد وہو من الکتب الممتعۃ حوی من کل شئی
فتح البیان والفرع النامی من الاصل الانامی	مولوی صدیق حسن خاں صاحب	تذکرہ علماء ہند میں ہے مولوی صدیق حسن خاں بہادر قنوجی کنیت شان ابو الطیب تحصیل علوم درسیہ مروجہ بخدمت مولوی صدر الدین خاں دہلوی و علوم تفسیر و حدیث وغیرہ از علماء یمن و حرمین اکتساب فرمودہ

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
		کتب صاحب ترجمہ بزبان ہندی وفارسی وعربی در مطابع بھوپال ومصر وقسطنطنیہ وغیرہ مطبوع شدند اسمائے آنہا بذیل مذکور اند۔ ابجد العلوم اتحاف النبلاء تفسیر فتح البیان۔ فتح المغیث۔ الفرع النامی وغیرہا۔ الخ
فتوح البلدان	بلاذری	تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے احمد بن یحییٰ البلاذری صاحب التاریخ المشہور۔ کان من طبقۃ ابوداؤد السجستانی اور الفاروق (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے احمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل عباسی کا درباری تھا اس کی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے۔ تاریخ ورجال میں اس کی دو کتابیں مشہور ہیں۔ فتوح البلدان۔ انساب الاشراف۔
قرۃ العینین	شاہ ولی اللہ دہلوی	اتحاف النبلاء (مولوی صدیق حسن خانصاحب) میں ہے ولی اللہ قطب الدین احمد بن عبدالرحیم الدہلوی نسب ایشان بخلیفہ ثانی حضرت فاروق بسی واسطہ میرسد۔ تصانیف ایشاں بسیار است وہمہ نافع ومفید۔ منہا حجۃ اللہ البالغہ وازالۃ الخفاء دو فیوض الحرمین وہمعات والطاف القدس وقرۃ العینین فی تفضیل شیخین والتفہیمات الخ۔
کتاب الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ کاتب دینوری	مقدمہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ (محمود رافعی) طبع مصر میں ہے۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبۃ الدینوری وحدۃ فریدۃ فی بابہا حسنا فی اسلوبہ لم یکن فی موضوعہ مثلہ فقد جمع فیہ مولفہ رحمۃ اللہ من طرائف الاخبار ونوادر التاریخ فیما یتعلق بمسائل الامامۃ وما وقع فی ایام الصحابۃ رضوان اللہ علیہم۔ اور کتاب الف باء فی المحاضرات (ابن الشیخ البلوی) میں ہے ذکر ابن قتیبۃ فی کتاب الامامۃ والسیاسۃ انہ لما قدم علی الحجاج سعید بن جبیر قال لہ ما اسمک قال انا سعید بن جبیر فقال الحجاج بل انت شقی بن کسیر۔ اور اتحاف الوریٰ باخبار ام القرے (ابن فہد مکی) میں ہے قال ابو محمد بن قتیبۃ فی کتاب الامامۃ والسیاسۃ کان مسلمۃ بن مروان والیا علی اہل مکۃ الخ اور وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری۔ کان فاضلا ثقۃ سکن بغداد وحدث بہا عن اسحاق بن راہویہ وغیرہ۔ وتصانیفہ کلہا مفیدۃ الخ۔

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
کتاب الانساب سمعانی	عبدالکریم سمعانی	کشف الظنون میں ہے انساب السمعانی للامام ابو سعد عبدالکریم الشافعی الحافظ المتوفی ۵۶۲ھ ہو کتاب عظیم فی ہذا الفن
کتاب المعمرین	ابو حاتم سہل السجستانی	کتاب الفہرست ابن الندیم البغدادی اخبار ابی حاتم السجستانی قال ابو سعید اسمہ سہل بن محمد وکان کثیر الروایۃ عن ابی زید وابی عبیدہ والاصمعی۔ کان صادق الروایۃ۔ کثیر التالیف۔ توفی فی شہر رجب من سنۃ خمس وخمسین ومائتین۔
کتاب الخراج	قاضی ابو یوسف	کشف الظنون میں ہے کتاب الخراج للامام ابی یوسف یعقوب الحنفی المتوفی ۱۸۲ھ
کنز العمال	شیخ علی متقی	کشف الظنون میں ہے کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال وہو مرتب جمع الجوامع للسیوطی (قال فی موضع آخر بعد ذکر جمع الجوامع للسیوطی) ان الشیخ العلامہ علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی الشہیر بالمتقی رتب ہذا الکتاب الکبیر کما رتب الجامع الصغیر وسماہ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال اور اخبار الاخیار (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) میں ہے شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدنی الچشتی رحمۃ اللہ علیہ در مکہ معظمہ رخت اقامت نہادہ عالم را بانوار طاعت ومجاہدات بآثار افادت علوم دینی واقامت معارف یقینی مستنیر ومستفید ساخت وجمع وتصنیف کتب ورسائل در علم حدیث وتصوف اشتغال فرمود بعد از مشاہدہ آثار خیر ایشان از تو وغیر آن عقل حیران میشود وبجزم حکم میکند کہ اینہا بے توفیق کامل وبرکت شامل کہ ناشی از کمال مرتبہ استقامت ورسوخ در درجہ ولایت باشد وجود نگیرد۔ جامع صغیر وجمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی را کہ احادیث بترتیب حروف تہجی جمع کردہ وادعائے احاطہ جمیع احادیث نبوی از اقوال وافعال کردہ بترتیب فرمودہ شیخ ابو الحسن بکری صغیر [illegible] سیوطی منۃ علی العالمین [illegible]
کتاب الوسائل	جلال الدین سیوطی	کشف الظنون میں ہے کتاب الاوائل لابی ہلال حسن بن عبداللہ عسکری المتوفی ۳۹۵ھ وہو اول من صنف فیہ ہو رسالۃ مختصر ولخصہ المسمی بالوسائل فی معرفۃ الاوائل بجلال الدین السیوطی الخ
مسند احمد حنبل	امام المحدثین احمد حنبل	کشف الظنون میں ہے مسند الامام احمد بن محمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ کتاب جلیل۔ وان احمد بن حنبل [illegible] اصحابہ [illegible] عندہ

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
		اور بستان المحدثین (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے امام احمد چوں از سودۂ این مسند فارغ شد ہمہ اولاد خود را جمع کردہ برایشان خواندو گفت این کتابے است کہ من آنرا جمع کردہ ام از ہفت لاکھ پنجاہ ہزار حدیث یعنی طرق پس اگر مسلمان را اختلافے واقع شود در احادیث از احادیث پیغمبر علیہ السلام باید کہ بایں کتاب رجوع آرند۔
مستدرک حاکم	حاکم نیشاپوری	کشف الظنون میں ہے مستدرک علی الصحیحین فی الحدیث للشیخ الامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم النیشاپوری الحافظ المتوفی سنہ ۴۰۵ھ۔ اور وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے۔ ابو عبد اللہ محمد المعروف بالحاکم النیشاپوری الحافظ۔ امام اہل الحدیث فی عصرہ والمؤلف فی الکتب التی لم یسبق الی مثلہا کان عالما عارفا واسع العلم۔
موطاء مالک	امام المحدثین مالک	کشف الظنون میں ہے موطاء فی الحدیث للامام مالک بن انس بن مالک الاصبحی المدنی امام دار الہجرۃ المتوفی سنہ ۱۷۹ھ
مشکل الآثار	طحاوے	فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ (مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی) میں ہے ابو جعفر الطحاوی امام جلیل القدر مشہور فی الآفاق۔ ذکرہ الجمیل مملؤ فی بطون الاوراق کان اماما فی الحدیث والاخبار تصانیفہ جلیلہ معتبرہ منہا احکام القرآن وکتاب معانی الآثار ومشکل الآثار ثم اور عجالۂ نافعہ (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے۔ طحاوی از جملہ علمائے حنفیہ در شرح احادیث سرآمد و پیشوا است
معجم کبیر طبرانی	طبرانی	کشف الظنون میں ہے۔ المعجم الکبیر فی الحدیث للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی الحافظ المتوفی سنہ ۳۶۰ھ
معالم التنزیل	محی السنۃ بغوی	کشف الظنون میں ہے معالم التنزیل فی التفسیر للامام محی السنۃ ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی سنہ ۵۱۶ھ اور وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد المعروف بالفراء البغوی الفقیہ الشافعی المحدث المفسر کان بحرا فی العلوم صنف کتبا کثیرۃ منہا کتاب التہذیب وکتاب شرح السنۃ ومعالم التنزیل فی تفسیر القرآن الکریم۔
مرآۃ الجنان	یافعی	کشف الظنون میں ہے مرآۃ الجنان۔ للامام ابی محمد عبد اللہ بن اسعد الیافعی الیمنی المتوفی سنہ ۷۶۸ھ

نام کتاب	نام مولف	توثیق
مروج الذہب و معادن الجواہر	مسعودی	**کشف الظنون میں ہے** مروج الذہب ومعادن الجواہر لابی الحسن علی بن حسین بن علی المسعودی المتوفی [illegible]ھ **اور کتاب الفہرست ابن الندیم لبغدادی میں ہے** المسعودی یعرف بابی الحسن علی بن علی المسعودی۔ ولہ من الکتب کتاب یعرف بمروج الذہب ومعادن الجواہر۔ الخ **اور تاج الکرامہ (مولوی صدیق حسن خاں صاحب) میں ہے** مسعودی در مروج الذہب احوال امم وآفاق راشرح نمودہ وذکر نحل وعوائد وصف بلدان وجبال وبحار وممالک ودول وفرق وشعوب عرب وعجم وشرق وغرب را بابتہ سنہ سہ صد وسی ہجری کہ عصر اوست ضبط نمودہ ولہذا مرجع مورخین گردیدہ ودر تحقیق اکثر اخبار تعویل بروے کنند۔ **اور الفاروق (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے** ابوالحسن مسعودی فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا اس کی تمام تاریخی کتاب ملتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی۔ یورپ نے اس کی دو کتابیں مہیا کیں ایک مروج الذہب دوسری کتاب الاشراف مروج الذہب مصر میں بھی چھپ گئی ہے
معارف ابن قتیبہ	ابن قتیبہ دینوری	**کشف الظنون میں ہے** معارف فی التاریخ لابن قتیبہ ابی محمد عبداللہ بن مسلم الدینوری المتوفی [illegible]ھ۔ **اور الفاروق (مولوی شبلی صاحب نعمانی) میں ہے** عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ یہ نامور اور مستند مصنف ہے محدثین بھی اس کے اعتماد اور اعتبار کے قائل ہیں۔ تاریخ میں اس کی مشہور کتاب معارف بھی ہے جو مصر وغیرہ میں چھپ گئی ہے۔
مواہب لدنیہ	قسطلانی	**کشف الظنون میں ہے** المواہب اللدنیہ فی السیرۃ للشیخ الامام شہاب الدین احمد القسطلانی وہو کتاب جلیل القدر کثیر النفع الج[illegible]
مشکوٰۃ المصابیح	خطیب تبریزی	**مرقات شرح مشکوٰۃ (ملا علی قاری) میں ہے** کتاب مشکوٰۃ المصابیح الذی الفہ مولانا الحبر العلامۃ والبحر الفہامۃ مظہر الحقائق وموضح الدقائق الشیخ التقی النقی ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی۔ الخ

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	ملا علی قاری	کشف الظنون میں ہے وعلی المشکوٰۃ حاشیۃ للعلامۃ السید الشریف وللشیخ نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی المعروف بالقاری المتوفی ۱۰۱۴ھ والف شرح عظیم علی المشکوٰۃ مسمیٰ بالمرقاۃ۔ الخ
معجم البلدان	یاقوت حموی	کشف الظنون میں ہے معجم البلدان للشیخ ابی عبد اللہ یاقوت الحموی الرومی۔ الخ
ملل و نحل	شہرستانی	کشف الظنون میں ہے الملل والنحل صنف فیہا جماعۃ منہم ابو الفتح الامام محمد بن عبد الکریم الشہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ قد قال (تاج الدین السبکی) ہو عندی خیر کتاب صنف فی ہذا الباب۔ الخ اور وفیات الاعیان (ابن خلکان) میں ہے ابو الفتح محمد بن ابی القاسم عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی کان اماماً فقیہاً متکلماً صنف کتاب نہایۃ الاقدام وکتاب الملل والنحل۔ الخ
مقتل ابی مخنف	ابو مخنف	کتاب الفہرست (ابن الندیم بغدادی) میں ہے ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید مخنف بن سُلیم الازدوی کان مخنف بن سُلیم من اصحاب علی وروی عن النبی صلعم وله من کتاب الردۃ۔ کتاب فتوح الشام۔ کتاب فتوح العراق کتاب مقتل علی کتاب مقتل حجر بن عدی کتاب مقتل محمد بن ابی بکر کتاب الشوری ومقتل عثمان کتاب مقتل الحسین۔ الخ
محاضرۃ الادباء	راغب اصفہانی	کشف الظنون میں ہے محاضرۃ الادباء لابی القاسم حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی ذکر فی مقدمۃ ہذا الفن بین المتقدمین
محاضرۃ الاوائل	شیخ علاء الدین	کشف الظنون میں ہے محاضرۃ الاوائل ومسامرۃ الاواخر للشیخ علاء الدین علی دوروہ فرغ من تالیفہ فی شہر رجب سنہ ۹۹۸ھ
مجمع بحار الانوار یا مجمع البحار	ملا طاہر فتنی	فوائد البہیہ (مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی) میں ہے ہو رئیس محدثی الہند محمد طاہر الفتنی۔ صنف تالیف مفیدہ کمجمع البحار فی غریب الحدیث والمغنی اور عجالۂ نافعہ (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے مجمع البحار شیخ طاہر در تحقیق جمیع کتب حدیث یعنی طبقات اربعہ کافی است۔
معارج النبوۃ	ملا مسکین	کشف الظنون میں ہے معارج النبوت فی السیر لمعین الحاج محمد المعروف بہ ملا مسکین۔

نام کتاب	نام مولف	توثیق
مدارج النبوت و ماثبت بالسنۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	**عجالۂ نافعہ (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے** مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث وسیرت شامیہ ومواہب لدنیہ مبسوط ترین سیر نبوی اند **اور اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن خانصاحب) میں ہے** ابو المجد شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ الترک الدہلوی. مصنفات ایشان لمعات شرح مشکوٰۃ در عربی واشعۃ اللمعات در فارسی وشرح سفر السعادت واخبار الاخیار و مدارج النبوۃ وماثبت بالسنۃ است. الخ
نوادر الاصول	حکیم ترمذی	**کشف الظنون میں ہے** نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول لابی عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی المتوفی شہید سنہ ۲۵۵ھ
نہایہ	ابن الاثیر الجزری	**کشف الظنون میں ہے** نہایہ فی غریب الحدیث وہی مجلدات للشیخ الامام ابی السعادات مبارک بن ابی الکرم محمد المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی سنہ ۶۰۶ھ۔
نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض	شہاب خفاجی	**کشف الظنون میں ہے** وشرح الشفاء الشہاب الدین الخفاجی المتوفی سنہ ۱۰۶۹ھ شرحا کبیرا فی غایۃ التدقیق والتحقیق **اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر (مولفہ علامہ محمد المحبی) میں ہے** الشیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ الملقب لشہاب الدین الخفاجی الحنفی صاحب التصانیف السائرہ وکان فی عصرہ بدر سماء العلم من تالیفہ حواشی تفسیر القاضی وشرح الشفاء والریحانۃ والبا... **اور تعلیقات السنیۃ علی الفوائد البہیۃ (مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی) میں ہے** قد طالعت تصانیفہ حواشی البیضاوی فی ثمان مجلدات وشرح الشفا اربع مجلدات وکلاہما یدلان وسعۃ نظرہ
نور العینین فی مشہد الحسین	ابو اسحٰق اسفرائنی	**تاریخ ابن خلکان میں ہے** الاستاذ ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد الاسفرائنی الفقیہ الشافعی. وار التصانیف الجلیلۃ۔
وفیات الاعیان	ابن خلکان	**کشف الظنون میں ہے** وفیات الاعیان فی مجلدین للقاضی شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد المعروف بابن خلکان الشافعی المتوفی سنہ ۶۸۱ھ۔ **اور حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ (سیوطی) میں ہے** ابن خلکان قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر الشافعی صاحب وفیات الاعیان. کان ذکیا عارفا بایام الناس مات رجب سنہ ۶۸۱ھ۔

نام کتاب	نام مؤلف	توثیق
وسیلۃ النجاۃ	ملا محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی	**تاریخ علمائے ہند میں ہے** ملا مبین لکھنوی ابن ملا محب اللہ ابن ملا احمد عبد الحق ابن ملا محمد سعید پسر دوم ملا قطب الدین شہید سہالوی. شاگرد رشید ملا حسن عالم علوم عقل و نقل واقف رموز خفی و جلی در جودت ذہن و ذکاوت و ظرافت معروف بود و تصانیف لطیف دارد و ازاں جملہ شرح سلم و شرح مسلم الثبوت و حاشیہ میر زاہد ملا جلال و حاشیہ میر زاہد شرح مواقف و وسیلۃ النجاۃ در مناقب اہل بیت نبوی صلعم ۔ وغیر ذالک اند در ۱۲۲۵ھ رحلتش سوئے روضہ رضوان، وقوع یافتہ ۔
الیواقیت والجواہر	عبد الوہاب شعرانی	**کشف الظنون میں ہے** الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر للشیخ عبد الوہاب الشعرانی الشافعی المتوفی ۹۷۳ھ ۔ الفہ فی العقائد و فرغ من تالیفہ فی شہر رجب ۹۵۵ھ ۔ **اور عجالۂ نافعہ (شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی) میں ہے** این فقیر علم حدیث و جمیع علوم را محض از خدمت والد ماجد خود اخذ کردہ است (الی ان قال) و حضرت ایشاں اول در دیار خود بعضے کتب حدیث مثل مشکوٰۃ و صحیح البخاری بخدمت والد بزرگوار خود گزرانیدہ بطریق درایت اخذ این علم فرمودہ بودند (الی ان قال) و آخر در مدینہ منورہ و در مکہ معظمہ از اجل مشائخ حرمین این علم را باستیعاب استقصا فراگرفتند و بیشتر استفادہ ایشاں از جناب حضرت شیخ ابو طاہر مدنی قدس سرہ بود کہ یگانۂ عصر خود بودند دریں باب ۔ واز حسن اتفاقات آنکہ شیخ ابو طاہر قدس سرہ سند مسلسل دارند بصوفیاں و عرفا تا شیخ زین الدین زکریا انصاری و ہو انہ اخذ عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی و ہو عن الشیخ احمد القشاشی و ہو عن الشیخ الشناوی و عن والدہ الشیخ عبد القدوس الشناوی و ایضاً عن الشیخ محمد بن ابی الحسن البکری و ایضاً عن الشیخ محمد بن احمد الرملی و ایضاً عن الشیخ عبد الرحمن بن عبد القادر بن فہد و ہولاء کلہم من اجلۃ المشائخ العارفین باللہ و الشیخ عبد القدوس عن الشیخ ابن حجر المکی و عن الشیخ عبد الوہاب الشعرانی و ہما عن الشیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری ۔ الخ